PAGES MISSING WITHIN THE BOOK ONLY

TEXT CUT WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY

OU_224298

UNIVERSAL
LIBRARY

جلد ۵

گردش آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

Checked 1969

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانہ لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارہ پرستان۔ خونی تلوار وغیرہ

مصنف

ارج ڈبلیو۔ ایم ریینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروز پوری

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

طباعت نور پریس ہسپتال روڈ لاہور میں بتہام بابو پرتاب سنگھ طبع ہوئی

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت ۴ ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر یا وی۔پی پیکٹ آنی چاہیئے۔ مابعد یا شناسائی کا کوئی حساب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ اشاعت کے بھی مستقل خریدار ہیں ان سے بطور رعایت صرف ۳ سالانہ لیا جائے گا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہرحال ایک سال کی یکمشت وصول کی جائے گی۔ اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) دیئے جائیں گے۔

۳۔ سابقہ اداکردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آنے سے پہلے خریدار کی طرف سے یہ اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو دیدنی خریدار سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائے گا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینہ کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے چند پرچے رستہ میں ضائع ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آجانی چاہیئے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے۔ اس مہینہ کے گذر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی ۲۰ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔ (باقی دیکھئے سرورق صفحہ ۳)

نوبت نہ آئی۔ اس فروگذاشت کے لئے میں ہر طرح آپ کی ملامت اور غصہ کا مستحق ہوں۔ میری وجہ سے جو تکلیفیں آپ کو پہنچی ہیں۔ میں ان کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ تاہم میں مجبور ہوں۔ میں دست بستہ آپ سے معافی طلب کرتا ہوں کہ محض میری حماقت اور نادانی سے آپ کو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کی انگشت نمائی کا نشانہ بننا پڑا۔ میری دلی آرزو یہ ہے کہ خدا آپ کو خوش رکھے اور ہتھیاری دے۔ خط کے اخیر میں میں نے اپنا پتہ بھی اس خیال سے تحریر کر دیا کہ وہ اس خط کی رسید مجھے لکھ دے کیونکہ اس بار داری سے میں نہ صرف نا امید بلکہ ڈرا ہوا بھی تھا۔ میرا خیال یہ تھا کہ لیڈی کملیتھ اول تو اس خط کا جواب نہیں دیگی۔ کیونکہ ایسا کرنا اس کی شان عزت سے بعید ہوگا اگر دیگی بھی تو اس انداز سے کہ مجھے میری کمزوری کے لئے ملامت کرے گی یا صاف دیکھ واضح طور پر لکھ دے گی کہ ہمارے درمیان جو کچھ اس وقت تک ہوا اس کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو چکا ہے۔

اس سے اگلی صبح کو میں نے وہ خط اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈال دیا اور اس کے گہری بیتابی سے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ کئی روز گذر گئے۔ رفتہ رفتہ دنوں نے مہینوں کی صورت اختیار کی لیکن میرے خط کا جواب نہ آنا تھا نہ آیا۔ اس ناقابل فہم بھید نے میرے دل کو جو اضطراب مبتلا کیا وہ محتاج بیان نہیں۔ کسی طرح کے خیالات پیدا ہوتے تھے جن میں غالب تھا کہ شاید لیڈی کملیتھ نے میرے خط کو ناقابل جواب سمجھ کے نظر انداز کر دیا اس میں شک نہیں میں محسوس کرتا تھا کہ اپنی شرمناک اخلاقی کمزوریوں کے بعد میں اسی سلوک کا مستوجب تھا۔ تاہم اس سے وہ چبھتی جو ہر وقت دل کو لگی رہتی تھی۔ دور نہ ہوتی تھی۔ سوچ اس کو لگتی تھی سوچ مجھ سے اتنی ہی محبت تھی جتنی وہ ظاہر کرتی تھی۔ تو پھر اس طرح کی چپ سادھ کیوں بیٹھی۔ وہ میرے خط کا کچھ نہ کچھ جواب تو دیتی۔ خواہ اس کا مضمون ایک ہی سطر کا اور خواہ اس ایک سطر میں اس نے مجھے کتنی ہی لعنت ملامت کی ہوتی۔ مگر اس کی چپ سادھ لینے سے اس کی محبت کے بارے میں کوئی شبہ میرے دل میں پیدا ہو سکتا تھا۔ نہیں

عشق صادق اور پرجوش تھا اور میں اگر اس عشق کے قابل ہوتا میں اگر اس عشق کو اسی پیرایہ صداقت میں قبول کر سکتا جس میں وہ پیش کیا گیا تھا۔ تو کچھ شک نہیں وہ سمندر کی طرح نامحدود اور شعلۂ آتش کی طرح تیز اور ہمہ سوز ثابت ہوتا۔ لیکن پھر ایک اور خیال یہ بھی پیدا ہوتا تھا کہ وہ جو اس سرگرمی۔ پرستش اور ایثار کے ساتھ محبت کر سکتی تھی۔ جسے اپنی وفا کے پاس میں دارین کی سختی اور ہمجولیوں کی نفرت کی بھی پروا نہ تھی۔ جسے اپنے دعوے عشق سے شرم و ندامت نہیں۔ راحت و مسرت حاصل ہوتی تھی۔ کیا یہ ممکن نہ تھا کہ اس طرح کا انکا خط پانے کے بعد اس کی خودداری اور وقار کو ایسی جراحت پہنچی ہو۔ کہ اس نے اس کا ا دینا کسر شان سمجھا اور اپنے درجہ بسنوانی سے بعید تصور کیا ہو۔ یا ممکن ہے۔۔۔ ایک صورت بھی ذہن میں آتی تھی کہ وہ خط اسے پہنچا ہی نہ ہو۔ یعنی یا تو رستہ میں گم ہو گیا ہو یا من مقصد پر کسی نے قصداً روک لیا ہو۔ آپ سے میری خود پسندی کہئے یا کمزوری بہرحال یہ ایک ایسا خیال تھا جس سے میرے جی کو قدرے قلیل اطمینان حاصل ہوتا تھا۔ کیونکہ گو میری دلی آرزو یہ تھی کہ وہ یک طرفہ عشق جو لیڈی کیتھ کو مجھ سے تھا۔ جتنا جلد ممکن ہو ختم ہو جائے تاہم یہ بھی میری خواہش تھی۔ کہ اس کی طرف سے جواب کے طور پر بہت نہ سہی ایک ہی سطر کا خون ہو وصول ہو جائے۔ کیونکہ اس سے زیادہ گہرے تعلقات نہ رکھتے ہوئے بھی اس کے غصہ نفرت کا شانہ بننا مجھ کو ناپسند تھا۔ ان حالات میں کئی بار جی میں آئی کہ ایک خط اور اس کے بھیجوں لیکن جرات نہ کر سکا۔ کیونکہ رہ رہ کر یہ خیال دامنگیر ہوتا تھا۔ کہ اگر اس کا پہلا خط رستہ ہی روکا جا سکا۔ تو دوسرا بھی یقیناً روک لیا جائے گا اور اگر اس کو جواب دینا نامنظور تھا۔ تو پھر خواہ اس خط بھی لکھے جائیں۔ بے سود تھے۔

یہاں پر میں کچھ حال ڈاکٹر پامفرٹ کے عادات و خصائل کے بارہ میں نیز اس کے طریق کار کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ تا کہ اس سے گھر کے اندرونی حالات سمجھنے میں سہولت ہو۔ مختصر طور پر یہ سب باتیں جو میں اب بیان کرنے لگا ہوں۔ رفتہ رفتہ

ملازمت کے بعد ہی مجھ کو معلوم ہوئی تھیں۔ بہرحال پہلی قابل ذکر دریافت جو میں نے اس سلسلہ میں کی یہ تھی۔ کہ ڈاکٹر صاحب کی گفتگو کی نرمی اور برتاؤ کی فیاضی بڑی حد تک مصنوعی تھی۔ مجھے تسلیم کرنا پڑا ہے کہ رفتہ رفتہ وہ ان کے یہاں تک عادی ہو گئے تھے کہ یہ باتیں ایک طرح پر اُن کی فطرت کا حصہ بن گئی تھیں۔ تاہم بعض موقعے اس طرح کے پیش آتے تھے جب اُن کی صحیح سیرت اپنی اصلی حالت میں ظاہر ہو جاتی تھی۔ چنانچہ مریضوں کے ساتھ سلوک کرتے وقت انہیں یہ نرمی مصلحتاً اختیار کرنی پڑتی تھی۔ اور اس کے بعد روزمرہ میں اس نے کہ تقاضائے حالات یہی تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں یہ دیکھے بغیر نہ رہ سکا کہ درحقیقت یہ شخص بڑا جابر اور مسلط رہنے کا خواہاں تھا۔ اور اُن موقعوں پر جب وہ غریب مریضوں کا معائنہ کیا کرتا جو آٹھ اور نو بجے کے درمیان اُس سے بلا فیس مشورہ لینے آتے تھے۔ تو اس کی دلی کیفیت پوری طرح ظاہر ہوتی تھی اُن کی موجودگی میں وہ عجیب طرح کی عجلت اور بے صبری ظاہر کرتا تھا۔ اور بعض حالتوں میں تو اُس کا سلوک نہایت وحشیانہ صورت اختیار کر لیتا تھا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی عورت اپنے بیمار بچے کی علامات مرض تفصیل کے ساتھ بیان کرنا شروع کرتی۔ تو وہ فوراً قطع کلام کر کے کہتا کہ مجھے سب کچھ معلوم ہے۔ اور میں اس کے اسباب اور علاج کو بہتر سمجھ سکتا ہوں۔ پھر جلدی سے ایک نسخہ لکھ کر وہ اس طرح بے پروائی سے اُس کی طرف پھینک دیتا جس طرح کسی آوارہ کتے کو ہڈی پھینکا کرتے ہیں۔ یہاں تک اس کی سیرت اپنے اصلی رنگ میں ظاہر ہوتی تھی۔ لیکن اس کے بعد وہ مصلحتاً پھر لہجہ کی نرمی اختیار کر کے کہنا شروع کرتا۔

"نیک عورت یہ نسخہ فوراً تیار کرا لے یعنی جتنی جلدی ہو سکے۔ میرے لئے سب دوا ساز برابر ہیں۔ بشرطیکہ وہ محنت سے دوا تیار کر کے دیں۔ اور اس بارہ میں کسی طرح کا مشورہ پیش کرنا میرا فرض نہیں۔ تاہم تو اگر میری صلاح پوچھے۔ تو پھر میں کہونگا

کہ مسٹر ساکنز جس کی دوکان بالمقابل ہے۔ وہ اس شہر میں سب سے اچھی اور تازہ دوائیں رکھتا ہے۔ اس میں بڑی خوبی یہ ہے کہ کسی ایک دوا کے بدلے دوسری دوا استعمال نہیں کرتا یعنی درکار تو ہو ایسم سالٹ۔ اور شامل کیا جائے اکسالک ایسڈ۔ اکثر دوا فروش ایسا کیا کرتے ہیں۔ لیکن وہ اس کمزوری سے بالاتر ہے۔ یوں تم کو اختیار ہے جہاں جی چاہے وہ نسخہ تیار کرا لو۔ لیکن میری صلاح یہ ہے کہ ساکنز کی دوائیاں ارزاں بھی ہیں اور بہتر بھی۔"

اس طرح کی مختصر تقریر حالات کے مطابق بدلی ہوئی۔ ڈاکٹر پامفرٹ کے ہر مشورہ کے آخر میں ضرور ہوا کرتی تھی۔ خواہ وہ مریض فیس ادا کرنے والا ہو یا نہ ہو اور جب اس کے ساتھ اس راز کا انکشاف بھی کر دیا جائے۔ کہ مسٹر ساکنز اپنے منافع کو ڈاکٹر پامفرٹ سے نصفا نصف کرتا تھا۔ تو سفارش کا بھید آسانی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کبھی ڈاکٹر پامفرٹ کی ملاقات سر بازار مسٹر ساکنز سے ہوتی تو وہ کبھی گفتگو کرنے کے لئے نہ ٹھیرتے۔ اور رسمی سلام کے بعد ایک دوسرے کے پاس سے گذر جاتے تھے۔ البتہ شام کے وقت جب اندھیرا چھا جاتا تو مسٹر ساکنز کا دستور تھا۔ پچھلے دروازہ کی راہ سے ڈاکٹر صاحب کے مکان میں داخل ہوتا۔ اور کھانے کے کمرہ میں بیٹھ کر شراب کی بوتل سامنے رکھے ہوئے اُن میں بڑی دیر تک باتیں ہوا کرتیں اس طرح کے موقعوں پر بارہا اُن کے قہقہوں کی گونج سنائی دیتی۔ جو صریحاً اُن کے ریا سے حاصل کئے ہوئے منافع کی خوشی کی مظہر ہوتی تھی۔

یہاں لگے ہاتھوں میں تھوڑا سا حال مسٹر ساکنز کا بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ جو اکہرے بدن کا مکروہ صورت آدمی تھا۔ اور جس کے منہ پر سیکڑوں کے بے شمار داغ تھے۔ طبعاً چالاک اور پھرتیلا۔ وہ سب کے ساتھ بڑے اخلاق سے پیش آتا۔ اور ڈاکٹر پامفرٹ کے روبرو تو انکسار مجسم بن جاتا تھا۔ اس کی عادت تھی۔ جو بات

ڈاکٹر صاحب کے منہ سے نکلے۔ خواہ وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔ ضرور اس کی تصدیق کر دیتا۔ ان کی تردید کا خیال بھولے سے بھی اس کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ مسز ہاپکرٹ کی طرح وہ بھی دبی چال چلتا۔ اور بڑی مدہم آواز سے گفتگو کرتا تھا۔ اور گو یہ صحیح ہے کہ اُن اوقات میں جب وہ اور ڈاکٹر ہامفرٹ دوسری بوتل کے وسط تک پہنچ چکتے تو بارہا کھانے کے کمرہ سے قہقہوں کی آواز سنائی دیتی تھی۔ تاہم اس طرح کے موقعوں پر جب میرا یا کسی دوسرے نوکر کا ان کے کمرہ میں جانا ضروری ہوتا تو پھر وہ بڑی مدہم اور سرسراتی ہوئی آواز سے گفتگو کرتے تھے۔ مسٹر ساکنز کی عمر اڑتیس سال کے قریب تھی۔ وہ شادی شدہ آدمی تھا اور اُس کے کئی بچے تھے۔ ظاہرا مرد شریف اور عزت دار تھا۔ لین دین کا صاف۔ کبھی کوئی تقاضائی اُس کے دروازے پر نہیں دیکھا گیا۔ وہ باقاعدہ خیرات میں حصہ لیتا۔ اور جہاں تک پیشہ کی مصروفیتیں اجازت دیتی تھیں گرجا میں بھی جاتا تھا۔ یا کم از کم لوگوں کا خیال تھا۔ کہ وہ ایسا کیا کرتا ہے۔ یہی حالت ڈاکٹر ہامفرٹ کی تھی۔ جس کے سلسلہ میں میں اُس کا ایک چھوٹا سا راز اور بھی ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ میرے اسجگہ نوکر ہونے کے بعد پہلے اتوار کا ذکر ہے کہ بڈھا کوچبان جو ساڑھے گیارہ کے قریب لنچ کے طور پر ایل کے ایک گلاس کے ساتھ روٹی اور پنیر نوش کر رہا تھا۔ دیوار کی طرف لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر گلوگرفتہ آواز میں کہنے لگا۔ "میرے خیال میں وعظ شروع ہو چکا ہوگا۔ جوزف تم ذرا دوڑ کے گرجا جاؤ۔ وہاں دربان سے پوچھ لینا۔ کہ تمہارے آقا ڈاکٹر ہامفرٹ کہاں بیٹھے ہیں۔ پھر دبی آواز میں اُن سے کہنا۔ کہ ایک بہت ضروری کام ہے۔ فوراً تشریف لے چلئے"۔ میں نے اس ہدایت کی تعمیل کی۔ لیکن اس سوال پر غور نہیں کیا کہ ایسا کرنے کی خاص حاجت کیا تھی۔ چنانچہ گرجا پہنچ کر میں نے ڈاکٹر ہامفرٹ کو پیغام دیا۔ جس کو پاتے ہی وہ پُراسرار اہمیت کے انداز سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور

ظاہر اچپ چاپ رخصت ہونے کی کوشش کرتے ہوئے اس طریقہ پر گرجا سے باہر نکلا کہ ہر ایک آنکھ اس پر لگی ہوئی تھی۔ اگلے اتوار کو اسی طرح کا واقعہ پھر پیش آیا یعنی میں ڈاکٹر پامفرٹ کو طلب کرنے گرجا گیا۔ مگر جب اس جگہ پہنچا تو خدائی احکام پڑھے جانے لگے تھے۔ اس سے اگلے اتوار کو میں اس وقت گرجا پہنچا جب وعظ شروع ہو چکا تھا۔ وعظ کے اتوار کو ڈاکٹر پامفرٹ بالکل ہی گرجا نہیں گئے۔ بلکہ نشستگاہ میں بیٹھے ناول پڑھتے رہے۔ البتہ اس نافرمانی کی تلافی کے طور پر اگلی مرتبہ اول سے آخر تک گرجا میں بیٹھے رہے۔ اس کے بعد تین چار ہفتوں تک یہی حال رہا۔ کبھی جا کر دوران عبادت ہی میں انکو گرجا سے بلا لاتا۔ مگر تبدیلی اوقات کے ساتھ تاکہ کسی کو اس بات کا شبہ پیدا نہ ہو کر سب کچھ ایک سوچی ہوئی ترکیب کے سلسلہ میں پیش آ رہا ہے۔ حالانکہ جیسا میں نے پہلے اندرونی حالات سے بہتر واقف ہو کر معلوم کیا۔ یہ باتیں محض اس لئے کی جاتی تھیں کہ لوگوں کو معلوم ہوتا رہے کہ ڈاکٹر پامفرٹ انتہائی مصروفیت کے باوجود ضرور گرجا جاتے ہیں۔ اور اگر ان کو عبادت کے دوران میں اٹھ کر چلے آنا پڑتا ہے۔ تو اس کے ذمہ دار حالات ہیں۔ ان کا اپنا قصور کچھ نہیں۔ مخفی نہ رہے کہ یہ بھی ایسی ہی ترکیب مسٹر ساکنز کی طرف سے عمل میں لائی جاتی تھی۔

معلوم ہوا بڈھے کوچبان کو ڈاکٹر صاحب کے ہاں ملازمت کرتے کئی سال ہو گئے تھے۔ اور گو بہ حیثیت مجموعی وہ ایک وفادار نوکر تھا۔ تاہم اوقات بعید میں جب اس نے ضرورت سے زیادہ ایل پی ایل ہو۔ بارات کو پانی ملی ہوئی برانڈی نوش کرنے کے بعد وہ اپنے آقا کے بارہ میں بعض اس طرح کے حالات جو میرے لئے بمنزلہ راز تھے۔ عادت یا بغض و کینہ کے طور پر بغیر فکر محض ایک لطیفہ کی حیثیت میں بیان کرنے لگتا تھا۔ جس سے رفتہ رفتہ میں اس تلخ حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ نوکر خواہ طبیعتاً کتنا ہی اچھا نیک اور وفادار کیوں نہ ہو۔ گھر والوں کے عادات و اطوار

سے متاثر ہو کر غمزدہ بگڑ جاتا ہے۔ چنانچہ یہ بات مجھ کو بڈھے کوچبان کی زبانی ہی معلوم ہوئی تھی۔ کہ جن لوگوں کو ضعف دماغ یا مالیخولیا کی شکایت ہو۔ ڈاکٹر یا مفرٹ ان کے لئے بڑے چوڑے نسخے لکھ کر انہیں۔ غرض تیاری مسٹر ساکنز کی دوکان پر بھجوا دیا کرتا تھا۔ اور وہاں سے ان مریضوں کے لئے اس طرح کی گولیاں یا محلول تیار کر کے جیسے کہ جن میں دوا کا نام و نشان تک نہ ہو۔ بات اس میں شک نہیں پردہ کی تھی اور ڈاکٹر اور دواساز میں ایسے معاملوں کی نسبت ہمیشہ ہتیا طبھی بہت برتی جاتی تھی۔ تاہم کسی نہ کسی ذریعہ سے راز باہر نکل آیا۔ اور ایک اس طرح کے پرانے نوکر کے لئے جیسے ڈاکٹر یا مفرٹ کا کوچبان تھا۔ اس طرح کے اسرار سے واقف ہونا چنداں باعث حیرت نہ تھا۔ مختصر یہ کہ مجھے اس نئی ملازمت کو شروع کئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ میں ڈاکٹر یا مفرٹ کے عادات و خصائل کے بارہ میں کئی ایسی باتیں معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا جو میرے دل میں نفرت و استعفاد پیدا کرنے والی تھیں۔ تاہم نوکروں سے اس کا برتاؤ ہمیشہ اچھا رہا کرتا تھا اور یہی معمول اس کی بی بی کا تھا۔ ہم اچھے حالات میں رہتے تھے۔ کھانا بڑا ہی عمدہ ملا کرتا تھا۔ اور تنخواہ نہ صرف معقول تھی۔ بلکہ ہمیشہ وقت مقررہ پر ادا ہوتی رہتی تھی۔ پس اور دوں کو ڈاکٹر یا مفرٹ اور اس کی بی بی کے برخلاف کچھ ہی شکایت کیوں نہ ہو ذاتی طور پر مجھے اُن سے کوئی شکوہ نہ تھا۔

اور اب میں ایک ایسے واقعہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جس کا حال اس سے پہلے اشارتاً بیان کیا جا چکا ہے۔ یعنی ڈاکٹر یا مفرٹ کے مکان کے ایک خاص حصہ کے اسرار کا جو باقی حصوں سے علیحدہ اور مخصوص تھا۔ پہلی اور دوسری منزل سے مراد اس طرح بنے ہوئے تھے۔ کہ اُن کے دروازہ کا سیڑھیوں سے براہ راست کوئی تعلق نہ تھا میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی شخص ان دو منزلوں میں سے کسی پر رہتا ہو۔ تو وہ اس منزل کے ایک کمرہ سے نکل کر دوسرے کمرہ میں بڑی آسانی سے اس پوشیدگی کے ساتھ

جا آ سکتا تھا۔ کہ سیڑھیوں پر چڑھنے اُترنے والوں میں سے کوئی اس کو نہ دیکھے جب میں نیا نیا اس جگہ نوکر ہو کر آیا۔ تو دیکھا کرتا تھا کہ جس وقت کمرہ نشست میں ناشتہ کا سامان تیار ہو کے جاتا۔ تو عین اُس وقت ایک اور تھال تیار کر کے اس نوکرانی کے ذریعہ سے جو نجی کنیز کہلاتی تھی۔ اوپر کی منزل پر بھی ضرور بھیج دیا جاتا تھا۔ اسی طرح شام کا کھانا چار اور رات کا کھانا یہ سب چیزیں بھی علیحدہ تیار کر کے ضرور اوپر کی منزل پر بھیجی جایا کرتی تھیں۔ اور یہ سب کام بڑے پُر راز طریقہ پر ہوتا تھا جس کا حال کم از کم مجھ کو عرصہ دراز تک معلوم نہ ہو سکا۔ بارہا میں یہ سوچ کر حیران ہوتا تھا۔ کہ ان دو ناشتوں دو دو کھانوں اور دو دو دلچوں کی کیا ضرورت ہے؟ مگر جواب کے طور پر کوئی کیفیت میرے ذہن میں نہ آتی تھی۔ اس کے علاوہ میں دیکھتا تھا۔ کہ جس وقت اوپر کی منزل سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دیتی۔ تو اُس کے جواب میں صرف نجی کنیز ہی حاضر ہوتی تھی۔ دوسری نوکرانیاں موجود بھی ہوں تو اس آواز کو سن کر اوپر نہ جاتی تھیں۔ اگر کبھی اتفاق سے ایسا ہو کہ اوپر کے کمرہ سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دے اور نجی کنیز کسی کام کیلئے باورچی خانہ میں گئی ہوئی ہو۔ تو بجائے اس کے کہ کوئی دوسری نوکرانی اوپر چلی جائے۔ اس واقعہ کی اطلاع یہ کہہ کر اُس خاص نوکرانی کو دی جاتی تھی۔ کہ جین تمہاری گھنٹی بجی ہے۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ خاص نوکرانی جو اوپر کے کمرہ میں جایا آیا کرتی تھی۔ بڑی چپ چاپ اور پُراسرار عورت تھی جس کی صورت اور انداز سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ کبھی کوئی غیر موزوں بات منہ سے نکالنے پر ہرگز آمادہ نہ ہوگی۔ بعض اوقات اگر میں کسی کام کے لئے دفعتاً باورچی خانہ میں جاتا تو دیکھتا کہ وہ باورچن یا دوسری نوکرانی سے چُپکے چُپکے باتیں کرتی۔ لیکن مجھے اندر آتا دیکھ کر وہ سب فوراً چپ ہو جاتیں اور پُرمعنی انداز سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگتی تھیں قدرتی طور پر مجھے ان باتوں سے سخت حیرت ہوتی تھی۔ اور اس سے میرا شوق استعجاب

اور زیادہ بڑھتا تھا۔ مگر میں کسی سے سوال پوچھنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ کئی ہفتوں تک میں اس گو مگو کی حالت میں رہا جی دریافت حال کے لئے بیتاب تھا۔ مگر منہ کچھ کہنے کا حوصلہ نہ کرتا تھا۔ تاہم ایک بات جلدی ہی واضح ہو گئی۔ یعنی یہ کہ کوئی شخص نامعلوم مکان کے بالائی حصہ میں رہتا ضرور ہے۔ لیکن کون ؟ ۔ ۔ ۔ کوئی مریض یا کریہ دار یا ڈاکٹر کے اپنے یا اس کی بی بی کے رشتہ داروں میں سے کوئی آدمی ۔ ۔ ۔ اس کا حال افسوس ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ میں نے دیکھا کہ شخص مذکور نہ کبھی اپنے کمروں سے باہر نکلتا نہ کوئی اس سے ملنے جاتا۔ وہ باہر نکل اس طرح کی حالت میں رہتا تھا گویا اُسے قید تنہائی کی سزا دی گئی ہو۔ یہ میرا پہلا اندازہ تھا۔ مگر اس کے بعد رفتہ رفتہ معلوم ہوا کہ مسز پامفرٹ ہر روز چند گھنٹوں کے لئے اُس کے پاس جاتی اور اس سے باتیں کیا کرتی تھی۔

جب مجھے اس مکان میں رہتے کچھ عرصہ ہو گیا۔ اور دوسرے نوکروں سے میری واقفیت بڑھنی شروع ہوئی تو اُن کی باتوں سے معلوم ہوا کہ وہ اس راز سے کسی نہ کسی حد تک واقف ہیں۔ اور اگر ہاں تو مجھے بھی محرم راز کر سکتے ہیں۔ شروع میں انہوں نے میری موجودگی میں چُپ رہنا چھوڑا سا اور کچھ کچھ باتیں کرنی شروع کیں۔ پھر اس کے بعد ہوتے ہوتے یہ راز منکشف ہوا کہ ڈاکٹر اور مسز پامفرٹ اپنے مکان پر معقول معاوضہ لیکر اِن خاتونوں کو رہنے کی جگہ دیا کرتے ہیں۔ جو حالات مخصوص کی وجہ سے اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے (جیسی حالت ہو) چند ہفتوں یا چند مہینوں کے لئے علیحدہ رہنے پر مجبور ہوں۔ زیادہ صاف لفظوں میں اُن کے مکان کا وہ حصہ شرم کے لئے جائے پناہ اور گناہ اور کمزوری اخلاق کے لئے دارالامان تھا۔ اور اس طرح کی عورتیں جنہیں حالات نے رشتہ مناکحت میں آنے بغیر ہی ماں بننے پر مجبور کر دیا ہو۔ معاوضہ ادا کر کے اس گھر میں سکونت کر سکتی تھیں۔ یہاں پر اُن کے لئے انتہائی خلوت اور گھریلو پوشیدگی کا اہتمام تھا۔ ڈاکٹر اور اس کی بی بی اس بارہ میں پورے طور پر قابل اعتماد تھے

کیونکہ جو معاوضہ ان کو ملتا تھا وہ ان کی زبانیں بند کرنیکے لئے کافی اور معقول ہوتا تھا اس سلسلہ میں یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ فی الحال ایک خاتون منزل اول کے کمروں میں مقیم ہوئی ہے۔ لیکن گو اس کی موجودگی کا علم دوسرے نوکروں کو بھی تھا۔ تاہم اُس ایک خادمہ کے سوا جسے نجی کنیز کہتے تھے۔ اور کسی نوکر نے کبھی اُس کی صورت نہ دیکھی تھی وہ ایک رات منہ پر نقاب پہنے اس جگہ آئی اور ایک بار مکان کی دہلیز میں قدم رکھنے کے بعد نہ دیکھی اُس سے باہر نکلی نہ کسی نے اُسے چلتے پھرتے دیکھا۔ نجی کنیز کے بارہ میں معلوم ہوا۔ کہ گو اُس نے اُس کی صورت دیکھی تھی۔ تاہم اس کا نام اس کو بھی معلوم نہ تھا۔ بلکہ ممکن ہے۔ ڈاکٹر اور اس کی بی بی کو بھی نہ ہو۔ اپنی آمد کے دو مہینہ بعد وہ ماں بنی۔ اور وہ عورت جو اس موقعہ پر خدمات انجام دینے کے لئے آئی تھی۔ فوراً ہی ایک نومولود بچہ کو لیکر کسی نامعلوم مقام کی طرف رخصت ہوگئی۔ اس کے تین مہینے بعد وہ عورت بھی جس پُراسرار طریقہ پر آئی تھی۔ اسی طرح رخصت ہوگئی۔

یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر بامفرٹ کے اس طریقہ پر خاتونوں کو اپنے مکان میں رکھنے کا حال شہر سائبیریا کے لوگوں کو عام طور پر معلوم نہ تھا۔ بعض حلقوں میں اس کے متعلق دبی آوازیں باتیں ضرور ہوتی تھیں۔ تاہم اس راز کو اس خیال سے قصداً چھپانے کی کوشش کی جاتی تھی۔ کہ اگر وہ عام طور پر ظاہر ہوگیا تو اس سے ڈاکٹر بامفرٹ کی طبابت کو ضعف پہنچنے کا اندیشہ تھا۔ تاہم اتنا ضرور معلوم ہوگیا۔ کہ ڈاکٹر صاحب کو اس ذریعہ سے جو آمدنی ہوتی تھی۔ وہ مریضوں سے وصول کی ہوئی فیسوں سے بہرحال زیادہ ہوا کرتی تھی۔ اور اگر کبھی حالات ان کو ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک کی آمدنی کو خیرباد کہنے پر مجبور کرتے۔ تو وہ طبابت کو اپنی دوسری مصروفیتوں پر قربان کرنیکے لئے فوراً آمادہ ہوجاتے اور اب اس قدر حالات جاننے کے بعد میں نے یہ بھی معلوم کرلیا۔ کہ کس لئے مسٹر بامفرٹ دبے پاؤں چلنے کی عادی تھی۔ کیوں اُس کے چہرہ پر اسرار کی جھلک پائی جاتی تھی۔ کس لئے

وہ دبی آواز سے گفتگو کرتی تھی اور کیوں اس کی حالت مجموعی طور پر یہ ظاہر کرتی تھی
وہ کسی مریض کے سرہانے بیٹھے رہنے کی عادی ہے۔ پھر اس کے علاوہ اس دریافت
یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا کہ کیوں ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر ساکنز میں اتنے گہرے تعلقات
گویا وہ ایکدوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہوں۔ وجہ محض یہ تھی کہ مسٹر ساکنز چونکہ جنا
کے کام سے واقف تھا۔ اس لئے اس طرح کے موقعوں پر اس کی خدمات ہمیشہ درکار
رہتی تھیں۔

ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کے اسرار کو (جن سے میں آغاز ملازمت کے بہت عرصہ
بعد رفتہ رفتہ واقف ہوا تھا) اس حد تک بیان کرنے کے بعد میں پھر اپنی داستان کا سلسلہ
شروع کرتا ہوں۔ مجھ کو اس جگہ آئے قریباً چار ماہ گذر چکے تھے اور اب ماہ جون کا آغاز
تھا۔ ایک رات کا ذکر ہے میں باورچی خانہ میں بیٹھا نوکروں سے باتیں کر رہا تھا۔ ڈاکٹر
پامفرٹ کھانا کھانے کے کمرہ میں مسٹر ساکنز سے دخت رز کی نفاستوں پر کھلی بحث کر
رہے تھے۔ اور مسز پامفرٹ گھر میں کسی اس طرح کی لیڈی کی عدم موجودگی کے باعث جو
کی صحبت میں اس کی حاضری ضروری ہوتی۔ سیر و تفریح کے لئے باہر گئی ہوئی تھی۔ دفعتہ
کسی نے مکان کے صدر دروازہ پر بڑے زور سے دستک دی۔ اور اس کے ساتھ ہی گھنٹی
کی رسی بھی کھینچی جس کی آواز پُرشور گونج پیدا کرتی ہوئی مکان کے ہر حصہ میں پھیل گئی
ان آوازوں کو سن کر میں باہر کا دروازہ کھولنے گیا۔ ہر چند اس وقت رات کے نو بجے
تھے۔ تاہم کسی نوکر کی غفلت سے ڈیوڑھی کا لمپ روشن نہ کیا گیا تھا۔ اتفاق سے باہر
کے لمپ بھی مکان کے دروازہ سے فاصلہ پر تھے۔ تاہم موسم چونکہ وسط گرما کا تھا۔ اس لئے
رات کے نو بجے بھی اتنا اجالا باقی تھا جس میں ایک دوسرے کی صورت اندھیرے میں
کافی صحت کے ساتھ پہچانی جا سکتی تھی۔ علاوہ بریں ہمارے مکان کے عین بالمقابل مسٹر
ساکنز کی دوکان پر سرخ لمپ روشن تھا جس کی مدھم روشنی دروازہ سے چند گز پر

پہنچتی تھی۔ ان سارے حالات کی وجہ سے جب میں نے باہر کا دروازہ کھولا۔ تو اس شخص کو دیکھ کر جو دروازہ کھلنے کے انتظار میں کھڑا تھا۔ بڑی آسانی سے معلوم کر لیا کہ وہ سر تھکم پولیس کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔

"کیا ڈاکٹر پامفرٹ گھر پر ہیں؟" اس نے مجھے باہر آتا دیکھ کر پوچھا۔

"جی ہاں" میں نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ کیونکہ مجھے اس آدمی کو سامنے کھڑا دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی جس سے بڑھ کر مجھے اتنی سخت نفرت تھی۔

"تو جا کے ان سے کہہ دو۔ ایک صاحب ملنا چاہتے ہیں۔" اس نے جلدی سے حکم دیا "میرا نام ... لیکن نہیں میرے خیال میں نام ظاہر کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ میں ایک نجی ضرورت سے علیحدگی میں ان سے ملنا چاہتا ہوں"

میں نے اس کو اندر آنے کے لئے نہیں کہا۔ اس لئے کہ غصہ اور جوش کی وجہ سے میرے منہ سے ایک لفظ تک نکلنا محال تھا۔ اس کی موجودگی سے اپنے سے متعلق ہر ایک واقعہ ہر ایک خیال ہر ایک اندیشہ کی یاد دہ چند شدت کے ساتھ میرے سینہ میں تازہ ہو گئی۔ دروازہ کھلا چھوڑ کر میں نیم بے خبری کی حالت میں اندر کی طرف مڑا۔ اور وہ غالباً اس خیال سے کہ میرا مطلب اس کو اندر آنے کی درخواست کرنے سے تھا۔ میرے پیچھے پیچھے اندر چلا آیا۔ اس کے بعد میں نے اس کمرہ نشست کا دروازہ کھولا۔ جو اس طرح کے ملاقاتیوں کے لئے مخصوص تھا اور جہاں کسی ایسے ہی موقعہ کے انتظار میں ایک لیمپ جلا کر رکھا رہتا تھا۔ وہ کسی قدر اضطراب کی حالت میں اس کمرہ کے اندر داخل ہوا اور میں نے کمرہ کا دروازہ بھیڑ دیا۔ بظاہر اس نے مجھ کو پہچانا نہ تھا۔ کم از کم میرا یقین یہی تھا کہ اس نے مجھے شناخت نہیں کیا اور سچ پوچھئے تو وہ مجھے پہچان بھی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اول تو میں گو اس کے نام اور شکل وصورت سے واقف تھا۔ تاہم مجھے اس کو دو بار دیکھ لینے کے باوجود نہ جانتا تھا۔ اور اگر جانتا بھی ہوتا تو میں چونکہ

ڈیوڑھی کے اندھیرے میں کھڑا تھا۔ اس نے اس کا مجھے شناخت کرنا غیر ممکن تھا۔ اس سے پہلے دو تین مرتبہ اُس نے مجھے چارلٹن ہال میں دیکھا تھا۔ اس سے بعد تھیٹر میں گومیں نے اس کو ایولٹ مارٹیمر سے (جو میری اینبل کا فرضی نام تھا) گفتگو کرتے دیکھا تھا تاہم میں خود اس کی نظروں سے پوشیدہ رہا تھا۔ تیسرے موقعہ پر جب میں اکسیٹر کے قریب شراب خانہ کے باہر اینبل کو اس کی گاڑی میں بیٹھے دیکھ کر اس کی طرف دوڑا تھا۔ تو اس موقعہ پر یا تو اس نے مجھے بالکل ہی نہیں دیکھا۔ یا ممکن ہے گاڑی کے لیمپوں کی روشنی میں میری دھندلی سی تصویر اس کی نظروں میں پھری ہو۔ غرض سارے حالات دیکھتے ہوئے اُس کا مجھے نہ پہچاننا چنداں حیرت خیز نہ تھا۔ اس کے برعکس وہ اگر مجھ کو پہچانتا۔ تو یہ بات زیادہ تعجب خیز ہوتی۔ مجھ کو چارلٹن سے رخصت ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو چکا تھا۔ میری شکل وصورت پہلے سے بدل چکی تھی۔ اور قد بھی لمبا ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس عمر میں جس کا میں ذکر کرتا ہوں ڈیڑھ سال کا وقفہ کسی نوجوان کی صورت میں بہت بڑی تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔

لیکن ذکر کچھ اور تھا۔ باہر کا دروازہ جلدی سے بند کر کے میں نے ڈیوڑھی کا لیمپ جلا دیا۔ تاکہ ڈاکٹر پامفرٹ اس جگہ اندھیرا چھایا ہوا دیکھ کر ناراض نہ ہو۔ اور اس کے بعد اس کمرہ کی طرف گیا۔ جہاں وہ مسٹر ساکنز کے پاس بیٹھا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ کثرت مے نوشی سے سُرخ تھا اور میرے نے میز پر رکھی ہوئی خالی بوتلوں کی تعداد سے اس بات کا اندازہ کرنا بہت مشکل نہ تھا۔ کہ ڈاکٹر اور وہ اسازیں کھانا کھانے کے بعد دوران گفتگو میں اس شغل کو خوب ہی جاری رکھا گیا ہے۔ ہر چند میرے دل میں بدنصیب اینبل کے متعلق کئی طرح کے رنجدہ خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ تاہم ڈاکٹر رویر دجاتے ہوئے میں نے جہاں تک ممکن تھا ظاہری سکون قائم رکھنے کی کوشش کی اور اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کو اطلاع دی کہ ایک صاحب ارشد ضروری کام سے

آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور دوسرے کمرہ میں بیٹھے انتظار کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر پامفرٹ نے یہ اطلاع پاتے ہی حالت اضطراب میں ایک بوتل سوڈا واٹر کی طلب کی اور اسے پی کر جیسا ان کا معمول تھا بڑی سنجیدہ صورت بنالی۔ اس کے بعد وہ اس کمرہ کی طرف گئے جہاں میں ان سے پہلے سر ملکم ویرنم کو بٹھا چکا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار باورچی خانہ میں چلا گیا۔ مگر اپنے جی میں یہ سوچ کر حیران تھا کہ وہ کونسا ضروری کام ہوگا جس کے لئے سر ملکم اس طرح بے وقت ڈاکٹر صاحب سے ملنے کے لئے آیا ہے؟ بعض اندیشے . . . ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ مگر میں نے بندوق ان کو دبا دینے کی کوشش کی قریباً بیس منٹ سر ملکم اور ڈاکٹر پامفرٹ میں باتیں ہوتی رہیں۔ اس کے بعد سر ولنٹ رخصت ہوا۔ اور ڈاکٹر پامفرٹ پھر کمرہ نشست میں سر ملکم کے پاس چلا گیا۔

تین دن گذر گئے اور اس دوران میں میں ان تکلیف دہ خیالات کی وجہ سے جن کا ذکر اشارتاً کیا جا چکا ہے سخت بیچین اور فکرمند رہا۔ اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ وہ بچی کنیز جو بالاخانہ کا اہتمام کیا کرتی تھی۔ کسی نئی خاتون کی آمد کی تیاری میں جھاڑ پونچھ کرتی پھر رہی ہے۔ تو جیسا لازم تھا ان اندیشوں کو اور بھی تقویت ہوئی۔ وہ اندیشے کیا تھے۔ اس کا حال میرے خیال میں اکثر ناظرین پہلے ہی سمجھ گئے ہوں گے بہرحال میرے لئے اینیل کی تصویر کو سر ملکم ویرنم کی قابل نفرت شخصیت سے جدا کرنا ناممکن تھا کبھی کبھی یہ خیال بھی دل میں پیدا ہوتا تھا کہ وہ ایک مسلمہ بدمعاش ہے۔ اور اپنی عمر بھر کی سیہ کاریوں کے مرہون عورتوں کی تباہی کا ذریعہ بن چکا ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ وہ ان میں سے کسی ایک کے لئے جو اینیل سے جدا کرتی اور بھی یہ سارے انتظام کرنے آیا ہو۔ بہرحال میرے لئے اس بات کو درجہ یقین تک وہم میں جگہ دینا کہ یہ سب کچھ اینیل کے لئے ہی ہے۔ واجب و درست نہ تھا۔ اس طرح کی دلیلوں سے میں ان اندیشوں کو جو دل میں پیدا ہوتے

تھے دبانے اور دفع کرنے کی بہت کوشش کرتا تھا۔ مگر اس کے باوجود کوئی وجہ تھی کہ وہ پھر بھی وہ چند شدت کے ساتھ میرے ذہن میں تازہ ہو جاتے تھے۔

سر ملکم ڈیرنہم کو ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آئے تین دن گذر چکے تھے۔ کہ چوتھے دن دوپہر کو مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا۔ کہ کسی خاتون کی آمد کے انتظار میں پہلی منزل کے کمروں کو ٹھیک ٹھاک کیا جا رہا ہے۔ اگر اس بارہ میں کوئی شبہ میرے دل میں باقی تھا۔ تو وہ دوسرے نوکروں کی دبی ہوئی گفتگو سے رفع ہو گیا۔ البتہ اس خادمہ نے جو مجھے کنیز سمجھتی تھی۔ اس سوال پر بہت ہی کم گفتگو کی۔ اور جو کچھ بھی تھوڑے بہت اظہار اس نے کیا۔ اس گفتگو میں سر ملکم کا نام بالکل نہیں لیا گیا۔ اور عین ممکن ہے کہ اس کا نام نوکروں میں سے کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ رہ گئی وہ خاتون جس کی آمد کے سلسلہ میں یہ سب کچھ ہو رہا تھا۔ تو اس کے بارہ میں یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ جستجو بھی رازداری ممکن تھی اس موقعہ پر کی گئی۔ کسی کو اس کا نام معلوم نہ تھا۔ کسی کو یہ بھی معلوم نہ تھا۔ کہ اس کی آمد پرنٹ کی آمد کے سلسلہ میں ہے یا نہیں۔ فی الحقیقت جب میں نے اس سارے سوال پر اچھی طرح غور کیا۔ تو اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ جو خیال میرے دل میں پیدا ہوا تھا ممکن ہے محض وہم ہو۔ یعنی جس عورت کو یہاں آنا تھا۔ اس کا بیرونٹ کی آمد سے بالکل کوئی تعلق نہ ہو۔ یا بیرونٹ کی آمد کسی اور ہی سلسلہ میں ہوئی ہو۔ یہ سب کچھ میں اپنے جی کو سمجھاتا تھا مگر اس کے باوجود یہ حالت میرے دل کی تھی۔ کہ کوئی ذریعہ تسلی کا نظر نہ آتا تھا۔ میں لاکھ اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کرتا۔ لیکن خیالات پھر پھر کر اسی نقطہ پر آ جاتے تھے۔

اس روز نہ صرف گھر میں غیر معمولی چہل پہل رہی۔ بلکہ مسز پامفرٹ بھی جو عموماً چپ چاپ اپنے کمرہ میں بیٹھی رہا کرتی تھی کئی بار پہلی منزل سے پھیرے کرتے دیکھی گئی جس سے کم از کم اس بات کا یقین پوری طرح مجھ کو ہو گیا۔ کہ جس کسی کو آنا ہے۔ وہ غیر

آج رات کو آجائے گا۔ لیکن دس بج گئے۔ میں گھر کے کام دھندے سے فارغ ہو کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور اس وقت تک کوئی نہ آیا۔ ایک عجیب طرح کی بےچینی میرے دل کو لاحق تھی۔ صدہا تفکرات سینہ میں ہیجان کر رہے تھے۔ لاتعداد اندیشے زہر میں بجھے ہوئے تیروں کی مانند جگر کو زخمی کرتے تھے۔ ان حالات میں نیند کا خیال دل میں لانا ہی عبث تھا۔ میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا۔ میرا کمرہ مکان کی سب سے اوپر والی منزل پر تھا۔ اور اس کی ایک کھڑکی بازار کی طرف کھلتی تھی۔ مگر اس کے آگے چونکہ ایک بہت چوڑا چھجہ یا کارنس بنی ہوئی تھی۔ اس لئے میں اگر چاہتا بھی تو کھڑکی میں کھڑے ہو کر بازار کا حال نہ دیکھ سکتا تھا۔ اس کے باوجود میرے کان ہر طرح کی آوازوں پر لگے ہوئے تھے۔ جب بازار میں کسی گاڑی کے گذرنے کا شور سنائی دیتا تو میں دھڑکتے ہوئے دل سے یہ جاننے کی کوشش کرتا کہ کیا وہ ہمارے دروازہ پر ٹھیرے گی یا لیکن کئی گاڑیاں آئیں اور گذر گئیں۔ اس کے ساتھ ہی وقت بھی گذرتا گیا۔ یہاں تک کہ آدھی رات کا عمل ہو گیا۔ آخر اس وقت ایک گاڑی مکان کے دروازہ پر آکر ٹھیری۔ میں نے کھڑکی سے جھانکنے کی کوشش کی۔ لیکن کچھ نظر نہ آیا۔ حالت اضطراب میں میں نے جلدی سے کمرے کا دروازہ کھولا۔ اور بغیر سوچے سمجھے دو چار سیڑھیاں بھی نیچے اتر گیا۔ مگر عین اس وقت کسی نے باہر کے دروازہ پر دستک دی۔ اور پیڑوں کی تیز چاپ ڈیوڑھی میں سنائی دی۔ میرا جی گھبرانے لگا۔ میں سخت ناشاد و دلتنگ تھا۔ مہم اور خوفناک اندیشے اس شدت کے ساتھ دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ کہ جی چاہتا تھا وہیں کھڑے ہو کر بآواز بلند رونا شروع کر دوں۔ یا انجام کی پروا نہ کر کے دوڑتے نیچے اتر جاؤں اور دستک رفع کر لوں۔ لیکن نہیں میں وہیں آدھی سیڑھیوں پر کھڑا تھا۔ اور بدن میں زور کی تھرتھری پیدا ہو رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دفعتاً کسی نے مجھ کو اس کمرہ سے نکال کر منطقہ بارد کے برفانی مقامات پر لا ڈالا ہو۔

دبی آواز کی گفتگو میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ مگر میرے لئے کسی لفظ یا کسی آواز کو پہچاننا غیر ممکن تھا۔ اتنے میں کسی کے پہلی منزل پر چڑھنے کی آواز سنائی دی پھر دروازہ کھلا اور بند ہوا اور میں لڑکھڑاتا ہوا پھر ایک بار اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جوش کی تیز آندھی میرے دماغ میں اٹھ رہی تھی۔ نامعلوم اندیشوں کا طوفان میرے سینہ میں برپا تھا اور میں ان غیبی طاقتوں کے سامنے بے بس اور مجبور حالت یاس میں بستر پر اوندھا لیٹ کر سسکیاں لے لے کر رونے لگا۔ میرا دل اور اس دل میں چھپی ہوئی کوئی آواز رہ رہ کر کہتی سنائی دیتی تھی۔ کہ آنے والی انیل ہے وہ اس وقت اسی مکان میں ہے جس میں میں ہوں۔ اور ہم ایک دوسرے سے اتنا قریب ہوتے ہوئے بھی دور ہیں۔ مجھے اس کی حالت کا خیال آیا۔ اور اس شرم بے طرفی اور بے حرمتی کا بھی جو اس مکان پر اس کی آمد سے تعلق رکھتی تھی گھنٹوں میں اپنے بستر پر پڑا ہوا رنج و غم۔ یاس و ندامت افسردگی اور بے تابی کے تلخ آنسو بہاتا رہا۔ گویا جو کچھ ہوا۔ وہ میرے کسی اپنے سہو یا گناہ کا نتیجہ تھا حتیٰ کہ آخر کار رنج و غم سے نڈھال ہو کر اس وقت جب مایوسی اور غمگینی اپنا پورا زور لگا کے میرے جسم اور ذہن کو یکساں کمزور کر چکی تھیں۔ تو بڑی مشکل سے چارپائی سے اوندھے کپڑے اتارے اور سونے کے خیال سے بستر پر لیٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی آنکھ لگ گئی۔

لیکن آہ! وہ کیا خواب تھا۔ جو مجھے سوتے میں نظر آیا؟ کیا دیکھتا ہوں۔ انیل میرے بستر کے پاس کھڑی ہے۔ ویسی ہی خوبصورت جیسی دو برس پیشتر اس زمانہ میں تھی جب میں نے اس کو پہلی مرتبہ پندرہ سال کی عمر میں غنچہ ناشگفتہ کی طرح عالم دوشیزگی میں دیکھا تھا۔ سنہرے رنگ کے گھونگھریالے بال لاتعداد حلقوں میں اس کی پیشانی پر اور رخساروں کے اطراف میں بکھرے ہوئے اور لہراتی ہوئی ناگنوں

کی صورت میں شانوں پر اور جانب پشت لٹکے ہوئے بڑی بڑی نیلیں آنکھیں اس
جھیل کے آب ساکن کی طرح گہری اور شفاف جو نکھرے ہوئے آسمان کی نیلوفری
رنگت کو اپنی سطح پر منعکس کرتی ہو۔ لطافت و معصومیت سے پُر اور کم سنی کی شرم سے
جھکی ہوئی۔ ذہانت۔ سادگی اور سچائی کے ملے ہوئے آثار چہرہ پر۔ تر یا قوتی ہونٹ
ذرا سے کھلے ہوئے اور ان کے اندر موتی سے شہوار کی دو نہوار لڑیاں ۔۔
یہ صورت تھی جو مجھ کو نظر آئی اور اس کی پوشش کتنی پاک اور نزہت ریز۔ سابق کے
برخلاف اس مرتبہ پراس نے دودھیا سپید یا بہت ہلکے نیلے رنگ کے کپڑے زیب بدن
کئے تھے جس سے اس کی صورت میں فرشتگانہ معصومیت پائی جاتی تھی۔ اور
وہ پاک لباس اس کے بدن کی نازکی اور لطافت کی دراز کی کو کس خوبی اور نفاست
سے واضح کرتا تھا۔ اس کے اندر چھپے ہوئے شانوں کی ڈھلوان کمر کی باریکی۔ جوبن
کا ابھار اور بدن کا لچکیلا پن کس خوش اسلوبی سے ظاہر ہوتا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی
اس کی صورت اس محافظ فرشتہ سے مشابہ تھی۔ جو میرے طالع بد کو اثر دے کو
میرے سر پر نگہ کھڑا ہو۔ اس کو اتنا پاس دیکھ کر میرا ہاتھ بے اختیاری میں اس
کی طرف بڑھا۔ لیکن بڑی مشکل سے اس حرکت کے ساتھ ہی وہ دلفریب حیرت انگیز تصویر
طلسم باطل کی طرح مٹ گئی۔ اور اس کے بعد اس حیرت انگیز تیرگی سے جو حالت
اب سے مخصوص ہے ایک اور نظارہ نے اس کی جگہ لے لی کیا دیکھتا ہوں۔ چار لٹن کا
گرجا اور اس سے ملحق قبرستان ہے۔ اور میں آدھی رات کے وقت اس گرجا کی
کھڑکی کے پاس کھڑا ہوں۔ میری نگاہ شیشہ کی راہ سے اندر کی طرف لگی ہوئی ہے۔ فضا
نصف شب کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجنا شروع ہوا۔ اور اس کی آہنی آواز ابھی ہوا کو
ارتعاش کر رہی تھی کہ ابنیل کی صورت کفن میں لپٹی ہوئی گرجا کے اندر چلتی نظر آئی۔ چاند
کی سرد روشنی۔ برف کے گالوں کی طرح سرد۔ اور چھتے والی بند کھڑکیوں کی راہ سے

داخل ہوئی اور نہ معلوم اس کے اثر سے یا کیوں میرے بدن میں تھرتھراہٹ پیدا ہو گئی۔ اس عرصہ میں وہ صورت بالکل پاس آ چکی تھی۔ اور اب جو اس نے باہر کو منہ پھیرا تو معلوم ہوا کہ اس کا چہرہ لاش کی طرح زرد اور اترا ہوا تھا۔ ایک ہیبت ناک چیخ اس کو دیکھتے ہی میرے منہ سے نکلی۔ جس نے تیز تشنجی حرکت کی اور اس کے ساتھ ہی آنکھ کھل گئی

میرا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اور اس چیخ کی آواز اب بھی ہوا کی گونج سے ملی ہوئی کانوں میں آتی تھی۔ میرا خیال ہے کہ وہ کوئی بڑی ہی تیز چیخ تھی۔ جو اس وقت میرے منہ سے نکلی۔ کیونکہ میرے کمرہ کا دروازہ جلدی سے کھلا۔ اور دوسرا کمرہ جو پاس تھا کمرے میں سوتا تھا۔ حضضر یا نہ داخل ہو کر کہنے لگا۔ "جزوت" کیا بات ہے؟ کیوں تم نے چیخ ماری تھی؟ جواب میں میں نے ایک دہشت ناک خواب کا دکھائی دینا بیان کیا۔ اور چونکہ میری سہمی ہوئی حالت میرے بیان کے حسب حال تھی۔ اس نے اس کا اطمینان ہو گیا اس کے چلے جانے کے بعد میں جلدی سے اٹھ کر دیوار میں لگے ہوئے آئینہ کی طرف گیا اور اپنی صورت دیکھی۔ مگر وہ اتنی بھیانک اور خوفناک تھی کہ میں خود اس کو دیکھنے سے قاصر رہا۔ بڑی مشکل سے میں نے حواس بجا کئے۔ گو میرا دل اس کے بعد بھی بڑی دیر تک دھک دھک کرتا رہا۔ وہ خواب اپنے اثر میں بڑا ہیبت ناک تھا۔ اور میں انتہائی کوشش کے باوجود اس کی یاد دل سے محو نہ کر سکا۔ خیال آیا۔ اب اوائل جون ہے۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں پھر وہی قابل یاد وسط گرما کی رات آئے گی۔ جب ایک سال پیشتر میں نے چارلٹن کے گرجا میں اس خواب کے واقعہ کو اصل صورت میں دیکھا تھا۔ تین ہفتوں کے عرصہ میں جب آدھی رات کے وقت بارہ کا گھنٹہ بجے گا۔ تو اس واقعہ کو پورا ایک سال ہو جائے گا۔ جس کے بعد ..... خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ وہ روایت جو اس بارہ میں مشہور تھی۔ صحیح ثابت ہو گی یا میرا وہم۔ یعنی میری ایبل اس کے بعد بھی زندہ رہے گی یا اس تاریخ تک اس کی ہستی پاک کا خاتمہ ہو جائے گا ..... ؟

باب ۳۱

وسط گرما کی دوسری رات

دن بھر سخت اضطرابی کیفیت لاحق رہی۔ نوکروں نے دریافت حال کی کوششیں کیں۔ مگر میں نے یہ کہکر اُن کو ٹال دیا کہ رات اچھی طرح نیند نہ آئی تھی۔ اس لئے پریشان ہو رہی۔ اس آخری واقعہ کی تصدیق دوسرے نوکر فلپ نے بھی کر دی۔ بار بار جی میں آتی تھی کہ بچی کنیز جین سے مل کر اُس خاتون کی شکل وصورت کے بارہ میں استفسار کروں جو پہلی منزل میں آکر رہنے لگی تھی۔ مگر انتہائی کوشش کے باوجود میں اس کی جرأت نہ کر سکا۔ اور شاید اگر میں ازراہ حماقت کوئی سوال پوچھتا بھی تو وہ یقیناً جواب دینے سے انکار کر دیتی۔ کیونکہ جہاں تک مجھ کو معلوم تھا نہ صرف گھر والوں کی طرف سے بلکہ اُن خاتون کی طرف سے بھی جو اس مقام محفوظ پر آکر رہتی تھیں اتنا معقول معاوضہ اس کو ملا کرتا تھا کہ وہ کسی حال میں کوئی ایسا فعل کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو سکتی تھی۔ جو اُس کے لئے ملازمت سے موقوفی کا ذریعہ ثابت ہوتا۔ علاوہ بریں جیسا میں نے پیشتر لکھا ہے وہ طبیعتاً کم گو اور محتاط عورت تھی اور اس کا باقی نوکروں سے بہت کم میل جول تھا۔ تو بھی جو بے چینی اور پریشانی اُس وقت اسٹیل کے ساتھ ایک مکان میں رہتے ہوئے مگر اس کے روبرو آنے سے قاصر رہ کر میرے جی کو تھی۔ اس کا اندازہ بیان کی نسبت تصور ہی میں بہتر ہو سکتا ہے ممکن تھا وہ ناشاد ہو۔ اور اگر وہ شبہات جو میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے صحیح ہوں تو اس کا غم زدہ اور ناشاد ہونا قدرتی تھا جس صورت میں وہ مبتلا رہی۔ رحم اور ہمدردی کی مستحق تھی۔ مگر میں ان باتوں کا آرزومند ہوتا ہوا بھی کچھ نہ کر سکتا تھا۔ ہائے افسوس وہ اس بدترین حالت میں ہو اور میں چپ بیٹھا دیکھا کروں! پھر خیال آتا۔ ممکن ہے یہ اس کے علاوہ کوئی دوسری عورت ہو۔ میرے نے اس کو دیکھے اور پہچانے بغیر اس کی

موجودگی کے یقین کو دل میں جگہ دینا اگر حماقت نہیں تو اور کیا تھا ؟ مگر اس دل کا کیا کیا جائے میں اسے بار بار سمجھانے کی کوشش کرتا مگر اس کے اندر چھپی ہوئی آواز برابر کہے جاتی تھی کہ "وہ انیل ہے ! وہ تیری انیل ہے ! ..."

لیکن اس ذکر کو لمبا کرنے سے کیا فائدہ ؟ میں اگر اپنے خیالات کی تشریح کرنے بیٹھوں تو یہ داستان داستان نہ رہے۔ بلکہ قلب انسانی کی مختلف حالتوں کی تشریح کا ایک علمی رسالہ بن جائے۔ پس میں اس ذکر کو نظر انداز کر کے یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ اس واقعہ کے بعد کئی دن گزر گئے اور اس دوران میں وہ خاتون جو پہلی منزل کے کمروں میں آ کر رہی تھی اپنے ہی کمرہ میں بند رہی۔ جس حصہ مکان کی خادمہ دن بھر اس کی خدمت گذاری کرتی اور مسز پامفرٹ بھی اپنے وقت کا بڑا حصہ اس کی صحبت میں گذارتی اور میری اپنی حالت یہ تھی کہ بارہا اس امید پر کہ شائد باہر کا دروازہ بھولے سے کھلا رہ گیا ہو اور میں اس خاتون کو ایک سے دوسرے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھ لوں۔ یا وہ کسی کام کے لئے کمرہ سے باہر جھانکے تو میں اس کو پہچان لوں۔ اس کے دروازہ کے آس پاس رہتا ہوا چلتا اور اگر موقعہ نصیب ہو تو گھنٹوں کھڑا رہتا تھا مگر افسوس یہ بات جس کی مجھے خواہش تھی نہ ہوئی۔ نہ وہ عورت کبھی اپنے کمرہ سے باہر نکلی۔ نہ کبھی اس کے کمرہ کا دروازہ کھلا دیکھا گیا۔ اور اس کے بعد دفعتاً ایک اور خیال میرے دل میں پیدا ہوا۔ جس کو سوچ کر مجھے خود اس بات پر حیرت ہوئی کہ میں نے کیوں اب تک اس کا خیال نہ کیا۔ وہ نیا خیال یہ تھا۔ کہ اگر یہ خاتون واقعی انیل ہو۔ تو میرے لئے تقاضائے مصلحت یہ تھا کہ اس کے روبرو آنے کی بجائے جہاں تک ممکن ہو اس سے پرے رہنے کی کوشش کروں۔ سوچ آئی اگر یہ عورت انیل نہیں ہے تو پھر مجھے اس سے کوئی دلچسپی ہو ہی نہیں سکتی اور اگر ہے۔ تو پھر میرا اس کے روبرو آنا بجائے فائدہ مند ہونے کے خود اس کے حق میں مضرت رساں ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں وہ دل جو پہلے ہی غمزدہ تھا۔ میرے اس غم سے واقف ہو جانے کے بعد یقیناً زیادہ مجروح

ہوگا۔ پس میں نے سوچا کیوں میں اس کی ذلت اور شرم میں جو خود اپنی نظروں میں کافی ذلیل و شرمسار تھی۔ اضافہ کی کوشش کروں؟ کیوں میں اس کے سینہ میں زہریلے خنجر بھونکوں؟ میرے لئے ایسا کرنا داخل ہمدردی نہیں اسے رحمی کا موجب تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہ اگر دلیل ہو۔ تو اب میرا اس سے تعلق ہی کیا رہا تھا؟ کیوں میں آئندہ اس کی تصویر کو خانہ دل میں جگہ دوں؟ کیوں میں اپنی آرزوؤں کو اس کے مستقبل سے وابستہ کروں؟ نہیں بھلا وجوہات سے میرا یہ فرض تھا۔ کہ اس کی یاد اپنے دل سے نکال دوں۔ لیکن پھر اس کے بعد خیال آتا۔ کہ اس دنیا میں فرض ہی سب کچھ نہیں ہے۔ غرض میں اور جی کے طبعی میلان میں ہمیشہ اختلاف عظیم ہوتا ہے۔ بیشک اب میرے لئے زمانۂ آئندہ میں اجنبل سے شادی کرنے کی کوئی صورت باقی نہ تھی۔ تو بھی میں کیا اس کی تصویر کو روح دل سے مٹا سکتا تھا؟ زیادہ نہ سہی میں بھائی بن کر اس سے ہمدردی کروں گا۔ میں پھر ایک بار اس کو راہ راست پر لانے اور اس کے حسن و شباب کی ٹوٹی ہوئی کلی کو جو اپنی برباد شدہ حالت میں بھی اتنی خوشنما تھی سیدھا کھڑا کرنے اس کو غلط راہ سے بچانے اور آئندہ ایسی غلطیوں میں مبتلا ہونے سے محفوظ رکھنے کی کوشش کروں گا۔ میں نرمی سے۔ منت و التجا سے اس کو سمجھاؤں گا اور کہوں گا۔ کہ اے راہ گم کردہ ہستی جب تک خدا کی دی ہوئی یہ پاک امانت ... زندگی تیرے پاس ہے۔ تو اس کی عبادت سے توبہ و استغفار سے اور آئندہ نیکی سے اپنی گذری ہوئی خطاؤں کی تلافی کی کوشش کر۔ شاید وہ جو ارحم الراحمین ہے تجھ کو بخش دے۔ یہ آرزو تھی جو اب میرے دل میں پیدا ہوئی۔ اور اسی کو پیش نظر رکھ کر میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ لیکن چونکہ اول تو اس ملاقات کا موقعہ ہی نصیب نہ ہو سکا۔ اور دوسرے یہ بھی خیال آیا کہ اگر ایسی ملاقات اتفاقاً کسی موقعہ پر ہو گئی۔ تو وہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہوگی۔ اس لئے میں نے انتظار کا خیال چھوڑ دیا۔ اور اپنے سوچے ہوئے منصوبوں کو کسی بہتر وقت پر ملتوی کرنا انسب جانا۔

ان ایام میں جب کبھی کوئی شخص مکان کے دروازہ پر زور کی دستک دیتا۔ تو میں ڈرتے ہوئے دل سے دروازہ کھولنے جاتا۔ کیونکہ خیال آتا تھا کہ اس خاتون کے اغیل ہونے کی صورت میں اس کے برباد کنندہ سر ملکم دیوتہم کا کسی نہ کسی وقت اس سے ملنے اور اس کی کیفیت دیکھنے کے لئے آنا یقینی اور لازمی ہے۔ مگر دن پر دن گذرتے گئے اور اس کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ کم از کم میں نے کبھی اس کو مکان پر آتے نہیں دیکھا اور اگر وہ کبھی موقعہ پر آیا بھی تو ممکن ہے رات کے وقت آیا ہو جس صورت میں مجھے اس کی آمد کا حال معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ کیونکہ میرا فرض دن میں دروازہ کھولنے کا تھا۔ رات کو یہ کام دوسرا نوکر انجام دیا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک ڈاکٹر کی حیثیت میں لاتعداد لوگ مالک سے مکان پر آتے تھے۔ دن بھر اور بڑی رات گئے تک یعنی اکثر وقت بھی جب میں جا کر اپنے کمرہ میں آرام سے سو جاتا تھا۔ دروازہ کھٹکھٹانے اور گھنٹی بجنے کی آوازیں سنائی دیتی رہتی تھیں۔ پس کیا معلوم وہ کبھی رات کو آیا یا نہیں آیا۔

پندرہ دن ہو گئے۔۔۔ پندرہ بیسے دن اس خاتون کو جو ایسے پُر اسرار حالات میں آئی تھی ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر رہتے ہوئے ہو گئے۔ اور اس وقت دفعتاً ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس نے میرے رہے سہے شکوک زائل کر کے اس بات کا پورا یقین دلا دیا۔ کہ وہ خاتون اغیل ہی ہے۔ اس روز ڈاکٹر پامفرٹ نے کئی خط مجھ کو ڈاک میں ڈالنے کے لئے دیئے تھے۔ اور میں جب اُن کو لئے ہوئے ڈاک خانہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو میری نگاہ بے مدعا ان خطوں کے سرنامہ کی طرف گئی۔ ایک پر لکھا تھا

مسز لیشوور
۱۰۔ گریٹ رسل سٹریٹ۔ بلومسبری
لندن

آہ وہ خط!... وہ رسم تحریر۔ کیا میں اسے بھول سکتا تھا۔ یہ تھا وہ اینیل کے لکھے ہوئے حروف تھے۔ گویا اس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھے ہوں۔ کم از کم دس بار میں نے اس پتہ کو پڑھا۔ میں نے ایک ایک لفظ کو اور ہر لفظ کے ایک ایک حرف کو احتیاط کے ساتھ دیکھا۔ بے شک یہ اینیل کی تحریر تھی۔ بڑی آہستگی سے میری اور افسردگی کی حالت میں میں ڈاک خانہ تک گیا۔ درمیان میں ایک وقت ایسا بھی تھا جب میرے جی میں آئی تھی۔ کہ اس خط کو کھول کر پڑھوں۔ اور دیکھوں کہ ایک گنہگار بیٹی اپنی باعصمت لیکن دکھیاری ماں کے نام کس انداز سے خط لکھتی ہے۔ لیکن نہیں یہ ایک عارضی ترغیب تھی۔ جو دل میں پیدا ہوئی اور نکل گئی۔ ایک لحظہ امتحان تھا۔ جو میرے پائے استقلال میں لغزش پیدا کرنے سے رہ گیا۔ کیونکہ خیال آیا۔ کسی کے خط کی حرمت چاک کرنا آداب شرافت سے بعید فعل زبوں ہے جو کسی حال میں نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ اس پتہ کو پڑھ کر ایک خیال اور دل میں پیدا ہو گیا جو یہ تھا کہ مسز لینوڈر یقیناً اب تک اپنے شوہر کے پاس رہتی تھی۔ کیونکہ خط پر وہی اگلا پتہ درج تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ گو میرے فرار کے بعد میرے سنگدل اور بے رحم ماموں نے اینیل سے کتنی ہی سختی کا سلوک کیا ہو اور وہ سختی اس غم نصیب کو اپنا آبائی مکان ترک کرنے میں کتنی ہی اساہٹ کا ذریعہ بنی ہو۔ کم از کم اس کی ماں مسٹر لینوڈر کی بی بی اس کی سختی کے اثرات سے محفوظ تھی۔ کم از کم وہ اس گھر سے رخصت نہ ہوئی تھی۔ رحم عظیم کا احساس میرے دل میں اس نیکدل پاخلاق اور مبتلائے مصیبت خاتون کے لئے پیدا ہوا جسے نامہربان تقدیر نے اس طرح کے سخت گیر سخت دل شوہر سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اور جو اس کی سختیاں جھیلتے ہوئے اپنی پابند فرض اور نیک دختر کی صحبت سے بھی محروم تھی۔

اس طرح کے خیالات میں ڈوبا ہوا میں ڈاک خانہ سے ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان کی طرف لوٹا۔ مگر طبیعت سخت پریشان تھی۔ اور جب دوسرے نوکروں نے

دریافت حال کی کوشش کی تو میں نے ٹالنے والے جواب دیئے۔ بلکہ اس خیال سے کہ وہ مزید استفسارات نہ کریں۔ غیر معمولی سرگرمی سے کام میں مشغول ہو گیا۔

کئی دن گذر گئے۔ جون کی تئیس تاریخ کی آمد کے ساتھ وسط گرما کی رات سر پر آپہنچی۔ اس دن صبح کو جب آنکھ کھلی۔ تو پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا۔ اس دن کی ہیبت ناک اہمیت کا تھا۔ خیال آیا۔ چند گھنٹوں کے عرصہ میں وہ سال جس نے انیبل کی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ ختم ہو کر ماضی کی دھند میں چھپ جائیگا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ کیا وہ بھی اس کے ساتھ ہی گذر جائے گی؟... میں نے ذہنی خیالات کو دل سے نکالنے کی بہت کوشش کی تو بھی اس بےچینی اور بےتابی کو جو دل کو لاحق تھی رفع نہ کر سکا۔ وہ خوفناک تاریخ دیو سیاہ کی مانند ہیبت ناک اور پرخوف نظروں کے سامنے تھی۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ پُراسرار روحیں استخوانی بازو پھیلائے ایک مخلوق کی پیش از وقت موت کا نوحہ کر رہی ہیں۔ ناظرین بآسانی سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت نامعلوم اندیشوں اور فکروں سے میرے دل کی کیا حالت تھی۔ کس طرح اپنی پریشانیوں کو دبانے کی انتہائی کوشش کے باوجود بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے میں نے معلوم کیا کہ اس حالت میں اپنے اضطراب کو دوسرے نوکروں سے چھپانا غیر ممکن ہے اور اگر میں نے اُن کے سوالات کے ٹالنے والے جواب دیئے۔ تو وہ کسی طرح ذریعہ تسکین نہ ہو سکیں گے۔ قدرتی طور پر وہ، لوگ یہی سمجھیں گے کہ کوئی بات ایسی ہے جسے میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔ اور خواہ ہمدردی کے خیال سے۔ خواہ رفع استعجاب کی خاطر وہ ضرور مجھ سے سوالات پوچھنے کی کوشش کریں گے۔ پس دن بھر میں اُن سے الگ رہا۔ اور جب کھانے کا وقت آیا تو بڑی کوشش سے ضبط کر کے بیٹھا۔

وہ دن بڑی تکلیف اور مصیبت کی حالت میں بڑی آہستگی کے ساتھ گذرا بھیانک خیالات اور سیاہ ترین اندیشے ہر لحظہ میرے سینہ میں ہیجان کرتے رہے۔

بار بار میں اپنے دل سے کہتا کہ چارلسٹن سے گرجا کا واقعہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا نتیجہ تھا۔ مگر فوراً ہی کوئی آواز میری روح کے بطن سے خارج ہو کر جواب دیتی۔ کہ نہیں وہ ایک حقیقت تھی۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ کس بیتابی سے میں نے ایک ایک گھڑی گن گن کے سارا دن گذارا کس بے چینی کے ساتھ میں نے اس دن کے خاتمہ اور نئے کے آغاز کی آرزو کی۔ اور کس طرح جب رات سر پر آگئی۔ تو میرا دل کسی آنے والی مصیبت کے خیال سے بزور دھک دھک کرنے لگا۔ اپنی اس وقت کی حالت میں میں یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کوئی ہیبت ناک واقعہ ضرور پیش آنے والا ہے مگر اس کے ساتھ ہی میں نے جس طرح قطعی تھا۔ اپنے آپ کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ میرے یہ اندیشے فرضی وہمی اور بے بنیاد ہیں۔

بارہ بجے رات ہوئی۔ اور ساڑھے دس کا عمل ہو گیا۔ اس وقت سب ذکر رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ فقط جین جو بچی خادمہ کہلاتی تھی غیر معمولی مصروفیت کی حالت میں کبھی نیچے جاتی اور کبھی اوپر آتی تھی۔ چنانچہ جس وقت سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ تو وہ بدستور باورچی خانہ میں بیٹھی تھی۔ اور آتشدان میں اس طرح آگ روشن تھی۔ مگر فی الحال اس کا ارادہ رخصت ہونا نہیں تھا۔ خیال آیا کہ وسط گرما کے دنوں میں آگ جلانا کیا معنی؟ اُسے اس کے تاپنے کی حاجت نہ تھی۔ پس یہ آگ غالباً اس خیال سے جلا کر رکھی گئی تھی کہ ربیعہ کے لئے گرم پانی یا کوئی اور چیز درکار ہو۔ تو اس کی تیاری میں مدد مل سکے۔

خیر میں اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ لیکن مگر رات کافی جا چکی تھی۔ تاہم نیند کی رغبت نہ ہوئی۔ میں نے کپڑے بھی نہ اتارے۔ اسی حالت میں بیٹھ کر بحر تفکرات میں ڈوب گیا۔ وقت گذرا جاتا تھا۔ گیارہ کی آہنی آواز قریبی گرجا سے سنائی دینی شروع ہوئی میں اب ایک ساعت اور تھی۔ اس کے بعد سال کی مہلت پوری ہو جائے گی۔ اور اگر یہ

بجنے کے بعد بھی ریبل زندہ رہی۔ تو یقیناً میں یہ سمجھوں گا کہ جارلٹن کے گرجا کا واقعہ محض میرا وہم تھا۔ لیکن میں اس خیال کو تب ہی دل میں جگہ دے سکتا تھا۔ جب آدھی رات گذر جائے اس سے پہلے نہیں۔ فی الحقیقت آدھی رات کی آمد کے ساتھ ہی میرے وہموں اور اندیشوں نے تقویت حاصل کرنی شروع کی میری پریشانیاں حد انتہا تک پہنچ گئیں۔ میری تشویش روح فرسا ثابت ہونے لگی۔

آدھا گھنٹہ اور گذرا۔ اب موجودہ سال کے ختم میں صرف آدھ گھنٹہ باقی تھا اس وقت میں نے باہر کا دروازہ کسی قدر سختی کے ساتھ کھلنا اور بند ہونا سُنا۔ گریا وہ شخص جو اُس وقت گھر کے اندر آیا یا اس سے باہر گیا سخت اضطراب کی حالت میں تھا۔ اس کے فوراً بعد میرے کانوں میں بالمقابل مسٹر ساکنز کی دوکان پر کسی کے پُرزور دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نے کھڑکی کے پاس جا کر دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ خود ڈاکٹر پامفرٹ دواساز کے دروازہ پر کھڑا تھا۔ دراصل وہ دھچکا جو میری کھڑکی سے آگے بنا ہوا تھا۔ وہ سر فیلڈ سڑک کے زیریں حصہ کے نظارہ کو روکتا تھا۔ تاہم سامنے والے مکان کے دیکھنے میں اس سے کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہوتی تھی۔ میں نے جلدی سے شمع گل کر دی۔ تاکہ ایسا نہ ہو ڈاکٹر اسے دیکھ کر میرے اس وقت تک جاگنے سے ناراض ہو۔ اس کے باوجود کچھ اس طرح کی بیتابی میرے جی کو تھی کہ میں کمرہ کے اندر نہ ٹھیر سکا اور موم بتی بجھا کر پھر وہیں کھڑکی کے پاس جا پہنچا۔ اس سرخ لیمپ کی روشنی میں جو مسٹر ساکنز کے دروازہ پر جلتا تھا میں نے دواساز کو باہر نکل کر ڈاکٹر صاحب کے ساتھ ساتھ ہمارے مکان کی طرف آتے دیکھا۔ باہر کا دروازہ پھر کھلا اور بند ہوا۔ اور اُس بے تابی کی وجہ سے جو میرے جی کو تھی۔ میں بھی اپنے کمرہ کا دروازہ کھول کر میز صیوں کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اور کان لگا کر سننے لگا۔ نیچے سے پیروں کی چاپ اور سرسراتی ہوئی آوازوں کا مدہم شور مکانوں میں آ رہا تھا۔ یہ حالت قریباً ایک منٹ

عالم رہی۔ اس کے بعد میں پھر اس خیال سے شرمسار ہوا کہ کسی کی باتیں چھپ کر سننا ذلیل حرکت ہے۔ پس یہ سوچکر میں اپنے کمرہ میں آگیا۔ لیکن گھبراہٹ میں دروازہ بند کرنا یاد نہ رہا۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر میں پھر سارے حالات پر غور کرنے لگا۔ قریباً دس یا پندرہ منٹ اسی حالت میں گذرے اور اس وقت پھر ایک بار مکان کے نچلے حصہ میں پیروں کی تیز چاپ پہلے سے زیادہ مضطربانہ حالت میں سنائی دی۔ ایک دفعہ پھر مجھ کو پُرخوف اندیشے لاحق ہوئے۔ اور یہ حالت شدت اضطراب سے میری ہوگئی۔ کہ دماغ قول و فعل کا مختار نہ رہ سکا۔ میں دوڑ کر باہر نکلا۔ کوئی آواز غائبانہ مجھ سے کہتی تھی۔ کہ کوئی سانحہ عظیم پیش آیا ہے۔ وہ سب وہمی اندیشے اور فکر آمیز تشویشیں جو پیشتر دل کو لگی ہوئی تھیں۔ وہ چند شدت سے تازہ ہوئیں۔ میں باہر کھڑا ہو کر سن رہا تھا۔ کہ پہلی منزل سے بی جُمی آواز میں میرے کان میں آئی شروع ہوئیں۔ لیکن اے راحم خدا!... وہ کیا الفاظ تھے جو مجھ کو سنائی دیئے؟ وہ کیا فقرہ تھا جو میرے کانوں تک پہنچا؟...

"ہوئی"! ایک آواز جسے میں نے فوراً پہچانا مسز پامفرٹ کی تھی کہتے سنائی دی: "غریب بیچاری..."

"کیا مرگئی"! بجی کنیز جین نے جو اس موقعہ پر میز پوش پر چڑھتی آرہی تھی چونک کر پوچھا۔

"مرگئی"! اس کے ساتھ ہی تیز چیخ کی صورت میں میرے منہ سے نکلا۔ اور ایسا معلوم ہوا اس لفظ کی آواز صدمہ ذہنی کی شدت سے میرے دماغ پر اثر انداز ہوئی۔ اور تیر کی مانند خانہ دل کو چیرتی ہوئی نکل گئی اس کے ساتھ ہی طاقت ضبط نے جواب دیا۔ اور جوش نے اتنا غلبہ کیا کہ دماغ بدن کے غلوں کا مختار نہ رہ سکا۔ "مرگئی! میرے خدا! انیبل مرگئی! یہ صدا پُرشور آواز سے میرے کانوں میں

آتی تھی اور مجھے اس کو سوچنے۔ اس پر غور کرنے کی مہلت نہ تھی۔ اندھا دھند دوڑتا میں پیٹر ہیوں سے اترا۔ مسز پامفرٹ اور رجینی نے میرے منہ سے نکلا ہوا جملہ سن لیا تھا۔ اور اس کے بعد میرے دوڑتے ہوئے پیروں کی آواز بھی ان کے کانوں میں پہنچ چکی تھی پس دونوں حیران و ششدر میرے اس غیر معمولی جوش کو سمجھنے سے قاصر اس مقام پر کھڑی تھیں۔ میں دوڑتا ہوا ان کے پاس ہو کر نکل گیا۔ ان کے بازو مجھ کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھے اور پھیلے ہوئے رہ گئے۔ مگر میں ان کی گرفت سے بچکر اس دروازہ کی طرف گیا جو کھلا تھا۔ اور جس کے اندر شمع کی روشنی جھلملا رہی تھی۔ اس وقت یہ عالم میرے جوش دیوانگی کا تھا کہ دو بیکس عورتیں تو کیا مردوں کی پوری فوج بھی مجھ کو روکنے کی طاقت نہ رکھتی تھی بے تحاشا مجنونانہ دوڑتا میں اس کمرہ میں گھس گیا وہ نشستگاہ کی طرح آراستہ تھا۔ آندھی کی رفتار سے میں اس سے گذر کر ایک اور کمرہ میں جو اس کے پیچھے واقع تھا۔ جا پہنچا یہ خوابگاہ تھی۔ ایک مومی شمع میز پر جلتی تھی اور ایک بوڑھی عورت جو میرے خیال میں نرس تھی۔ کمرہ سے باہر آنے کی تیاری کر رہی تھی۔ ڈاکٹر پامفرٹ اور مسٹر ساکنز بھی دروازہ کی طرف آنے لگے تھے۔۔۔۔ غالباً اس خیال سے کہ دیکھیں اس شور و شر کا کیا مطلب ہے۔ لیکن ہر چیز کو نظر انداز کر کے کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لا کر مایوسی اور دیوانگی کا شکار بنا ہوا میں ان کے پاس سے دوڑتا اندرونی کمرہ میں گھس گیا۔ وہاں اپنے بستر پر ایک بیجان صورت پڑی تھی۔ جس کے گنجان بھورے بال سپید تکیہ پر بکھرے ہوئے تھے۔ جس کا خوشنما چہرہ حالت مرگ میں سنگ مرمر کی طرح سپید تھا!

"اینبل! پیاری اینبل!" میں نے ناقابل برداشت غم کی حالت میں جوش کے ساتھ کہا اور وہیں اس کے پہلو میں دو زانو ہو کر اس کے نازک ہاتھوں کو جو اس راحت کی نیند سوتی تھی۔ جس سے کبھی کوئی سونے والا بیدار نہیں ہوا اپنے ہاتھوں

میں لے لیا۔

عین اس وقت پاس سے گرجا سے گھڑیال نے آدھی رات کا گھنٹہ بجانا شروع کیا۔ اور جب اس کی پُرشور آہنی آواز کمرہ میں گونج پیدا کرتی ہوئی میرے کانوں میں داخل ہوئی تو یہ معلوم ہوا گویا چارلٹن کا گرجا ٹھیک اس آواز سے جو ایک سال پیشتر میں نے وسط گرما کی رات کو سُنی تھی اور جس نے وہ ہولناک پیش گوئی کی تھی۔ جو آج اس ہیبتناک صورت میں پوری ہوئی ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک سرد ہاتھ نے مجھے شانہ کے پاس پکڑا اور ڈاکٹر بارنٹ کی آواز سختی کے لہجہ میں بعض الفاظ کہتے سنائی دی جن کا مطلب میری سمجھ میں نہ آسکا۔ کیونکہ عین اس وقت میرے دماغ میں چکر آنا شروع ہوا۔ کمرہ اور اس کا سامان میرے چاروں طرف گھومنے لگا۔ لاش بھی حرکت کرتی نظر آئی اور پُرشور کراہتی ہوئی آواز کے ساتھ میں وہیں فرش زمین پر گر کر بے ہوش ہو گیا۔

باب ۳۲

میرا کمرہ

آنکھ کھلی تو میں اپنے کمرہ میں بستر پر پڑا تھا۔ کپڑے اترے ہوئے اور دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت ایسا معلوم ہوا۔ گویا ایک دہشت ناک خواب تھا جو میں نے سوتے میں دیکھا۔ مگر اس کی نوعیت اور تفصیل فوراً ہی پوری طرح ذہن میں نہ آسکی۔ مگر جلدی ہی ایک بھیانک یاد دل میں پیدا ہونی شروع ہوئی۔ اور کمرہ موت کا نظارہ حیرت انگیز تیزی کے ساتھ واضح اور صاف آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ میں چونک کر اٹھا اور اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا۔ گویا میری وہ ایک نگاہ ان سارے رازوں کو جن کا پردہ میرے دماغ پر چھایا ہوا تھا چاک کر سکتی تھی۔ گویا میں اس ایک نگاہ کے

ذریعے اس واقعہ کی اصلیت یا فرضیت کا یقین حاصل کر سکتا تھا۔ لیکن اُٹھنے کی کوشش کے ساتھ ہی ضعف عظیم کا احساس غالب ہوا اور میں اس طرح تھک کر بستر پر گر پڑا گویا کسی لمبی اور تکلیف دہ بیماری سے گذرا تھا۔ اس کے ساتھ ہی میرے سر میں اس شدت کا درد ہونا شروع ہوا کہ آنکھیں بے اختیار بند ہو گئیں اور ایک ہاتھ بلا ارادہ پیشانی کی طرف اُٹھا۔ تب میں نے دیکھا کہ کپڑے کی پٹی میرے ماتھے پر بندھی تھی۔ اور جب میرا ہاتھ اس پٹی کے اوپر سے گذرا، تو درد کی تیز ٹیسیں دونوں کنپٹیوں میں اُٹھنی شروع ہوئی جس سے فوراً یہ خیال دل میں پیدا ہوا کہ غالباً بیہوشی میں میرے جو آنکھیں نکالی گئی ہیں۔ خیال کے آتے ہی خوف کی تھرتھری سر سے پاؤں تک بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی اور ہیبت و سراسیمگی کا احساس غالب ہونا شروع ہوا۔ سوچتا تھا کیا یہ سچ ہے؟... کیا واقعی میں اس پلنگ کے پاس جس پر بدنصیب انیل مردہ پڑی تھی بیہوش ہو کر گرا تھا؟... کیا سچ مچ اس واقعہ کے بعد شدید بیماری مجھ کو لاحق ہوئی تھی جو ممکن ہے گھنٹوں... اور ممکن ہے دنوں یا ہفتوں لمبی ہوئی ہو۔ پھر اس کے علاوہ چارلٹن کے گرجا میں دیکھے ہوئے نظارہ کی یاد بھی تازہ ہوئی۔ ہیبت ناک خیالات دل میں اُٹھنے شروع ہو گئے۔ ایک عجیب طرح کا وہمی خوف طاری ہوا۔ گو سچ پوچھئے تو میں اس احساس کو صحیح طور پر خوف بھی نہیں کہہ سکتا۔ سینکڑوں اگر اس وقت انیل کی روح میرے سامنے سے گذرتی۔ تو میں بالکل خوفزدہ نہ ہوتا۔

چند منٹ کے عرصہ تک میں اس طرح کی ذہنی حالت میں رہا جس کی تشریح سہل نہیں۔ جی میں خواہش پیدا ہوتی تھی کہ کوئی شخص کمرہ کے اندر آئے اور میں اُس سے سوالات پوچھوں۔ کیونکہ میرا دل کئی سوالوں کے جواب حاصل کرنے کو بیتاب تھا شاید کہ میں کتنی مدت بیمار رہا۔ کیا اس وقت کے بعد جب میں نے انیل کی بیجان لاش کو مرمریت کی طرح اس حالت میں بستر مرگ پر پڑے ہوئے دیکھا تھا۔ کہ اس کے

گنجان سنہرے بال تکیہ پر بکھرے ہوئے اور چہرہ پر خواب راحت کا سکون طاری تھا چند گھنٹے گذر رہے تھے یا اُس واقعہ کو پیش آئے کئی دن گذر چکے تھے؟ پھر ایک بار میں نے اٹھنے کی کوشش کی۔ لیکن نہ اُٹھ سکا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا جسمانی قوا شدت ضعف سے بالکل جواب دے چکے ہیں۔ میں کمزوری اور نقاہت کے درجہ انتہا تک پہنچا ہوا تھا۔ اتنی طاقت بھی میرے اندر نہ تھی جتنی ایک دودھ پیتے بچے میں ہو سکتی ہے رفتہ رفتہ۔ آہستگی کے ساتھ شدت ضعف سے غنودگی طاری ہوئی شروع ہوئی جو چیزیں کمرہ کے اندر رکھی تھیں۔ دھندلی نظر آنے لگیں جتنی کہ بالکل ہی آنکھوں سے چھپ گئیں۔ اور گہری نیند کی محویت غالب آئی۔ اُس وقت خواب کی سی حالت میں ایسا معلوم ہوا۔ کہ میرے کمرے کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور وہی بوڑھی نرس جسے میں نے بعد مرگ انیل کے سرہانے بیٹھے دیکھا تھا۔ بڑی آہستگی سے چلتی میرے بستر کی طرف آئی لیکن ... راحم خدا! یہ دوسری صورت جو اُس کے پیچھے پیچھے آئی تھی۔ یہ کس کی تھی؟ ایک نازک اور حسین صورت جس نے سیاہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا... وحشت آمیز خیالات میرے دماغ میں پیدا ہونے لگے۔ اور میں نے دیکھا کہ اُس نازنین کے بالوں کی رنگت وہی تھی۔ جو بدنصیب انیل کے بالوں کی تھی فرق اگر تھا تو محض یہ کہ انیل کے بال گھنگھریالی صورت میں گردن کے گرد اور شانوں پر بچھائے ہوئے تھے۔ اور اس نازنین کے دو بھاری چوٹیوں کی صورت میں گندھے ہوئے۔ جن میں سیاہ موباف پڑے تھے۔ وہ جس وقت اندر آئی تو میں نے اُس کا چہرہ نہ دیکھا تھا۔ مگر اس کے تھوڑی دیر بعد وہ جب میرے بستر کے پاس آکر ٹھیری اور جھک کر میری طرف دیکھنے لگی تو... اُف! ضعف دماغ کی انتہا یہ کیا خواب تھا جو مجھ کو نظر آیا؟ کیونکہ میں نے دیکھا وہ انیل کا اپنا چہرہ تھا جو میرے بستر پر جھکا ہوا ہمدردانہ نگاہ سے میری طرف دیکھتا تھا۔ بیشک یہ وہی صورت تھی۔ گو اس میں شک نہیں۔ اُس کے چہرہ کی رنگت یاقوتی ہونٹوں کے سوا جو

حسب معمول سرخ تھے بالکل پیلی اور سپید تھی۔ میرے خدا کیا یہ انیبل کی روح تھی جو دوسری دنیا سے میرے ٹوٹے ہوئے دل کو تسکین دینے آئی یا یہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا فرضی تصور تھا؟ مگر آہ اس کے فرشتگانہ چہرہ پر درد و غم کے کتنے گہرے آثار نمودار تھے۔ کیسی معصومی ہمدردانہ نگاہ سے اُس کی آنکھیں میری طرف دیکھتی تھیں جی چاہتا تھا۔ بازو پھیلا کر اُس خوشنما فرضی صورت کو پکڑنے اور حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ مگر آن واحد میں وہ نظروں سے چھپ گئی۔ اور اُس کے بعد پھر وہی خواب کی تاریکی ... سیاہ تاریکی نظروں کے سامنے چھا گئی۔

دوبارہ آنکھ کھلی۔ تو ایک چھوٹی سی میز پر موم بتی جلتی تھی اور اس کے پاس دوا کی بوتل پڑی تھی۔ میں نے حواس بجا کرنے کی کوشش میں اپنا ہاتھ پیشانی کی طرف اٹھایا اور اُس وقت معلوم ہوا۔ کہ وہ پٹی جو پہلے اس پر بندھی تھی۔ اب غائب ہے میں نے کنپٹیوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا۔ جو نکوں کے زخم ان پر موجود تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ میں بہت سخت بیمار رہ چکا تھا۔ شائد میں ہذیان کرتا رہا تھا۔ شاید خطرناک سرسام کی حالت طاری ہوئی تھی۔ اور اب پہلی مرتبہ مجھے اس بات کا یقین ہوا۔ کہ اس دن کے بعد جب میں انیبل کی لاش کے پاس گر کر بیہوش ہوا تھا۔ صرف چند گھنٹے نہیں بلکہ مسلسل کئی دن گذر چکے تھے۔ جس صورت میں ... ہائے افسوس! اس کا نازک تماشہ اس سے بہت پہلے تنگ و تاریک تابوت میں بند ہو کر سرد اندھیری قبر میں دفن ہو چکا ہوگا۔ اور میں اس روئے دلفریب کو پھر کبھی اس دنیا میں نہ دیکھوں گا۔ خیال کے آتے ہی آنسوؤں کے قطرے ٹپ ٹپ میری آنکھوں سے گرنے لگے۔ سسکیوں کی کثرت سے ایسا معلوم ہوا۔ گویا میرا دل ٹوٹتا جا رہا تھا۔ اور انیبل کا نام کلمہ حق کی طرح ورد زبان ہوا۔ قریباً تین گھنٹے میں اسی حالت میں بستر پر پڑا رہا۔ پاس کے گرجا سے پہلے ایک بجنے کی آواز سنائی دی۔ پھر دو کی۔ اور اس کے بعد رفتہ رفتہ پھر ایک بار غنودگی طاری

ہونے لگی۔ یاد نہیں میں کتنی دیر سویا۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک اور نہایت عجیب خواب
مجھے نظر آنا شروع ہوا۔ ایسا معلوم ہوا کہ دن نکلا ہوا ہے۔ اور میرے کمرہ میں ہر طرف روشنی
پھیلی ہے۔ دروازہ کھلا اور بوڑھی نرس بڑی احتیاط سے دبے پاؤں چلتی اندر آئی۔ اب کی
اس بار پھر وہی دلفریب صورت جو پہلے میں نے دیکھی تھی۔ اور جس کا چہرہ انیل کے چہرے سے
ملتا جلتا تھا۔ سیاہ نائی ساری پہنے اس کے پیچھے داخل ہوئی۔ ایک عجیب طرح کی فرحت اور
ہوا کیفیت اس دلفریب صورت کو دیکھ کر مجھ پر طاری ہونی شروع ہوئی۔ مسز گپتا کو
سے میں نے اس کو دروازہ سے چل کر اس بستر کی طرف آتے دیکھا۔ جس پر میں پڑا ہوا
جو تھا۔ اور جب اس کے بعد وہ کھڑے ہو کر جھک کر میری طرف دیکھنے لگی۔ تو رنج و غم
کے ساتھ ملے ہوئے گہری ہمدردی کے آثار اس کے فرشتگانہ چہرہ پر نظر آئے۔ اب کی
بار میں نے اس کی صورت کا بڑے غور سے معائنہ کیا۔ اور مجھے یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی
کہ شکل و صورت چال ڈھال اور قد و قامت کے اعتبار سے ہر طرح انیل
طرح سے ملتی تھی۔ وہی نازک بدن تھا۔ وہی خط و خال کی سوزدلی۔ وہی مخصوص دلفریبی
کی جو سترہ سال کی دوشیزگی میں پائی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ چہرہ کی ساخت ہوئی خوش نما
آنکھوں کی نیلگوں رنگت اور سنہرے بالوں کی چمک اور خوشنمائی بھی وہی تھی سیاہ
کی پوشاک کی وجہ سے اس کے بدن کی سپید رنگت اور زیادہ شفاف نظر آتی تھی۔ اور
بال اس کے سارے خط و خال بدنی ساخت کا ہر پہلو اور چہرہ کی ہر ایک خصوصیت انیل
سے پوری طرح ملتی تھی۔ میں اس وقت نیند میں بھی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کیوں
مجھے یہ عجیب و غریب خواب دو بار مجھ کو نظر آیا؟ کیوں ہر مرتبہ وہ اس بوڑھی نرس کے
ساتھ آتی دکھائی دی۔ یعنی اس پاکصورت عجوزہ کے پہلو میں جس کا چہرہ اور
تیز خط و خال انیل کی دلفریبی کے مقابلہ میں سخت مکروہ دکھائی دیتے تھے۔ ایک دفعہ
پھر وہ نظارہ آنکھوں کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اور جب اس کے تھوڑی دیر بعد آنکھ

صلی تو کمرہ خالی اور میں تنہا اپنے بستر پر پڑا تھا!

دن کی روشنی کمرہ کے اندر پھیلی ہوئی تھی۔ گرجا کا گھڑیال آٹھ بجا رہا تھا۔ میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر کمرہ کے اطراف میں ڈالی۔ وہ موی شمع جو مجھکو جیلتی نظر آئی تھی، اب اس جگہ موجود نہ تھی۔ اور دوا کی بوتل بھی جو میں نے اس کے پاس بیٹھی دیکھی تھی کسی دوسرے مقام پر رکھی ہوئی تھی۔ اب یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس بوتل کے اندر دوا کی مقدار کافی گھٹ چکی تھی۔ میرے منہ کا ذائقہ بھی کڑوا تھا جس کے بارہ میں محسوس ہوا کہ ہلکی سی کی پیدا کی ہوئی کڑواہٹ نہیں دوا کا تلخ ذائقہ تھا۔ جو بے ہوشی میں میرے منہ میں داخل کی گئی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی شخص حال میں اس کمرہ کے اندر آیا لیکن کیا وہ بوڑھی نرس تھی۔ جسے میں نے پہلے حالت بیداری میں اور اس کے بعد خواب میں کمرہ کے اندر آتے دیکھا تھا! مجھے یہ سوچکر بڑی حیرت ہوئی کہ کیا یہ میرے دماغ کا فتور تھا۔ کہ متعدد مرتبہ وہ بوڑھی عورت مجھے کمرہ میں داخل ہوتے نظر آئی تو مردہ قبیل کی مانند روح افسردہ و غمناک اس کی پشت پر موجود تھی!

میں نے محسوس کیا کہ میرے بدن میں ایک روز پہلے کی نسبت قدرے قبیل توانائی پیدا ہو چکی تھی۔ چنانچہ آج جب میں اپنے بستر پر اٹھ کر بیٹھا تو انتہائی ضعف کی وہ کیفیت جو مجھے ایک پل کو بیٹھنے نہ دیتی تھی پیدا نہ ہوئی اس کے باوجود جب میں نے بستر سے فرش زمین پر اترنے کی کوشش کی تو ایسا نہ کر سکا کیونکہ میرا بدن اب بھی حد درجہ کمزور تھا۔ اب میں نے بیدار رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا تاکہ جس وقت کوئی آدمی کمرہ میں داخل ہو تو میں اس سے وہ سوالات پوچھوں جن کی دریافت کے لئے میرا جی اتنا بیتاب تھا۔ اس کے چند منٹ بعد دروازہ کے باہر کسی کے پاؤں کی چاپ سنائی دی دروازہ کھلا اور وہی بوڑھی نرس پھر ایک بار داخل ہوئی۔ اب میں بیان نہیں کر سکتا کس طرح دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور

دیکھا تھا

معلوم کرنے کو دروازہ کی طرف پھیریں کہ کیا انیل کی ماتم پوش روح سیاہ لباس میں
سابق کی طرح اب بھی اس کی پشت پر نظر آئے گی؟ مگر افسوس میری آرزوؤں کی ناکامی
بوڑھی عورت نے اندر آکر دروازہ پھیر لیا۔ نہ کوئی دوسری عورت اس کے ساتھ اندر
آئی نہ کسی نے اس کے بعد اندر آنے کے لئے دروازہ کھولا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ وہ
اگر سچ مچ انیل کی روح تھی تو پھر اسے اندر آنے کے لئے دروازہ کھولنے کی کیا حاجت؟
کیونکہ مجھکو اچھی طرح معلوم تھا کہ روحوں کی آمد و رفت بند دروازوں پختہ دیواروں یا آہنی
فصیلوں سے بھی روکی نہیں جاسکتی بڑی دیر تک میں اس کے داخلہ کا انتظار کرتا رہا
لیکن وہ نظر نہ آئی اکیلی نرس ہی میرے کمرہ میں کھڑی تھی۔

اس کو مخاطب کرکے آخرکار میں نے پوچھا "مجھے بیمار ہوئے کتنا عرصہ ہوگیا؟" اور
اس وقت خود مجھکو اپنی آواز کی نقاہت اور کمزوری پر حیرت ہوئی۔ اس کے ساتھ
ہی میں نے معلوم کیا کہ الفاظ منہ سے نکالنے میں مجھ کو کتنی کوشش سے کام لینا پڑا
تقریب کہکے کیا آخرکار تم بولنے کے قابل ہوگئے؟" بوڑھی عورت نے ہمدردانہ
نگاہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے معلوم کیا کہ گو اس کے خط و خال اچھے
نہ تھے تاہم اس کا انداز شریفانہ اور آواز دل مجروح کو تسکین دینے والی تھی۔ "تم
بیمار ہوئے تقریباً دس دن ہوگئے۔ اور اس عرصہ میں تم بڑی خطرناک حالت
سے گزرے ہو۔ بہرحال میں چاہتی ہوں کہ تم اب زیادہ گفتگو نہ کرو کیونکہ بہت کمزور
ہو اور ڈاکٹر صاحب کی اپنی ہدایت یہی ہے"

"آپ کہتی ہیں مجھکو بیمار ہوئے دس دن ہوگئے" میں نے اس طرح کی مری ہوئی
آواز سے کہا جو میرے اپنے کانوں کو مشکل سے سنائی دیتی تھی اور اس کے بعد یہ کہتے
ہوئے میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے "افسوس سب کچھ ہو چکا! میری
بہو وہ نقاہت و بیحد میں آرام کی نیند سوتی ہے اور میں اس زندگی میں پھر کبھی اس کو نہ

نہ دیکھوں گا

"عزیز جوزف!" نرس نے نیم بے خبری کی سی حالت میں اس طرح بڑبڑاتے ہوئے کہا گویا اسے بالکل خیال نہ تھا۔ کہ اس کے الفاظ شاید میرے کانوں میں بھی پہنچ جائیں گے "جب سے بیمار ہوا ہے اسی نام کی رٹ لگائے جاتا ہے"

"مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اب میں ہذیان نہیں کرتا اور پوری طرح ہوش میں ہوں" میں نے جواب دیا۔ گو اس نے پھر بھی میری طرف رحم آمیز نظروں سے دیکھا غالباً وہ اپنے جی کو اس بات کا یقین نہ دلا سکتی تھی کہ میں واقعی ہوشمند ہوں۔

مایوسانہ سر ہلاتے ہوئے کہنے لگی "افسوس معلوم ہوتا ہے بخار کا اثر اب تک زائل نہیں ہوا"

"نرس" میں نے اب اپنی آواز کو جہاں تک ممکن تھا۔ اونچا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "یقین کرو۔ جو کچھ میں اس وقت کہتا ہوں وہ میرے جوش میں آئے ہوئے دماغ کا نتیجہ نہیں ہے۔ میرے حواس اب بجا ہیں جو کچھ ابھی آپ نے مجھ سے کہا ہے میں اس کا مطلب پوری طرح سمجھتا ہوں اور یہ بھی مجھکو معلوم ہے۔ کہ میں دس دن تک بیمار رہا ہوں اور میرے چونکیں لگائی گئی ہیں" یہ کہتے ہوئے میں نے اپنا ہاتھ کنپٹیوں کی طرف اٹھایا۔

"عزیز لڑکے" نرس نے کسی قدر خوش ہو کر کہنا شروع کیا "اگر تم واقعی صحت یاب ہو گئے ہو تو اس واقعہ کی سب سے زیادہ خوشی میرے اپنے دل کو ہے کیونکہ سچ جانو تم بہت سخت بیمار رہے ہو بہرحال اب تمہاری صحت یابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ نہ تم جوش میں آؤ اور نہ گذرے ہوئے واقعات کو یاد کرو۔ اسمیں تمہاری بہتری ہے"

میں اس سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ پچھلے دنوں کس طرح میں نے عجیب و غریب خواب دیکھے تھے اور کس طرح اس کی پشت پر میں نے انیبل کو کمرہ میں آتے دیکھا تھا

مگر میں اس خیال سے جرات نہ کر سکا کہ اسے میرے وہم اور دماغی کمزوری پر محمول کیا جائے گا اس کے علاوہ میں اس تھوڑی سی گفتگو کے بعد ہی اتنا تھک گیا تھا کہ مجبوراً چپ ہو جانا پڑا۔ اتنے میں نرس کہنے لگی "میں اب جاکر ڈاکٹر صاحب کو تمہاری بیداری کی خبر دیتی ہوں۔ میں ان کو تمہاری اصلاح یافتہ حالت سے بھی مطلع کردوں گی اور پوچھوں گی کہ آیندہ تمہیں کیا غذا دینی چاہیئے" اس کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ بڑی نیک اور رحم دل عورت ہے۔ میں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں صحت یاب ہونے پر مجھکو معلوم ہوا کہ وہ کسی زمانہ میں بڑی آسودہ حال عورت تھی بعض مصیبتوں کی وجہ سے اس کو نرس کا پیشہ اختیار کرنا پڑا۔

اس کے رخصت ہو جانے کے تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر پامفرٹ حسب معمول چہلقدمی کرتے ہوئے میرے کمرہ میں آئے۔ شروع میں جب مجھے ان کے پاؤں کی آواز کمرہ کے باہر سنائی دی تو میں اس خیال سے ڈر گیا کہ شاید وہ مجھے اس بات پر سختی سے تنبیہ کریں گے کہ کیوں میں نے اس رات جس سے میری موجودہ بیماری کا آغاز ہوا تھا پہلی منزل کے کمرہ میں گھسنے کی جرات کی تھی مگر مجھے یہ دیکھکر حیرت ہوئی کہ وہ جب اندر آئے تو چہرہ پر تبسم اور منہ میں موصلہ افزائی کے الفاظ تھے۔ اس طرح کی حالت میں گویا انہوں نے میرے اندیشوں کو پہلے ہی اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ اندر آتے ہی اپنے معمولی نرم لہجہ میں کہنا شروع کیا "جوزف گھبرانے کی بات نہیں ہے تم کو نہ لیٹ کرنے نہیں آیا ہاں تک کہ جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا ہے میں اس کے بارہ میں ایک لفظ تک کہنا نہیں چاہتا"

انہوں نے کرسی کھینچ کر میری چارپائی کے پاس رکھی پھر اس پر بیٹھ کر میری نبض دیکھی مختصر لفظوں میں کیفیت پوچھی اور آخر کار کہا "اب تم پہلے کی نسبت اچھے ہو اور امید ہے جلد شفایاب ہو جاؤ گے۔ مرض اس میں شک نہیں خطرناک تھا۔ ہم اندیشہ کی حالت گزر گئی اور اب کسی بات کا خطرہ نہیں ہے۔ اگر تم کو رغبت ہو

تو میں تھوڑا سا خشک توشہ اور چائے تمہارے لئے بھجوا دوں گا" انہوں نے اس موقعہ پر اس قابل یادرات کے واقعات کے بارہ میں ایک لفظ تک نہیں کہا اور نہ ہی مجھ سے پوچھا کہ تم اس بدنصیب مرنے والی سے کیونکر واقف ہوئے؟ ان کا رویہ بے حد نرم تھا حتیٰ کہ جو شخص ان کے عادات وخصائل سے واقف نہ ہوتا وہ ضرور یہ سمجھتا کہ ان کے لفظوں میں ہمدردی اور دلسوزی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی چنانچہ انہوں نے مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ تمہیں جس چیز کی حاجت ہو فی الفور مہیا کر دی جائے گی اور ضرور تم بہت جلد شفایاب ہو جاؤ گے۔ میں جواب میں شکریہ کے چند الفاظ کہنا چاہتا تھا مگر انہوں نے جلدی سے یہ کہکر مجھے روک دیا کہ "اپنی موجودہ حالت میں تم جتنا کم بولو اچھا ہے" اور اس کے بعد کمرہ سے رخصت ہو گئے اس کے تھوڑی دیر بعد نرس میرے لئے کھانے کی وہ چیزیں لیکر حاضر ہوئی۔ جن کا وعدہ ڈاکٹر صاحب نے کیا تھا انہیں کھا پی کر مجھے ایک نئی طرح کی فرحت حاصل ہوئی اور اس کے بعد جلدی ہی آنکھ لگ گئی۔

پھر ایک بار گو میں نہیں جانتا کتنے لمبے وقفہ کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ مجھ پر از سر نو وہی کیفیت طاری ہونے لگی ہے جس میں خوشگوار خواب عجیب وغریب صورتوں سے ملے ہوئے مجھکو نظر آتے تھے۔ معلوم ہوا جس وقت میری آنکھ کھلی تو دن نکلا ہوا تھا اور سورج کی روشنی پوری آب وتاب کے ساتھ کھڑکیوں سے داخل ہو رہی تھی وفعتاً کمرہ کا دروازہ بڑی آہستگی سے کھلا اور میری امید کے برخلاف نرس کی بجائے وہ پراسرار روحانی صورت داخل ہوئی جو آنجہانی انیبل سے حیرت انگیز مشابہت رکھتی تھی اس موقعہ پر بھی اس نے وہی ماتمی لباس پہنا ہوا تھا مجھے اس کے کپڑوں کی سرسراہٹ سنائی دی حتیٰ کہ اس کے پاؤں کی چاپ بھی میرے کانوں میں دبی ہوئی آواز کے ساتھ آئی وہ آہستگی سے چلتی میرے بستر کے پاس پہنچی اور پھر ایک بار جھک کر غایت درجہ غمگینی سے ہمدردانہ طریق پر میری طرف دیکھنے لگی میں اس سے گفتگو کرنا چاہتا تھا

میں اس سے دریافت حال کی خواہش رکھتا تھا مگر افسوس زبان بند تھی انتہائی کوشش کے باوجود الفاظ منہ سے نہ نکل سکتے تھے۔ اس اثنا میں اس کا خوشنما چہرہ میرے اوپر جھکا ہوا حیرت انگیز طریقہ پر میری بیتاب روح کو مسکن کر رہا تھا۔ اور دلفریب شرمیلی آنکھیں چہرہ پر بکھری ہوئی سینہ کو منور کرتی تھیں پھر ایک بار میں نے آواز نکالنے کی کوشش کی اور آخر کار بڑی مشکل سے اس بچے کی مری ہوئی آواز میں جو میرے کانوں کو پردی اور عجیب معلوم ہوتی تھی اتنی قدر کہنے میں کامیاب ہوا۔

"انیل۔ سچ بتا کیوں تو مجھ کو خواب کی مانند دکھائی دیتی ہے؟ کیا تو دوسری دنیا کی بغیا سیر ہو کر آئی ہے یا اس دنیا کی کوئی بات ایسی ہے۔ جو تو مجھ سے کہنا چاہتی ہے؟ انیل تو خوش ہے یا ناشاد؟ کیا حالت تجھ پر گذری ہے؟ اس نئی دنیا میں تیرے اوقات کیونکر بسر ہوتے ہیں؟ افسوس تو نہیں جانتی کہ جب تو اس دنیا میں ذی حیات تھی تو کتنی گہری محبت تجھ سے تھی سچ جان تو مجھے بہنوں سے بڑھکر عزیز تھی۔ اور میں بھائی کی طرح تجھ پر جان نثار کرتا تھا بے شک کچھ غلطیاں تجھ سے ہوئیں مگر ان سے میری بے پایاں محبت میں فرق نہیں آیا انیل کیوں تو چپ ہے کس لئے تو میری باتوں کا جواب نہیں دیتی؟ کیوں تو اس سے نہیں بولتی جس کو ہمیشہ تجھ سے ناقابل بیان گہری محبت تھی..."

"جوزف۔ پیارے جوزف" ایک بہت میٹھی آواز جو میرے کانوں کو پہچانی ہوئی معلوم ہوتی تھی سنائی دی اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ دوسری دنیا سے آنے والے فرشتوں کی اپنی آواز ہے۔

"اوہ انیل شکر ہے تو نے زبان کھولی" میں نے خوش ہو کر کہا اور اپنا ایک ہاتھ جلدی سے اس کی طرف بڑھایا۔

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا مجھے اس کے نرم ہاتھ کا دباؤ اچھی طرح محسوس ہوا اور یہ بھی میں نے دیکھا کہ اس کا ہاتھ برف کی طرح سرد نہیں

زندگی کی حرارت سے گرم تھا... اے پاک خدا کیا یہ سچ مچ عالم بیداری تھا یا کیا یہ مستی جو میرے پہلو میں کھڑی تھی انیل کی اپنی تھی؟ یعنی زندہ اور صحیح سلامت گوشت اور پوست کی بنی ہوئی انیل کی جیتی جاگتی روح نہ تھی... حیرت اور حد سے زیادہ بڑھی ہوئی خوشی کے مشترک احساس نے میرے کمزور دماغ پر شراب تیز کا اثر پیدا کیا اور ایک دفعہ پھر مجھے غش آگیا۔

جب میری آنکھ کھلی تو وہی بوڑھی نرس میرے بستر کے پاس بیٹھی تھی میں نے انیل کی تلاش میں کمرہ کے اندر چاروں طرف نظر ڈالی لیکن افسوس وہ اب کہیں نظر نہ آتی تھی جس سے مجھ کو جلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ یہ سب اسی اگلے سلسلہ کا ایک اور دلکش خواب تھا۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار میری آنکھوں سے بہنے لگے۔ آہ۔ کتنا راحت انگیز خواب اور یہ اس کی حقیقت! مانا کہ وہ مجھے نیند میں آکر مل گئی اور اس نے خواب میں گفتگو بھی کی مگر اس سے حاصل کیا؟ وہ بہرحال اس دنیا میں زندہ نہ تھی۔ کیونکہ میں اس کی دلفریب پیاری صورت کو اپنی آنکھوں سے بے جان پڑا دیکھ چکا تھا لیکن... ممکن تھا وہ حالت جسے میں نے غلطی سے موت سمجھا تھا عالم سکرات ہو اور کسی معجزہ غیبی کی مدد سے وہ پھر زندہ ہوگئی ہو مگر اس صورت میں بھی سوال پیدا ہوتا تھا کہ اس کے ماتمی لباس پہننے کی کیا وجہ تھی؟ اپنی موجودہ حالت میں معاملہ میرے لئے حد فہم سے باہر تھا۔

"جوزف۔ عزیز لڑکے۔ نہ رو" دفعتاً بوڑھی نرس نے بڑے نرم مسکن لہجہ میں مجھ سے کہا۔ "تم جلدی ہی پھر اسے دیکھو گے..."

"میرے خدا!" میں نے اس کے لفظوں سے چونک کر جوش آمیز لہجہ میں پوچھا "کیا تم میرے دل کے حال سے واقف ہو؟ کیا تم ان خوابوں کے حال سے واقف ہو جن میں وہ مجھ کو نظر آیا کرتی تھی...؟"

"میرے عزیز۔ جو کچھ تم نے دیکھا وہ خواب نہ تھا" نرس نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا "مورا صل جسے تم نے دیکھا تھا۔ وہ زندہ اور صحیح سلامت موجود ہے"

"کیا! ... انیبل زندہ اور صحیح سلامت ہے؟" میں نے حیرت سے بڑبڑاتے ہوئے اور اس کے ساتھ ہی شدت جوش سے پھر ایک بار اپنے تکیہ پر گر پڑا۔

"ہاں۔ وہ زندہ ہے" نرس نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "انیبل لینوکس زندہ ہے۔ وہ جو مر گئی اس کی تو ام بہن وایولٹ تھی"

وایولٹ۔ انیبل کی توام بہن! اف۔ میرے خدا کتنی گہری بھول اور کتنا عظیم الشان دھوکا جس نے بچپن کی چند سیاہ ترین راتوں سے نکل کر آن واحد کے لئے اگر دونواح کی ہر چیز کو روشن اور نمایاں کر دیتی ہے اسی طرح اس اطلاع نے میرے زمانہ دماغ میں روشنی پیدا کر کے ان گہرے اسرار کو جو اس وقت تک ناقابل فہم تھے۔ پوری طرح حل کر دیا۔ وایولٹ۔ انیبل کی بہن! ... اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ جس کو میں نے پُر گناہ سمجھ کر اتنی ذہنی تکلیف اٹھائی۔ درحقیقت اب بھی پہ کیا زیبے داغ اور اتنی ہی معصوم تھی جتنی اس زمانہ میں جب میری اس سے پہلی ملاقات ہوئی اور اب اس حقیقت کے واضح ہو جانے کے بعد صدہا باتیں جو پیشتر ناقابل فہم تھیں۔ بالکل واضح اور صاف ہو گئیں۔ مثلاً جب میں نے وایولٹ کو تھیٹر میں دیکھا اور اسکو انیبل سمجھ کر ملاقات کی کوشش کی تھی۔ تو کیوں اس نے مجھ سے سرد مہری اور ناواقفیت کا سلوک کیا تھا اس کے بعد جب ایک بار اسی انیبل کو اکسیٹر کے بازار میں دیکھکر میں اس کے چند گھنٹے بعد مرٹل لاج کی طرف جاتے ہوئے ایک چھوٹے سے شراب خانہ کے پاس ٹھہرا تھا تو اسجگہ سر ملکم ویونم کی گاڑی میں وایولٹ کو بیٹھے دیکھکر کیوں مجھے اس بات کا دھوکا ہوا تھا کہ وہ انیبل ہے۔ لیکن میرے خیال میں ان ساری تفصیلات کو از سر نو بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ ناظرین خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ کس طرح وہ لاتعداد واقعات

جو اپنے گہرے اسرار کی وجہ سے میرے لئے باعث وحشت ثابت ہوئے تھے۔ اب میں حقیقت سے واقف ہونے کے بعد واضح ہو گئے۔ اس میں شک نہیں انیل کی خاطر اس کی اس عزیز بہن کی موت کا غم تھا جس سے اپنی طبعی فیاضی کی وجہ سے وہ کی لاتعداد کمزوریوں اور خام کاریوں کے باوجود یقیناً وہ گہری محبت کیا کرتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی کتنی بڑی خوشی مجھے یہ معلوم کرکے ہوئی کہ وہ سارے واقعات جو میں نے تصورت خواب دیکھے تھے۔ صحیح ثابت ہوئے۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ وہ خواب نہیں اصل حقیقت تھی۔ میں جس وقت بخار کی حالت میں نیم بے ہوش پڑا تھا تو ایک سے زیادہ موقعوں پر میں نے حقیقی اور اصلی انیل کو جو محبت اور عنایت کی راہ سے میری حالت دیکھنے آیا کرتی تھی دیکھا تھا اور ایک بار اس سے گفتگو بھی کی تھی۔

"نرس" آخر کار میں نے کہا "جو الفاظ اس وقت آپ نے کہے ہیں انہوں نے میرے زخم دل پر مرہم کا کام کیا ہے۔ اب میں امید کرتا ہوں کہ بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ اب میری بیماری دیرپا نہ ہوگی۔"

"جو ذرا میں بہت تم سے کہتی ہوں کہ فی الحال جوش میں نہ آؤ" نیکدل بوڑھی عورت نے کہا "ورنہ صحت یاب ہونے کے بدلے بیماری کے طول پا جانے کا اندیشہ ہے۔"

"نہیں نہیں" میں نے ملیدی سے جواب دیا "جب تک مس لیچ ور اس مکان پر موجود ہے۔ میرے بیمار ہونے کا اندیشہ باقی نہیں لیکن آپ مہربانی سے اس کو بلا کر کہیں ..."

اور اتنا کہہ کر رک گیا کیونکہ خیال آیا کہ اس حالت میں جب میں بیمار پڑا تھا وہ بہنوں کی طرح محبت کی راہ سے خود بخود میری حالت دیکھنے آجایا کرتی تھی تاہم میرے لئے اپنے منہ سے اس کو طلب کرنا اور اسے اپنے کمرہ میں آنے کے لئے کہنا یہ نامناسب اور آداب تہذیب سے بعید تھا پھر اس کے علاوہ ایک اور خوفناک خیال

میرے دل میں یہ بھی پیدا ہوا کہ ممکن ہے اس کا باپ خوفناک کیڑا ہے میں طوعاً و کرہاً اپنا ماموں کہنے اور تسلیم کرنے پر مجبور تھا۔ انیسل کے ساتھ اسی جگہ ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر ٹھہرا ہوا ہو جس صورت میں نہ معلوم کونسی نئی آفتیں اور مصیبتیں میرے لئے پیدا ہو جائیں۔

نرس وفا نے میں نے اس نئے خیال کے زیر اثر کہا اور میرا خیال ہے کہ وہ وحشت جو میرے چہرے کو لگی ہوئی تھی ضرور کچھ حد تک چہرہ کے آثار سے ظاہر ہو گئی ہوگی تم بانی سے یہ بتا دو گی مس لینوور کے والدین بھی اسکے ساتھ آئے ہیں؟

"نہیں" اس نے جواب دیا "مس لینوور ہی یہاں آئی تھی۔ وہ اپنی بہن کے انتقال سے دو سے دن آپہنچی میرا خیال ہے کہ اس کی ماں لندن میں بیمار ہوئی ہے۔ مگر اس کا باپ کسی ضروری کام کے لئے یورپ گیا ہوا ہے۔"

اس آخری اطلاع کو پاکر میرے جی کو گہرا اطمینان ہو گیا اور خیال ہے کہ یہ اطمینان کی وجہ سے ہی تھا جو میرے چہرہ پر نمودار ہوئے۔ کہ اس کے بعد نرس بھی کسی حد تک مطمئن نظر آنے لگی۔

"جو زوف تم کو چاہئے" اس نے بدستور عنایت آمیز لہجہ میں کہا "اپنی طرف سے جہاں تک ممکن ہے جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو اگر تم اپنے آپ کو جوش سے بچا لو گے۔ تو مجھ کو پوری امید ہے کہ جلد صحت پا جاؤ گے۔ مس لینوور کو کل یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ مگر جانے سے پہلے وہ ضرور تم سے ملے گی" اور اس کے بعد میرے چہرہ کے تبدیل ہوتے ہوئے آثار دیکھکر اس نے کہا "پھر تم جوش میں آنے لگے ہو۔ آخر کیوں میری نصیحت پر عمل نہیں کرتے؟"

"لیکن میں کیا کروں۔ مجبور ہوں" میرے منہ سے اس وقت بے اختیاری میں نکلا گویا بوڑھی عورت اس گہری محبت سے واقف تھی جو میں اپنے سینہ

انیل کے لئے رکھتا تھا" تاہم میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا" اگر آپ مجھ کو چپ رہنے کے لئے کہتی ہیں تو میں اس مضمون پر اور کچھ نہ کہوں گا لیکن مہربانی سے اس بات کا وعدہ کیجئے کہ مس لینوکس سے میری ملاقات جس قدر جلد ممکن ہو سکے کرا دی جائے گی"

"ہاں۔ ہاں۔ میں اس کا فوراً انتظام کر دوں گی" نیکدل بوڑھی عورت نے کہا۔

میں نے پھر ایک بار نگاہ سے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کے چند منٹ بعد وہ انیل کو ساتھ لیکر آ گئی۔ مگر اس وقت اس کو دیکھ کر جو میرے جان و دل کی مالک تھی۔ اور جس کی یاد میں ایک لحظہ واحد کے لئے سینہ سے نہ نکال سکتا تھا کچھ ایسی کیفیت مجھ پر طاری ہوئی کہ ایک لفظ تک منہ سے نہ نکلا۔ اور خوشی کے آنسو بے اختیار رخساروں پر بہنے لگے۔ انیل نے پاس آ کر اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے دیا جس کو میں نے پاک محبت کا بوسہ دیا۔ اور چونکہ اس نے خود آ ہی اس کو ہٹانے کی کوشش نہ کی۔ اس لئے میں بڑی دیر تک اس کو دیوانہ وار چومتا رہا۔ جسے کہ شرماتے اور لجاتے ہوئے آخرکار اس نے نرمی اور آہستگی سے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ سے نکالا اس دوران میں بوڑھی نرس وہیں کمرہ کے اندر کھڑی رہی۔ گو میں دست بدعا تھا کہ وہ کسی طرح باہر چلی جائے کیونکہ کئی باتیں مجھ کو انیل سے کہنی تھیں اور اس کی موجودگی میں میں ایک لفظ تک منہ سے نکالنے کی جرات نہ کر سکتا تھا۔

"جوزف" آخرکار اس نازنین نے میرے بستر کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ کر مدھی سرسراتی ہوئی آواز سے کہنا شروع کیا" تم کو معلوم ہو گا کہ میں نے حال میں کتنا بھاری صدمہ اٹھایا ہے۔ یعنی اس بہن کی موت کا جو مجھ کو بے حد عزیز تھی۔ اور میں جس کو اتنا چاہتی تھی کہ اس کی۔۔۔"

وہ کہتے کہتے رک گئی۔ اور شفاف آنسوؤں کے چند قطرے اس کے رخسار پر

پر یہ نکلے۔ اس کا رونا مجھ سے دیکھا نہ جاتا تھا۔ اس کے باوجود کوئی لفظ تسکین کا میرے منہ سے نہ نکلا۔ کیونکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ اس دردناک موقعہ پر اگر میں نے کچھ کہنے کی کوشش کی تو اس سے اس کے رنج اور غم میں اور اضافہ ہوگا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں پونچھیں اور غمناک نظروں سے میری طرف دیکھکر کہنے لگی "میں جانتی ہوں کیا خیالات تمہارے دل میں پیدا ہو رہے ہیں۔ کئی مضمون ہیں جن پر ہمیں ایک دوسرے سے بات کرنا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی کئی وجوہ ان کے ذکر میں مانع بھی ہیں میں کل لندن کو واپس چلی جاؤں گی۔ لیکن جانے سے پہلے میرا ارادہ بعض کاغذات کی نقلیں چھوڑ جانے کا ہے جن کو میں پہلے ہی تیار کر چکی ہوں۔ بس میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتی کہ ان کاغذات کو پڑھ کر وہ اسرار جو اس وقت تک تمہارے لئے ناقابل فہم تھے۔ پوری طرح واضح اور صاف ہو جائیں گے"

"انیبل۔ کیا تم اتنی جلدی رخصت ہو جاؤ گی؟" میں نے غمناک لہجہ میں کہا "اور اس کے بعد پھر کب مجھ سے ملو گی؟"

"اس کا جواب افسوس میں نہیں دے سکتی" اس نے اس طرح کی بھرائی ہوئی آواز سے کہا جس سے پایا جاتا تھا کہ اگر حالات اجازت دیتے تو وہ خود مجھ سے جلد مل کر خوش ہوتی "اس کا فیصلہ حالات ہی بہتر کر سکتے ہیں یہ میرے بس کی بات نہیں ہے"

"اوہ انیبل" میں نے اس طرح کی ہلکی سرسراتی ہوئی آواز سے کہا کہ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ بمشکل بوڑھی نرس کے کانوں تک پہنچ سکتے تھے "کیا تم مجھے اپنی گہری محبت اور عقیدت کے اظہار کے لئے معاف کر دو گی؟ اور اس کے ساتھ یہ کہنے کے لئے بھی کہ خواہ کچھ ہو اور حالات کیسی ہی صورت اختیار کریں اس گہری محبت میں جو مجھے تم سے ہے کبھی فرق نہ آئے گا۔ پیاری انیبل۔ اپنے منہ سے کہہ دو کہ تم مجھ سے راز دل کہنے کی جرات کی وجہ سے ناراض نہیں ہو شائد حالات موجودہ میں" اور یہ کہتے

ہوئے میں نے اس کے سیاہ ماتمی لباس کی طرف دیکھا۔ مجھے اس طرح کی گفتگو نہ کرنی چاہیئے تھی۔ مگر تم چونکہ کل رخصت ہوتی ہو۔ اور اس کے بعد معلوم نہیں کب ہم ایک دوسرے سے ملیں۔ اس لئے جدا ہونے سے پہلے میں تمہارے اپنے منہ سے یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے خفا نہیں ہو۔"

اس کے چہرہ پر شرم کی سرخی پھیل گئی۔ ایک طرف کو منہ پھیرتے ہوئے اس نے پھر ایک بار اپنا ہاتھ مجھکو پیش کیا جو اتنا خوشنما چھوٹا۔ اور سپید تھا کہ میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ پھر ایک بار میں نے اس کو ہونٹوں سے لگایا اور گو اس کے بعد انیل نے بڑی آہستگی سے رفتہ رفتہ اس کو اپنی طرف کھینچا تاہم وہ اتنا عرصہ میرے ہونٹوں سے لگا رہا کہ مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ وہ مجھ سے خفا نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ اس بات کا بھی کہ میرا جوش محبت بے تاثیر نہیں۔

"اور اب جوزف" اس نے جھکی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر کہا۔ "میں ایک تکلیف دہ ذکر چھیڑنے پر مجبور ہوں۔ میرے والد" اور یہ کہتے ہوئے وہ ایک اس طرح کے سنگدل بے رحم شخص کو جیسا کہ خوفناک کٹہرا تھا۔ اس نام سے موسوم کرنے کے لئے شرم و ندامت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکی "عنقریب لندن واپس آجائیں گے۔ شاید ہفتہ عشرہ یا پندرہ دن کے عرصہ میں جس کے بعد ممکن ہے تمہارے اس جگہ رہنے کے واقعہ کی خبر کسی طرح ان کو پہنچ جائے گی میں تم کو یقین دلاتی ہے کہ اس طرح کی اطلاع میرے ذریعہ سے کبھی ان کو نہ پہنچے گی۔ بہرحال جیسا تم سمجھ سکتے ہو" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز اچھی طرح دبائی "میرے لئے ڈاکٹر مسز پامفرٹ سے یہ کہنا غیر ممکن ہے کہ وہ تمہاری موجودگی کا ذکر پوشیدہ رکھیں۔ یہ بات ان کو پہلے ہی معلوم ہو چکی ہے کہ تم میرے خالہ زاد بھائی ہو۔ اس لئے ممکن ہے والد کے نام کسی طرح کا خط لکھتے ہوئے وہ تمہارے اس جگہ ملازمت کرنے کا حال اس میں لکھ دیں۔ اور میں ان کو ایسا کرنے

سے اس لئے منع بھی نہیں کرسکتی کہ میرے لئے اپنے والد کے برخلاف کوئی بات کہنا غیر ممکن ہے"

"انیبل پیاری انیبل" میں نے جلدی سے کہا "چونکہ یہ مضمون تمہارے لئے باعث رنج و تکلیف ہے اس لئے اس ذکر کو یہیں تک رہنے دو میں امید کرتا ہوں کہ اب بہت جلد صحت یاب ہو جاؤں گا۔ تم کو دیکھ لینے اور سارے حالات جاننے کے بعد میری تکلیفیں دور ہوگئی ہیں۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ اب میری صحت یابی کی رفتار تیز ہوگی۔ جو نصیحت تم نے کی ہے میں اس کی تعمیل کرتا ہوں اور جلدی ہی اس جگہ سے رخصت ہو کر کسی دوسری جگہ نوکری کرنے چلا جاؤں گا"

"جوزف میں التجا کرتی ہوں کہ ضرور ایسا کرنا" انیبل نے اس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا گویا میری سلامتی اور بہتری کی اس کو سب سے زیادہ فکر تھی اس سے وہ رنج دہ خیالات جو میرے سینہ میں اس خیال سے پیدا ہو سکتے تھے۔ کہ اب مجھے اس ملازمت کو بھی چھوڑ کر روزی کمانے دوسری جگہ جانا پڑیگا بڑی حد تک دب گئے تاہم میں نے کہا "پیاری انیبل کیا تم مجھے گاہ بگاہ دو نقطوں کے بعد خط لکھنے کی اجازت نہیں دے سکتی ہو؟ زیادہ نہ سہی تم مجھے ایک آدھ خط لکھنے کی اجازت تو ضرور دو"

"جوزف افسوس یہ ناممکن ہے" اس نے جواب دیا "کیونکہ اگر وہ خط میرے والد کے ہاتھ آگیا۔۔۔ لیکن نہیں میں اس مضمون پر زیادہ گفتگو کرنا نہیں چاہتی۔ کیونکہ وہ ہم دونوں کے لئے باعث تکلیف ہے"

اس موقعہ پر نرس نے ان اختیارات سے جو ایک بیمار کی حفاظت کے بارہ میں اسے حاصل تھے نرمی سے کام لیتے ہوئے اس ملاقات کو ختم کرنے کی کوشش کی اور اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا۔ کہ یہ گفتگو پہلے ہی کافی لمبی ہو چکی ہے البتہ مس نیوز سے اس نے کہا "اگر آپ رخصت ہونے سے پہلے پھر ایک بار رات کو ملنا چاہیں تو

اس کا انتظام کر دیا جائے گا"۔ چنانچہ اس نازنین نے جو پہلے ہی اپنے حسن جہاں تاب کی وجہ سے میری محبوب تھی مگر جس کا میں سارے حالات جاننے کے بعد اور بھی زیادہ عقیدت سے پرستار بن چکا تھا۔ رخصت ہونے سے پہلے پھر ایک بار مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد نرس نے مجھکو دوا پلائی اور سو جانے کا حکم دیا اور جب میں نے اس بات کا وعدہ کر لیا کہ میں اب ضرور سونے کی کوشش کروں گا تو وہ بھی تھوڑی دیر کے لئے رخصت ہو گئی لیکن جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ میرے خیالات کی الجھن اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود میں عرصہ دراز تک نہ سو سکا۔ مجھے اینیل سے کئی ایک باتیں کہنی تھیں جن کا فی الحال موقعہ نہ ملا تھا وہاں سارے واقعات سے لاعلم تھی جو ہماری آخری ملاقات کے بعد مجھ کو پیش آئے تھے۔ اور خود مجھ کو بھی ان واقعات کا حال معلوم نہ تھا۔ جو اس کو اس قابل یاد رات کے بعد پیش آئے تھے جب اس نے اپنے آپ کو جو کھم میں ڈالکر مجھے اپنے زنانہ لباس میں باپ کے گھر سے رخصت کیا تھا بڑی دیر تک میں ان خیالات کی الجھن میں پھنسا رہا حتیٰ کہ رفتہ رفتہ پھر ایک بار آنکھ لگ گئی گو یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ خواب میں اینیل کی ہی تصویر شاداں و فرحاں نظروں کے سامنے پھرتی رہی۔

آنکھ کھلی تو رات ہو گئی تھی ایک شمع میرے پہلو میں جلتی تھی۔ اور نرس پاس ہی ایک کرسی پر بیٹھی تھی۔ اس کے سوال پر میں نے بیان کیا کہ اب میری طبیعت پہلے کی نسبت بہتر ہے۔ اس نے کچھ کھانا میرے لئے تیار کر کے رکھا ہوا تھا جواب پیش کیا اور جب میں اسے کھا کر فارغ ہو چکا تو مسکراتے ہوئے کہنے لگی "اب میں تمہاری بہن کو الوداع کہنے کے لئے بلاتی ہوں"۔ اس کے چند منٹ بعد اینیل پھر میرے کمرہ میں آ گئی لیکن نرس اس کے بعد بھی اس کمرہ میں بیٹھی رہی اور میں اسے یہ کہنے کی جرات نہ کر سکا کہ وہ دفعتہ

رہ میں چلی جائے کیونکہ ڈر تھا وہ شاید خفا نہ ہو جائے اور اس کے حسن سلوک و مدنظر رکھتے ہوئے میں اسے ناراضگی کا موقعہ دینا نہ چاہتا تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ میرے لئے انیل کی جدائی کا صدمہ شاق تھا خصوصاً اس لئے کہ مستقبل قریب میں پھر ہمارے ایک دوسرے سے ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ اس کے باوجود مجھے خدا کی عنایت پر پورا بھروسہ تھا اور میں جانتا تھا کہ وہ اپنے بعید از فہم طریقوں پر خود ہی سارا انتظام ٹھیک کر دے گا۔ میری بیچ انیل بھی اس موقعہ پر بڑی غمگین تھی بہت کم گفتگو ہمارے درمیان ہوئی کیونکہ گو لاتعداد باتیں تھیں جن کے متعلق میں اس سے دریافت حال کرنا چاہتا تھا۔ تاہم کوئی نہ کوئی رنج دہ پہلو ان میں سے ہر ایک میں پایا جاتا تھا اور میرے لئے یہ بات سراسر ناممکن تھی کہ اپنی گفتگو کے ذریعہ سے انیل کو غم زدہ اور ملول ہونے کا موقعہ دوں۔

"جوزف" آخر کار اس نے کہا میں نے واقعات گذشتہ کی توضیح کے لئے بعض کاغذات کی نقلیں چھوڑ جانے کا وعدہ کیا تھا میں اس وعدہ کو بھولی نہیں ہوں نقلیں تیار ہیں لیکن تمہاری موجودہ کمزوری اور خرابی صحت کی وجہ سے میں فی الحال ان کو تمہارے حوالہ کرنا نہیں چاہتی میں نے ان کو سربمہر لفافہ میں بند کر کے ڈاکٹر پاسفرٹ کے سپرد کر دیا ہے اور تمہاری صحت یابی کے بعد وہ اس لفافہ کو تمہارے حوالہ کر دیں گے۔ بس اب جلد صحت یاب ہونے کی کوشش کرو تاکہ جو تشویش حالات پر اسرار کے بارہ میں تمہارے دل کو لگی ہوئی ہے رفع ہو جائے۔ اپنی موجودہ حالت میں تم اس لئے ان کاغذات کے مطالعہ کے ناقابل ہو کہ جوش کی وجہ سے مرض کے دوبارہ عود کر آنے کا اندیشہ ہے۔ بس اب میں کل صبح رخصت ہو جاؤں گی اور جانے سے پہلے پھر تم سے مل سکوں گی"

"لیکن پیاری انیل" میں نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے لگاتے ہوئے کہا" آخر

کب ہم ایک دوسرے سے ملیں گے؟"

"حوصلہ رکھو جوزف۔ خدا مہیب الاسباب ہے"۔ اس نے جواب دیا۔ مگر میں نے دیکھا کہ رُکے ہوئے جوش کی وجہ سے اس کی آواز میں ہلکی تھرتھراہٹ پائی جاتی تھی۔ پھر جلدی سے منہ پھیر کر اس نے اپنی آنکھوں کو رومال سے ڈھک لیا۔

"مگر وعدہ کرو کہ تم مجھے بھول نہ جاؤ گی"۔ میں نے پھر ایک بار اس کے میری طرف منہ پھیر لینے کے بعد کہا۔

"میں تم کو بھول جاؤں! . . . نہیں جوزف یہ ناممکن ہے"۔ اس نے لجھا انفعال میں جواب دیا۔ "تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں ایسی عورت نہیں ہوں جس کے ظاہر و باطن میں فرق ہو"۔

"پیاری انیبل" میں نے جلدی سے کہا "میں بدگمان نہیں ہوں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ محبت جو مجھے تم سے ہے۔ تمہارے اپنے دل میں اثر کئے بغیر نہیں رہی"۔

اس نے میرا ہاتھ جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ کسی قدر زور سے دبایا۔ پھر اس کے ہونٹ ایک ثانیہ کے لئے میری پیشانی سے چھو گئے۔ اس کے بعد وہ تیز چلتی کمرہ سے رخصت ہو گئی لیکن آہ وہ بوسہ! بہرحال وہ اتنا خفیف تھا جیسے طرح تتلی کا پھول کی پتی سے مس کرنا۔ تاہم اس کی حرارت۔ اس کی تاثیر اس کی پیدا کی ہوئی حدت عرصہ دراز تک مجھ کو محسوس ہوتی رہی۔ اور اس سے میرے سینہ میں پاک ترین احساس پیدا ہوئے اب مجھے اس بات کا پورا یقین ہو گیا کہ انیبل کو مجھ سے محبت ہے اور میرا عشق اس کے سینہ میں اثر پیدا کئے بغیر نہیں رہا اس قدر وضاحت کے ساتھ جو اس کی باحیا شرمیلی طبیعت کے حسب حال تھی۔ یا جس کی اجازت اس کی شان نسوانی دے سکتی تھی۔ اس نے مجھ سے اقرار محبت کر لیا تھا۔ اور گو وہ اقرار دبا ہوا اور خفیف تھا۔ تاہم میری غم زدہ اور افسردہ روح کو اتنے ہی سے تسکین حاصل ہو گئی تھی۔ اب مستقبل کی مصیبتیں

اور آزمائشیں میرے لئے کیا حقیقت رکھتی تھیں۔ اور دنیاوی جدوجہد اور کشمکش کا مجھے کیا اندیشہ تھا جس صورت میں انیل کی محبت کا سہارا مجھ کو حاصل تھا۔ میں جب اس کو مردہ تصور کر چکا تھا اس کا زندہ ثابت ہونا میں جب اس کو گنہگار خیال کرتا تھا اس کو مجسم نیکی پایا جانا۔ یہ جانا کہ اب وہ میری ہے اور میری ہو کر رہے گی۔ اور مل کر ہم دونوں بہتر ایام کی آمد کا انتظار کر سکیں گے۔ وہ ایسے سارے خیالات درد فراق اور رنج علیحدگی کو کم کرنے اور دبانے کے لئے کافی تھے۔

لیکن میں اپنی داستان کے اس حصہ کو بے ضرورت طول دینا نہیں چاہتا مختصر یہ کہ اس کے دوسرے دن انیل رخصت ہو گئی۔ اور رخصت ہونے سے پہلے جیسا اس نے کہا تھا۔ پھر مجھ سے نہ ملی۔ البتہ بنگلہ میں کی زبانی معلوم ہوا۔ کہ وہ جب رخصت ہوئی تو مجھ کو یاد کر رہی تھی۔ اس کے بعد کئی دن گذر گئے۔ میری حالت رفتہ رفتہ اصلاح پذیر ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ آفٹر کار میں اس قابل ہو گیا۔ کہ اب لگاتار گھنٹوں بیٹھ سکتا تھا۔ اور انیل کی رخصت کے پندرہ دن بعد تو میں پوری طرح صحت یاب ہو گیا۔ ڈاکٹر چاٹرجی ہر روز دن میں دو بار میری حالت دیکھنے کے لئے آتا۔ چنانچہ پندرہ دن کے بعد اس نے میری بڑی ہوئی حالت دیکھ کر بیان کیا کہ کاغذات کا ایک پیکٹ تمہارے لئے میرے پاس امانت رکھا ہے۔ اور وہ میں کل صبح تم کو دوں گا۔ اس طرح پر وہ گھڑی جس کا مجھ کو انتظار تھا آخر کار آ گئی۔ لفافہ میرے حوالہ کیا گیا۔ اس پر انیل کی لکھی ہوئی تحریر میں میرا نام درج تھا۔ اور جب اس کے بعد خلوت نصیب ہوئی تو میں نے فوراً اسے کھولا۔ اس میں دو طرح کے کاغذات تھے۔ ایک پر انیل کی اپنی بیان کردہ کیفیتیں درج تھیں۔ دوسرے میں اس خط کی نقل تھی۔ جو بد نصیب وایولٹ مرنے سے چند دن پیشتر اپنی ان سرپرستوں کے نام لکھا تھا۔ اور جس کے سلسلہ میں انیل ڈاکٹر چاٹرجی کے مکان پر آئی تھی۔ غالباً یہ ہی خط تھا جسے میں نے اپنے ہاتھ سے ڈاک میں ڈالا تھا اور جس کے سرنامہ کو دیکھ کر یہ

جاتی اور بازاروں میں پھرا کرتی۔ تو واپسی میں ذرا سی دیر ہو جانے پر وہ بھت اس پر برستے گتا بکی کئی طرح پر ملامتیں کرتا اور کئی طریقوں سے برا بھلا کہتا تھا۔ اور جب آخر کار کوئی کام اُسے ملتا۔ تو جو تھوڑی سی نقدی وہ اس کے ذریعہ سے کما کر لاتی تھی اس کا شوہر اسے کسی دوسری جگہ صرف کر دیتا۔ اور یہ سب اس طریق پر ہوتا کہ بی بی بیچاری منہ تکتی رہ جاتی اُسے کچھ معلوم نہ ہوتا کہ اس کا محنت اور مشقت سے کمایا ہوا روپیہ کدھر ضائع ہو گیا۔

اس کے تھوڑا عرصہ بعد جب بہنوں کی عمر دس گیارہ سال کے قریب ہو گئی تو مسٹر لینوور نے کسی نامعلوم ذریعہ سے کچھ روپیہ حاصل کر کے ایک چھوٹا سا دفتر کھولا جہاں وہ محاسب ایجنٹ اور ہنڈی کے دلال کا کام کرتا تھا۔ مگر اتنی سخت بدنامی اس کی ہو چکی تھی کہ انتہائی کوشش کے باوجود اس کا یہ نیا کام بھی اچھی طرح سے نہ چل سکا۔ حتیٰ کہ اس کے کچھ عرصہ بعد دفعتاً اس کو کسی ذریعہ سے زائد روپیہ ہاتھ آگیا اور اس وقت اس نے اپنی سکونت گریٹ رسل سٹریٹ میں بدل لی۔ مگر اس درمیان میں اس کی بدنصیب بی بی کی صحت خراب ہونی شروع ہو چکی تھی۔ اب وہ سوزن کاری سے معذور تھی۔ گو خوش قسمتی سے اب اس کام کی ضرورت باقی نہ رہی۔ کیونکہ ہنڈی کے دلال کی حیثیت میں مسٹر لینوور کا کاروبار کسی حد تک چمک گیا۔ اور اس کے مالی حالات پھر ایک بار تبدیل ہونے شروع ہوئے۔ تو بھی یہ زمانہ فراغت و آسائش کا نہیں ایتلا اور کشمکش کا تھا۔ اور قریباً دو سال یہی حالت رہی۔ اس اثنا میں مسز لینوور اپنی بیٹیوں کو خاطر خواہ تعلیم دیتی رہی۔ چونکہ خود سلیقہ مند اور ہنرور عورت تھی۔ اس لئے بیٹیوں کو تعلیم و تربیت دینے کی بہتر اہلیت رکھتی تھی۔

اس جگہ یہ بات واضح کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کہ گو دونو بہنوں کی صورت بالکل ایکدوسری سے ملتی تھی۔ تاہم سیرت کے اعتبار سے ان میں اختلاف

عظیم تھا۔ انیبل شرمیل باحیا اور ڈرپوک تھی۔ وہ اپنے باپ سے خوفزدہ رہتی۔ اور کسی معاملہ میں ناراضگی کا ذرا سا موقعہ دینا نہ چاہتی تھی۔ اس کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اپنی زود رنج طبیعت کی وجہ سے مسٹر لینوور ذرا سی بات پر فوراً بھڑک اٹھتا ہے۔ پس وہ اس سے دور دور رہتی۔ اور کسی حالت میں بھی اُس کے غصہ کو بھڑکانے کا ذریعہ نہ بنتی تھی۔ لیکن وایولٹ کا مزاج اس سے جدا تھا۔ وہ بڑی خود سر شوخ و شنگ لڑکی تھی اور جب اس پر ذرا بھی سختی کی جاتی۔ تو جھٹ مقابلہ کو اٹھ کھڑی ہوتی تھی۔ چنانچہ تیرہ سال کی عمر میں اُس نے اپنے طرز عمل سے یہ بات واضح کر دی شروع کر دی کہ وہ باپ کی سختیوں کو چپ چاپ جھیلنے پر آمادہ نہیں ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ مقابلہ کی عادت نے یہ صورت اختیار کر لی شروع کی کہ اگر کسی موقعہ پر باپ اُسے مارنے کو اُٹھتا۔ تو وہ جو چیز ہاتھ میں آتی۔ اُسے لیکے کھڑی ہو جاتی۔ تاکہ اگر اس کی طرف سے ذرا بھی پیشدستی ہو تو یہ فوراً اینٹ کا جواب پتھر سے دے بیچاری ماں بارہا اس کو سمجھاتی اور منتیں کر کے کہتی کہ جس طرح ممکن ہو تو اپنی آتشی طبیعت کو روکنے کی کوشش کر۔ مگر لڑکی میں دوسری کا مادہ اتنا غالب تھا کہ نہ باپ کی سختی اور نہ ماں کی نرمی کوئی چیز اُس کو راہ راست پر لانے کا ذریعہ نہ بنتی تھی اس طبعی اختلاف سے قطع نظر وہ ایک بڑی باہمت اور پابند فرض لڑکی تھی۔

دونو بہنوں کی عمر چودہ سال سے کچھ اوپر تھی کہ ایک واقعہ پیش آیا جس نے بلحاظ نتائج دور رس ثابت ہوا تھا۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ مسٹر لینوور کو معمول سے بہت زیادہ غصہ چڑھا۔ اور اس نے وایولٹ کو سختی سے ڈانٹ ڈپٹ کرنی شروع کی۔ اس نے بھی جیسی اس کی عادت تھی مقابلہ شروع کیا۔ چونکہ اس موقعہ پر وایولٹ کا اپنا غصہ حد سے زیادہ بھڑکا ہوا تھا۔ اس لئے وہ اپنے قول و فعل کی مختار نہ رہ سکی اور اس نے غصہ کے جوش میں والد کو اُس کی گذشتہ بداعمالیوں اس

کی تباہی اور بدنامی اور اس مقدمہ فوجداری کے طعنے دیئے۔ جو اُس کے برخلاف دا
ہوا تھا۔ مسٹر لینیدو ران باتوں کو سن کر جھلا گیا۔ وہ کسی وحشی حیوان کی طرح جھپٹا
ہوا اس کی طرف دوڑا اور وایولٹ کو جوش سے فرش زمین پر دے مارا۔ لیکن
وہ فوراً ہی اُٹھ کر کھڑی ہوگئی۔ آنکھیں شعلہ بار تھیں۔ رخسارے سرخ اور بدن
شدت جوش سے کانپتا تھا۔ اور تو کوئی چیز اس کے ہاتھ نہ آئی۔ جلدی سے ایک کتاب
اُٹھا کر مسٹر لینیدو پر دے ماری۔ حالت خوفناک تھی۔ اور ایک وقت ایسا بھی تھا
جب بیچاری مسز لینیدو اور اینیل دونواس خیال سہی جاتی تھیں۔ کہ شائد مسٹر لینیدو
اس کو جان سے مار ڈالے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ البتہ مسٹر لینیدو نے حالت جوش
میں وایولٹ کو حکم دیا۔ کہ تو اسی وقت گھر سے نکل جا۔ اور آئندہ کبھی اپنی صورت مجھ
نہ دکھانا۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ تو میری اولاد نہیں۔ اگر کوئی رشتہ تیرا مجھ سے
تھا۔ تو میں نے آج اس کو منقطع کر دیا۔ بعد ازاں نہ معلوم ماں کی منت سماجت سے یا
خود ہی اپنے دل میں پشیمان ہو کر مسٹر لینیدو نے اپنے سابقہ فیصلہ میں یہ تبدیلی کی۔ کہ
وایولٹ کو فوراً ہی ایک بورڈنگ سکول میں بھیج دینے جانے کا حکم دے دیا۔ اس سے
اس کا انتظام مسز لینیدو کے سپرد کیا۔ اور اُسے تاکید کر دی کہ وایولٹ کو تین دن
کے اندر اندر گھر سے باہر بھیج دو۔ اور اس تین دن کے عرصہ میں بھی وہ کبھی میرے
سامنے نہ آئے۔ الگ کمرہ میں رہا کرے۔

مگر یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ وایولٹ اس انتظام سے کسی طرح ناخوش یا اپنی
دستی برداشتہ تھی۔ اس کے برعکس اُسے یہ سوچکر خوشی تھی۔ کہ وہ اس گھر سے رخصت
ہو رہی ہے۔ جہاں اس کو ہر وقت باپ کے قہر و عتاب کا نشانہ بننا پڑتا تھا۔ مسز
نے حسب وعدہ تین دن کے اندر اندر اس کے لئے سکول کا بندوبست کر دیا۔ اور
مسٹر لینیدو کی عائد کردہ شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی تھی۔ کہ وایولٹ کے لئے

درسہ، جب کی جائے۔ وہ لندن سے دور ہونی چاہئے۔ اس لئے سومرسٹ شائر کا ایک سکول اس مطلب کے لئے پسند کیا گیا۔ وایولٹ اس جگہ بھیجی گئی۔ لیکن گو جانے سے پہلے وہ ماں اور بہن سے مل کر بہت روئی۔ تاہم باپ نے رخصت کے وقت بھی ملاقات کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ اس کے چلے جانے کے بعد اپنی بی بی اور اینبل کو سختی کے ساتھ حکم دیا۔ کہ آئندہ اس کا نام کبھی میرے روبرو نہ لیا جائے۔ میں ازروئے حلف اس کو عاق کر چکا ہوں۔ اور میں اس حلف کو ضرور پورا کروں گا۔ البتہ اتنی رعایت میں کر سکتا ہوں کہ جب تک وہ سکول میں زیر تعلیم رہے۔ میں اس کا خرچ ادا کرتا رہوں گا۔ مگر یہ باتیں کہتے ہوئے بھی مارے غصہ کے اتنی خوفناک حالت اس کی تھی۔ کہ اس کی صورت دیکھ کر ڈر لگتا تھا۔ چنانچہ کئی طرح کی گالیاں بکا کر اور دے کر اس نے پھر کہا۔ کہ اگر آج کے بعد کبھی اس کی بی بی نے یا اینبل نے وایولٹ کا نام گھر کی چار دیواری میں لیا۔ یا کبھی اس کا ذکر فریق ثالث سے کیا۔ تو اُن سے اس قدر سختی کا برتاؤ کیا جائے گا۔ الفاظ جس کو بیان نہیں کر سکتے۔ یہ کہنا لاحاصل ہے کہ اس طرح کا غصہ اور جوش اس آدمی کی طبیعت کے عین حسب حال تھا۔ جو ایک لمحہ کے اندر اپنی بیٹی کو ہمیشہ کے لئے جدا کرنے کا فیصلہ کر سکتا تھا۔

یہ واقعہ یعنی وایولٹ کو گھر سے باہر نکال دینے کا ۱۸۳۶ء کے ابتدائی حصہ میں پیش آیا تھا۔ اس کے سات یا آٹھ ہفتے بعد ماہ ستمبر میں مجھ کو حالات کی مجبوری سے اس گھر میں رہنا پڑا۔ یعنی اس زمانہ میں جب مسٹر لینوور مجھے ڈیلیمیز سے نکال کر اس جگہ لایا تھا۔ ڈیڑھ مہینہ میں اس کے گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر رہا۔ اور اس دوران میں وایولٹ کا نام نہ کبھی اینبل اور نہ مسٹر لینوور کے منہ سے سنا گیا۔ کم از کم میرے روبرو انہوں نے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ گو ممکن ہے خلوت و تنہائی میں ماں بیٹی ایک دوسرے کے پاس بیٹھتی تھیں۔ تو وہ مسٹر لینوور کے جابرانہ احکام

کی خلاف ورزی کرلیتی ہونگی اور مری ہوئی سرسراتی ہوئی آواز سے اُس کا ذکر کرتے جو ہمیشہ کے لئے اُن سے جُدا ہو چکی تھی۔ اس کی یادمیں رنج وغم سے آنسو بہاتی ہوں گی تاہم کئی وجوہ ایسی تھیں۔ جن سے وہ اس کا نام کبھی میرے روبرو نہ لیتی تھیں۔ ایک یہ کہ انہیں ڈر تھا مسٹر لینوروکر اپنے احکام کی خلاف ورزی کا حال معلوم نہ ہو جائے۔ دوسری یہ کہ اُن کا دل قدرتی طور پر اس بدنصیب کا ذکر کرنے کا دکھتا تھا۔ جو مجبوراً اُن سے جدا کر دی گئی تھی۔ اور تیسری وجہ یہ بھی سمجھی جا سکتی ہے کہ ماں بیٹی دونوں جہاں تک اُن کے بس میں تھا۔ مسٹر لینوروکی شیطانی سیرت کو مجھ سے چھپانے کی کوشش کرتی تھیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اگر ڈایرلٹ کا ذکر کرتیں۔ تو انہیں اُس کی علم موجودگی کی کوئی عذر بھی ضرور پیش کرنا پڑتا۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی ضروری تھا۔ کہ وہ مجھ سے اصل راز چھپانے کی کوشش کرتیں اور یہ ساری باتیں جو نہایت تکلیف دہ اور ذلت بخش تھیں۔ ماں بیٹی دونوں کے دلوں میں تلخ احساس پیدا کرنے والی ہوتیں۔ یہ ان حالات کے مجموعہ کا نتیجہ تھا۔ کہ اپنے ڈیڑھ ماہ کے قیام میں کبھی ایک مرتبہ بھی نے ڈایرلٹ کا نام لیا جاتا نہیں سنا اور اس طرح میں اس کی ہستی سے بالکل لاعلم رہا۔

اب میں اس یادگار رات کا ذکر کرتا ہوں جب میں اینیل کی وساطت اور تحریک سے اُس مکان سے فرار ہوا۔ جہاں میرے لئے لاتعداد خطرات پوشیدہ تھے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس موقعہ پر مجھے میرے ہی کمرہ میں بند کر دیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد گھر کے سب آدمی سو گئے۔ تو مجھے اینیل کے اپنے کمرہ سے پوشیدہ طور پر باہر نکلنے کی آواز سنائی دی تھی۔ معلوم ہوتا ہے۔ اُس نے بعض الفاظ جو میری حق میں دھمکی کا اثر رکھتے تھے اپنے باپ کے منہ سے نکلے ہوئے اور چونکہ خود بیماری سن لئے تھے اور ان سے اُس کے دل میں یہ خوفناک فرار کی تجویز مکمل کرنے کا فرض

باپ مجھ جوزف ولمٹ کی جان کے درپے ہے۔ چنانچہ جب اس کے بعد شب مذکور کو
س کے باپ نے ایک آدمی کو پُراسرار حالات میں مکان کے اندر داخل کیا۔ تو اُس نے
صحیح حالات معلوم کرنے کے لئے اس کمرہ کے دروازہ کے باہر کھڑے ہو کر وہ گفتگو سننے
کا خطرناک ارادہ کر لیا جو اُس کے باپ اور اس آدمی میں ہو رہی تھی۔ جسے اس نے
پوشیدہ طور پر مکان میں داخل کیا تھا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے دبی ہوئی آواز میں باتیں
کرتے تھے۔ جس کے صرف چند ٹوٹے ہوئے فقرے انیل کو سنائی دیئے۔ بہرحال ان
ہی چند فقروں سے ہی یہ بات اس پر واضح ہو گئی۔ کہ دونو آدمی یعنی مسٹر لینوڈر
اور اس کا ساتھی مجھے کسی نامعلوم مقام پر بھگا لے جانا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے
دوران میں یہ بھی اُس نے سنا کہ شخص مذکور کا نام ٹیڈی ہے۔ اور چونکہ کچھ حال
اس آدمی کا میں اس سے پہلے انیل سے بیان کر چکا تھا۔ اس لئے اس کو معلوم تھا کہ
میں اس آدمی کو اگر اپنا دشمن جانی نہیں سمجھتا۔ تو بھی اس کو گہری نفرت اور دہشت
سے ضرور دیکھتا ہوں۔ پس ان کی باتیں سن کر اور یہ معلوم کر کے کہ اس کا اپنا باپ ایک
سلہ بدمعاش کی مدد سے مجھ جوزف ولمٹ کو اغوا کرنا اور اس کے بعد مروا ڈالنا چاہتا
ہے۔ اس کمسن بھولی لڑکی کے دل میں جس کی عمر اس زمانہ میں صرف پندرہ سال کی
تھی۔ گہرا اضطراب پیدا ہو گیا۔ اس کا خون سرد ہونے لگا۔ اور وہ عالم دہشت میں
کچھ دیر تک صورت تصویر دروازہ کے ساتھ لگی ہوئی کھڑی رہی۔ لیکن پھر دفعتاً
اس کو یاد آیا۔ کہ اس طرح کے خوفناک ارادوں کی موجودگی میں مجھ جوزف ولمٹ
کی حالت کتنی خطرناک ہے۔ اور اس وقت دفعتاً وہ گہرا استقلال اور ہمت آمیز
جذبہ کی ایک ایسی کمسن لڑکی سے بہت کم امید ہو سکتی ہے۔ اس کے اندر پیدا ہو
کم از کم میرے رو
اُس کمرہ کے دروازہ سے رخصت ہوئی۔ جس کے اندر میرے
ب ماں بیٹی ایک دوسرے
یں سوچی جا رہی تھیں۔ اور سیدھی اپنی ماں کے پاس

گئی۔ جہاں اس نے پوہشت ناک حکایت تفصیل کے ساتھ بیان کی۔ پہلے تو مسز لینوز کو اس بیان کی حقیقت پر یقین نہ آیا۔ لیکن پھر جب اس نے سوچا کہ اینبل ایسی لڑکی نہیں ہے جو کبھی جھوٹ بولے۔ تو اس نے خود بھی استقلال سے کام لیا۔ اور اپنی نیک سیرت بیٹی کی قابل تعریف مثال کی تقلید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یعنی خواہ کچھ ہو۔ اور اُن ماں بیٹی کو کیسا ہی خطرہ پیش آئے۔ انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ جوزف ڈولٹ کو بچانا اُن کا فرض تھا۔ مگر اس کے آگے سوال پیدا ہوا کہ کس طرح؟ میرے کپڑے مسز لینوز اتروا لئے تھے اور وہ انہیں اپنے ساتھ اپنے ہی کمرہ میں لے گیا تھا۔ پھر اس کے علاوہ میرے کمرہ کا دروازہ باہر سے مقفل تھا۔ اور اس کی کنجی بھی اسی کے پاس تھی آخر بڑی دیر سوچنے کے بعد کپڑوں کے متعلق ایک تجویز اُن کے ذہن میں آگئی۔ یعنی انہوں نے سوچا کہ مجھے زنانہ کپڑے پہنا کر ایک نوجوان عورت کی صورت میں رخصت کر دیا جائے۔ لیکن بڑی مشکل دروازہ کھولنے کی اب بھی باقی تھی۔ کنجی مسٹر لینوز کے پاس تھی۔ اور اس کے بغیر دروازہ کھولنا محال تھا۔ دفعتاً اینبل کو یاد آیا۔ کہ ڈیڈی کی آمد سے پیشتر اُس کا باپ باہر کی بیٹھک میں بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ ممکن ہے۔ اپنے ساتھی کو دروازہ کھولنے کے لئے باہر جاتے ہوئے وہ کنجی اس کے ہاتھ سے وہیں میز پر رکھی رہ گئی ہو۔ اس خیال کے پیدا ہونے پر وہ پھر ایک بار دبے پاؤں نیچے گئی اور جب اس کو وہ کنجی اس کمرہ میں پڑی ہوئی مل گئی۔ تو اس سے جو خوشی اس کے دل کو ہوئی۔ اس کا اندازہ تصور میں ہی بہتر کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد وہ پھر اپنی ماں کے پاس گئی وہ روح کی طرح بے آواز چلتی سیڑھیوں سے اتری۔ مگر اس خیال سے تھر تھر کانپتی تھی کہ اگر کوئی آواز مسٹر لینوز کے کانوں میں پہنچ گئی۔ یا وہ اُن کے ارادوں سے واقف ہو گیا۔ تو پھر قیامت ہی آجائے گی۔ مسز لینوز نے میرے خرچ کے لئے کچھ روپیہ اینبل کو دیا۔ اور چونکہ خود بیماری کی وجہ سے چارپائی سے نہ اٹھ سکتی تھی۔ اس لئے میرے فرار کی تجویز مکمل کرنے کا فرض

بیٹی کے ہی سپرد کیا۔ اس کے بعد جن حالات میں میں اس جگہ سے فرار ہوا اور وہ فرار خود میرے حق میں جن پیچیدگیوں کا موجب بنا۔ اس کا حال ناظرین کو پہلے ہی معلوم ہے میں اس کو دہرانا نہیں چاہتا۔

میرے رخصت ہونے کے بعد انیل پھر ایک بار دبے پاؤں اپنی ماں کے کمرہ میں گئی اس جگہ دونوں نے بیٹھ کر روح فرسا رنج اور تلخ آنسوؤں کے ساتھ اس سوال پر غور و خوض شروع کیا۔ کہ اب انہیں اس واقعہ کے انکشاف کے بعد مسٹر لینوور کے جوش غضب سے محفوظ رہنے کی کیا ترکیب کرنی چاہیئے۔ کیونکر وہ دوبارہ اس بیلجک میں رکھ دینے کا سوال جہاں سے انیل اس کو لائی تھی۔ خارج از بحث تھا۔ کیونکہ اگر مسٹر لینوور کا اس بارہ میں اطمینان ہونا ممکن بھی ہوتا۔ کہ جوزف ولمٹ کسی نامعلوم طریقہ پر بند دروازہ کے کمرہ سے بھاگ گیا۔ تو پھر بھی سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ وہ کپڑوں کے بغیر کیونکر بھاگا؟ نہیں اس کا مطلب صریحاً یہ تھا کہ گھر کے کسی آدمی نے ضرور اس کام میں اس کی مدد کی۔ نوکروں پر شک کرنا خارج از بحث تھا۔ کیونکہ ان کو میری ذات سے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ پس یہ ایک فیصلہ شدہ بات تھی کہ اس کے شبہات براہ راست ماں بیٹی کی طرف جائیں گے۔ پہلے انہوں نے سوچا کہ ہم بھی اس مکان سے رخصت ہو جائیں۔ کیونکہ یہ معلوم کرنے کے بعد کہ مسٹر لینوور ٹیڈی ایسے بدمعاش سے مل کر ایک ایسے جرم سیاہ کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ جیسے اغوا یا قتل بیگناہ۔ یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ ان میں سے ایک اُسے اپنا شوہر اور دوسری اپنا باپ تصور کر سکتی۔ لیکن بدقسمتی سے مسز لینوور دائم المریض تھی۔ اس کے لئے چارپائی سے ہلنا محال تھا۔ پھر اس سے علاوہ یہ خیال بھی ان کے دل میں پیدا ہوا کہ ہم اگر اپنی موجودہ حالت میں اس جگہ سے رخصت ہو گئیں۔ تو پھر گزارہ کی صورت کیا ہوگی؟ دونوں بے زر و بے امداد تھیں اور یہ ایک خارج از بحث سوال تھا۔ کہ اس طرح کا واقعہ پیش آنے کے بعد مسٹر لینوور ان کو گزارہ یا الاؤنس تو جو زیر تعلیم

تھی خرچ دینا جاری رکھے گا۔ وہ انہی فکروں میں بیٹھی تھیں کہ انہیں دو شخصوں کے سیڑھیوں پر چڑھنے کی آواز سنائی دی اور فوراً خیال آیا کہ وہ مسٹر لینوور اور ٹیڈی کے پیروں کی آواز ہے۔ پھر اس کمرہ کا دروازہ جس میں میں پیشتر بند تھا بے آواز کھلا۔ اور دونو آدمی اندر گئے۔ اس کے بعد جب انہوں نے کمرہ کو خالی اور مجھے غائب پایا۔ تو جو وحشت اور غصہ اُن کے دلوں میں پیدا ہوا ہوگا۔ اُس کا صحیح اندازہ سہل ہے۔ خیر وہ اس کے چند منٹ بعد پھر نیچے اترے۔ اور پاؤ گھنٹہ کے عرصہ میں اکٹھے باہر چلے گئے۔ رات کا باقی حصہ مسٹر لینوور نے گھر سے باہر ہی گذارا۔ مگر اس کا حال کسی ذریعہ سے نہیں جانا جا سکتا کہ وہ تنہا یا اپنے ساتھی کے ہمراہ مجھ کو تلاش کرتا پھرا یا اُن کا وقت مشورہ میں گذرا یا وہ کسی اور کام میں مشغول رہے۔ مختصر یہ کہ وہ رات اُن ماں بیٹی نے بڑے قلق و اضطراب میں بسر کی۔ آخر جب دن نکلا اور ناشتہ کا وقت ہوا۔ تو وہ آ پہنچا۔ مگر نہ اس نے وائٹ ہیئر آنٹ کے بارہ میں کچھ کہا۔ نہ اس کی طرف اشارہ کیا۔ فی الحقیقت اس موقعہ پر اس نے میرا ذکر کرنا مطلق ہی نہیں چھیڑا۔ تاہم اینیل کی طرف اس کا رویہ بالکل اس وحشی حیوان سے ملتا تھا۔ جو غصہ سے بپھرا ہوا مگر بے بس اور چپ ہو۔ آخر کئی دن کے بعد وہ اپنی بی بی کے کمرہ میں گیا۔ کیونکہ وہ ان دنوں سخت بیمار تھی۔ اور اپنے ہی کمرہ میں رہتی تھی۔ بہرحال جب اس کے بعد وہ صحت یاب ہو کر اپنے کمرہ سے نکلنے اور بیٹھک میں آنے کے قابل ہو گئی۔ تب بھی وہ خاموش رہا۔ لیکن گھر کا ہر اجیر تھا۔ تاہم وہ بے ہوئے غصہ کی وجہ سے اُس کی حالت بارود کی اُس مسرنگ سے ملتی تھی۔ جسے چھک سے اڑا دینے کے لئے صرف ایک چنگاری درکار ہوتی ہے۔ شاید وہ اس لئے چپ تھا۔ کہ اُس کو معلوم تھا۔ میری نسبت اس کے ارادوں کا حال جا نا جا چکا ہے۔ اور بے رحم اور بے قابو ہوتے ہوئے بھی وہ کوئی اس قسم کا لفظ کہتے ہوئے ڈرتا تھا۔ جس کی بنا پر اس کی بی بی اور بیٹی کو یہ کہنے کا موقعہ مل جاتا کہ تم قاتل ہو۔ اندرونے فعل نہ سہی۔ نیت اور ارادہ

کی رو سے ضرور قاتل ہو۔ بہر حال صحیح وجہ کچھ ہی ہو۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ کئی دن تک خاموش رہا۔ اور اس نے اس واقعہ کے بارہ میں ایک لفظ تک منہ سے نہیں نکالا۔

اسی طرح کئی دن گذر گئے اور اس گھر میں سیرا ذکر علانیہ۔ اشارتاً یا کنایتاً بالکل نہیں ہوا۔ لیکن انہی دنوں ایک اور نئی مصیبت مسز لینوو اور اینیل پر یہ نازل ہوئی کہ سوتھمپٹن کے جس سکول میں وایولٹ زیر تعلیم تھی۔ وہاں سے ایک حفظی اس مضمون کی آگئی کہ وایولٹ عدم پتہ اور مفرور ہے۔ اور تحقیق کیا جاتا ہے کہ دو جوان عورتیں جن سے آئے روز پیشتر اس کو گفتگو کرتے دیکھا گیا تھا۔ اس کو بھگا کر لے گئی ہیں۔ وہ عورتیں کون تھیں اس کا حال نہ اس خط میں درج تھا۔ اور نہ اس بارہ میں مدرسہ کی مہتمم عورت کو کسی طرح کے حالات معلوم تھے۔ البتہ یہ بات خط میں لکھی ہوئی تھی کہ ایک روز پیشتر وایولٹ کو ان عورتوں کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھنے کے بعد سختی سے نہایت کی گئی تھی اور سزا کے طور پر حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ اپنے ہی کمرہ میں رہے اور بلا اجازت باہر نہ نکلے اس واقعہ کے بعد وہ رات رات کے عرصہ میں کسی طرف کو غائب ہو گئی اور تلاش بسیار کے باوجود اس وقت تک اس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس اطلاع کو پاکر مسز لینوو اور اینیل کے دل کو جو صدمہ پہنچا اس کا حال تصور ہی میں بہتر جانا جا سکتا ہے۔ پھر جب اس کے بعد وہ خط مسٹر لینوو کو دکھایا گیا۔ تو اس نے اپنا غصہ نکالنے کی اور کوئی راہ نہ دیکھ کر انہی پر برسنا شروع کر دیا۔ حالانکہ ان بیچاریوں کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اور وہ خود اس کے باعث سخت پریشان تھیں۔ اس موقعہ مسٹر لینوو نے طیش میں آکر یہ بھی کہا۔ کہ سارا قصور ماں کا ہے۔ ورنہ وایولٹ کو گھر سے باہر بھیجنے کی نوبت ہی نہ آتی۔ اس کو لازم تھا۔ کہ شروع میں ہی اس کی خود سری کو روکتے اور اس کے مزاج کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرتی جس صورت میں نہ وہ مقابلہ پر آمادہ ہوتی۔ نہ اسے سوتھمپٹن بھیجنے کی ضرورت پیش آتی۔ بی بی کو لعنت ملامت کرنے کے بعد وہ اینیل کی طرف مڑا۔ اور اس

سے بھی اس بار میں بہت کچھ لے دے کی کہ اس نے اپنی نرمی سے وایولٹ کا مزاج بگاڑا ہے مگر یا خوفناک کپڑے نے جو کچھ پیش آیا تھا۔ اس کی ذمہ داری اپنے سر لے کر ان دو ناکردہ گناہ عورتوں کے گلے باندھنے کی کوشش کی۔ اس وقت جوش میں بکتے ہوئے یہ بھی اس نے کہا کہ میرا ارادہ چھ مہینے کے بعد وایولٹ کو گھر واپس لے آنے کا تھا۔ کیونکہ میں چاہتا تھا کہ اب ان لڑکیوں کے جوان ہو جانے پر ان کے لئے موزوں بر تلاش کرتا۔ بعد ازاں وہ وایولٹ کی گمشدگی کا حال تحقیق کرنے اور اس کا سراغ لگانے کی غرض سے خود سوئٹزرلینڈ گیا اور تقریباً پندرہ روز غائب رہا۔ اس دوران میں اس نے ایک بھی خط انیبل یا اس کی ماں کے نام نہیں بھیجا جس سے وہ دونوں نہایت فکر و تشویش کی حالت میں رہیں۔ واپس آیا تو انہوں نے اس کے بیجا اور غلط طریق دا طلاع سے معلوم کیا کہ اس کی تلاش بے سود ثابت ہوئی ہے۔ ایک مرتبہ پھر اس نے اخبار میں اشتہار دیا ہوں کو براہ راست کہنا شروع کیا۔ بہرحال جیسا سمجھا جا سکتا ہے۔ وایولٹ کی گمشدگی کا واقعہ اس کی ماں اور ان دونوں کے لئے بہت جان فرسا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ کہاں گئی ہے۔ کئی کئی طرح کے خیالات اور اندیشے ان کے دلوں میں پیدا ہوتے تھے اور وہ اس طرح کی ذہنی اذیت میں مبتلا تھیں جس کا حال تحریر میں واضح نہیں کیا جا سکتا۔

لیکن یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ داستان کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے کچھ حال وایولٹ کی گمشدگی کا واضح کیا جائے۔ یعنی وہ کن حالات میں فرار ہوئی۔ اور اس کے فرار نے آگے چل کر کیا صورت اختیار کی۔ بات دراصل یہ ہے۔ وہ جس مدرسہ میں تعلیم پاتی تھی وہاں لڑکیوں کے لئے بہت سخت ضبط انتظام تھا۔ جو بعض حالتوں میں جبر و تشدد کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ چونکہ وایولٹ ایسی خود سر اڑکی کسی کی حکومت سہنا برداشت نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے قدرتی طور پر اس جگہ رہتے ہوئے اس کی بیقراری اور بے تابی نے اور ترقی کی۔ اس کو نت نئی مشکلات کا سامنا ہونے لگا۔ اور چونکہ وہ جانتی تھی کہ اگر اس نے والدین کو خط لکھکر واپسی کی خواہش کی۔ تو وہ ضرور انکار کر دیں گے۔ اس لئے

اس کو اور بھی زیادہ مصیبت کا سامنا ہوا۔ اول تو وہ خود ہی اس قسم کی درخواست کرنا بات ذلت سمجھتی تھی لیکن اگر وہ ایسا کرتی بھی۔ تو اس کی ماں چونکہ اس معاملہ میں بالکل بے بس تھی۔ اس لئے کسی نتیجہ کی بہت ہی کم امید ہو سکتی تھی۔ وایولٹ کی عادت تھی۔ بار اسکول کے قواعد کے برخلاف باغ کی سیر کرتی ہوئی گرد و نواح کے کھیتوں میں چلی جاتی۔ کئی بار اس کو ان حرکات کے لئے سزا بھی دی جاتی تھی۔ مگر اس کے جی کو آزادی کی لگن لگ گئی تھی سزا سے رنجش۔ سزا سے حوصلہ کم ہونے کی بجائے اور زیادہ بڑھتا تھا۔ یہی طرح پھرتے پھرتے ایک بار اس کو دو عورتیں ملیں۔ جو کسی سرکس کمپنی میں نوکر تھیں۔ جو ان ایام میں سوتھمپٹن ٹھہری ہوئی تھی۔ ان میں گفتگو شروع ہوئی۔ تو وہ دو عورتوں نے سرکس کی زندگی کا حال بڑے دلکش پیرایہ میں بیان کرنا شروع کیا۔ یعنی کس طرح عجیب و غریب نظارے دیکھنے میں آتے تھے۔ کس طرح تماشا بینوں کی داد و تحسین حاصل ہوتی تھی۔ کس طرح جگہ جگہ پھرنے سے زندگی کا لطف دوبالا ہوتا تھا۔ یہ اور ایسی ہی کئی باتیں ان عورتوں نے مبالغہ آمیز پیرایہ میں اس سے بیان کیں۔ وایولٹ ہر چند ایک خود سر لڑکی تھی۔ تاہم دنیاوی تجربہ سے بالکل محروم تھی۔ اس کی ہمت بے شک بلند تھی اور طبیعت پرجوش مگر ان خطروں کا حال اسے بالکل معلوم نہ تھا۔ جو ایک ناتجربہ کار لڑکی کو دنیا میں پیش آسکتے ہیں۔ اس نے دونوں ایکٹرسوں کے بیان کردہ الفاظ کو حرف بہ حرف صحیح سمجھا اور اس طرح کی آزاد زندگی کی جو دلفریبیاں انہوں نے بیان کی تھیں۔ خود بھی ان کا لطف حاصل کرنے پر آمادہ ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اس کے خیالات کی رو گھر کی طرف گئی۔ اسے اپنی ماں اور عزیز بہن یاد آئی۔ جن کی کشش نے عارضی طور پر اسے اس فعل سے روک دیا جس پر وہ آمادہ تھی۔ پس اس موقعہ پر اس نے دونو ایکٹرسوں کو کوئی فیصلہ کن جواب نہ دیا۔ محض ان سے اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ میں کل دوبارہ تم سے ملوں گی۔

دوسرے دن وہ پھر خفیہ طور پر مدرسہ سے نکلی اور مقام مقررہ پر جہاں اس نے

عورتوں سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ جا پہنچی۔ وہ پہلے سے اس جگہ موجود تھیں۔ اور
ٹ نے دیکھا کہ اس موقعہ پر ایک مرد بھی ان کے ساتھ تھا جس نے ایک عجیب طرح
کیلا لباس پہنا ہوا تھا۔ دونوں عورتوں نے بیان کیا۔ کہ وہ نائک کمپنی کا مینیجر ہے
م ہوتا ہے عورتوں نے کل کی ملاقات کی بنا پر ڈاولٹ کے حسن و دلفریبی کی تعریف
ولی لفظوں میں اس سے کی تھی۔ اور وہ ان کے ہمراہ یہ دیکھنے کے لئے آیا تھا کہ ان کا
ن کس حد تک درست ہے اور کہاں تک مبالغہ آمیز۔ لیکن جب اس نے ڈاولٹ کو
یا جب اس کی نگاہ اس کے نیچ غیر پیکر آتشین اور جلوہ بے پناہ کی طرف گئی۔
پہ کو معلوم ہوا کہ دو چند و جمال کی خراماں تصویر ہے جس کا بھیجہ رقیق۔ آواز نقرئی اور ہر ادا
نتانی سے پُر ہے۔ تو وہ فوراً اس کا مداح اور دونوں عورتوں کا ہمخیال بن گیا
ں نے معلوم کیا۔ کہ ایک ایسی کافر جمال عورت کسی اور وجہ سے نہیں۔ تو اپنے روئے
ش رنگ اور بانکی چتون کی کشش سے نائک کمپنی کے لئے سرمایہ عظیم ثابت ہوگی
دوسری جانب ڈاولٹ نے بھی جو تھیٹر کی ظاہری و باطنی پیچیدوں کے پورے واقف
تھی۔ اس شخص کے بھڑکیلے لباس اور بے حقیقت سامان آرائش کی بنا پر یہ سمجھ
وہ صاحب حیثیت آدمی ہے۔ اور اس کے مصنوعی اخلاق۔ نا کشتی تبسم اور مبالغہ آمیز
دازِ تقریر کو اس کی تہذیب و شرافت پر محمول کیا۔ مدرسین رہکر وہ فن رقص میں پورے
تگاہ کامل کر چکی تھی۔ کیونکہ قاعدہ ہے۔ ذہن جب چیز کا آرزومند ہو۔ دماغ اس
پر بہت جلد قادر ہو جاتا ہے۔ جب مینیجر اور دونوں ایکٹرسوں کو اس کی مہارت کا کامل
حلدم ہوا۔ تو وہ اور بھی زیادہ خوش ہوئے۔ اور ایک ایسی دلفریب شخصیت کو اپنی
مپنی میں شامل کرنے پر مشتاق آمادہ ہو گئے۔ مختصر یہ کہ ڈاولٹ ان کے ساتھ جانے
کے لئے تیار ہو گئی۔ اور اس نے ان کی پیش کردہ تجاویز منظور کر لیں۔ اس میں شک
نہیں۔ اس موقعہ پر اپنی ماں اور بہن کی یاد اس کے سینہ میں کسک پیدا کرتی ہوگی

تازہ ہوئی۔ اور ان کی محبت نے اسے اس نئے دور زندگی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ تاہم اس کے ساتھ ہی اس دوسری خوفناک اور قابل نفرت ہستی کی بدنما تصویر فوراً ہی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ اور اس نے اتنا گہرا اثر اس کے دل پر کیا۔ کہ ہر طرح کے تامل کے باوجود وہ ہاں کہنے پر مجبور ہو گئی۔

اس کے دو سے دن دو نوعمر لڑکیاں پھر ایک بار اس سے ملنے کے لئے آئیں۔ مگر اس موقعہ پر کمپنی کا مینیجر ان کے ساتھ نہ تھا۔ اب کی بار وہ اس سوال کا فیصلہ کرنا چاہتی تھیں۔ کہ فرار کے لئے کیا ترکیب سوچی جائے۔ تھوڑی دیر ان میں باتیں ہوتی رہیں جس کے بعد دونوعمر لڑکیاں رخصت ہو کر رخصت ہوئیں۔ اس ملاقات کے بعد ڈیب وایولٹ مدرسہ میں واپس گئی۔ تو اس جگہ کی مہتمم عورت، اجنبی شخصوں سے میل جول رکھنے کی بنا پر سخت خفا ہوئی۔ اور سزا کے طور پر اسے اپنے ہی کمرہ میں ٹھہرنے کا حکم دیا لیکن وایولٹ کو اب ان باتوں کی بالکل پروا نہ تھی۔ نہ اسے اس سزا کا خوف تھا۔ جو اس کی خطاؤں کے لئے دی گئی تھی۔ کیونکہ اب وہ اپنے آپ کو مزن آزادی کے بالکل قریب پہنچا ہوا سمجھنے لگی تھی۔ فی الحقیقت اس سرزنش اور سزا نے رہا سہا تامل اس کے دل سے دور کر دیا۔ اور اگر کوئی کسر خواہش فرار کی تکمیل میں باقی تھی۔ تو وہ اس ذریعہ سے پوری ہو گئی۔ اس رات وہ نصف شب کے قریب تنہا مدرسہ سے باہر نکلی ... وہ پندرہ سال کی ناتجربہ کار کمسن لڑکی جو اس وقت تک دنیا کے سرد و گرم سے ناواقف تھی۔ اور دو نوعمر لڑکیاں جو مقام مقررہ پر اس کی منتظر تھیں۔ اس کو دیکھتے ہی پاس آگئیں۔ ایک چھوٹی سی بند گاڑی تھوڑے فاصلہ پر کھڑی تھی۔ وایولٹ اور اس کی ساتھی لڑکیاں اس پر سوار ہو گئیں اور اس طرح پندرہ یا سولہ میل کا وہ فاصلہ طے ہوا جو سوتھیٹن سے اس مقام تک تھا۔ جہاں ناٹنگھم کمپنی اس روز مقیم تھی۔

یہاں سے وایولٹ کی تھیٹر کی زندگی کا آغاز ہوتا ہے مینیجر کے کہنے سے اس

نے اپنا پہلا نام یعنی وایولٹ برقرار رکھا۔ کیونکہ اسے یقین دلایا گیا۔ کہ یہ بہت پیارا نام ہے البتہ اصلاح کے طور پر اپنا دوسرا نام بدلکر ہاریٹ رکھ لیا۔ وہ اس وقت تک سٹیج پر نمودار نہ ہوئی۔ جبتک کہ کمپنی سوتھمپٹن سے قریباً ایک سو میل کے فاصلہ پر پہنچ گئی چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ جب اس کا باپ مسٹر کینیڈ واس کی تلاش میں سوتھمپٹن گیا۔ تو سعی بسیار کے باوجود اس کا پتہ نہ پا سکا۔ کمپنی کا منیجر شادی شدہ آدمی تھا۔ اور اسکی بی بی عزت دار خاتون تھی۔ انہوں نے وایولٹ کو کمپنی کے باقی آدمیوں سے علیحدہ اپنے پاس رکھنا شروع کیا۔ کیونکہ ان کا خیال تھا۔ کہ مناسب وقت گذرنے پر تربیت حاصل کرنے کے بعد اس کی موجودگی کمپنی کے لئے فائدہ عظیم کا باعث ہوگی پس وہ جہاں تک ممکن تھا۔ اسے اپنے ہی پاس رکھتا اور اس طرح کے میل جول سے روکنا چاہتے تھے۔ جو ممکن تھا۔ زمانہ آئندہ میں اسے اس کمپنی سے علیحدہ کرکے کسی دوسری کمپنی کی شمولیت پر آمادہ و تیار کرتا یا ممکن ہے اسے اپنے پاس رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو۔ کہ منیجر کی بی بی ایک اس طرح کی ناتجربہ کار کمسن لڑکی کی جسے وہ بھگا کر مدرسہ سے نکال لائے تھے۔ ذاتی طور پر اخلاقی حفاظت کرنا چاہتی تھی۔ لیکن صحیح وجہ کچھ ہو۔ اس میں شک نہیں۔ نانک کمپنی میں شریک ہونے کے بعد بھی وایولٹ کی بڑی سختی سے نگرانی اور حفاظت کی جاتی رہی۔ اور چونکہ وہ کمپنی سے علیحدہ منیجر اور اس کی بی بی کے پاس رہتی تھی۔ اس لئے نہ تو اسے ان تکلیفوں کا احساس ہوا۔ جو نانک کی زندگی میں ہر نئے ایکٹر کو عموماً پیش آیا کرتی ہیں۔ اور نہ وہ فوراً ہی ان مخرب اخلاق اثرات سے متاثر ہوئی جو اس زندگی کا خاصہ ہیں۔

چونکہ اسے سٹیج پر کامیابی حاصل کرنے کا شوق تھا۔ اس لئے وہ دو یا تین مہینوں کی تربیت کے بعد اپنا پارٹ ادا کرنے کے قابل ہو گئی۔ کم از کم اس عرصہ کے بعد وہ اس قابل ضرور تھی۔ کہ دیہاتی سٹیج پر باقاعدہ طور پر نمودار ہو۔ اور واقعی جب وہ پہلی مرتبہ سٹیج پر ظاہر ہوئی۔ تو اسے غیر معمولی کامیابی حاصل ہونی شروع ہو گئی۔ یعنی نہ صرف تماشائی

پبلک نے ہی داد تحسین دی۔ بلکہ اخبارات نے بھی اس کی تعریف میں بہت کچھ لکھا۔ چنانچہ جلد ہی وہ اپنے حسن بے نظیر، خط و خال کی موزونی، قامت کی درازی، اعضا کی دلکش ساخت اور چال کی لچک اور دلفریبی کے باعث جو بڑی حد تک قدرت کے اپنے عطا کئے ہوئے اوصاف تھے۔ ایک سٹار ایکٹرس کا درجہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اور اس کی دھوم چاروں طرف پھیلنے لگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مینیجر کی آمدنی المضاعف ہوگئی۔ اور اس نے اپنی بڑھی ہوئی آمدنی کی وجہ سے اس کے لئے ہر طرح کی آسائشیں مہیا کرنی شروع کر دیں۔ گویا جوانیدیں مدرسہ سے فراغ ہونے کے وقت نئی زندگی کے بارہ میں وایولٹ کو رائے دی گئی تھیں وہ بڑی حد تک پوری ہوئیں۔

لیکن گو شروع میں مینیجر اور اس کی بی بی کی بڑھی ہوئی حفاظت نے وایولٹ ماہیر کو ہر طرح کی بری ترغیبوں سے محفوظ رکھنے میں مدد دی۔ تاہم رفتہ رفتہ جب وہ نئی زندگی کے اندرون و بطن سے بہتر واقف ہوگئی۔ تو یہ حفاظتی تدبیریں بھی کمزور ثابت ہونے لگیں۔ چنانچہ وقت آگیا۔ کہ وہ جب سٹیج سے رخصت ہو کر پردوں کے پیچھے جاتی۔ تو عاشق تن رسیا نوجوان اور عیش و عشرت کے دلدادے امیر اس سے ملنے اور تخریب اخلاق کی کوششیں کرتے۔ چونکہ ایسے ہی شخصوں کی سرپرستی سے مینیجر کا کاروبار چلتا تھا اس لئے وہ ان کی آمد و رفت روکنے کے ناقابل تھا۔ وایولٹ نے بارہا ان لوگوں کو دوسری ایکٹرسوں سے میل جول کرتے دیکھا تھا۔ اس کے کانوں نے اس قسم کے الفاظ بھی سنے تھے۔ جو اس کے اپنے خیالات کی پاکیزگی کو زائل کرنے کا موجب ثابت ہوئے۔ نتیجہ یہ کہ اس کو اب تک کی زندگی شروع کئے بہت عرصہ نہ گذرا تھا کہ اپنی کم سنی کے باوجود اسے ایک بالغ عورت کا تجربہ حاصل ہوگیا۔ گو اس میں شک نہیں۔ وہ ابتک داغ عصمت سے پاک تھی۔ بہرحال ہم داستان کے اس رنجیدہ حصہ کو طول دینا نہیں چاہتا۔ مختصر یہ کہ اس طرح کے حالات میں یہ کمسن دیوان شائر کے اس قصبہ میں پہنچی۔

جہاں مجھکو بایرن وایولٹ کو سٹیج پر دیکھنا اور غلط فہمی سے اس کو اینیل تصور کر
تھا۔ جنوری ۱۸۳۷ء کے آخری ایام تھے کہ مدرسہ کے فرار سے تین مہینے بعد
وایولٹ اس قصبہ میں ایک ایکٹرس کی حیثیت میں سٹیج پر نمودار ہوئی۔ بعد از
اس موقعہ پر جب میں کمپنی کا کھیل دیکھنے گیا۔ تو جو واقعات پیش آئے تھے
ان کی تفصیل پہلے ہی درج ہو چکی ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ
کی حاجت نہیں۔ تاہم بعض تصریحات ضروری ہیں۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ کس طرح وایولٹ
کو جھیل کے سین میں پریوں کی سردار بنکر رقص کرتے دیکھنے کے بعد میں جب پردہ کے
پیچھے گیا۔ تو میں نے اس کو سر ملکم دیونیم کی عاشقانہ گفتگو سنتے ہوئے دیکھا تھا۔ درحقیقت
یہ دوسرا موقعہ تھا کہ وہ اس سے ملنے وہاں آیا۔ اس سے پہلی رات کو ان کا ایک دوسرے
سے تعارف ہو چکا تھا۔ اور اس نے چھپے ہوئے لفظوں میں بعض باتیں اس سے کہی تھیں
لیکن اس دوسرے موقعہ پر اس کا رویہ زیادہ دلیرانہ ہو گیا۔ اس نے اپنی مختیار دولت
ذکر کیا اور یہ بھی بیان کیا کہ اگر تم میرا کہا مانو گی۔ تو میں دنیا بھر کی نعمتیں تمہارے لئے
فراہم کر دوں گا۔ دوران گفتگو میں اس نے رسم شناری کی تحقیر کی اور کہا یہ ایک نہایت مضبو
رشتہ ہے جس کی پابندی انسان کے لئے سوائے تکلیف کے کوئی فائدہ نہیں رکھتی تا
تعلق کی حالت میں محبت دیرپا اور دائمی ہوتی ہے۔ لیکن نکاح کی پابندیاں مرد کے جوش کو
سرد کر دیتی ہیں۔ اور یہ رشتہ اس آہنی زنجیر کی طرح ثابت ہوتا ہے جس کا بوجھ عشق کے جہ
نزاکت کو تلف کرنے میں ہم قاتل کا اثر رکھتا ہے۔ وایولٹ چپ چاپ اس کی باتیں سنتی رہ
اس کی گفتگو نے اس کی آنکھوں میں چمک پیدا کر دی تھی۔ تاہم اس نے فوراً ہی کوئی قطعی
کن جواب نہ دیا۔ اس نے اسے ٹالنے کی کوشش کی جس کے بعد وہ رخصت ہو گیا۔ چنانچہ
یہی وہ موقعہ تھا جب میں اسکو اینیل سمجھکر اس سے ملنے کے لئے آگے بڑھا۔ میں نے اس کو
اینیل ہی کے نام سے مخاطب کیا۔ اور وہ اس لفظ کو سنکر بڑے زور سے چونکی۔

آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اس کی آنکھوں سے نکل آئے اور وہ تیز دوڑتی ایک طرف کو چلی گئی۔ اس کی وجہ گوئیں نے کچھ اور سمجھی۔ تاہم واقعہ میں یہ تھی۔ کہ اپنی اس بہن کا نام سنکر جس سے وہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکی تھی۔ وہ مارے درد کے بیتاب ہو گئی اور صدہا خفتہ جذبات اس کے سینہ میں بیدار ہو گئے۔ ماں اور بہن کی وہ صورتیں جن کو وہ بوجھل سے محو کرنے کی کوشش کرتی رہی تھی۔ آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ رنج و یاس اور شرم و ندامت کا احساس تازہ ہوا اور سینہ میں یہ تیز خواہش پیدا ہوئی کہ پھر ایک بار اپنی پیاری ماں اور عزیز بہن کو دیکھوں۔ مجھ سے رخصت ہو کر وہ تیز چلتی تبدیل لباس کے کمرہ میں چلی گئی۔ اور جب اس کے بعد مینیجر کی تحریک پر میں نے ایک اور ایکٹرس کی معرفت اپنا نام کہلا بھیجا اور اس سے دوبارہ ملنے کی درخواست کی تو گو مجھ کو اس کے بعد اس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہو گئی۔ کہ وہ میری درخواست منظور کر کے مجھ سے ملے اور پوچھے کہ میں اس کی عزیز بہن سے جس کے نام سے میں نے اس کو مخاطب کیا تھا کیونکر واقف ہوا؟ کیونکہ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئی تھی۔ کہ میرے اس کو انیل کے نام سے مخاطب کرنے کی اصلی وجہ یہی ہے۔ کہ میں نے غلطی سے اس کو اس کی بہن سمجھا تھا لیکن مجھ سے ملنے کی یہ خواہش جو ایک لحظہ کے دقفہ قلیل کے لئے اس کے دل میں پیدا ہوئی تھی۔ فوراً دب گئی۔ اس نے سوچا کہ قسمت کا پانسہ پھینکا جا چکا۔ اور میرے لئے اس دور زندگی سے جو اب شروع ہو چکا ہے۔ پیچھے ہٹنا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ فریب وعدے جو ہیرونٹ نے حال میں اس سے کئے تھے۔ اثر شخص کی طرح اس کے نیک ارادوں کو باطل کرنے کا ذریعہ ثابت ہوئے ہوں۔ لیکن صحیح حالت کچھ بھی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ میں اس شخص سے نہ ملوں گی۔ جو عہد ماضی کی گفتگو کر کے اس زمانہ کی تلخ یاد تازہ کر دیگا۔ یعنی اس عہد ماضی کی جس کا خیال بھی وہ اپنے دل میں نہ لانا چاہتی تھی۔ اور جس سے نظر ہٹا کر وہ مستقبل

کو دیکھنا ہی کافی سمجھتی تھی۔ یہی باعث تھا کہ اس نے اس ایکٹرس کی معرفت انکاری بینا
بھیجا اور کہلا دیا کہ میں جوزف ولمٹ نام کے کسی آدمی سے واقف نہیں ہوں۔ ج
سچ پوچھئے تو امر واقعہ تھا۔

اس کے چند دن بعد وہ سر ملکم دیوینم کے ساتھ فرار ہو گئی۔ اور کمپنی کا بینجرا
اس کے آدمی حیران و ششدر رہ گئے۔ بیرونٹ اس کو دیوینم پارک کی کوٹھی میں
گیا جس کا فاصلہ موضع چارلٹن سے بہت زیادہ نہ تھا۔ اور وہاں لے جا کر اس نے
وہ دعدہ جو اس نے اس کے لئے ہر طرح کا سامان عشرت جمع کرنے اسے مالک مکان
بنانے اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہشات پوری کرنے اور اسے مبلغ حیثیت بیوسات
جواہرات سے آراستہ کرنے کے بارہ میں کیا تھا۔ حرف بحرف پورا کیا۔ اس نے اسے
زین سواری کی تربیت دی اور خصوصیت سے اس کے استعمال کے لئے قیمتی گھوڑے
خریدے۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود وہ ایولٹ ناخوش تھی۔ فی الحقیقت جو خوشی
ذریعہ سے اس کو حاصل ہوئی۔ وہ ایک اس طرح کا خلاف فطرت جوش تھا۔ جو
اوقات میں اس کے اندر پیدا ہو جاتا۔ مگر جس کے فوراً بعد سراجانہ اثرات ظاہر ہونے
لگتے تھے۔ بارہا اس کے خیالات اپنی ماں اور بہن کی طرف جاتے۔ دنیاوی حالات سے
واقف ہونے کی وجہ سے اسے اپنی عظیم غلطیوں کا احساس ہونے لگتا۔ اور وہ سوچتی اگر
کیوں میں سب سے پہلے گھر سے اور اس کے بعد مدرسہ سے رخصت ہوئی۔ اور بلا
سے آخر کار اپنے آپ کو سر ملکم کے حوالہ کیا؟ بارہا وہ اپنی ماں یا ایمیل کے نام خط لکھنا
چاہتی۔ مگر جرأت نہ کر سکتی۔ حیران تھی کہ ان کو کیا لکھے۔ کیا اپنی ذلت کا حال؟ یا اس
باطل خوشی کی کیفیتیں جو اس نے اتنی مہنگی حاصل کی تھیں؟ یا اپنی اخلاقی بربادی پر
واقعہ جو ان کے لئے مگر پاش ثابت ہوگا نہیں اس سے یہی بہتر تھا کہ وہ اس کے حالات
سے لاعلم رہیں۔ ان کی فکر و تشویش اس روح پاش۔ جان فرسا لعنتوں سے ہر حال

بہتر تھی۔ جو اس قسم کی تحریر کے ذریعہ ان کو حاصل ہوتا۔ مان کا اس کو مردہ تصور کرنا اس اطلاع سے ہزار درجہ بہتر تھا۔ کہ وہ زندہ مگر بے عصمت ہے لیکن سچ پوچھئے تو وایولٹ کے ناخوش اور نا شاد رہنے کی وجہ محض اپنی عزیزاں اور عزیز تر بہن کی یاد ہی نہ تھا۔ سر ملکم کے پاس جانے کے چند ہی ہفتہ بعد دل یہ احساس اس کے لئے باعث تکلیف ہونا شروع ہوا۔ کہ جو کچھ اس نے کیا وہ نامناسب اور نازیبا تھا اور اس کے بعد یہ دریافت کہ سر ملکم اس سے بادفا نہیں ہے کئی ایسے واقعات اس کو معلوم ہوئے جن سے پایا جاتا تھا کہ بیرونٹ کی عیش پسند طبیعت اس کو جا بجا اڑائے لئے پھرتی ہے اور گو وہ اب بھی وایولٹ کو آرام و آسایش کے ساتھ رکھتا اس کی چھوٹی سے چھوٹی ضرورتیں پوری کرتا۔ اور اس کے لئے سامان عشرت مہیا کرنے سے دریغ نہ کرتا تھا۔ تاہم اس کے لئے اس ہیبت ناک حقیقت کو نظر انداز کرنا غیر ممکن تھا۔ کہ وہ تنہا اس کی محبت پر قابض نہیں وہ ایک مرد عیاش اور ہرجگی و چھچھورا تھا جس کے تلون کی کوئی انتہا نہ تھی جتنی کہ رفتہ رفتہ اس کی زندگی میں بھی وہ وقت آنے لگا۔ جب کوئی مرد کسی خوبصورت دلفریب کو اس کی محبت کی خاطر نہیں بلکہ محض اپنے حلقہ احباب میں اس کے حسن کی نمائش کرنے کے لئے اپنے پاس رکھتا ہے جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ وایولٹ ایسی نرم طبیعت کی عورت نہ تھی کہ بیرونٹ کی بیوفائیوں کو آسانی سے نظر انداز کر دیتی۔ اس نے بڑی سختی سے اس کو لعنت ملامت کی جس کے جواب میں سر ملکم نے بیان کیا کہ جو الزامات تم مجھ پر لگاتی ہو غلط ہیں۔ اور تم سب کچھ محض اپنے بے جا حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے کہتی ہو۔ مجبوراً وایولٹ کو چپ ہو جانا پڑا۔ تاہم اپنے دل میں اس نے اس بات کا عہد کر لیا کہ اب میں اس کی نقل و حرکت کی نگرانی کروں گی طرح کا ناقابل تردید ثبوت مہیا کر دوں گی کہ اس کو جواب دیتے بن نہ آئے گی۔

داستان اب ۲۳ جون ۱۸۳۶ء کی قابل یاد منزل پر پہنچتی ہے جب وایولٹ کو سر ملکم کے پاس رہتے پانچ مہینے گذر چکے تھے۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس روز میں جب بدنصیب کیٹ ن اوبرس ڈیلمر کے بارہ میں دریافت حال کرنے موضع چارلٹن میں گیا تو سر ملکم ویونیم

وہ وایولٹ کو گھوڑوں پر سوار ایک سائیس کے ہمراہ پاس سے گذرتے دیکھا تھا۔ چونکہ میں اس وقت تک اس غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ وہ انیسل ہے۔ اس لئے میں نے یہی نام لے کر اس کو آواز دی اور اگر اس وقت میرا خیال تھا کہ اس نے میری آواز نہیں سنی۔ تاہم اب انیسل نے جھوڑے ہوئے لفاظ سے معلوم ہوا کہ واقعہ میں وایولٹ نے میری آواز سن لی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یہ بات اس نے معلوم کر لی تھی۔ کہ میں وہی نوجوان ہوں جو تھیٹر میں اس سے ملا تھا لیکن وہ یہ ظاہر کئے بغیر کہ اس نے مجھے دیکھا یا میری آواز سنی ہے پاس سے گذر گئی۔ بلکہ اپنی طبیعت پر جبر کر کے سرمکم کے ساتھ بدستور ہنس ہنس کر باتیں بھی کرتی رہی۔ گو اپنی بہن کا نام سنکر پھر ایک بار اس کے سینہ میں ندامت اور پشیمانی کا احساس تازہ ہو گیا اور اس کے دل میں درد کی تیز ٹیس اٹھنے لگی تھی۔

دیوسمیر پارک میں پہنچکر اس نے ایک چٹھی کے ذریعہ سے جو سرمکم کے ہمو سے اتفاق پڑی ہوئی رکھی گئی تھی۔ نیز اس پیغام کو سنکر جو اس نے ایک وفادار خادم کے ذریعہ بھیجا معلوم کیا کہ اے یعنی سرمکم کو اس رات موضع چارلٹن میں کسی نئے شکار سے ملنا اس سے وایولٹ کے جی کو جو سخت صدمہ اس کی محبت کو پہنچا اس کا حال بآسانی جا سکتا ہے تاہم اس نے ایک لفظ تک اس بارہ میں منہ سے نہ کہا۔ اور نہ اپنی کسی حرکت سے یہ بات ظاہر ہونے دی کہ وہ اس بارہ میں ذی علم ہے یا کوئی ترکیب افتیار کرنا چاہتی ہے بہرحال اس نے سرمکم کی نقل و حرکت کی نگرانی کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور اپنے جی میں یہ فیصلہ کیا کہ وہ بے نقاب کرنے اور ایک معمولی دیہاتی لڑکی کے عشق میں سرگرداں پھرنے کے واقعہ پر ملال کرنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ وایولٹ سے اس نے یہ بہانہ کیا تھا کہ میں ایک دوست کے ہاں کھانا کھانے جاتا ہوں اور خیال ہے کہ رات کو اسی کے ہاں ٹھہر دں گا۔ وایولٹ نے بھی نہ تو اس بات سے لاعلم کہ وہ اندرونی حالات سے واقف ہے رخصت کیا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ نزاکت کی خاطر وہ اس دوست کے ہاں مزدر جائے گا

کھانا بھی وہیں کھائے جس کے بعد غالباً رات کے دس بجے وہ اس کے مکان سے اس
مقصد مہم پر روانہ ہوگا جس کی خاطر یہ ساری جدوجہد کی گئی تھیں۔ اس نتیجہ پر پہنچنے کے
بعد وہ خود بھی دس بجے کے قریب ویسٹ منسٹر پارک سے رخصت ہوئی۔ خوشنما نکھری ہوئی رات
تھی۔ اور آسمان پر لاتعداد تارے چمک رہے تھے۔ یہ وسط گرما کی وہی نہ بھولنے والی رات تھی۔
جب میں چارلٹن کے گرجا میں گیا تھا۔ چونکہ موسم خوشگوار تھا۔ اس لئے وایولٹ نے وہی گرمائی
لباس پہنے رکھا جو اس نے زین سواری کے بعد زیب بر کیا تھا۔ بلکہ جو شال اس نے اوڑھا وہ
بھی ہلکے رنگ کا تھا۔ مخفی نہ رہے کہ یہ سارے حالات مجھے وایولٹ کی اس تحریر سے معلوم ہوئے
جو اس نے چھوڑے ہوئے لفافہ میں بند تھی۔ اور سچ پوچھئے۔ تو اسی سے وہ باقی حالات بھی
سننے گئے ہیں جن کی بنا پر میں اس داستان کو اس کی مکمل صورت میں پیش کرنے کے قابل
ہوا ہوں۔

رات کے قریباً بارہ بجے تھے۔ کہ وہ موضع چارلٹن میں پہنچی اور چونکہ ویسٹ منسٹر پارک سے
اس جگہ کا فاصلہ زیادہ نہ تھا۔ اس لئے وہ سہولت سے سیر کرتی اس جگہ جا پہنچی۔ وہاں
پہنچکر اس نے اس مکان کی نگرانی شروع کی جس میں اسے سر مکم کے داخل ہونے کی امید تھی
لیکن وقت گذرتا گیا اور وہ نہ آیا۔ واقعہ دراصل یہ تھا کہ وہ جس دوست کے ہاں کھانا
کھانے گیا۔ وہاں احباب کے تقاضوں سے اس نے بوتل کا استعمال اس کثرت سے جاری
رکھا کہ وہیں سو گئی اور جس دوست کے مقام پر اسے جانا تھا۔ اس کا خیال ہی دل سے اتر گیا
اس طرح جب آدھی رات گذر گئی اور وہ نہ آیا۔ تو وایولٹ کو مجبوراً واپسی کا ارادہ کرنا پڑا۔
اس کو معلوم تھا کہ ایک سنسان رستہ قبرستان سے ہوکر جاتا ہے اور چونکہ طبعاً دلیر عورت تھی۔
اسی طرح کے اندیشے اس کے دل میں بالکل نہ تھے۔ اس لئے وہ اسی راہ سے ہولی لیکن اس
دنیا میں کون ایسا گنہگار انسان ہے جو قبرستان میں جائے اور اس کا دل اس مقام کی
ہیبت ناک خاموشی سے متاثر نہ ہو۔ قدرتی طور پر وایولٹ کے اپنے دل میں بھی اس جگہ

قدم رکھتے ہی کئی طرح کے خیالات پیدا ہونے شروع ہوئے۔ اسمٰعیل کا نام جو تھوڑی دیر پیشتر اس نے میری زبانی سنا تھا۔ پھر ایک بار یاد آیا اور یہ سوچکر کہ وہ کتنی پاک اور میں کس قدر گناہ آلودہ ہوں۔ اس کو بے اختیار پشیمانی کا احساس ہونے لگا۔ اس کے خیالات اپنی ماں کی طرف بھی گئے۔ پھر جب اس نے بکھری ہوئی قبروں اور ان کے لوح مزار کو دیکھا تو ناقابل بیان جذبات اس کے سینہ میں پیدا ہونے لگے اور اس کو خیال آیا کہ میرے مدرسے سے فرار ہونے کے بعد یہ اندیشہ کہ میں اب کس حالت میں ہوں یا یہ دریافت کہ میں کس نوبت کو پہنچ چکی ہوں۔ یقیناً میری ماں اور بہن کو دل شکستہ کر چکی ہوگی۔ کیا معلوم وہ اس غم میں گھل گھل کر کس حالت کو پہنچ چکی ہوں۔ اس خیال کے آتے ہی وہ بے اختیار رونے لگی اور وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ اس وقت اس کی روح سخت تکلیف میں تھی۔ اپنا گذرا ہوا زمانہ یاد کر کے اس کے سینہ میں درد کی تیز ہریں اٹھتی تھیں اور اگر کسی طرح اس زمانہ کی واپسی ممکن ہوتی۔ تو یقیناً وہ اس کے لئے دنیا کی ساری دولت دے دینے کے لئے تیار ہو جاتی۔ پھر جب یہ خیال اس کے دل میں پیدا ہوا کہ میں نے اپنے آپ کو اس مرد بیوفا کے لئے تباہ کرنا منظور کیا جس نے میری محبت اور ایثار کی ذرا بھی قدر نہ کی اور جس نے اس کے معاوضہ میں انتہائی ناشکرے پن کا ثبوت دیا۔ تو اس کے سینہ کی جلن اور بھی تیز ہو گئی۔ بیٹھے بیٹھے اس کو دعائی خواہش ہوئی اور اس زور سے ہوئی کہ پہلے عرصہ دراز سے نہ ہوئی تھی۔ وہ اسی حالت میں تھی کہ اس نے دو شخصوں کو قبرستان کی طرف آتے دیکھا جن کے ہاتھوں میں تعمیر کے آلات تھے۔ وہ اسے آدھی رات کے وقت قبرستان میں بیٹھا دیکھکر ڈر گئے۔ کیونکہ اس کا لباس سفید لباس انسان سے زیادہ روح کا ہمشکل بنا تا تھا۔ مگر اس نے ان کو رکنے کی آواز دی۔ اور نے آواز سے پہچانا کہ یہ وہ نوجوان خاتون ہے۔ جو دو نیم پارک والے مکان پر رہتی تھی۔ بعد ازاں ان شخصوں کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ ایک ان میں سے گورکن اور دوسرا معمار تھا اور وہ اس وقت گرجا کے تہ خانوں میں سے ایک کو کھولنے کے لئے آئے تھے۔ جس میں

دوسرے دن اسی خاندان کے ایک شخص کا تابوت رکھا جانا تھا جس کے لئے وہ تہ خانہ مخصوص
معلوم ہوا کہ جنازہ ایک روز بعد اٹھنا تھا لیکن کسی مصلحت سے گھر والوں نے اسے ایک
دن پہلے دفن کر دینا ضروری سمجھا اور اس تبدیلی کی اطلاع گورکن کو رات کے وقت دی گئی
اتفاق سے وہ جب اس معمار کو تلاش کرنے گیا جو اس طرح کے موقعوں پر اس کو مدد دیا
کرتا تھا تو وہ فوراً ہی اس کو نہ ملا یہی وجہ تھی کہ جب یہ لوگ گرجا میں پہنچے تو آدھی رات
ہو چکی تھی۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ یہ سب باتیں وایولٹ کو باتونی گورکن کی زبانی معلوم
ہوئی تھیں اور جیسا کہ ناظرین سمجھ سکتے ہیں۔ یہ واقعہ ٹھیک اس وقت گرجا کے دوسری
طرف پیش آرہا تھا جب میں وسط گرما کی رات کے وہم کی آزمائش کے لئے اس کے دوسری
طرف کھڑا تھا۔

وایولٹ عجیب و غریب طبیعت کی لڑکی تھی اور اس کے خیالات مختلف اوقات میں
مختلف انتہا دل تک پہنچا کرتے تھے۔ بعض اوقات مفتوں یا مہینوں اسے دعا کی خواہش نہ
ہوتی تھی لیکن جب اس طرح کے موقعہ پر جیسا کہ اب درپیش تھا۔ ایسی خواہش ہوتی تو وہ اسے
بظاہر سر سکتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ دعا کرنے سے ہی میرے دکھی دل کو تسکین حاصل ہوگی
اس طریقہ پر میں اپنی ان غلطیوں پر جو ماں اور بہن کی صحبت سے جدا ہونے کے بعد مجھ
سے ہوئی ہیں۔ کافی طور پر اظہار ندامت کر سکوں گی۔ اس کی ماں نے ہمیشہ اسے مذہب اور
اس کی تعلیم دی تھی اور گو اس تربیت کے نیک اثرات عارضی طور پر اس کی نئی زندگی کے
ہنگامہ میں دب گئے تھے۔ تاہم اب ان کے پھر ایکبارگی تازہ ہونے پر وہ خیال کرنے
لگی اس ذریعہ سے دوبارہ اپنی ماں کی نیک صحبتوں پر عمل کر سکوں گی پس اس نے
اپنے کے ساتھ گرجا میں جانے کی خواہش ظاہر کی اور چونکہ اس کے ساتھ ہی اس نے تھوڑی
سی نقدی اس کے ہاتھ پر رکھدی تھی۔ اس لئے اگر کوئی کلمہ اعتراض گورکن کے منہ سے
نکلنا چاہتا بھی تھا تو نہ نکلا۔ غالباً اس نے اسے اس خاتون کا وہم سمجھا کہ وہ آدھی رات

کے وقت ویران گرجا میں دعا کرنا چاہتی ہے۔ لیکن صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس کی طرف سے بہرحال کسی طرح کا اعتراض دار نہیں کیا گیا چنانچہ اس نے گرجا کا دروازہ کھول دیا اور وایولٹ اس کے اندر داخل ہوئی۔ ہرچند دیونیم پارک کی عمارت اس گرجا سے بہت زیادہ فاصلہ پر نہ تھی۔ تاہم اس کے لئے یہ پہلا موقعہ تھا کہ وہ اس جگہ آئی تھی میں چاند نکل آیا تھا اور اس کی روشنی کھڑکیوں سے داخل ہو کر گرجا کے اندرونی حصوں کو پوری طرح نمایاں کر رہی تھی چنانچہ جب گورکن اور اس کا ساتھی گرجا کے ایک پہلو میں گئے تو وایولٹ دوسری طرف کو روانہ ہوئی لیکن وسطی حصہ میں پہنچکر اس نے معلوم کیا کہ کوئی آدمی کھڑکی سے منہ لگائے اندر کی طرف دیکھتا ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ وہ کون ہے اور کیوں اس جگہ کھڑا ہے وہ کھڑکی کی طرف بڑھی اور یہی وہ موقعہ تھا جب ٹھیک آدھی رات کو میں نے اسے سفید لباس میں اپنی طرف آتے دیکھکر اسے انیبل کی ہیولانی صورت سمجھا تھا۔ وایولٹ کا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کے کھڑکی کی طرف آنے پر شخص مذکور نے دہشت کی چیخ ماری اور بھاگ گیا۔ حالانکہ واقعہ میں میں اس کو دیکھنے کے بعد چیخ مار کر وہیں فرش زمین پر گر پڑا اور بیہوش ہو گیا تھا۔ خیر اس نے اس واقعہ کو سرسری سمجھکر نظرانداز کر دیا اور تھوڑا عرصہ گرجا میں ٹھہر نے اور دعا کرنے کے بعد دیونیم پارک کو واپس چلی گئی۔ اس کے دو دن بعد اس نے مسٹر مکم سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں تمہارے پیچھے گاؤں گئی تھی (اور یہ اس نے اس لئے کہا کہ ایسا نہ ہو گاؤں والوں کی زبانی اسے اس واقعہ کا حال براہ راست معلوم ہو جائے اور وہ اس کو کچھ اور مطلب سمجھے) بہرحال اس نے اپنے وہاں جانے اور اس کی نگرانی کا حال اس سے بیان کر دیا اور یہی وہ موقعہ تھا جب سپرنٹنڈنٹ نے زیادہ شراب پی کر مدہوش ہونے اور وہ رات اپنے دوست کے مکان پر بسر کرنے کا واقعہ اس سے بیان کیا۔

داستان کا منظر پھر ایکبار لندن میں تبدیل ہوتا ہے۔ کئی مہینے اس واقعہ کو گذر چکے تھے اور اس دوران میں نہ وایولٹ کے رشتہ داروں کو اس کے سوتھیٹن کے مدرسے

غائب ہونے کا حال معلوم ہوا اور نہ سعی لسیار کے باوجود وہ اس کا کوئی پتہ سراغ پا سکے۔ یہ بیان کرنا ناحاصل ہے کہ ڈیولٹ کے عدم پتہ ہونے کے بعد مسز لینوڈ اور انیبل پر سخت تشویش لاحق تھی۔ یہاں تک کہ کئی بار ان کو خیال آتا کہ شاید وہ اب زندہ بھی ہے یا نہیں ہے کیونکہ کبھی کوئی خط وون کو ڈیولٹ کی طرف سے موصول نہ ہوا تھا اور نہ مسٹر لینوڈ کو اپنی تحقیقات میں کسی طرح کی کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ ستمبر ۱۸۳۵ء کے ایام تھے۔ کہ مسٹر لینوڈ نے ایک روز انیبل سے سفر کی تیاری کے لئے کہا اور یہ بھی اس سے کہہ دیا کہ میں کل ہی رخصت ہونا چاہتا ہوں اور تمہیں میرے ہمراہ چلنا ہوگا۔ یہ اطلاع اس طریقہ پر دفعتاً بغیر کسی تفصیل کے دی گئی۔ کہ انیبل اور اس کی ماں کو نہ صرف حیرت بلکہ دہشت بھی ہوئی۔ مسٹر لینوڈ نے صبیا اس کی عادت تھی اس اطلاع کے بعد گھر میں ٹھہرنا غیر ضروری سمجھا اور جوبی اڈھکر کسی طرف کو چلا گیا۔ انیبل کی ماں ان دنوں سخت بیمار تھی۔ فی الحقیقت اس زمانہ کے بعد جب دو بھائی صدمے اس کو پہنچے تھے ایک یہ معلوم کرنے کا کہ اس کا شوہر جرم قتل کا ارادہ کر رہا ہے اور دوسرا ڈیولٹ کی گمشدگی کا اس کی حالت روز بروز بد سے بدتر ہوتی جا رہی تھی۔ پس اپنی شدید بیماری کی وجہ سے اگر اس سے سفر کرنے کے لئے کہا بھی جاتا۔ تو وہ یقیناً سفر نہ کر سکتی مگر اس سے کہا ہی نہیں گیا۔ تنہا انیبل کو ہی ہمراہ چلنے کے لئے کہا گیا۔ قدرتی طور پر ماں بیٹی یہ سوچ کر سخت پریشان ہو رہی تھیں کہ اس عجیب و غریب سفر کا کیا مقصد ہے؟ مگر وہ کسی نتیجہ پر نہ پہنچ سکیں۔ اور یہ بات تو ہر حال میں ناممکن تھی کہ انیبل اپنے باپ سے کہتی کہ فی الحال میری ماں چونکہ سخت بیمار ہے اور میرا اس کی تیمارداری کے لئے پاس رہنا ضروری ہے۔ اس لئے آپ فی الحال مجھے اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔ نتیجہ یہ کہ طوعاً و کرہاً اسے ہمراہ چلنے پر آمادہ ہونا پڑا۔ چنانچہ اس سے اگلے دن جہاں سے سفری گاڑی روانہ ہوتی تھی۔ مسٹر لینوڈ نے اکسیٹر کے دو ٹکٹ خریدے اور باپ بیٹی اس گاڑی پر سوار ہو گئے۔ جو اکسیٹر جاتی تھی سارا رستہ مسٹر لینوڈ نے اس سفر کے بارہ میں کوئی ذکر انیبل سے نہیں کیا۔ اور اس طرح پڑہ

بالکل معلوم نہ کر سکی کہ اس عجیب و غریب سفر کا مدعا کیا ہے۔ اکسیٹر پہنچکر دونوں ایک درجہ دوم کے ہوٹل میں ٹھہرے۔ مسٹر لینیوور نے اینبل کو اپنا بہترین لباس پہننے کا حکم دیا اور اس کے بعد کہا کہ تم میرے ساتھ چلو میں تمہارا ایک دوست گھرانے سے تعارف کرانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد دونوں چل دیئے اور بازار میں پہنچکر ایک لباطی کی دکان کے سامنے ٹھہرے۔ جو کافی خوش نما اور آراستہ تھی۔ اور جس کے دروازہ پر موٹے سنہری حرفوں میں مالک دوکان کا نام ڈاینیز درج تھا۔ مسٹر لینیوور نے اینبل کو تھوڑی دیر کے لئے دروازہ کے باہر ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود اس کے اندر چلا گیا۔

اس موقعہ پر جب اینبل اپنے باپ کی واپسی کا انتظار کر رہی تھی۔ اتفاقاً میری اس سے وہ ملاقات ہوئی جس کا حال اس سے بہت پہلے قلمبند ہو چکا ہے۔ وہ مجھ سے ملکر بہت خوش ہوئی اور چونکہ میں اس وقت تک اینبل اور ڈاینیلٹ کی تفاوت سے بے خبر تھا۔ اس لئے میں نے اس کو ان عجیب لفظوں میں مخاطب کیا۔ جو پیشتر اپنے موقعہ پر درج ہو چکے ہیں اور جن کا ماحصل یہ تھا کہ تو ہر حال میں مجھ کو اپنی جان سے بڑھکر عزیز ہے۔ قدرتی طور پر وہ میرے اس عجیب بیان سے بہت متحیر ہوئی اور میرے الفاظ کا مطلب بالکل نہ سمجھ سکی اور اس کے بعد اور بھی زیادہ حیرت اس کو میرے اس فقرہ سے ہوئی کہ کیا تو نے بالکل ہی... فقرہ ناتمام ہی رہ گیا تھا کیونکہ میں اسے پورا کرنے اور یہ کہنے کی جرات نہ کر سکا کہ کیا تو نے بالکل ہی سر مکم دیونیم سے قطع تعلق کر لیا ہے گو میرا خیال تھا کہ وہ اس ناتمام فقرہ کا مطلب خود ہی سمجھ گئی ہوگی۔ لیکن اس نے نہیں سمجھا اور سچ پوچھئے تو وہ کیونکر سمجھ سکتی تھی؟ اس نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا اور ایک ایسی نگاہ مجھ پر ڈالی جس کا مطلب اس وقت میرے لئے بالکل نامفہم تھا۔ اس کے ایک لمحہ بعد مجھے حالت اضطراب میں اس جگہ سے رخصت ہو جانا پڑا کیونکہ اینبل نے اپنے باپ کو دکان سے باہر آتے دیکھ لیا تھا۔ اسی رات میں جب نئی ملاقات کے سلسلہ میں مرٹل لاج جا رہا تھا۔ تو راستہ میں ڈاینیلٹ کو ہیرونٹ کی گاڑی میں بیٹھے ہوئے

ب سے باہر دیکھا اور اس خیال سے کہ انیل سے ٹکر کے پاس واپس جانے کے لئے
اپنے باپ سے بھاگ آئی ہے۔ برخ حیرت کے الفاظ میرے منہ سے نکل گئے۔ وایولٹ
خاص موقعہ پر بھی نہ سمجھ سکی
پر کہ ان سے ظاہر ہوتا تھا کہ گویا میں نے انیل کو تھوڑی دیر پہلے دیکھا تھا۔ اتفاق سے
ٹھیک اسی وقت جب مسٹر لینوور اور انیل اکسیٹر گئے ہوئے تھے۔ بیرونٹ اور وایولٹ
بھی اسی جگہ گئے تھے مگر نہ دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا نہ انکی ایک دوسرے سے ملاقات
ہوئی اور وہ اس بات سے بالکل لاعلم رہیں کہ ایک دوسرے سے اتنی قریب تھیں۔

یہاں پر اس سلسلہ تصریحات کی تکمیل کے لئے کچھ حال انیل کا بیان کرنا ضروری ہے
جب ہم نے مسٹر ڈاینر سباطی کی دوکان کے باہر کھڑے چھوڑا تھا میرے وہاں سے چلے
جانے کے فوراً بعد یعنی اپنے باپ کو باہر آتا دیکھکر اس نے فوراً سکون قائم کر لیا اور یہی وجہ
تھی کہ مسٹر لینوور نے باہر آکر اس کے چہرہ پر کسی طرح کے آثار اضطراب نہیں دیکھے خیر اس
نے اسکو دوکان کے اندر چلنے کے لئے کہا اور وہ اس کے ہمراہ اندر گئی۔ مسٹر ڈاینر کے
بیٹھنے کا کمرہ دوکان کے پچھلے حصہ میں واقع تھا جب وہ دونو باپ بیٹی اس جگہ پہنچے تو دیکھا
ایک ادھیڑ عمر کا آدمی جس کے چہرہ کے آثار قابل نفرت اور آنکھوں کا انداز بھیانک تھا ایک
بڑی میز کے پاس بیٹھا ہے۔ انیل سے بیان کیا گیا کہ یہی اس دوکان کا مالک مسٹر ڈاینر ہے
اس شخص مذکور نے عجیب طرح کی تیز مجسس نظروں سے انیل کی طرف دیکھنا شروع
کیا جس سے اس کو شرم اور بیباکی محسوس ہونے لگی۔ مسٹر ڈاینر اور مسٹر لینوور میں اس موقعہ
پر جو گفتگو ہوئی وہ بے تکرار رہی تھی۔ کم از کم کوئی کاروباری معاملوں میں زیر بحث نہیں آیا۔
انیل نے اس گفتگو میں بہت کم حصہ لیا اور چونکہ وہ صرف انہی موقعوں پر بولتی تھی جب وہ
ایسا کرنے پر مجبور ہو۔ اس لئے اس کا باپ تھوڑی دیر کے بعد عجیب طرح کی گھورتی
ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگا گویا یہ جتلانا چاہتا تھا کہ تم کو زیادہ خلیق اور

ملنا رہنا چاہیے۔ ملاقات قریباً آدھا گھنٹہ ہوئی۔ اس کے بعد سر لیسٹر ڈانیبل کو پھر اکیسٹر
اسی ہوٹل میں لے گیا جس میں وہ ٹھہرے تھے۔ اس کے دوسرے دن ان دونوں نے مسٹر
ڈانبز کے ہاں کھانا کھایا اور اس موقعہ پر معلوم ہوا کہ وہ رنڈوا اور کئی بچوں کا باپ ہے
جو سب کے سب بالغ ہو کر اپنے کام دھندوں پر لگ چکے ہیں۔ قریباً ایک ہفتہ یہ لوگ
یعنی ڈانیبل اور اس کا باپ اکسیٹر میں رہے۔ اس کے بعد پھر مسٹر لیسٹر نے دفعتاً سب
سے رخصت کی تیاری کرنے کے لئے کہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ آخر کار اپنے مکان پر واپس
آئے تو ڈانیبل کو قطعاً معلوم نہ تھا کہ کیوں اس کا باپ اسے اپنے ساتھ اکسیٹر لے گیا اور
کیوں وہ اسے لیکر اتنے دن وہاں ٹھہرا۔

اس کے بعد وقت گذرتا گیا حتیٰ کہ ختم سال کے ایام قریب آئے اور بڑے دن
کا سیزن شروع ہوا۔ اس دوران میں وایولٹ نے کئی طریقوں پر معلوم کر لیا تھا کہ سر ملکم
دیوئیم کی بے وفائی روز افزوں ترقی پر ہے۔ اور اس سلسلہ میں یہ نئی دریافت بھی اس کے
کانوں تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے اکسیٹر سے تھوڑی دور تنہا مقام پر ایک مکان کرایہ
لے رکھا ہے اور اپنی ہوس پرستی کے سلسلہ میں اکثر وہاں جاتا ہے۔ اس سے اس کے
دل پُر غرور کو جو صدمہ پہنچا اس کا اندازہ بہت دشوار نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس نے اپنے
جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہو اس مرد اوباش کی سیہ کاریاں بے
نقاب کر کے اس سے ایسا بدلہ لوں کہ یاد کرے۔ انہی ایام میں سر ملکم کو ایک کام کیلئے
اکسیٹر جانے کی ضرورت پیش آئی اور وہ وایولٹ کو بھی اپنے ہمراہ لیتا گیا۔ اس موقعہ پر
وہ اپنی گاڑی کے علاوہ زین سواری کے گھوڑے بھی ساتھ لے گئے۔ مگر اکسیٹر پہنچنے
کے بعد اسی دن سر ملکم نے جو کچھ بہانہ کر کے باہر گیا تھا جلدی میں لکھا ہوا ایک رقعہ
سر شام وایولٹ کے نام بھیجا جس میں تحریر تھا کہ اتفاقاً مجھے ایک دوست مل گیا جس کا
مکان یہاں سے چند میل کے فاصلے پر ہے اور وہ باصرار مجھ سے کہتا ہے کہ رات کا

میرے ہاں کھانا پیں اب میں کل ہی تمہارے پاس آؤں گا۔ وایولٹ نے اس خط کو
نا تو جان گئی کہ ضرور کچھ دال میں کالا ہے۔ اس نے پیش کردہ عذرات کو حیلہ سازی پر
ل کیا اور فوراً آمادہ تعمیل ہو گئی۔ سواری کا لباس پہنکر اس نے سائیس کو اپنا گھوڑا تیار
نے کا حکم دیا اور ہوٹل کے نوکروں سے اس مکان کا پتہ پوچھکر جو تنہا مقام پر واقع تھا۔
یں کے بارہ میں اس کو افواہاً معلوم ہوا تھا کہ سر ملکم کی عیش پرستیوں کا مرکز ہے۔ اکیلی
طرف کو چل دی۔ جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ وہ عین وقت پر اس مکان میں جا پہنچی
غریب چارلٹ مرے کو سر ملکم کے پنجہ عقابی سے بچانے میں کامیاب ہوئی۔ اس
س کی بے وفائیوں کا یہ متین ثبوت دیکھنے کے بعد جس کی خاطر اس نے اپنی عصمت۔ اپنا
یاب اور اپنا حال و مستقبل سب کچھ برباد کیا تھا۔ اس کے جی کو سخت صدمہ پہنچا۔ اور
ں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو میں اب صرف اس کو چھوڑ کر چلی جاؤنگی
ملکم کو جب اس کے ارادہ کا حال معلوم ہوا۔ تو بڑی منت سماجت کی۔ کئی کئی طرقیوں پر
پنے قصور کو تازہ کیا اور آئندہ کوئی ایسا فعل نہ کرنے کا عہد بھی کیا جو اسکی دلآزاری
موجب ہو۔ مگر وایولٹ کا دل اب بجھ چکا تھا۔ وہ دو معصیت کی بے تہ عاصی جو پوری
پوری طرح جرعہ کش ہو کر سیر ہو چکی اور اب اس جام کی تلچھٹ سے نفور تھی پس اس کو
نا تھا۔ نہ مانی اور جواب اس نے کہی تھی۔ اس کو پورا کر کے رہی مگر سر ملکم سے قطع
تعلق کرتے وقت اس نے اس کے دیئے ہوئے زیورات جو لاتعداد و بیش قیمت تھے
سب کے سب واپس کر دیئے اور محض ضرورت کے پارچات اور گذارہ لائق نقدی ساتھ
لے جانے پر کفایت کی جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ کارروائی اس کی مغرور طبیعت کے
عین حسب حال تھی جس کے بعد وہ اکسیٹر سے چند میل فاصلہ پر ایک چھوٹے سے گاؤں
کی تنہائی میں سکونت پذیر ہو گئی اور وہیں غریبانہ حالات میں نیکی کی زندگی بسر کرنے لگی
سر ملکم سے جدا ہونے کے وقت چالیس بچاس پونڈ کے قریب نقدی اس کے

پاس تھی۔ اور وہ کفایت سے کام لیکر چند مہینے اس پر گذران کرتی رہی۔ لیکن انہی
میں معلوم ہوا کہ وہ بدنصیب قدرت کی اس عظیم ذمہ داری کو جو عورت کے حصہ
آسکتی ہے اپنے اوپر لینے پر مجبور ہے۔ یعنی ۔۔۔ وہ حاملہ ہو چکی ہے اور اس وا
نازک کے لئے اخراجات قریب الختم ہیں۔ حیران تھی کہ کیا کرے۔ سر ملکم کے
دست سوال پھیلانے کا خیال ہی باعث استکراہ تھا۔ مگر جب اس نے سوچا
وہی اس بچہ کا باپ ہے جسے وقت مناسب پر عدم سے وجود میں آنا ہے۔ اور
اس کی ذمہ داریوں میں برابر کا حصہ دار ہونا چاہیئے۔ تو وہ اس نتیجہ پر پہنچنے پر
ہوگئی کہ اس طرح کی حالت میں اپنی اور اس بچہ کی حفاظت کے لئے اس کو سر
سے امداد حاصل کرنے میں کسی طرح کا تامل نہ ہونا چاہیئے۔ اب تک سر ملکم سے
ہوئے اسکو قریبًا پانچ مہینے گذر چکے تھے اور اس نے اپنا مقام سکونت اس لئے پو
رکھا ہوا تھا۔ فی الحقیقت علیحدگی کے وقت سے اب تک ان میں کسی طرح کی
کتابت بالکل نہ ہوئی تھی۔ لیکن اب اس نے ویونیم پارک کے پتہ پر سر ملکم
نام ایک چٹھی لکھی۔ چند دن گذر گئے اور خط کا جواب موصول نہ ہوا۔ اس سے یہ
افزا خیال اس کے دل میں پیدا ہونا شروع ہوا کہ شائد وہ اس خط کو پاکر قصدًا چپ
ہوگیا اور اس کا جواب دینا نہیں چاہتا۔ یہ خیال جتنا غم انگیز تھا اور وایولنٹ ایسی غیور لڑ
جذبات کو اس سے جیسی ٹھیس لگ سکتی تھی۔ اس کا اندازہ اس داستان کے پڑھنے والے خو
ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ مگر عین اس وقت جب وہ بالکل مایوس ہونے لگی تھی۔ ایک خط اس کو مو
ہوا جس پر سالسبری کی مہر لگی ہوئی تھی اور جس میں لکھا تھا کہ میں ایک ماہ سے یہاں مقیم
ہوں اور تمہارا خط تبدیل پتہ کی وجہ سے دیر میں مجھ کو ملا ہے۔ خط کا لہجہ امید سے بہت
زیادہ نرم اور محبت آمیز تھا اور اس میں لکھا تھا کہ آنے والے واقعہ کے سلسلہ میں جتنی
آسائش مہیا کرنی ممکن ہے کر دی جائے گی۔ اور میں اس بارہ میں تفصیلات طے کرنے

تم سے ملوں گا۔ چنانچہ اس کے دوسرے دن وہ آپہنچا اور آتے ہی اپنی پرانی محبت تازہ
کرنے لگا مگر وایولٹ نے سرد مہری سے جواب دیا کہ اب ٹوٹے ہوئے دلوں کا جڑنا محال ہے
ہمارے درمیان جو رشتہ نازک قائم تھا منقطع ہو چکا۔ آئندہ ہم زیادہ سے زیادہ دوست
بن کر رہ سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ جو خطائیں مجھ سے سرزد ہوئی ہیں میں
ان پر بہت نادم ہوں اور آئندہ ان کی تلافی کے لئے اپنی زندگی تو بہ و استغفار میں بسر کرنا
چاہتی ہوں۔ اس کی بدلی ہوئی حالت دیکھکر سر ہنکم نے بیان کیا کہ میں نے تمہاری سکونت
کا انتظام سالسبری کے ڈاکٹر پامفرٹ کے ہاں کر دیا ہے اور گو یہاں سے اس مقام کا فاصلہ
بہت ہے۔ تاہم میں اپنی سفری گاڑی تمہارے لئے بھیجدوں گا۔ اور وہ آسان منزلوں
سے تمہیں اس جگہ پہنچا دے گی۔ وایولٹ نے یہ تجویز منظور کی اور اس کے دو یا تین دن بعد
وہ رات کے وقت ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر پہنچ گئی۔ یہ اوائل ماہ جون کا ذکر ہے۔
اس کے پندرہ دن بعد وسط گرما کی وہ قابل یاد رات آگئی جس کو ایک سال پیشتر میں
نے اسے چارلٹن کے گرجا میں دیکھا تھا معلوم ہوتا ہے سر ہنکم دیوہیم نے اپنے سارے
عیبوں کے باوجود اس سے بہت اچھا سلوک کیا یعنی اس سے وعدہ کر لیا تھا کہ میں
تمہارے پیدا ہونے والا بچے کے گذارہ کے لئے ایک معقول رقم وقف کر دوں گا۔ چنانچہ
اپنے نیک ارادہ کے ثبوت میں اس نے روپیہ کی ایک کافی بڑی رقم ڈاکٹر پامفرٹ کے پاس
جمع کرا دی اور اسے حکم دیدیا کہ وایولٹ کی آسائش کا ہر ممکن طریقے پر پورا خیال رکھا
جائے اور اسے کوئی تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن جب اس نے گاہ بگاہ دریافت حال
کے لئے ڈاکٹر کے مکان پر آنے کی اجازت چاہی۔ تو وایولٹ نے سختی سے انکار کر دیا
اور کہا کہ ہمارا میل جول جتنا ہی کم ہو بہتر ہے۔ وہ چونکہ اس معاملہ میں بیبعد تھی۔ اس لئے
بیرونٹ کو اس کی مرضی کے سامنے سر جھکانے پر مجبور ہونا پڑا
اس طرح کئی دن گذر گئے۔ اس دوران میں مسز پامفرٹ اپنے وقت کا بیشتر

حصہ وایولٹ کی صحبت میں گذارتی اور اپنی گفتگو سے اس کا جی بہلایا کرتی تھی۔ مگر اس گفتگو میں کبھی یہ ذکر نہ آیا تھا کہ جوزف ولسٹ نام کا ایک نوجوان اسی گھر میں نوکر ہے۔ یہ وجہ تھی کہ وایولٹ میری موجودگی کے بارہ میں لاعلم رہی۔ اس کے علاوہ جیسا کہ پیشتر بیان کیا جا چکا ہے چونکہ اس کے وقت کا بیشتر حصہ اپنے ہی کمرہ میں گذرتا تھا اور وہ کبھی نہ آتی تھی۔ اس لئے ہمیں ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق بھی نہ ہوا۔ لیکن آخر کار جب وہ وقت قریب آنے لگا جو عورت کی زندگی کا سب سے کڑا اور آزمائشی زمانہ سمجھا گیا ہے تو ماں اور بہن کی صورتیں اکثر وایولٹ کو یاد آتیں اور اس کی نظروں کے سامنے پھرا کرتی تھیں۔ اسے ان کو خط لکھنے کی خواہش ہوتی اور بارہا یہ اندیشے بھی پیدا ہوئے تھے کہ ممکن ہے میں دوبارہ ان کی صورتیں دیکھے یا ملے بغیر ہی اس دنیا سے گذر جاؤں۔ یہ خیال بارہا اس کے سینے میں ہیجان کیا کرتا تھا اور آخر کار اسی کے زیر اثر ایک دن اس نے سنبھل کر ایک بہت لمبا خط اپنی ماں کے نام لکھا جس میں اس نے وہ سارے واقعات جو سوئٹزرلینڈ کے مدرسہ سے فرار کے بعد پیش آئے تھے تفصیل کے ساتھ قلمبند کئے اور چونکہ ڈاکٹر بیفرٹ کے مکان پر رہتے ہوئے اسے کوئی خاص مصروفیت پیش نہ تھی اور وقت فرصت کافی تھا اس لئے اس نے ہر ایک واقعہ بڑی تفصیل کے ساتھ قلمبند کیا۔ اس کے علاوہ جیسا اس نے اپنے خط میں تحریر کیا تھا۔ اس سے اس کے جی کو اطمینان بھی بہت ہوا بہرحال یہ خط صحیح معنوں میں اس کے اس زمانہ کے خیالات محسوسات جذبات اور حرکات کا نہایت مفصل نقشہ تھا۔ جو سوئٹزرلینڈ سے روانہ ہونے کے وقت سے تا دم تحریر گذرا۔ اس خط کی تحریر کئی دنوں میں مکمل کی گئی۔ اور آخر کار ۳۰ جون کو وہ لفافہ جس میں یہ خط بند تھا۔ ڈاک میں ڈالنے کے لئے ڈاکٹر بیفرٹ کی وساطت سے میرے ہاتھوں میں پہنچا جو جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ وایولٹ کو بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ اس کا خط میرے ہاتھوں سے گذرے گا۔ عام حالات

میں اس خط کو دو سے زیادہ تیسرے دن مسز لینیوڈر کو مل جانا چاہئے تھا۔ مگر ڈاک خانے کے کسی نامعلوم نقص کی وجہ سے وہ خط تیئیس تاریخ کی صبح کو منزل مقصود پر پہنچا۔ مسٹر لینیوڈر کسی کاروباری مصروفیت کے سلسلہ میں جس کا حال انیبل یا اس کی ماں کو بالکل معلوم نہ تھا کیونکہ وہ اپنے راز ہمیشہ ان سے چھپا کر رکھا کرتا تھا) ان ایام میں یورپ گیا ہوا تھا۔ بہرحال جس وقت وایولٹ کی خطاؤں۔ کمزوریوں اور گناہوں کا حال اس کی ماں اور بہن کو معلوم ہوا۔ تو جو حالت ان کے دلوں کی ہوئی وہ بآسانی سمجھی جا سکتی ہے۔ گو پریچ چھپے تو وہ ایک حد تک کسی ایسے واقعہ کے لئے تیار بھی نہ تھیں۔ کیونکہ دو سال پیشتر اس کا سوسپشن کے مدرسہ سے فرار ہونا کسی ایسے ہی واقعہ کا پیش خیمہ سمجھا جا سکتا تھا لیکن اگر اس مصیبت میں کوئی وجہ اطمینان کی پیدا ہو سکتی تھی تو وہ اس خیال سے پیدا ہو گئی کہ اب وہ اپنے گناہوں سے توبہ کر کے عہد گذشتہ کی تلافی کے لئے توبہ و استغفار پر آمادہ تھی۔ مسز پریچ چونکہ شدید علالت کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے وہ تو سفر پر روانہ نہ ہوئی البتہ انیبل کو اس نے یہ پیغام دیکر اس کی بہن کے پاس بھیجا کہ میں تمہاری خطاؤں کو تہ دل سے بخش چکی اور اگر ایک ماں کا درگذر کسی گنہگار ہستی کے لئے ذریعہ شفاعت ہو سکتا ہے تو کیا تعجب خدا تمہاری خطاؤں کو بخش دے۔ لیکن افسوس جب انیبل چوبیس تاریخ کی صبح کو ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر پہنچی تو وایولٹ اس دار فانی سے رخصت ہو چکی تھی۔ کیونکہ تیئیس اور چوبیس تاریخ کی درمیانی رات کو وہ ایک مردہ بچے کی ولادت میں دروزہ سے ہلاک ہو گئی۔

انیبل کو اس واقعہ کی خبر پا کر جو رنج اور ذہنی تکلیف ہوئی اس کا حال بآسانی سمجھا جا سکتا ہے۔ گھنٹوں وہ شدت غم سے بے حال رہی لیکن چونکہ ہر ایک صدمہ کی کوئی انتہا ضرور ہے۔ اس لئے رفتہ رفتہ اس کی طبیعت سکون پذیر ہونے لگی اور اس کے بعد تبدیج اس کو یہ بھی معلوم ہوا کہ میں جو فرحت دلدت اس مکان میں ٹھہرا

ہوا ہوں۔ وہ پر وحشت نظارہ جو ڈایولٹ کی موت کے چند منٹ بعد پیش آیا تھا اور جس میں
میں فرط رنج و غم سے نڈھال ہو کر وہیں اس کی لاش کے پاس گر گیا تھا۔ اس کا حال بھی اس سے
بیان کیا گیا جس کے بعد وہ سارا حال سمجھ گئی۔ اور اس نے گھر والوں سے بیان کیا کہ وہ
میرا اپنا ہی خالہ زاد بھائی ہے۔ چونکہ ڈایولٹ کے بستر کے پاس بے ہوش ہو کر گرتے
ہوئے میں نے انیبل کا نام لیا تھا۔ اس لئے وہ فوراً میری غلط فہمی سے واقف ہو گئی۔
یعنی اس نے سمجھ لیا کہ میں نے ڈایولٹ کو لاعلمی کی وجہ سے انیبل سمجھا۔ اس موقعہ پر وہ
میری اس عجیب و غریب گفتگو کا راز بھی سمجھ گئی۔ جو میں نے اکسیڈر میں اس وقت اس
سے کی تھی جب وہ سٹر ڈانبز کی دکان کے باہر باپ کی واپسی کے انتظار میں کھڑی تھی
اس کے بعد وہ بیتابی سے اس وقت کا انتظار کرنے لگی جب میں ہوش میں آنے کے
بعد اصل حقیقت جان کر اس کی اپنی بیگانہ ہی سے واقف ہو سکتا۔ میری بیماری کے ایام
میں ڈاکٹر پامفرٹ اور اس کی بی بی کا نرسی سے پیش آنا۔ جو نرس ڈایولٹ کے لئے رکھی گئی
تھی اس کا میری تیمارداری کے لئے رہنا تا ڈاکٹر کا مجھے اس قابل پا کر رات کے واقعہ
کے لئے کسی طرح کی سرزنش نہ کرنا اور انیبل کا گاہ بگاہ میری بے ہوشی کے ایام میں میرے
کمرہ میں آنے کے قابل ہونا ان ساری حالتوں کا راز اب یہ جاننے کے بعد رفتہ رفتہ حل
ہو گیا کہ انیبل نے ڈاکٹر پامفرٹ سے بیان کر دیا تھا کہ میں اس کا اور اس کی متوفی بہن
ڈایولٹ کا نہایت قریبی رشتہ دار ہوں۔ بدنصیب ڈایولٹ کے دفن کئے جانے کے بعد
انیبل چند روز ڈاکٹر کے مکان پر ٹھہری۔ اور جب اس کے بعد اس نے مجھے رو بصحت ہوتے
دیکھا تو اس خیال سے چند دن اور بھی ٹھہر گئی کہ ہوش میں آجانے کے بعد وہ مجھ سے گفتگو
کر کے رخصت ہونا چاہتی تھی۔ اب صرف یہ بیان کرنا باقی ہے کہ ڈایولٹ کی موت کی اطلاع
مناسب وقت پر مسٹر ملکم ڈیوسن کو جو چارلٹن کے قریب اپنی کوٹھی میں ٹھہرا ہوا تھا دی گئی
مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی اس کو کہلا دیا گیا کہ ڈایولٹ کی بہن چونکہ ہمارے مکان پر

ٹھہری ہوئی ہے اس لئے آپ اس کے جنازہ میں شریک ہونے کی زحمت نہ کریں اور کفن دفن کے سارے انتظامات ڈاکٹر پامفرٹ کے زیر رہنے دیں۔ اس تجویز کو سر ولیم نے منظور کیا اور یہ بات کہ اس نے ڈاکٹر پامفرٹ کو بڑی فیاضی سے نہایت معقول معاوضہ ادا کیا۔ اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ خود اس کا اور اس کی بی بی کا سلوک انیبل سے اور اس کے سلسلہ میں مجھ سے بھی نہایت اچھا اور اخلاق آمیز تھا۔

باب ۳۴

اسیر عشق

جیسا کہ پیشتر لکھا گیا تھا یہ داستان جو اوپر درج ہوئی ہے ان کاغذات کی بنا پر مرتب کی گئی ہے جنہیں انیبل نے ایک سربمہر لفافہ میں بند کر کے اس ہدایت کے ساتھ ڈاکٹر پامفرٹ کے حوالہ کیا تھا کہ میری صحت یابی کے بعد وہ لفافہ اسی صورت میں میرے سپرد کر دیا جائے۔ میرے خیال میں یہ موقعہ نہیں ہے کہ میں ان جذبات و محسوسات کو بیان کروں۔ جو انیبل کا وہ خط پڑھ کر والولٹ کی دو چٹھی پڑھکر جو اس نے اپنی ماں کے نام لکھی تھی۔ میرے سینہ میں پیدا ہوئے۔ تو بھی سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پیشتر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ سارے حالات پڑھکر میں نے اپنے جی میں یہ سوچے اور متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ کس طرح بدنصیب والولٹ وسط گرما کی اس قابل یاد رات کے پورا ایک سال بعد جب میں نے اسے چارلٹن کے گرجا کھڑکی سے دیکھا تھا موت کے آغوش میں چلی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ جاں اس کی موجود کی حقیقی اور اصلی تھی۔ کم از کم اس میں کسی طرح کے دھوکہ کو دخل نہ تھا یعنی جسے میں نے گرجا کے اندر دیکھا وہ گوشت اور پوست کی بنی ہوئی والولٹ تھی نہ کہ اس کی روح۔ تو بھی حالات پیش آمدہ میں سے اس خیال کو ذہن سے خارج کرنا غیر ممکن تھا کہ اس کی صورت کا وسط گرما کی رات گرجا کے اندر

نظر آنا اور اس کے بعد پورے ایک سال کے عرصہ میں ٹھیک اسی رات کو بارہ بجے کے گجر پر ہاک ہونا ظاہر یہ واقعہ کتنا ہی سہی کیوں نہ ہو ایک عجیب طرح کی فوق الفطرت خصوصیت سے خالی نہ تھا۔ دوسرے لفظوں میں وہ وہم جو ڈیون شائر کے دیہات میں پھیلا ہوا تھا پورا تو ہو گیا لیکن ایک اور طریقہ پر ممکن ہے اس داستان کے پڑھنے والے اس واقعہ کو محض اتفاقی تصور کریں۔ لیکن میرے لئے اس میں کچھ دلچسپی اثر ضرور شامل تھا۔ اور گو اب ایک مرد بالغ کی حیثیت میں دنیا کے سرد و گرم دیکھنے کے بعد میرے خیالات میں کئی تبدیلیاں واقع ہو چکی ہیں۔ تاہم اس واقعہ کو میں اب بھی اسی رنگ میں دیکھتا ہوں جس میں اس زمانہ میں دیکھا تھا جب میرا عہد شباب تھا اور رومان کا اثر میری طبیعت پر غالب تھا۔

اس مختصر کیفیت کے بعد میں پھر ایک بار سلسلہ داستان شروع کرتا ہوں۔ ناظرین بھولے نہ ہوں گے کہ میں نے انیبل سے اس بات کا وعدہ کیا تھا۔ کہ صحت یاب ہونے کے فوراً بعد جس قدر جلد ممکن ہوگا۔ ڈاکٹر پامفرٹ کی ملازمت ترک کر کے کسی دوسری جگہ چلا جاؤنگا چنانچہ میں اب میں نہ صرف اس وعدہ کے ایفا کی غرض سے بلکہ اپنی سلامتی کے خیال سے بھی یہی اس خیال سے کہ سالسبری رہتے ہوئے میں پھر اپنے ماموں۔ خوفناک مسٹر لیفورڈ کے ہاتھوں میں نہ جا پڑوں: اس جگہ سے جلد از جلد رخصت ہو جانا چاہتا تھا۔ اس لئے جب میری صحت بحال ہوئی۔ تو میں نے سب سے پہلی فرصت میں ڈاکٹر پامفرٹ سے ترک ملازمت کا ذکر چھیڑا۔ قدرتی طور پر اس نے یہ سمجھا کہ میں اس کے مکان سے اسلئے رخصت ہونا چاہتا ہوں کہ وہاں میری ماموں زاد بہن کی موت کا دردناک سانحہ پیش آیا تھا۔ اور میں نے بھی اس غلط فہمی کو رفع کرنے اور یہ جتلانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ در اصل بعض اور حالات میری رخصت اور روانگی کے متقاضی ہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم ایک مہینہ کے بعد جانا چاہتے ہو یا فوراً؟ جس کے جواب میں میں نے ایام علالت میں اس

کے عنایت آمیز سلوک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے آخری صورت پر زور دیا۔ اس نے پوچھا کہاں جاؤ گے؟ مگر میرے پاس چونکہ اس سوال کا کوئی جواب تیار نہ تھا۔ اس لئے میں نے ٹالنے کو کہہ دیا کہ ڈیون شائر واپس جاؤں گا۔ جہاں میرے دوست ہیں جو امید ہے مجھے تلاش ملازمت میں مدد دے سکیں گے میں نے اس سے نیک چلنی کی تحریری سند مانگی جس کے لئے وہ فوراً آمادہ ہو گیا۔ کیونکہ غریب وارلٹ کی سکونت کے سلسلہ میں جو معقول معاوضہ سر ہنکم نے اسے دیا تھا۔ اس کو پیش نظر رکھتے ہوئے وہ مجھ سے اس کے خاندانی بھائی کی حیثیت میں اچھا سلوک کرنا اپنا فرض خیال کرتا تھا۔ علاوہ بریں اس قسم کی عنایت اس کے لئے کسی غیر معمولی صرفہ کا موجب نہ تھی اور میں یوں بھی اس سند کا ہر طرح حقدار تھا۔

غرض انیبل کے چھوڑے ہوئے خطوط کے مطالعہ کے دو دن بعد میں نے ڈاکٹر اور مسز پامفرٹ نیز گھر کے باقی نوکروں کو الوداع کہی اور اپنا اسباب اٹھوا کر گاڑیوں کے اڈہ کی طرف ہو لیا۔ جی میں سوچتا تھا کہ مجھے کدھر جانا چاہیئے۔ مگر عقل اس سوال کا کوئی جواب نہ دیتی تھی۔ میرے لئے شمال جنوب۔ مشرق۔ مغرب سب سمتیں برابر تھیں۔ فی الحقیقت میری حالت عہد قدیم کے ان مسیحی مسافروں اور مذہبی گداگروں سے ملتی تھی۔ جو زمین پر ڈنڈا کھڑا کر کے اسے اپنے آپ گرنے دیتے تھے اور وہ جس طرف کو گرے۔ اسی سمت میں چل دیتے تھے۔ تاہم ایک بات کا ارادہ میں نے اپنے جی میں پختہ کر رکھا تھا۔ یعنی خواہ کچھ ہو ڈیون شائر نہ جانے کا۔ اس لئے کہ میں ڈرتا تھا اگر کبھی مسٹر لینوڈ میری تلاش میں ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان پر آیا اور اس سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کہ میں ڈیون شائر گیا ہوں تو ضرور وہیں مجھ کو جا پکڑے گا۔ اس کی طرف سے میرے دل میں پہلے ہی کچھ کم خوف نہ تھا۔ اور اب انیبل کی داستان پڑھکر تو وہ میری نظروں میں سچ مچ درجہ ابلیس حاصل کر چکا تھا۔ پس میں نے جہاں تک ممکن تھا اس کی گرفت سے بچنے اور اس سے دور پہنچ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ اور جب گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچا معلوم

ہوا کہ ایک سفری گاڑی چشنم جانے کو تیار ہے تو میں بلا تامل اس پر سوار ہو گیا۔

اس مشہور تفریحی مقام پر پہنچکر میں نے ایک کمرا یہ کے لیکن خاصے آرام دہ مکان میں رہنا شروع کیا جس کی سفارش رستہ میں گاڑیبان نے مجھ سے کی تھی۔ روزگار تلاش ملازمت سے پہلے دو ہفتے بحالی صحت کے خیال سے آرام کرنے لگا۔ میرے پاس گذارہ لائق کافی روپیہ موجود تھا۔ اس لئے اول تو یونہی مجھ کو فوری ملازمت کی ضرورت نہ تھی دوسرے اپنی موجودہ زرد رنگت اور کمزور بدن کے ساتھ میں اس تلاش میں کسی کامیابی کی امید بھی کم کر سکتا تھا۔ بہرحال پندرہ دن کے آرام نے میری صحت پوری طرح بحال کر دی۔ رنگت بھی پھر گئی اور اعضا میں از سر نو توانائی بھی آنی شروع ہو گئی۔ اس وقت میں گھر سے باہر نکلا اور بعض اچھی دوکانوں کا پھیرا کرنے کے خیال سے بازار کی طرف ہو لیا

دوپہر کا وقت تھا اور میں شہر کے بارونق بازار سے گذر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں ایک خوشنما ڈاگ کارٹ (چھوٹی سی دو پہیہ گاڑی) چلی آرہی ہے۔ ایک خاتون اس کو چلاتی تھی اور ایک کمسن اور خوش پوش لڑکا سائیس کی حیثیت میں دوسری نشست پر بیٹھا تھا۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ خاتون لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس ہے۔ اس نے بھی مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا اور خود گاڑی روک دی۔ میرے لئے ٹھہر کر ٹوپی اٹھانے اور مودبانہ سلام کرنے کے سوا کیا چارہ تھا تو بھی میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ خلاف امید ملاقات اگر نہ ہوتی تو بہتر تھا۔ میں نے شریفانہ وضع کا سادہ لباس پہنا ہوا تھا اور اس حالت میں کوئی اجنبی شخص مجھے دیکھکر بالکل نہ سمجھ سکتا تھا کہ گھر کی ملازمت کرنے والا نوکر ہے۔ میرے سلام کے جواب میں لیڈی کیلنتھ نے یہ کہتے ہوئے "مسٹر ولٹ میں آپ سے ملکر بہت خوش ہوئی ہوں" اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کیا مگر میں نے دیکھا کہ ایسا کرتے ہوئے اس کی سوئی سیاہ آنکھوں میں خوشی کی چمک پیدا ہو گئی۔ اور نرم سی سرخی چہرہ کو خوش رنگ کرتی ہوئی پھیل گئی۔ پھر سائیس کی طرف مڑ کر وہ کہنے لگی "لڑکے میں بالکل

ہی بھول گئی۔ تم ذرا دوڑ کر اس لبا طی کی دوکان پر جاؤ اور کہہ دو کہ دن میں کسی وقت چٹھی لکھنے کا کاغذ۔ لفافے اور مہر لگانے کی لاکھ ہمارے ہاں بھیجدے۔"

لڑکے نے جسے اس بات کا مطلق وہم نہ تھا کہ لیڈی کلینتھ کی یہ فرمایش محض در پردہ گفتگو کی غرض سے چند لمحوں کی علیحدگی حاصل کرنے کے لئے تھی۔ فوراً تعمیل کی۔ وہ گاڑی سے کود کر نیچے اترا اور ٹوپی کو مودبانہ چھو کر دوڑتا ہوا اس دوکان کی طرف گیا۔ جدہر اس کی مالکن نے اشارہ کیا تھا۔

"جونہی" اس کے چلے جانے کے بعد لیڈی کلینتھ نے میری طرف مڑتے ہوئے جلدی سے کہا۔ میں تم سے تنہائی میں باتیں کرنا چاہتی ہوں۔ اور چونکہ یہ ملاقات اشد ضروری ہے اس لئے میں بہت کہتی ہوں کہ آج رات کو نو بجے ان درختوں کے پاس جو سامنے دکھائی دیتے ہیں ضرور مجھ سے ملنا۔ میں پھر تاکید کرتی ہوں کہ ضرور آنا کیونکہ مجھے علیحدگی اور تنہائی میں چند ایک باتیں کہنی ہیں اور خدا کے لئے میری اس درخواست کو ناشائستہ نہ سمجھنا اب جاؤ"

میں اس کا اشارہ پا کر ایک طرف کو چلنے لگا۔ مگر کچھ ایسا اضطراب اس فوری ملاقات سے مجھے لاحق تھا کہ اعتراضاً ایک لفظ تک منہ سے نہ کہہ سکا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ میں اس وقت اپنے فعلوں کا مختار نہ تھا۔ اتنے میں سائیس لڑکا سٹیشنری والے کی دوکان سے واپس آ چکا تھا اور جب میں نے چند قدم جا کر پیچھے کی طرف دیکھا تو گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد جب میرا اضطراب بہت کم ہوا تو یہ خیال پیدا ہونے لگا کہ کیا مجھے لیڈی کلینتھ کے کہنے کے مطابق اس سے ملنا چاہئے یا نہیں؟ ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش میرے سینہ میں تھی۔ ایک طرف میں اس بات کو یقینی سمجھے ہوئے تھا کہ انیل میری ہو چکی۔ فی الحقیقت وہ اب ایک طرح پر میری منگیتر تھی۔ کیونکہ ڈاکٹر پارمنٹر کے مکان پر ہماری آخری ملاقات میں جو گفتگو ہوئی۔ وہ اپنی معنوی اہمیت سے یہی ثابت کرتی تھی کہ آئندہ ہم ایک دوسرے کے ہو چکے۔ بیشک کوئی اس طرح کا فیصلہ زبانی ہمارے

درمیان نہ ہوا تھا۔ تو بھی دلوں میں جو خیالات موجود تھے۔ وہ یہی ثابت کرتے تھے کہ اب کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ ان حالات میں میرا لیڈی کیلنتھ سے خفیہ طور پر ملنا اور اس سے تنہائی میں باتیں کرنا۔ صحیح معنوں میں انیل سے میری بیوفائی کا مترادف تھا۔ لیکن دوسری جانب یہ خیال بھی دامنگیر ہوا کہ ممکن ہے خاتون مذکور کو جذبات عشق کے اظہار کے علاوہ کوئی اور بات مجھ سے کہنی ہو۔ یعنی وہ ان وجوہ کو بیان کرنا چاہتی ہو۔ جن کی مجبوری نے اسے میری اس چٹھی کا جواب تحریر کرنے سے روکا تھا۔ جو میں نے ڈاکٹر پامفرٹ کے مکان سے اس کے نام لکھی تھی۔ یا ہو سکتا تھا کہ وہ اس خط کے مضمون پر تبادلہ خیالات کرنا چاہتی ہو اور باب عشق میں میرے عرصہ دراز تک چپ رہنے کے متعلق ملامت کرتے ہوئے مجھے اپنی معافی کا یقین دلانا چاہتی ہو۔ دیر تک میں اس سوال کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا۔ اور آخر کار اس نتیجہ پر پہنچا کہ میں چونکہ اپنا دل انیل کی نذر کر چکا اس لئے نامکن ہے کہ میں اب لیڈی کیلنتھ سے مکر اس سے بیوفائی کر سکوں۔ نہیں یہ میرا قصد مصمم تھا اور ایک کیا لیڈی کیلنتھ ایسے ایک سو ایک حسینوں کا اصرار بھی مجھ کو اپنی انیل سے برگشتہ خاطر نہ کر سکتا تھا حالانکہ مقابلہ میں میرا اس کی درخواست نامنظور کرنا اور اس سے ملنے کے لئے نہ جانا نہ صرف آداب تہذیب اور شائستگی کے خلاف تھا بلکہ اندیشہ تھا گستاخی اور ناشکرے پن پر محمول کیا جائیگا۔ پس سارے پہلو سوچکر میں نے بڑی حد تک یہ ارادہ پختہ کر لیا کہ ضرور اس سے ملنے جاؤں گا۔

مگر حالات کی اس تبدیلی نے مجھ کو تلاش ملازمت کی کوشش سے نہیں روکا۔ چنانچہ جلدی ہی ایک جگہ سے معلوم ہوا کہ ایک بیوہ خاتون کو جو پاس ہی ایک محلہ میں رہتی تھی میری عمر کے نوکر کی ضرورت درکار ہیں۔ میں اس کی طرف ہو لیا۔ ایک خوش پوش نوکرانی نے باہر کا دروازہ کھولا اور وہ مجھے اپنے ساتھ اوپر کی منزل پر ایک خوش نما اور آراستہ کمرہ میں لے گئی۔ جہاں وہ خاتون مسز رامین جس کا نام تھا بیٹھی تھی۔ اس کی عمر تیس سال

سے قدرے قلیل زیادہ ہوگی مگر بیوہ ہونے کے باوجود اس کا لباس ماتمی نہ تھا بلکہ اس کے برعکس میں نے دیکھا اس کے کپڑے ہر لحاظ سے فیشن ایبل تھے جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوا کہ اس کے شوہر کا انتقال بہت عرصہ پہلے ہو چکا ہوگا۔ عورت قبول صورت نہ تھی، زرد رو زرفام۔ دائم المریض اور ضعف و نقاہت کی تصویر جس کی گفتگو اور نگاہ میں ایک عجیب طرح کا کسل پایا جاتا تھا۔ اور گو وہ بعض اوقات شان حکومت اختیار کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ تاہم مجموعی طور پر میں نے دیکھا کہ وہ ایک عجیب طرح کی افسردہ و پژمردہ اور مضمحل الدماغ عورت تھی۔ جو اپنی کمزوری کو ہمدردی پیدا کرنے کا ذریعہ اور اپنی کاہلی کا عذر معقول بنانا چاہتی تھی۔ دو چھوٹی لڑکیاں جن میں سے ایک کی عمر آٹھ اور دوسری کی دس سال کے قریب تھی، ایک طرف بیٹھی گڑیوں اور کھلونوں سے کھیلنے میں مشغول تھیں۔ مگر وہ بھی زرد رو اور بیمار۔ اپنی ماں کا عکس مکسر جتی کہ ان کے چہرے بھی اپنی ماں کے چہرہ سے ملتے تھے۔

مسز رابنسن نے مجھ سے معمولی طرز کے چند سوالات پوچھے یعنی عمر کتنی ہے؟ اس سے پہلے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟ اور کیا تنخواہ لو گے؟ وغیرہ میں نے ان باتوں کے تسلی بخش جوابات دیئے اور جو سندات میرے پاس تھیں پیش کیں جن سے اس خاتون کا ہر طرح اطمینان ہو گیا۔ پھر جب میں نے اس کی تسلی کی غرض سے یہ کہا کہ اگر آپ کو مزید حالات دریافت کرنے ہوں تو سرٹل لاج کے مسٹر ٹائیوٹن کو خط لکھ کے کر سکتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ "اس کی حاجت نہیں میں اس کے بغیر ہی تمہیں اپنی ملازمت میں لینے کے لئے تیار ہوں۔"

"مگر میں ایک بات تم سے کہہ دینا چاہتی ہوں" اس نے آگے چلکر کہا۔ "مجھے غیر جانبدار سے خصومت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس جگہ کی آب و ہوا میرے ناموافق ہے۔ اس کے علاوہ میں تنگ کرایہ کے مکانوں میں نہیں رہ سکتی۔ اپنی جگہ یہ بھی خاصے اچھے ہیں۔"

اور یہ کہتے ہوئے اس نے حسب معمول انداز کسل سے خوشنما آراستہ کمرہ میں ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی "مگر ان میں گہری کی آسائش کہاں؟ میرا شوہر عزیز کرنل رابنسن دو سال گذرے ہندوستان میں فوت ہوا تھا۔ اس کی زندگی اس ملک کی نامناسب آب و ہوا سے ضائع کر دی یعنی وہ ایک طرح پر اپنے ملک کی خدمت کرتا ہوا مر گیا۔"

یہ کہتے ہوئے اس نے رومال سے آنکھوں سے لگایا۔ اور اس کے بعد چند منٹ گہرا سکوت رہا۔

"آپ ڈاکٹروں نے مجھکو یہ مشورہ دیا ہے" آخر کار اس نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "کہ جزیرہ وائیٹ کی معتدل آب و ہوا شاید میرے موافق ہو۔ پس میں ایک دو دن کے اندر وہاں چلی جاؤں گی۔ وہیں میرے وکیل نے قصبہ رائیڈ کے پاس ایک خوشنما آراستہ کوٹھی کرایہ پر دی ہے۔ اور میں امید کرتی ہوں کہ ہمارے جانے پر وہاں ہر ایک چیز تیار ہوگی چونکہ میرے گھر میں کوئی دوسرا مرد نوکر نہیں ہے اس لئے تمہیں کو سارا کام کرنا پڑیگا۔ یہ بات میں شروع میں ہی واضح کر دینی چاہتی ہوں۔"

"میں نے ساری باتوں کا موزوں جواب دیا۔ اور اس کے بعد ملازمت کی شرطیں طے ہو جانے پر کام پر آ جانے کا وعدہ کر کے رخصت ہوا۔ مگر میں جس وقت سیڑھیوں سے اتر رہا تھا تو ایک سیاہ فام عورت کو سامنے سے آتے دیکھکر ٹھٹک گیا۔ اس نے ایک پیدسوتی چادر عجیب انداز سے بدن کے ہر حصہ پر لپٹی ہوئی تھی جو بادی النظر میں مجھ کو لاش کے گرد لپٹے ہوئے کفن سے مشابہ معلوم ہوئی۔ علاوہ اس کا سیاہ فام چہرہ نمکا تھا مگر اس کی چالیس سال کے قریب تھی اور وہ ایک بہت بدصورت عورت تھی میری موجودگی کو نظر انداز کر کے وہ تیز چلتی میرے پاس سے گذر گئی مگر جب اس کے بعد میں مکان کے دروازہ سے باہر نکل رہا تھا تو وہ خادمہ جو مجھے اسٹیشن تک چھوڑنے آئی تھی اس طرح کے پُر اسرار لہجہ میں گویا کوئی خاص راز ظاہر کرنے لگی ہو۔ کہنے لگی "یہ عورت جو تم نے دیکھی مسز رابنسن کی آیہ ہے"

"آیہ!" میں نے اس لفظ کو پہلی مرتبہ سن کر انداز حیرت سے پوچھا۔

"ہاں۔ اس کی ہندوستانی خادمہ وہ ایک عجیب طرح کی عورت ہے جو فقط چاول کھاتی اور اس قسم کی شکستہ انگریزی بولتی ہے۔ کہ بارہا اس کی گفتگو سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے۔"

میں جب مسز لنین کے مکان سے رخصت ہوا تو رہ رہ کر جی میں سوچتا تھا کہ کیا یہ جگہ میرے حسب منشا ثابت ہوگی؟ آخر کار میں جس نتیجہ پر پہنچا وہ اس لحاظ سے اس نئی ملازمت کے حق میں تھا کہ اپنے عادات کے اعتبار سے مسز رابنسن ایسی عورت نہ تھی جو نوکروں کے کام میں دخل اندازی کرے پھر اس کے علاوہ جزیرہ رائیٹ جہاں اس کو جانا تھا۔ اس کا فاصلہ لندن سے کافی دور تھا اور میرے دل کو یہ سوچکر اطمینان ہوا کہ مسٹر لینوور اگر میری تلاش میں کسی طرح کی کوشش بھی شروع کرے تو امید نہیں اس دور افتادہ مقام میں مجھے پا سکے پھر اس کے علاوہ میرے لئے یہ خیال کچھ کم باعث اطمینان نہ تھا کہ مجھے اتنی جلدی نئی ملازمت مل گئی۔ چنانچہ میں جب اس مکان پر جس میں میں ٹھہرا ہوا تھا پہنچا تو بحیثیت مجموعی مطمئن اور مسرور تھا۔ ایک دفعہ پھر میرے جی میں یہ سوچ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے وقت مقررہ پر لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس سے ملنا چاہئے یا نہیں؟ لیکن جوں جوں وقت ملاقات قریب آیا میرے ارادہ کی کمزوری رفع ہوتی گئی۔ سرمل لاج میں رہتے ہوئے میں نے بارہا اس سے عنایات حاصل کی تھیں پس میں نہ چاہتا تھا کہ اس موقعہ پر اپنی خود سری کی وجہ سے اس نیکدل اور فیاض خاتون کے دہ بات کو مجروح کروں۔

نو میں چند منٹ باقی تھے جب میں لیڈی کیلنتھ سے ملنے کیلئے جائے مقررہ کے پاس پہنچا۔ ایک سیدھی دیوار کی سیدھ پر تنگ رستہ بنا ہوا تھا جس کے اطراف میں اونچے درخت تھے۔ دیوار کے پیچھے خانہ باغ تھا اور درختوں کے نیچے جہاں میں اس وقت کھڑا تھا سیاہ تاریکی چھائی ہوئی تھی جسے کسی دور افتادہ لیمپ کی روشنی کم کرنے کی بجائے زیادہ نمایاں کرتی تھی۔ اگست کا مہینہ اور نکھری ہوئی رات تھی قریباً پاؤ گھنٹہ میں ان درختوں کے نیچے ٹہلتا پھرتا رہا۔ مگر لیڈی کیلنتھ نہ آئی تھک کر آخر کار میں یہ سوچنے پر مجبور ہوگیا کہ وہ کسی خاص رکاوٹ کی وجہ سے نہیں آسکی۔ لیکن میں اس واقعہ سے خوش تھا۔ کیونکہ لیڈی کیلنتھ کے روبرو آنے اور اس کی باتیں سننے سے میرے استقلال میں ضرور لغزش آجاتی تھی۔ موجودہ حالت میں میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش بھی ہوگیا۔ اور اس کی ملاقات سے بھی محفوظ رہا مگر چونکہ مجھکو میرا پتہ معلوم نہ تھا۔ اس لئے

آیندہ وہ میرے نام خط بھی نہیں لکھ سکتی تھی۔ اور اس ایک دو روز کے عرصہ تک جو مجھے پیشتر
میں گذارنا تھا۔ میں نے اس بات کا پورا خیال رکھنے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ میرا صورت بازار میں نظر
کا۔ تاکہ نہ وہ مجھے دیکھے۔ نہ پھر ملنے پر مجبور کرے۔ مگر میں ان خیالات کو سوچکر خوش ہو ہی رہا تھا کہ دفعتاً
میری پشت پر باغ دیوار میں ایک تنگ دروازہ کھلا اور ریشمی کیلیقہ کی سیٹی آواز سرسرائے ہوئے
لہجہ میں کہتے سنائی دی "جوزف"!

میں نے پیچھے مڑکر دیکھا۔ وہی تھی۔ اس نے رات کا لباس پہنا ہوا تھا۔ ایک بڑے سیاہ
شال شانوں پر اور تنکوں کی بنی ہوئی ٹوپی سر پر تھی۔ اور جب میں نے قریبی لیمپ کی روشنی
میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے خوش نما چہرہ پر راحت و اضطراب کے ملے ہوئے آثار موجود تھے

اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور باغ کی طرف لے جاتے ہوئے بکھنے لگی "اس طرف"!
پھر اس دروازہ کو بند کرکے جس کی راہ سے وہ باہر نکلی تھی۔ وہ ایک پختہ روش کی راہ سے مجھ کو
درختوں کے ایک دور افتادہ کنج میں لے گئی۔ جہاں سے قریباً پچاس گز کے فاصلہ پر ایک خوشنما
عمارت واقع تھی۔ اس جگہ پہنچ کر گفتگو کرنے سے اس بات کا احتمال نہ تھا کہ ہماری آواز ہیں
گھر والوں کے کانوں تک پہنچیں گی۔ یا کوئی شخص انہیں سن لے گا۔

ہم جب اس جگہ پہنچکر اس بنچ پر جو درختوں کے نیچے بچھی ہوئی تھی آرام کے ساتھ بیٹھ
گئے اور اس نے میرے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے تو بولی "پیارے جوزف سب سے پہلے
تم میرے اس سوال کا جواب دو کہ کیوں تم اتنی مدت چپ رہے؟ اور مجھے ایک خط تک نہ لکھا؟
افسوس تم کو معلوم نہیں۔ کہ میں نے اس دوران میں فکر و تشویش سے کتنی تکلیف اٹھائی ہے۔۔۔"

"مگر بانو میں نے ایک خط آپکے نام لکھا تھا۔۔۔"

"بانو"! اور یہ کہتے ہوئے اس نے جلدی سے میرے ہاتھ چھوڑ دیئے "آہ پہلے ہی میرا
خیال تھا کہ آج دن کی ملاقات میں تم نے مجھ سے ویسا سلوک نہیں کیا جس کی مجھے امید تھی
تمہاری نگاہ اور انداز سے ایک عجیب سرد مہری ظاہر ہوتی تھی تم کو مجھے دیکھکر اس سے دوسال

حصہ خوشی حاصل نہیں ہوئی جتنی مجھ کو ہوئی تھی جب کہ میں اپنے احساس کو اس سائیس لڑکے کی نظروں سے بھی نہ چھپا سکی جو گاڑی پر میرے ساتھ تھا۔ جوزف کیا یہ ظلم و بے انصافی نہیں ہے؟ کیا تم واقعی ان تکلیفوں سے لاعلم ہو جو میں نے تمہاری خاطر اٹھائی ہیں؟"

یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کی آواز بے اختیار بھرا گئی اور تاروں کی اس روشنی میں جو مومبتی دھاگوں کی مانند درختوں کے پتوں سے چھن کر آتی تھی میں نے دیکھا کہ بہتے ہوئے آنسوؤں کے قطرے اس کے رخساروں پر چمک رہے تھے۔

"آہ جوزف میں نے بہت تکلیف اٹھائی ہے" اس نے پھر ایک بار جوش آمیز لہجہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا اور اس طرح ان الفاظ کو جو میرے منہ سے نکلا چاہتے تھے روک دیا "لیکن مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں کیونکہ وہ سب تکلیفیں اور اذیتیں جو میں نے اب تک سہی ہیں اپنی مرضی سے دلیری اور استقلال کے ساتھ برداشت کی گئی ہیں۔ اپنے باپ کا غصہ ماں کی تلخ ملامت بہن بھائیوں کے طعنے اور تضحیک یہ سب کچھ میں نے اس عشق کی خاطر جو مجھے تم سے ہے بخوشی برداشت کیا ہے بڑی مشکل سے پچھلے چند ہفتوں میں ان لوگوں نے مجھے تھوڑی سی چین لینے دی ہے اور وہ بھی شاید اس لئے کہ ان کے خیال میں اثر زمانہ کے ساتھ میرا جوش سرد ہو چکا ہے ان دنوں ہم لوگ اس سامنے والے مکان میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اس ایک واقعہ سے تم بآسانی سمجھ سکتے ہو کہ میں نے تم سے ملنے کو کتنے عظیم خطرہ کا سامنا کیا ہے۔ مجھے ڈر تھا۔ شاید باہر آنے کا موقعہ نہ ملے گا تاہم بڑی مشکل سے دروازہ کا بہانہ کر کے میں ذرا سی دیر کے لئے باہر نکلی ہوں۔ لیکن خیر ان باتوں سے کیا حاصل تم سے ملنے کو میں اگر ضرورت پیش آئے تو اس سے دس ہزار گنا بڑے خطروں کا مقابلہ کرنے کو بھی تیار ہوں۔ لیکن۔۔۔ تم خاموش ہو جوزف کس لئے تم خاموش ہو؟"

"انوسی دراصل۔۔۔ میں اس وقت سخت پریشان ہوں۔۔ میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں"

"جوزف سچ بتاؤ" اس نے پرجوش آواز سے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "کیا واقعی تم نے میرے

نام کوئی خط لکھا تھا؟ کیونکہ اگر ایسا ہو تو پھر یاد آتا ہے کہ وہ خط رستہ میں روک لیا گیا . . . "

"میں قسم کھا کے سچ عرض کرتا ہوں کہ میں نے سالبری سے ایک مفصل خط آپ کے نام لکھا تھا۔ مرٹل لاج سے رخصت ہونے کے بعد میں نے سب سے پہلا کام جو کیا یہی تھا اور اس خط کے لفافہ پر آپ کے حسب ہدایت ڈاکخانہ انفیلڈ کا پتہ لکھ دیا تھا . . . "

"اس صورت میں یقیناً اس خط کو رستہ میں روک لیا گیا" کیتھرائن نے جسے اپنے رشتہ داروں کے برخلاف سخت غصہ تھا جوش کے ساتھ کہا "معلوم ہوتا ہے انہیں پہلے سے اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ ہم خط و کتابت کا کوئی ذریعہ پیدا کریں گے اس لئے انہوں نے . . . لیکن جوزف یہ بتاؤ تم نے اس خط میں کیا تحریر کیا تھا؟ یقیناً تم نے یہی لکھا ہو گا کہ تم کو بھی مجھ سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی مجھے تم سے ہے کیونکہ سچ جانو مجھے تم سے وہ بے پایاں محبت ہے جو کبھی کسی عورت کو مرد سے نہیں ہوئی۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہاری تصویر ہر وقت میرے سینہ میں بسی ہے۔ تو بھی کتنی تکلیف میں نے اس فکر و تشویش کی وجہ سے اٹھائی تھی جو تمہارا خط نہ آنے سے مجھے لاحق ہوئی۔ دن ہفتوں میں بدل گئے ہفتوں نے مہینوں کی صورت اختیار کی۔ لیکن تمہارا خط نہ آیا۔ جوزف کیا تم نے اس خط میں یہ لکھا تھا کہ تم کو بھی مجھ سے ناقابل بیان گہری محبت ہے۔؟ تم کو بھی . . . "

"میں نے اس خط میں جو اصل کیفیت ہے قلمبند کر دی تھی میں نے بڑی مشکل سے حوصلہ کر کے جواب دیا "دراصل میں نے اس میں صاف صاف لکھ دیا تھا . . . "

"پیارے پیارے جوزف" کیتھرائن نے ناقابل ضبط خوشی کی حالت میں جلدی سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنے نرم بازو میری گردن میں ڈال دیئے اور اس کے ہونٹ میرے رخساروں سے لگ گئے پھر اس کے ایک منٹ بعد وہ جلدی سے پیچھے ہٹ کر کہنے لگی "آہ کیوں تم مجھ سے اتنی سرد مہری کرتے ہو؟ کیوں تم میرے پیار کا جواب نہیں دیتے؟ جوزف میں تمہاری بدلی ہوئی حالت سے متحیر ہوں میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس تبدیلی کا کیا باعث ہے؟"

"بانو درحقیقت مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ شروع سے اب تک آپ کو ایک عجیب
فہمی ہو رہی ہے" میں نے اس خیال کو نظر انداز کر کے کہ میرے اس بیان سے اس کو کتنا رنج
پہنچے گا جی کڑا کر کے کہا امر واقعہ یہ ہے کہ اس وقت میں اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ
کر چکا تھا کہ سب حال صاف صاف اس سے کہہ دوں کیونکہ اخیر سے میری وفا کا یہی تقاضا
تھا کہ جو کچھ میرے دل میں ہو اسے ایمانداری کے ساتھ اس کے روبرو ظاہر کر دوں۔
"کیا!... مجھ کو غلط فہمی ہوئی ہے" کیتھرائن نے سراسیمگی کی حالت میں دفعتاً پیچھے ہٹتے ہوئے
کہا "یعنی کیا مطلب؟... کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے میری محبت کی دانستہ تحقیر کی ہے"
پھر جواب دو چپ کیوں ہو؟" اس نے لہجہ پُر غرور میں غضبناک ہو کر جلدی سے کہا۔
"معاف کیجئے آپ مجھ سے ناراض نہ ہوں" میں نے التجائی لہجہ میں کہا "بات یہ ہے
میں... لیکن اگر وہ خط جو میں نے لکھا تھا آپ نے دیکھ لیا ہوتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا
ہے میں..."
"آہ جونز اب میں تمہارا مطلب اچھی طرح سمجھ گئی" اس نے جلدی سے پھر اپنا لہجہ بدل
کر کہنا شروع کیا۔ "معاف کرو کہ میں نے ایک لحظہ کے لئے تم سے بدگمانی کی لیکن اب میری سمجھ
میں اچھی طرح آ گیا کہ تم نے اس خط میں کیا حالات لکھے تھے۔ یقیناً تم نے اس میں یہ تحریر کیا
تھا کہ فی الحال ہمارا آپس میں رشتہ قایم کرنا محال ہے لیکن کیا تم نہیں جانتے ہو کہ
محبت امید و اعتقاد کا دوسرا نام ہے؟ سچی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ مستقبل پر امید اور
بروسہ رکھا جائے اور یہ سب امیدیں اور بھروسے میرے سینہ میں موجود ہیں۔ تمہاری
محبت کی خاطر میں ایک یا دو سال کا ذکر کیا ابد تک انتظار کر سکتی ہوں۔"
"تاہم سنیئے" میں نے دوبارہ وہی غلط فہمی پیدا ہوتے دیکھ کر مضطربانہ کہا "جو
کچھ میں عرض کرنا چاہتا ہوں آپ اس کو اچھی طرح سن لیں۔ کیونکہ نہ صرف آپ کے بلکہ
اپنی ذات کے متعلق بھی میرے فرض کا تقاضا یہ ہے کہ آپ..."

"آہ۔ کیوں تم مجھے میرے نام سے مخاطب نہیں کرتے لیڈی کیلنتھ نے جلدی سے کہا اور میں نے درختوں کی راہ سے داخل ہونے والی تاروں کی روشنی میں دیکھا کہ اس کی خوشنما آنکھوں میں دبے ہوئے غصہ اور جوش کی چمک موجود تھی" تاہم بیان کردہ میں سنتی ہوں مجھ سے بیشک غلطی ہوئی کہ تمہارا قطع کلام کر دیا"

"بانو اگر آپ عہد ماضی کو یاد کریں" میں نے پھر ایک بار نرمی سے کہنا شروع کیا۔ کیونکہ میں نے دیکھا وہ اس وقت سخت جوش کی حالت میں تھی اور میں اس کی ذہنی حالت کو واقعی قابل رحم تصور کرتا تھا" اگر آپ ان واقعات کو یاد کریں جو مرٹل لاج میں پیش آئے تھے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ میری طرف سے کبھی کسی موقعہ پر ..."

"اوہ جوزف ہمارے پاس اتنا وقت کہاں ہے اور کس کا صبر اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ان سارے واقعات کی یاد از سر نو تازہ کی جائے" اس نے بے صبری کا اشارہ کرتے ہوئے کہا" تاہم میں اس بات کو بھولی نہیں ہوں کہ مرٹل لاج ہی میں سب سے پہلے میں نے تمہیں دیکھا اور وہیں تم سے محبت کرنا سیکھا تھا ..."

"لیڈی کیلنتھ ..."

"کیوں تم مجھے کیلنتھ نہیں کہتے ہو؟ آخر اس تکلف کا کیا مطلب ہے؟ نہیں نہیں میں کوئی جواب سننا نہیں چاہتی وہ گہری محبت جو ہمیں ایک دوسرے سے ہے اس طرح کی رسمی باتوں کو گوارا نہیں کر سکتی کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ محبت میری زندگی کا سہارا اور جوش طوفان میں گھرے ہوئے راحت دل کے جہاز کا لنگر ہے ... لیکن اُف میرے خدا یہ کیا!"

ہم دونوں چونک گئے اور کیلنتھ نے دہشت سے دونو بازو میری گردن میں ڈال دیئے معلوم ہوا کوئی سخت لہجہ کی مردانہ آواز اس کا نام لے کر بلا رہی تھی۔

"یہ میرے باپ کی آواز ہے" اس نے بڑبڑاتے ہوئے کہا" جوزف

اب تم خدا کے لئے جاؤ... جلدی کرو، یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے نرمی سے باہر کی طرف دھکیلنا شروع کیا "اب ہم پھر کسی وقت ملیں گے" اور اس کے بعد دبی ہوئی پُر جوش آواز میں "آئندہ چند روز کے عرصہ میں میں ایک خط تمہارے نام لکھوں گی..."

"مگر میں عنقریب چلٹہم سے رخصت ہو جاؤں گا" میں نے جلدی سے کہا اور کچھ ایسا اضطراب اس وقت مجھے لاحق تھا کہ معلوم نہ کر سکا میں کیا کہہ رہا ہوں۔

"کیا تم چلٹہم سے رخصت ہو جانا چاہتے ہو"؟ اس نے مضطربانہ پوچھا "اس صورت میں یہ بتاؤ کہ تم کس جگہ جاؤ گے تاکہ میں تمہارے نام وہیں ایک خط لکھ سکوں"

"ہاں یہ بہتر ہے آپ ایک خط میرے نام لکھ دیں اور میں اس کے جواب میں سارا حال تحریر کر دوں گا کیونکہ حقیقت میں مجھے کئی ایک باتیں آپ سے بیان کرنی ہیں"

"مگر تم کہاں جانا چاہتے ہو؟" اس نے بے صبری سے پوچھا۔

"رامبن نام کے ایک گھرانے کے ساتھ جزیرہ وائیٹ میں وہاں ان کا مکان فقبہ رائیڈ کے پاس واقع ہے..."

اس موقعہ پر اس کے باپ نے پھر ایکبار کلیتھ کا نام لیکر آواز دی اور اندھیرے میں ایسا معلوم ہوا کہ وہ ہماری سمت میں آتے ہوئے۔ اب زیادہ قریب پہنچ گیا ہے۔

"جوزف یہ وہ دروازہ ہے" نوجوان خاتون نے سابق کی طرح دبی ہوئی آواز میں کہا "پیارے جوزف" اور یہ کہتے ہوئے وہ ناقابل بیان جوش محبت سے مجھ سے لپٹ گئی "الوداع پیارے جوزف" اور اس کے ایک لمحہ بعد میرے باہر نکل آنے پر دروازہ بند کر دیا گیا۔

پانچویں جلد ختم ہوئی

قواعد خریداری

۵۔ (بقیہ صفحہ ۲) بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ یعنی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ جہاں ہم کر سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں تو عام خریداری قیمت پر دوبارہ بھیجا کر دیے جائیں۔ لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو بغیر کسی وجہ ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے۔

۶۔ کچھ اصحاب آغاز ماہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا فوراً جواب دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے مکرر گذارش ہے کہ عدم رسید کے خط جوابی کارڈ تاریخ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتنا نہ سمجھا جائے گا۔

۷۔ ماہوار ضخامت اس سائز کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر اس کمی بیشی کا اختیار کلی اس دفتر کو حاصل ہے۔

۸۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی برجندر اسماء صاحب کو حاصل ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جا سکتے ہیں لیکن ہیڈ دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں۔ اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر حق حاصل کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا۔

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

خونی تلوار

رینالڈس کے بے نظیر ناول میسکر آف گلنکو کا ترجمہ

منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے

اس ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی سانحہ پر مبنی ہے جیسا سنہ ۱۹۱۹ء میں امرتسر میں پیش آیا تھا ایسے ہی ڈائر کا واقعہ رینالڈس کی تحریر پر پہنچنے نہیں اس پر کسی کچھ چسپاں مرکوز ہیں گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے متلاشی تاریخ اس کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس واقعہ کو جس رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے جو ملک اور قومی غیرت کی تصویر آزادی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ۔ سیاسی منظام کی نہ بھولنے والی داستان مکمل بہ جلدیں ۵۸۰ صفحہ قیمت ۱۰ عہ

باپ کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول پیری سائڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب بلھوری

کیا یہ بتانے کی حاجت ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے؟ کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے؟ باپ بچے کو کھانا دیتا ہے اور اس کے نرم چمکیلے اور گھونگھریالے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہے یہاں تک کہ محبت وہ تیز قابل مخرانسانی حالت کو بھی وطنی فراموش کر دیتا ہے اور ضرر یا ایسے کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہیں ایسے بچے کے لئے ہاتھ اٹھتے ہوں جاتے ہیں کہ اس پر محبت آمیز خنجر بھونک دیں جو مدت سے لیئے حکمران اور مضطرب رہتا ہے کیا فطرت انسانی میں یہ قابل نفرین ہو سکتی ہے؟ نہایت زور دار پلاٹ پر مبنی ہے جو بیس اقساط میں مکمل ہے صفحے ۵۱۲ قیمت ۱۰ عہ

لال برادرس - ۱۰ بار سٹر روڈ لوئر مال لاہور

جلد ۴

گردشِ آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمائیے

فسانۂ لندن (سلسلہ اول و دوم) نظارہ پرستان۔ خونی تلوار وغیرہ

مصنف

رچ ڈبلیو۔ ایم ریینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروز پوری

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ انارکلی۔ لاہور

بھارت نیوز پیپر پریس ہسپتال روڈ لاہور میں مہتہم بابو پرتاب سنگھ بھاٹیہ پرنٹر چھپا

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت سمیہ ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر یا وی۔پی پیکنگ آنی چاہیئے۔ مابعد یاشناسائی کا کوئی حساب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ سرغرسانی کے بھی مستقل خریدار ہیں ان سے بطور رعایت صرف سے سالانہ لیا جائے گا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہرحال ایک سال کی یکمشت وصول کی جائے گی۔ اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) دیا کئے جائیں گے۔

۳۔ سابقہ کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی طرف سے یہ اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو بغیر فائنل آرڈر سمجھ کر نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائے گا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینہ کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے۔ ممکن ہے چند پرچے رستہ میں ضائع ہو جائیں۔ لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آجانی چاہیئے۔ بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو۔ تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینہ کے گذر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔ (باقی دیکھو سرورق صہ ۳)

جملہ حقوق بحق لالہ نرائن دت سہگل محفوظ ہیں

حیرت انگیز سوشل ناول

گردش آفاق

چھٹی جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم۔ رینالڈس کی زبردست تصنیف

جوزف ولمٹ

کا دلکش اردو ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم خانہ لندن۔ نظارہ پرستان۔ انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا لاہور

(اقبال بک ڈپو لاہور میں ملتا ہے مکتبہ اردو لاہور میں چھپا)

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کے ناول

ذیل میں رینالڈس کے ان ناولوں کی فہرست دی جاتی ہے۔ جو قبل ازیں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں اور طلب کئے جا سکتے ہیں

کتاب کا نام	انگریزی نام	مترجم	صفحات	قیمت
فسانہ لندن (۱۳ حصے)	مسٹریز آف لندن (سلسلہ اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری	۱۶۰۰	۱۰۰
" (۲۵ حصے)	" (سلسلہ ثانی)	"	۲۶۴۱	۱۶۵
خونی مزار (۲ جلدیں)	میسٹری آف کنگو	"	۸۵۸	۵۴
باپ کا قاتل (۶ حصے)	پیرسائیڈ	منشی شمیم الدین صاحب بلہوری	۵۱۶	۳۲
شام جوانی (۲ جلدیں)	ینگ ڈچس	منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی	۶۰۰	۳۷
فریب حسن	ناسٹ	خواجہ اکبر حسین صاحب	۵۵۰	۳۴
ننگ عزت	پرپ جان	سید کرامت اللہ صاحب امرتسری	۴۳۹	۲۷
سوزن مشق	سیسٹرس	پنڈت بشنبھرناتھ صاحب سپرو	۵۲۰	۳۲
عمر بھاشا	عمر	منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۸۸	۱۸
فسانہ الدین ایوبی	بیل یا ماسٹر آف منگریلیا	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۲۰	۳۹
مارگریٹ	مارگریٹ	منشی گنگا سہائے صاحب بی اے	۱۹۸	۱۲
فسانہ لندن (۲ جلدیں)	رائی ہوس پلاٹ	منشی محمد امیر حسن صاحب	۱۰۴۶	۶۵
سچا پی کی دلہن	سوبجرس وائف	ڈاکٹر مشیدت صاحب عابر	۱۹۴	۱۲
روزالبرٹ (۲ حصے)	روزالبرٹ	منشی جے نرائن صاحب ایم اے کھنوی	۳۵۶	۲۲
اسرار	نیکر دمنیر	منشی صدیق احمد صاحب	۴۶۴	۲۹
دختر کایا کلپی فانوس	اسٹرینجر پکٹ کیس	منشی سجاد حسین صاحب مرحوم	۵۲۴	۳۳
شادکام	الفرڈ	منشی امجد حسین صاحب	۲۱۰	۱۳
رینالڈس کی کہانیاں (۸ حصے)	متفرق	...	۲۸۵	۱۷
اسرار حرم	نورآف دی حرم	منشی صلاح الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۱۰	۱۳
فسانہ دیگز و نسیڈا	دیگز دی ہرد لف	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۴۲	۴۰
قدیم لندن کے اسرار (۲ حصے)	اولڈ لندن	...	۳۱۲	۲۰
جھیل کی معشوقہ	خشر مین	لالہ دینا ناتھ صاحب	۵۸	۴

ہم سے طلب فرمائیے

گردشِ آفاق

دورِ اوّل

چھٹی جلد

باب ۳۵۰

گہرا راز

لیڈی کیملتھ ڈنڈاس سے جُدا ہو کر میں جب باغ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا چھتنارے درختوں کے نیچے پھیلی ہوئی تاریکی میں پہنچا۔ تو جی سخت بے تاب تھا۔ کیونکہ وہ سب آرزوئیں اور اُمیدیں جنہیں لے کر میں اس جگہ آیا تھا۔ دل کی دل ہی میں رہ گئی تھیں۔ خیال یہ تھا کہ اب کی بار اس سے مل کر میں اپنے رازِ دل کو پوری طرح ظاہر کر دوں گا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ میں اپنی اگلی کوتاہیوں اور خاموشیوں کی بوجہ احسن تلافی کرنا چاہتا تھا۔ مگر افسوس اس کا موقعہ اب بھی نہ ملا۔ ایک اور ملاقات ہو چکی۔ لیکن مدعائے دل پھر بھی ظاہر نہ ہو سکا۔ یعنی ارادہ رکھتے ہوئے بھی میں اپنے خیالات کو حالات کی مجبوری سے لیڈی کیملتھ کے روبرو ظاہر نہ کر پایا۔ تو بھی جس طرح انسان ہر ایک ناکامی میں اپنے دل کو ڈھارس دینے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور پیدا کر لیتا ہے۔ اسی طرح میں نے بھی یہ کہکر اپنے آپ کو سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ کم از کم اس مرتبہ جو کچھ ہوا۔ وہ میری اخلاقی کمزوری کی وجہ سے نہ تھا۔ اور اگر لیڈی کیملتھ کے باپ لارڈ مینڈی ڈل کی آوازیں ہماری ملاقات کو پیش از وقت

ختم نہ کر دیتیں۔ تو یقیناً میں اپنا راز دل اس پر ظاہر کرنے میں کامیاب ہو جاتا۔ مگر صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار کرنا مشکل تھا۔ کہ بیڈی کیلنتھ بس غلط فہمی میں مبتلا ہی آئی تھی۔ وہ اب بھی زائل نہ ہوئی۔ یعنی وہ اب تک یہی سمجھے جاتی تھی۔ اور آئندہ بھی اسی غلط فہمی میں مبتلا رہے گی۔ کہ جتنی محبت اس کو مجھ سے تھی اتنی ہی مجھے بھی اس سے ہے۔ اصل حقیقت سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس جذبۂ پُرجوش کو آئندہ بھی اپنے سینہ میں محفوظ رکھے جائے گی۔ اور اس کا انجام ... افسوس اس کی راحت اور مستقبل کے حق میں کتنا تباہ کن ثابت ہوگا۔ بدقسمتی سے اب میرے پاس کوئی ذریعہ اس غلط خیال کو اس کے دل سے نکالنے کا بھی نہ تھا۔ اس کے علاوہ اب تک مجھے اپنے رخساروں پر اس کے بوسوں کی گرمی اپنے ہونٹوں پر اُس کے مرطوب ہونٹوں کا احساس اور جس جگہ اس کے ہاتھ اور بازو میرے بدن سے لپٹے تھے۔ وہاں ان کی لذت اب بھی محسوس ہوتی تھی۔ ان سب باتوں کو یاد کر کے میں بے اختیار یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ جو کچھ ہوا وہ فائدہ سے خالی۔ مگر ایمبل کے حق میں میری انتہائی بے وفائی کا بین ثبوت تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں جس وقت درختوں کے سایہ میں چل رہا تھا۔ تو لاتعداد پریشان کن خیالات جی میں ہیجان کرتے تھے۔ ملامت کی آوازیں روح کے بطن سے اُٹھ کر میرے عہد وفا کی نوحہ خوانی کرتی سنائی دیتی تھیں۔ اور میں حالانکہ۔ خود اپنے آپ سے اور سارے انتظام کائنات سے انتہا درجے ناراض تھا بے خبری میں چلتے ہوئے میرے قدم بازار کی طرف پھر گئے۔ شاندار ریشمی گاڑیاں فیشن ایبل لباس کے مردوں اور زیورات سے ڈھکی ہوئی خاتونوں کو لئے دعوتی جلسوں اور تفریحی مقاموں کی طرف جا رہی تھیں اور اُن کی نہ تھمنے والی کھڑکھڑاہٹ میرے دماغ کے بڑھے ہوئے اضطراب میں اور اضافہ کرتی تھی۔ خلقت کی خوش پوشی

بازاروں کی چہل پہل۔ اور خوشی اور خوش عیشی کی آوازیں میرے دل کا ہیجان بڑھاتی تھیں کسی طرح اپنے جی کو سکون دینے کی خاطر میں آبادی سے ہٹ کر کسی تنہا اور علیحدہ مقام کی طرف جہاں خاموشی اور اندھیرا ہو چلنے لگا۔ کیونکہ اسی طرح زندگی کی دلچسپیوں اور دلفریبیوں سے حبا ہو کر میں اپنے گھبرائے ہوئے دل کو آرام دے سکتا تھا۔ حالت موجودہ میں سب سے زیادہ مجھے اس سکون کامل اور اس امن اعظم کی تلاش تھی۔ جو کسی بے تاب روح کو علیحدگی اور تنہائی میں ہی نصیب ہو سکتا ہے۔

کسی مدعائے خاص کے بغیر میں جلدی ہی ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا جہاں تاریکی اور سناٹا تھا اور اس جگہ اونچے درختوں کے سایہ میں دل کی بڑھی ہوئی الجھن کم کرنے کی کوشش کرتا۔ حالت اضطراب میں ادھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ لیکن کوئی چیز نے اپنی بیتابی رفع کرنے اور جی کو چین دینے کی بہت کوشش کی۔ تاہم کیلتھ کی حال کی ملاقات نے اثر ما بود کے طور پر میری روح میں ایک اس طرح کا احساس پشیمانی پیدا کر دیا تھا جس کو میں سعی عظیم کے باوجود رفع نہ کر سکا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اب میں اینبل کی پاک محبت کے قابل نہیں رہا۔ گو خدا شاہد ہے کہ میں نے بالارادہ اپنے آپ کو اُس مست عشق امیر زادی کی جوش آمیز پیش دستیوں کے حوالہ کرنا منظور نہ کیا تھا۔ میں اسی حالت میں بے تابانہ ٹہلتا پھر رہا تھا کہ دفعتاً ایک آدمی گھپ اندھیرے سے نکل کر میری طرف آتا نظر آیا۔ میری موجودگی کی بے خبری میں وہ چند قدم آگے بڑھا۔ اُس کے بعد مجھے دیکھ کر ٹھہر گیا۔ اور اب ایک دُور افتادہ لیمپ کی روشنی میں میں نے دیکھا کہ اس کی عمر تیس سال کے قریب تھی صورت شکیل اور چہرہ پر تکبر و نخوت کے آثار نمودار تھے۔ اسی ہلکی روشنی میں یہ بھی میں نے دیکھا کہ اُس کا چہرہ انتہا درجہ زرد تھا۔ جیسا کثرت مے نوشی یا سخت اندرونی بزش کی حالت میں ہوا کرتا ہے۔ اس کی نگاہ انداز تجسس سے میرے چہرہ پر جمی اور اس طرح جم کر رہ گئی گویا وہ اس ذریعہ سے میری روح کی گہرائی تک پہنچنے اور دل کا حال معلوم کرنے

کی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی قامت دراز، لباس فیشن ایبل اور چہرہ پر مردی اور مردانگی کے آثار پائے جاتے تھے، تو بھی جس طریقہ پر اُس نے اپنے کوٹ کے بٹن، ٹھڈی تک بند کئے ہوئے اور ٹوپی پیشانی تک جھکا کر اوڑھی ہوئی تھی۔ اُس سے پتہ پایا جاتا تھا کہ اس دیران مقام کی طرف آتے ہوئے جہاں اس کو خلوت و تنہائی کی امید تھی۔ اور جہاں سچ پوچھئے میری حاضری محض ایک امر اتفاقی تھی۔ وہ اپنے آپ کو دیکھنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

یکایک آگے بڑھ کر اُس نے ایک ہاتھ میرے شانہ پر رکھ دیا اور اسے اس زور سے پکڑا کہ میں تکلیف محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے بعد اُس نے کہا: "نوجوان آدمی سارا حال معلوم ہو چکا۔ پس بہتر ہے کہ چپ چاپ میرے ساتھ چل دو"

میں حیران و ششدر رہ گیا۔ اپنا تو خیر مجھے کوئی ڈر نہ تھا۔ تاہم بدنصیب کیلنتھ کی مصیبت کا خیال سوہان روح ہونے لگا۔ کیونکہ اس کو دیکھتے ہی خیال آیا کہ یہ شخص یا تو اُس کے بھائیوں میں سے ایک ہے یا اُس کا قریبی رشتہ دار۔ کیونکہ اسی صورت میں وہ اُس معاملہ کی طرف جس کا اس نے مبہم ذکر کیا اس قسم کا اشارہ کر سکتا تھا۔

"تم کو ضرور چلنا پڑے گا"۔ اس نے میرے شانہ کو بدستور پکڑے ہوئے پھر ایک بار کہا "بدیں ہمہ میں تم سے کہہ دیتا ہوں کہ میرے ساتھ چلتے ہوئے تم جتنا کم بولو گے اتنا ہی اچھا ہوگا"

"تاہم معلوم ہونا چاہئے کہ آپ مجھے کس مطلب کے لئے ساتھ لیجانا چاہتے ہیں؟" میں نے اپنے ابتدائی اضطراب پر غالب آکر لہجہ استقلال میں پوچھا۔

"حیلہ سازیاں بے سود ہیں"۔ اجنبی نے غصہ میں بھر کر کہا "کیونکہ سارا حال ظاہر ہو چکا۔ اور کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی۔ تاہم اگر اب بھی کسی توضیح کی حاجت باقی ہو تو میں اُس بدنصیب کا حوالہ دے کر جس کے ناجائز عشق نے ہمارے خاندان کے ماتھے پر بدنامی کی کالک لگائی ہے۔ تم سے ساتھ چلنے کو کہتا ہوں۔ بس اب بولنے کی حاجت نہیں۔ یہ

بات اگر پہلے تم کو معلوم نہ تھی۔ تو اب یقیناً جانی گئی ہوگی۔ کہ میں اسی سوختہ قسمت کا بھائی ہوں۔ جس نے اپنی کل کو کلنکت کیا ہے۔ . . . ایک ایسا بھائی جو اُس کے نازیبا طرزِ عمل سے پہلے ہی نیم دیوانہ بنا ہوا ہے۔ پس میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ سیدھی طرح چل دو تو بہتر۔ ورنہ صورتِ انکار میں یہ پستول میرے پاس ہے۔ اور میں اسی وقت تم کو گولی مار کر مار دوں گا۔ کیونکہ میں آپے میں نہیں ہوں۔"

یہ کہکر اس نے میرے بدن کو زور سے ساتھ ہلایا۔ اور ایک ہاتھ سے بدستور میرا شانہ پکڑے ہوئے دوسرے سے پستول نکال کر دکھانے لگا۔ جس کی نالی تاروں کی مدھم روشنی میں جو درختوں سے چھن کر آتی تھی۔ مجھے تڑکیلی اور خوفناک دکھائی دی۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ ایک لحظہ کے لئے خفیف کیلئے میں واقعی اس پستول کو دیکھ کر ڈر گیا۔ لیکن جلدی ہی اوسان بحال کر کے میں نے کہا "مائی لارڈ . . . غالباً یہی خطاب ہے۔ جس سے مجھے آپ کو مخاطب کرنا چاہئے . . . میں دھمکیوں سے نہیں ڈرتا۔ تو بھی میں اس لئے آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں کہ مجھے بعض تشریحات عرض کرنی ہیں اور میرے خیال میں فریقین کی بہتری اس میں ہے کہ سارا حال جلد از جلد واضح ہو جائے۔"

"تشریحات" انوجان میرے ہی لفظ کو تلخ لہجہ میں دہراتے ہوئے کہا۔ اور اُس کے بعد جلدی سے "مگر جیسا میں نے پیشتر کہا تھا۔ مناسب ہوگا کہ مکان تک جاتے ہوئے ہمارے درمیان کسی طرح کی گفتگو نہ ہو۔ یہ باتیں وہیں چل کر ہوں تو بہتر ہے"

"اس صورت میں آپ اپنا ہتھیار جیب میں ڈالیں اور گرفت ہٹا لیں کیونکہ میں آپکے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ تاہم یاد رکھئے میں اپنی مرضی سے چلتا ہوں۔ رعب میں آکر نہیں"۔ یہ الفاظ میں نے اس طرح کے لہجہ و تکرار میں اس قدر بیخوفی کے ساتھ کہے۔ کہ خود مجھے اپنی جسارت پر حیرت ہوئی۔

اس کے بعد ہم چل دیئے۔ اس نے پستول جیب میں رکھ لیا۔ اور اپنی زنبور آہنی

سے ملتی ہوئی گرفت بھی شامل تھی۔ مگر ہم چند ہی قدم گئے تھے کہ دفعتاً ایک اور آدمی اندھیرے سے باہر آتا دکھائی دیا۔ میرا خیال تھا وہ لیڈی کیلنتھ کا دوسرا بھائی ہوگا۔ مگر کسی نامعلوم وجہ سے وہ ہمیں دیکھ کر فوراً ہی اندھیرے میں غائب ہوگیا۔ تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ میرے ساتھی کو اس واقعہ سے کسی قدر حیرت ہوئی۔

یکایک اُس نے سختی کے لہجہ میں جس میں تعجب بھی شامل تھا مجھ سے پوچھا: "کیا تمہیں اس جگہ کسی دوست سے ملنے کی اُمید تھی؟"

"مجھے تو بالکل نہیں!" میں نے جواب دیا۔ اور میں اس سوال پر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ جیسا بیان کیا گیا ہے۔ مجھے اس آدمی پر جو نظر آکر غائب ہوا۔ اس کا دوسرا بھائی ہونے کا گمان تھا۔ اس کے علاوہ جیسا کہ ظاہر ہے۔ اس جگہ میری آمد بھی محض اتفاقی تھی۔

"خیر کوئی بات نہیں" اس نے لاپروائی سے کہا: "وہ کوئی ایسا آدمی ہوگا۔ جو کسی مصلحت سے سامنے آنا نہ چاہتا ہو۔"

اس کے بعد پھر ایک بار ہم چپ چاپ چلنے لگے۔ بہرحال رستہ میں میں نے اپنے دل میں اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا۔ کہ مکان پر پہنچ کر مجھ کو جواب دہی کے سلسلہ میں کیا طریق عمل اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ بات کہ لارڈ مینڈی دل کا مکان ہماری منزل مقصود تھا۔ ہر طرح کے شک و شبہ سے بالا تھی اور ارادہ جو میں نے اپنے دل میں کیا یہ تھا کہ اُس جگہ پہنچکر میں لیڈی کیلنتھ کے باپ اور بھائیوں کے روبرو صاف صاف کہہ دوں گا کہ میرا دل چونکہ پہلے ہی دوسری جگہ لگا ہوا ہے۔ اس لئے آپ لوگ اطمینان رکھیں کہ میرا خاتون موصوف سے کوئی تعلق ہونا خلاف از بحث ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی میں نے اُن سے کہہ دینے کا فیصلہ کر لیا تھا کہ گو میں لیڈی کیلنتھ کی تہ دل سے عزت کرتا ہوں۔ اور اُس کی میرے دل میں بڑی منزلت ہے۔ یہاں تک کہ اُس کی خاطر میں اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہوں۔ تاہم اس سے شادی کا آرزومند نہ میں کبھی پیشتر تھا۔ اور نہ آئندہ ہوں گا۔ اس طرح کے خیالات کی اُلجھن میں پھنسا ہوا اور

اپنے جی میں یہ سوچکر حیران ہوتا۔ کہ اس نوجوان نے کیونکر اس دور افتادہ مقام پر میرا پیچھا کیا ہوگا میں اس بات سے بالکل لاپروا رہا۔ کہ ہم کس طرف کو جاتے ہیں۔ گو اتنا مجھے اس بے خبری میں بھی معلوم ہوگیا۔ کہ اب کی بار ہم ان بارونق بازاروں سے ہو کر نہیں گذرے۔ جن کی راہ سے میں اس جگہ تک آیا تھا۔ ایک دو بار میں نے گرد و نواح کے منظر کا جائزہ لینے کی کوشش کی مگر اندھیرے میں اس سے زیادہ کوئی بات معلوم نہ کر سکا۔ کہ ہمارا رستہ شہر کے باہر ہو کر گذرتا تھا۔ قریباً پاؤ گھنٹہ اس طرح چلنے کے بعد میرا خیال تھا کہ ہم اس مقام پر پہنچ جائینگے جہاں لارڈ سینڈی ول کا مکان تھا۔ مگر اس کے باوجود میرا ساتھی آگے ہی آگے چلتا گیا۔ اور مجھ کو بھی مجبوراً اس کے ساتھ ساتھ رہنا پڑا۔ ایک دو بار میں نے استفسار کے خیال سے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ مگر اس پر سختی۔ غصہ اور قصد مصمم کے ایسے آثار موجود تھے۔ کہ میں بولنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اور اس کی اپنی چالت تھی کہ نہ اس نے میری طرف مڑ کر دیکھا نہ کچھ کہا۔ بلکہ نگاہ بھی سامنے کی طرف لگائے رکھی جس سے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ ایک مغرور امیرزادہ کی حیثیت میں وہ میری ہستی ناچیز کو انتہا درجہ قابل نفرت اور حقارت تصور کرتا اور میرے ہمراہ چلنے کو بھی ایک تلخ مجبوری سمجھتا تھا۔

قریباً پانچ منٹ اور اس طرح چلنے کے بعد ہم لوگ ایک لوہے کے پھاٹک کے باہر ٹھیر گئے۔ جو ایک اونچی فصیل کے وسط میں بنا ہوا تھا۔ اس سے پرے ایک کشادہ عمارت کی دھندلی تصویر دکھائی دیتی تھی۔ جس کی متعدد کھڑکیوں میں لیمپ روشن تھے حیرت و اضطراب کا ایک نیا احساس مجھ پر غالب ہونے لگا۔ کیونکہ جہاں تک میں نے رات کے اندھیرے میں معلوم کیا یہ وہ مکان نہ تھا جسے پون گھنٹہ پیشتر میں نے کیلنتھ کے ساتھ درختوں کے کنج میں بیٹھے ہوئے دیکھا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا۔ کہ ممکن ہے۔ وہ رستہ عمداً سے لیڈی کیلنتھ مجھے اندے گئی تھی۔ مکان کے پچھلی طرف واقع ہو۔ اور یہ دروازہ سامنے سے داخل ہونے کے لئے بنا ہوا ہو۔ جس صورت میں عمارت کی ظاہری [illegible]

کا راز بھی آسانی سے حل ہوجاتا تھا میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ میرے ساتھی نے جیب سے کنجی نکال کر پھاٹک کھولا اور ہم اندر چلے گئے۔ مگر سیدھے رستہ سے ہو کر گذرنے یا اس گول روش پر چلنے کی بجائے جو گاڑیوں کی آمد و رفت کے لئے بنی ہوئی تھی۔ اور جس کے سرے پر ڈیوڑھی میں اس وقت بھی لیمپ روشن تھے۔ وہ مجھے ساتھ لیکر داہنی طرف کو مڑا۔ اور ایک سایہ دار روش پر چلنے لگا جس کے دورویہ صنوبر کے پیڑ اُگے ہوئے تھے۔ آگے جا کر پھر ایک بار ہم بائیں طرف مڑے اور عمارت کی دیوار کے ساتھ ساتھ ہولئے۔ جس سے یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا۔ کہ جس جگہ میں اور کیلنتھ نے بیٹھ کر گفتگو کی تھی۔ وہ غالباً اس روش کے سرے پر واقع ہوگی جس کا مطلب دوسرے لفظوں میں یہ تھا۔ کہ وہ دروازہ جس کی راہ سے کیلنتھ نے مجھ کو داخل کیا مکان کے پچھلی طرف واقع تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس روش کے آخر تک پہنچتے۔ میرا ساتھی پھر ایک بار مڑا اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہم مکان کے پہلو میں بنے ہوئے ایک شیشہ کے دروازہ کے پاس ٹھہر گئے۔ جس کے اندر گلابی رنگ کے پردے لٹکے ہوئے تھے۔ گو اُن کی راہ سے بھی یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ مدہم روشنی کمرہ کے اندر موجود ہے۔

اس جگہ پہنچ کر میرے ساتھی نے آہستگی سے شیشہ کو کھٹکھٹایا۔ اس آواز کو سنکر پہلے کسی نے پردہ ہٹایا۔ پھر دروازہ کھول دیا۔ اور میں ایک ظاہر افراخ اور سجے ہوئے کمرہ میں داخل ہوا۔ جس میں صرف ایک موم بتی جلتی تھی۔ اور اس کی روشنی ایک اتنے فراخ کمرہ کے سب حصوں میں پورے طور پر پھیلی ہوئی نہ تھی۔ جس آدمی نے دروازہ کھولا وہ پستہ قد اور بہت بڈھا تھا۔ کریہہ ہکا ساخم چہرہ سا تھا اور اس کی رنگت بالکل سپید تھی اور اس کی بھورے رنگ کی آنکھیں شیشہ کی طرح چمکتی تھیں۔ میں نے دیکھا اس کے ہونٹ زور کے ساتھ بھنچے ہوئے اور چہرہ پر سختی اور دبے ہوئے غصہ کے ویسے ہی آثار موجود تھے۔ جیسے اس نوجوان کے چہرہ پر جو مجھے

اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا۔ لیکن گراؤن کی عمروں کا اختلاف عظیم تھا۔ تاہم میرے لئے یہ سمجھ لینا بہت مشکل ثابت نہ ہوا۔ کہ پہلا شخص (جو مجھ کو اس جگہ تک لایا) اس سن رسیدہ آدمی کا بیٹا تھا۔ میرے کمرہ میں پیر رکھتے ہی آخر الذکر نے اپنی سرد شیشہ نما آنکھیں میری طرف پھیریں۔ اور سنجیدہ نظروں سے گہرے تجسس کے ساتھ میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اس کے ساتھ ہی مجھے اس کے ابرو سکڑتے ہونٹ بھنچتے اور چہرہ کے آثار زیادہ سخت ہوئے معلوم ہوئے۔ جس سے میں اس نتیجہ پر پہنچے بغیر نہ رہ سکا کہ بیٹے کی طرح باپ کو بھی مجھ سے سخت نفرت اور حقارت ہے۔ لیکن اس کے باوجود نہ میری ہمت میں فرق آیا۔ نہ پائے استقلال میں لغزش پیدا ہوئی۔ کیونکہ میرا سینہ صاف تھا۔ میں بخوبی جانتا تھا کہ مجھ سے کوئی خطا سرزد نہیں ہوئی۔ فی الحقیقت اس وقت تک جتنا بھی اظہار عشق ہوا۔ لیڈی کیلنتھ کی طرف سے۔ میں شروع سے ہی اس تعلق کے برخلاف اور رفع غلط فہمی کے لئے کوشاں تھا۔ ان حالات میں میں نے ایک فرض ناخوشگوار کو پورا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور میرے ایمان کی سچائی نے میرے اندر وہ طاقت و جرأت پیدا کر دی۔ جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی۔ یہ بات میں اچھی طرح جان چکا تھا۔ کہ یہ مرد کہن سال کیلنتھ کا باپ لارڈ مینڈی دل ہے۔ اس کے چہرہ کی خشونت بھی خاتون موصوف کے ان الفاظ کی پوری تصدیق کرتی تھی۔ جو اس نے دوران ملاقات میں اپنے باپ کی سخت گیری کے بارہ میں کہے تھے۔

میں جب کمرہ میں داخل ہو چکا تو اس نوجوان نے جو مجھ کو یہاں تک اپنے ساتھ لایا تھا۔ جلدی سے شیشہ کا دروازہ بند کر دیا۔ اور کھڑکیوں کے آگے پردے چھوڑ دیئے پھر اس کے باپ نے باہستگی کمرہ کو عبور کیا اور ایک آرام کرسی پر بیٹھ کر اپنی شیشہ نما آنکھوں سے میرے چہرہ کو گھورنا شروع کر دیا۔ لیکن گو اس وقت تک گفتگو کی قسم سے ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہ نکلا تھا۔ تاہم اس کی صورت قہر مجسم اور نگاہ اس

آدمی سے ملتی تھی جسے اپنے اس دشمن کو جس کا حال اس نے بارہا غائبانہ سنا ہو۔ اور جس سے فی الواقعہ اس کو سخت نفرت ہو۔ پہلی بار دیکھنے کا اتفاق ہو۔ بڑی آہستگی سے اس کی نظر میرے سر سے لیکر بدن کے ہر حصہ کا جائزہ لیتی پیروں تک گئی۔ بہرحال وہ اتنی تیز نگاہ تھی کہ اس ایک منٹ کے عرصہ میں جب تک وہ مجھ پر جمی رہی میں سخت بیتاب ہو گیا۔ اس سرد نگاہ کو دیکھ کر جس کی تابان سطح کے نیچے بعید از فہم بھیانک اثرات پوشیدہ تھے۔ میرے بدن میں بے اختیار لرزہ پیدا ہوا۔ حیران ہوں۔ میں اس نگاہ کی مشابہت کس چیز سے دوں؟ شاید کسی لاش میں جادو کے زور سے قوت باصرہ پیدا ہو سکے اور وہ آنکھیں پھر ایک بار اسی طرح اظہار نفرت کر سکیں جس طرح زندگی میں کرتی تھیں۔ تو بڈھے امیر کی نگاہ کے اثرات کا کچھ اندازہ ممکن ہو۔ میں جب بہت دیر تک اُن آنکھوں کی تاب مقابلہ نہ لا سکا تو میری نگاہ بے اختیار ایک طرف کو ہٹ گئی اور اس وقت پہلی بار میں نے دیکھا۔ کہ اس کمرہ کی دیوار پر ایک بڑی بھیانک تصویر جو شمع کی دھندلی روشنی میں مدھم مگر پھر بھی واضح نظر آتی تھی ٹنگی ہوئی ہے۔ صرف ایک بار میں نے اس تصویر کی طرف دیکھا۔ مگر اتنے ہی میں مجھ کو اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہونے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اور اس درخت کی شاخوں میں ایک اژدہا اپنی دم کو پیچ دے کر بدن کا باقی حصہ نیچے لٹکائے ہوئے ایک سوار کے بدن سے لپٹا ہوا نظر آتا ہے۔ تصویر میں گھوڑے کو وحشت کی وجہ سے پچھلی ٹانگوں کے بل سیدھا اٹھا دکھایا گیا تھا اور نظارہ جو غالباً ہندوستان کے کسی جنگل کا تھا۔ اس قدر وسیع پیمانہ پر تیار کیا گیا تھا کہ وہ بادی النظر میں مجھ کو تصویر سے بہت زیادہ اصلی واقعہ معلوم ہوا۔ جو میری نظروں کے سامنے پیش آ رہا تھا۔ لیکن فوراً ہی اپنی وحشت سے نادم ہو کر میں سنبھلا اور اپنی نگاہ پھر ایک بڈھے امیر کی طرف پھیری جس نے اس موقعہ پر مجھے ہاتھ سے آگے

آنے کا اشارہ کیا۔

"لڑکے"۔ اس نے سخت آواز میں جس کے اندر شروع میں ہلکی نقراہٹ موجود تھی لیکن جو اس کے بعد جلدی ہی مستقل اور مضبوط ہو گئی۔ کہنا شروع کیا: "تو نے اپنے فعل سے اس خاندان کے نام پر دھبہ لگا دیا ہے جو آج تک بے عزتی کے نام سے ناواقف تھا۔ پس اب یہ تیرا فرض ہے کہ اس خرابی کی جو تلافی ممکن ہے تو کرے تیرے گناہ کی حصہ دار نے جس کو میں آئندہ کسی حال میں اپنی بیٹی نہیں کہہ سکتا سارا حال بیان کر دیا ہے۔ اس نے کوئی بات چھپا کر نہیں رکھی۔ تین دن گذرے اس نے سب کیفیت اپنی ماں سے کہہ دی تھی۔ بلکہ اس شخص کا نام بھی ظاہر کر دیا تھا جو اس کی تذلیل کا موجب ہوا۔ اس کے علاوہ یہ بھی اس نے کہا تھا کہ تم ان دنوں اسی شہر میں موجود ہو۔ اور آج رات تمہیں اس سے ملنا ہے۔۔۔"

"مائی لارڈ" میں نے اس بیان سے متعجب ہو کر کہنا شروع کیا۔ جس میں نہ صرف تاریخ کی غلطیاں موجود تھیں (کیونکہ کیلنٹھ سے میری پہلی ملاقات اسی دن دوپہر کے وقت ہوئی تھی) بلکہ جس سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ بڈھا امیر ان واقعات کو اس سے بہت زیادہ پُر اہمیت تصور کرتا ہے۔ جتنے کہ وہ درحقیقت تھے: "مائی لارڈ۔۔۔"

"ٹھیرو اور میں جو کہنا چاہتا ہوں سنو۔" بڈھے امیر نے اپنے ہاتھ کا اتنا زوردار اشارہ کرتے اور چہرہ پر اس قدر سختی کے آثار پیدا کرتے ہوئے کہا۔ کہ میں خوفزدہ اور مرعوب ہو گیا۔ "تمہارے بولنے اور جواب دینے کا وقت بعد میں آئے گا۔ لیکن اگر وہ حالات جو میں نے اس کی زبانی سنے ہیں۔ جسے میں کسی زمانہ میں اپنی بیٹی کہا کرتا تھا صحیح ہوں۔ تو نا ممکن ہے کہ تم اپنے جواب میں مزاحمت یا انکار کی کوشش کرو۔ دنیا اب تک اس کی ذات سے آگاہ نہیں ہے۔ اور تمہارے اور اس بدنصیب کے علاوہ صرف تین شخص اس راز سے واقف ہیں۔ ایک اس کی ماں۔ ایک میں اور ایک اس کا

غم نصیب بھائی جو تمہارے سامنے کھڑا ہے۔ اور جس کو اس صدمہ نے پہلے ہی نیم دیوانہ بنا رکھا ہے۔۔۔"

"لیکن مائی لارڈ" میں نے پھر ایک بار لہجہ پُر زور میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا کیونکہ بیان کردہ حالات اس کیفیت سے جو لیڈی کیلنتھ کی زبانی مجھ کو معلوم ہوئی تھی بالکل مختلف تھے۔ اس نے اپنی بہنوں کے طعن و تضحیک کا ذکر کیا تھا۔ حالانکہ بڈھے امیر کی گفتگو میں بہنوں کا اشارہ تک نہ تھا۔

"چپ! خاموش! سن رسیدہ نواب نے پھر وہی بے صبری کا اشارہ کر کے کہا۔ "اس طرح تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد بے فائدہ میرا قطع کلام کرنے کی بجائے تم کو لازم تھا کہ میرے روبرو دو زانو ہو کر معافی کے خواستگار بنتے۔۔۔ لیکن نہیں ایسا کرنا بیسود ہے۔" اس نے جلدی سے بھر پُر غرور لہجہ میں کہا "کیونکہ میں کبھی تم کو معاف نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اب بھی میں جو کچھ کرنے لگا ہوں، وہ تمہارے یا اس سوختہ بخت کے حق میں جس نے تمہاری مہلک محبت کے لب میں ہو کر اپنے آپ کو تباہ و برباد کیا ہے۔ معافی کا درجہ نہیں رکھتا۔ یہ سب میں صرف اس لئے کرتا ہوں کہ وہ اس آخری انتہائی ذلت سے محفوظ رہے۔ جس کا۔۔۔ افسوس! جس کا خیال بھی میرے لئے آتش سوزاں کا اثر رکھتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ کسی طرح دنیا کی لعنت نفرت اور حقارت سے محفوظ رہے۔ اسی خیال سے میں فوراً اپنے روبرو تم دونوں کے ہاتھ ملوا دینا چاہتا ہوں۔۔۔"

"مائی لارڈ" میں نے دفعتاً اس تجویز کی خوفناک اہمیت کو سمجھ کر پُر دہشت انداز سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اینیل کی تصویر میری آنکھوں کے سامنے پھر گئی

"چپ! میں تمہیں حکم دیتا ہوں۔ چپ!" نوجوان امیرزادہ نے اب گفتگو کا فرض اپنے اوپر لیتے ہوئے غصہ میں بھر کر کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی میرے شانوں کو

پھر اُسی انداز تشنج سے پکڑا جس طرح اس وقت جب ہماری سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ پکڑا تھا: خدا گواہ ہے۔ اگر تم نے ذرا بھی حیل وحجت کی یا کلمہ انکار ایک مرتبہ بھی تمہاری زبان سے نکلا۔ تو میں اسی لمحہ کے اندر جو گذر رہا ہے۔ ضرور تمہیں گولی مار کر مار ڈالوں گا۔ خواہ اُس کی سزا میں کل ہی مجھے پھانسی کے تختہ پر چڑھ جانا پڑے۔" اور یہ کہتے ہوئے اُس نے پھر وہی پستول نکال لیا۔

میں آخر انسان ہوں۔ اور ایسا آدمی کون ہے جو حالات کے اثر سے رنج و راحت کا شکار نہ بنے۔ پس مجھے اس بات کے تسلیم کرنے میں عذر نہیں کہ اُس خوفناک پستول کو دوسری بار سامنے آتا دیکھ کر میں حقیقتاً ڈر گیا۔ رات کے واقعات نے جس طرح ناگہاں موجودہ بھیانک صورت اختیار کی تھی۔ اس سے میں تو کیا۔ مجھ سے بہت زیادہ حوصلہ مند شخص بھی سراسیمہ و بیتاب ہو سکتا تھا۔ میرا لیڈی کیلیتھ سے رخصت ہو کر ایک تنہا مقام پر جانا۔ ایک مردنا معلوم کا مجھے اس جگہ آنے پر مجبور کرنا اس پُراسرار مکان میں میرا داخلہ۔ کشادہ اور فراخ کمرہ کی دُھندلی روشنی اور اس میں رکھا ہوا بھاری سامان۔ اس مرد کہن سال کی موجودگی جس کے بال سپید چہرہ لاش کی طرح زرد اور جس کی مردنی دار آنکھوں کی تہ میں دبی ہوئی آگ پر مشیدہ تھی وہ عزم مصمم جو باپ بیٹے دونوں کی گفتگو میں پایا جاتا تھا۔ وہ پُرزور گرفت جو مجھے اپنے شانہ پر محسوس ہوئی تھی۔ پستول کا بار بار میری نظروں کے سامنے لایا جانا۔ دیوار پر لگی ہوئی خوفناک تصویر جس کی طرف میری نگاہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اُٹھتی تھی۔ اور جس میں بدنصیب سوار کے بدن پر لپٹا ہوا خوفناک اژدہا ایک عجیب طرح کی قابل نفرت اور ڈراؤنا حقیقت رکھتا تھا۔ یہ ساری باتیں درجہ گانہ طور پر ان میں سے ہر ایک میرے دل میں فکر و بیم اور بدن میں خوف کی تھرتھری پیدا کرنے کے لئے کافی تھی دفعتاً بڈھے امیر کی آواز پھر ایک بار میرے خیالات کے سلسلہ کو قطع کرتی سنائی

دی۔ وہ اب کہہ رہا تھا۔ سب انتظام مکمل ہو چکا شادی کا لائسنس تیار ہے۔ اور پادری چند منٹ تک اس جگہ آجائے گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی جیب سے سونے کی گھڑی نکال کر دیکھی "پانچ ہزار پونڈ کی رقم پہلے ہی کلکتہ بھیج دی جا چکی ہے۔ تاکہ جب تم دونو ... تم اور وہ بدنصیب جسے عنقریب تمہاری بی بی بننا ہے۔ اس جگہ پہنچو۔ تو تمہارے لئے گذارہ کی صورت موجود ہو۔ اس کے علاوہ راہداری کے طور پر مزید اخراجات بھی تم کو دے دیئے جائیں گے۔ اور میرا بیٹا جو تمہارے پہلو میں کھڑا ہے۔ تم دونوں کو اس بندرگاہ تک چھوڑنے ساتھ جائیگا۔ جہاں سے جہاز روانہ ہوتا ہے۔ اس دور افتادہ ملک میں جہاں شادی کے بعد تم دونو جاؤ گے۔ تم کو اختیار ہے اپنی مرضی کے مطابق کوئی کاروبار شروع کر لینا جس کے بعد اگر قسمت یاور ہوئی۔ تو ممکن ہے تمہارے لئے دنیاوی ترقی کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ تاہم ایک بات میں بزور تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں لیکن خواہ کچھ ہو تمہاری طرف سے کبھی کوئی خط میرے یا میرے گھر کے کسی آدمی کے نام بالکل نہ آنا چاہیے کیونکہ میں اُسے جس کا میں نام لینا نہیں چاہتا اپنے خاندان سے علیحدہ اور ہمیشہ کے لئے عاق کر چکا ہوں!"

"مائی لارڈ" میں نے اپنے دبے ہوئے جوش کے اظہار کا موقعہ پا کر اُس وقفہ سکوت کو قطع کرتے ہوئے۔ جو میری دہشت کی وجہ سے اتنا لمبا ہو گیا تھا کہا "یہ جو کچھ آپ کہتے ہیں۔ ناممکن ہے اور میں کبھی کسی حالت میں ..."

"بدمعاش!" بڈھے رئیس نے غصہ میں بھر کر اپنی جگہ سے اُٹھتے ہوئے کہا "کیا تو اُس واقعاتی سے انکار کر سکتا ہے۔ جو اپنے گناہ کا اڑ باطل کرنے کو تیرے اختیار میں ہے؟"

"بدکردار ابا جی!" نوجوان امیر زادہ نے بھی پورے زور سے میرے شانہ کو ہلاتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی لڑکھڑا کر فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ اور یقیناً فرش زمین پر گر جاتا۔ اگر اُسے روکنے کے لئے ایک بھاری میز رستہ میں حائل نہ ہوتی۔ کیونکہ میں نے

یکایک غصہ میں بھر کر ایک ایسا پُرزور مکّا اس کی چھاتی پر رسید کیا کہ وہ پستول بھی جو اُس کے ہاتھ میں تھا گر پڑا۔ میں نے جھٹ اُسے آگے بڑھ کر اُٹھا لیا، اور دو قدم اور آگے جا کر لہجہ استقلال میں کہا "یاد رکھیئے میں اس بدسلوکی کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ نے یہی طریقہ جاری رکھا تو پھر میں بھی اپنی جان کی حفاظت کے لئے اس پستول کے استعمال سے دریغ نہ کروں گا، کیونکہ حالت موجودہ میں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ آپ لوگ میری زندگی کو محض بے حقیقت خیال کر رہے ہیں"

پستول کو میرے ہاتھ آتے اور میری طرف سے اسقدر ہمت و استقلال ظاہر ہوتے دیکھ کر بڈھے امیر نے فوراً اپنا لہجہ تقریر بدل لیا، اور اب بہت نرم التجائی آواز سے کہنے لگا "نہ بس لڑائی جھگڑے کی حاجت نہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا فیصلہ محبت و تکرار سے زیادہ بحث و استدلال ہی سے ہو سکتا ہے"

"نائی لارڈ" میں نے یہ حالت دیکھ کر جلدی سے پستول کو میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "طیان فرمایئے۔ میرا دل آپ کے سفید بالوں کی عزت کرتا ہے، اور میرا ہاتھ کبھی آپ پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ تاہم آپ کے بیٹے پر میں یہ بات اچھی طرح واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ اس کا مقابلہ کسی دودھ پیتے بچے سے نہیں ہے۔ اور نہ میں اتنا دون ہمت ہوں کہ اس کی دھمکیوں کے رعب میں آ کر کسی فعل ناجائز پر آمادہ ہو سکوں۔ چہ جائیکہ شادی جس کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ . . . "

"آہ بدکیش لڑکے!" نوجوان امیر نے جس کا چہرہ غصہ سے بگڑا ہوا اور خوفناک لگتا تھا اب دفعتاً پُرجوش آواز سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ پستول جسے میں نے ازراہ حماقت جوش فیاضی میں میز پر رکھ دیا تھا اٹھا لیا۔ "آج تو اس قابل ہو گیا کہ ہم تو تعلیم دے . . . نہیں۔ والد آپ ایک طرف ہٹ جایئے۔ یہ ناہنجار اس طرح نہ مانے گا۔ وہ ہر چند عمر کا چھوٹا مگر دل کا پورا نکھٹو ہے۔ آپ اسے میرے حوالہ کیجئے میں اس کا بہتر انتظام کر سکتا ہوں۔

"صاحب دیکھئے آپ حالات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہیں" میں نے پستول کی طرف دیکھ کر بجا استقلال میں کہنے کی کوشش کی۔

"حالات! ۔ ۔ ۔ اس طرح کے حالات میں جو کچھ کیا جائے۔ بالکل جائز ہے" نوجوان نے غصہ میں بھر کر کہا "پس اب زیادہ باتیں ممکن ہیں ۔ ۔ ۔"

"چپ! آہستہ! ایسا نہ ہو کوئی اس گفتگو کو سن لے" بڈھے امیر نے جواب بیتاب نظر آنے لگا تھا مضطربانہ کہا۔

"مائی لارڈ۔ یہ شور میرا پیدا کیا ہوا نہیں ہے" میں نے جلدی سے کہا "فی الحقیقت اگر آپ مجھے کچھ کہنے کی اجازت دیں ۔ ۔ ۔"

"لیکن وہ کیا بات ہے جو تم کہنا چاہتے ہو؟" نوجوان امیرزادہ نے اب پہلے سے دبی ہوئی آواز میں کہا "اور تم کہہ بھی کیا سکتے ہو ۔ ۔ ۔ نہیں یہ قصد اس طرح طے نہ ہوگا۔ ضرور اس میں زیادہ سخت طریقوں سے کام لینا پڑے گا۔ اور میں خدا کو حاضر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے حصول مدعا کے لئے کسی طریقہ کے استعمال سے دریغ نہ ہوگا ۔ ۔ ۔ نہ لیں والد آپ مہربانی سے چپ رہیں۔ کیونکہ ایک بدنصیب بھائی اس مرد بدکردار سے انتقام لینا چاہتا ہے۔ جس نے اس کی بہن کے ذریعہ سے اس کے خاندان کی عزت کو خاک میں ملایا! ایسا کرتے ہوئے میں کسی ذاتی غرض کو نہیں۔ بلکہ اپنی۔ اپنے والدین اور خاندان کے نام نیک کی صفائی کے خیال کو مدنظر رکھنا چاہتا ہوں۔ اور اب سنو" اس نے بدستور پستول ہاتھ میں لئے ہوئے میری طرف بڑھ کر کہا "جو میں کہنا چاہتا ہوں۔ اسے ابھی طرح کان کھول کر سنو۔ اور مجھے روکنے کی کوشش نہ کرو۔ چند منٹ کے عرصہ میں پادری یہاں آجائے گا۔ اور اگر اس کے بعد بھی تم اپنے گناہ کی اس تلافی سے انکار کردگے۔ جو تمہارے اختیار میں ہے۔ تو یاد رکھو میں قسم کھا کے کہتا ہوں کبھی تم اس گھر کی چار دیواری سے زندہ بچکر نہ جاؤ گے۔ زنہار یہ نہ سمجھنا کہ میں جرم قتل سے ڈرتا ہوں۔ نہیں میں تم کو اسی طرح بے دریغ ہلاک کر سکتا ہوں

جس طرح کسی مجبس سکے کو۔ اس کے علاوہ یہ جرم نہیں۔ ایک ایسا فعل جائز ہے۔ کوئی مذہب کوئی ضابطہ اخلاق۔ کوئی اخلاقی قانون جس کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ پس اب خوب یاد رکھو" اس نے بدستور پستول تانے ہوئے دو قدم اور آگے بڑھ کر کہا: "جو وار تم نے بے خبری میں مجھ پر کیا تھا۔ اس نے اگر ممکن سمجھا جا سکے تو میرے غصہ اور جوش کو دو چند کر دیا ہے اس لئے اگر اب بھی تم نے انکار کیا۔ اب بھی تم نے تامل سے کام لیا۔ تو پھر کوئی طاقت تم کو میرے جوش انتقام سے محفوظ نہ رکھ سکے گی۔ یہ کمرہ جو قصداً اس مطلب کے لئے چنا گیا تھا مکان کے باقی حصوں سے دور ہے۔ اس لئے گولی چلنے کی آواز کسی کو سنائی نہ دے گی میں تمہارے دماغ کو نشانہ بنا کر فوراً ہی تمہاری ناپاک لاش کو باغ کی دیوار کے باہر پھینک دوں گا۔ اس کے بعد میں آتش بار ہوا میں پستول چلاؤں گا۔ تاکہ اس کی آواز سن کر گرد و نواح کے لوگ جمع ہو جائیں۔ ان سے میں یہ کہہ دوں گا کہ شور کی آواز میں باغ کی سمت میں مجھ کو سنائی دی تھیں۔ اس لئے میں نے گولی چلائی تھی۔ اس کے بعد تمہاری لاش دیکھ کر کون اس بات پر شک کرے گا۔ کہ ایک نامعلوم آدمی تھا۔ جو رات کے وقت شاید کسی جرم کی نیت سے مکان میں گھسنے کی کوشش کرتا ہوا مارا گیا؟"

میں دہشت زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور اس کے منہ کو حیرت سے تکنے لگا کس سکون و سرد مہری کے ساتھ وہ میری ہلاکت کی خوفناک اور شیطانی تجویز پیش کر رہا تھا میرے دماغ میں بے اختیار چکر آ گیا۔ اور جب میں نے لڑکھڑاتے ہوئے اپنے گرد و نواح میں دیکھا تو میری نگاہ پھر ایک بار اسی خوفناک تصویر کی طرف گئی۔ اور اپنے خیالات کی الجھن میں مجھ کو سچ مچ ایسا معلوم ہوا۔ کہ یہ دراز قد خونخوار جس کی تصویر میری نظروں کے سامنے تھی اچھل کر مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔

"جلدی کرو۔۔۔ ہاں یا نہیں!" اس نے پھر ایک بار پستول کی نالی میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "میں اب بہت دیر انتظار نہیں کر سکتا۔۔۔"

"یوجین ذرا ٹھیرو۔" بڈھے امیر نے اس موقعہ پر جلدی سے قطع کلام کر کے کہا "ایک تجویز اور میں نے سوچی ہے۔ یعنی تم اپنی بہن کو اس جگہ لے آؤ۔ اس کے بعد ناممکن ہے کہ اس کی موجودگی میں یہ شخص اس فعل انصاف سے انکار کرے جو اخلاقاً اسے کرنا چاہیئے اور جو اس کے اختیار میں ہے۔"

"اچھا میں اسے یہ آخری موقعہ دینے کے لئے بھی تیار ہوں۔" بیٹے نے جس کا نام اب پہلی مرتبہ مجھ کو معلوم ہوا تھا۔ جواب دیا۔ "لیکن آپ ہی تکلیف کر کے جایئے اور اُسے اپنے ساتھ لے آیئے۔ میں اس کی حفاظت کے لئے اس جگہ ٹھیرتا ہوں۔ کیونکہ ڈر ہے شاید میرے بعد وہ بھاگنے کی کوشش کرے۔"

اس کے بعد بڈھا امیر رخصت ہو گیا۔ اور وہ قریباً تین منٹ کمرہ سے باہر رہا۔ اس دوران میں ہم دونوں یعنی میں اور یوجین بالکل خاموش تھے۔ کوئی لفظ کسی کے منہ سے نہیں نکلا۔ اور وہ مجھ سے تھوڑی دور کھڑا ہو کر بدستور کڑی نظروں سے دیکھتا رہا۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ میری حرکت کی نگرانی کرتا اور اس بات کا خیال رکھنا چاہتا ہے کہ میری طرف سے فرار یا مقابلہ کی ذرا بھی کوشش ہو۔ تو اس کا بھرا ہوا پستول فوراً سیدھا ہو جائے۔ میں اندر اضمحلال سے دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اور پھر ایک بار میری نگاہ اسی بھیانک تصویر کی طرف گئی۔ جس کی لمبائی کا کچھ اندازہ اس بیان سے ہو سکتا ہے کہ وہ فرش سے دو فٹ اونچی اور چھت سے اسی قدر نیچی تھی۔ اس کے ساتھ ہی لاتعداد خیالات میرے دماغ میں دہشت پیدا کرنے لگے۔ سوچتا تھا۔ اس قصہ پُر اسرار کا انجام کیا ہوگا؟ کیا میری شادی مسز ایڈی کیلنتھ سے کر دی جائیگی؟ اور وہ امید جو میرے دل میں کسی نہ کسی وقت انیل سے شادی کرنے کی تھی اس طرح آن واحد میں تلف ہو جائیگی؟ لیکن پھر خیال آتا کیا خود کیلنتھ اس طرح کی شادی پر آمادہ ہوگی جس میں پستول کی نالی دکھا کر رضامندی حاصل کی گئی

ہو؟ نہیں جس قدر حالات مجھے اس کی فیاض و غیور طبیعت کے معلوم تھے۔ ان کی بنا پر قطعاً ایسی امید نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ سوچ کر کہ وہ ہرگز ہرگز اس طرح کی جبری شادی پر رضامند نہ ہوگی۔ میرے دل کی بے تابی بڑی حد تک گھٹ گئی۔ اور رفتہ رفتہ مائل ہوتا ہوا استقلال پھر ایک بار اصلی حالت پر آگیا۔

تین منٹ کے بعد دروازہ کھلا اور سن رسیدہ امیر ایک نوجوان خاتون کو ساتھ لئے کمرہ کے دور افتادہ حصہ سے آتا نظر آیا۔ شمع کی دھندلی روشنی میں جو اس مقام تک بمشکل پہنچ سکتی تھی۔ میں نے فقط اس قدر دیکھا کہ خاتون کی نگاہ فرش زمین پر جھکی ہوئی تھی۔ اس کے سوا نہ میں اس کی صورت کو اچھی طرح دیکھ سکا اور نہ کوئی اور کیفیت ہی معلوم کر سکا۔ وہ اپنے بڈھے باپ کے بازو کا سہارا لئے بڑی آہستگی سے چلتی تھی رفتہ رفتہ قریب آکر وہ اس مقام پر پہنچی۔ جہاں تک شمع کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ یہ ہیبت ناک اور مسرا سیمہ کرنے والا خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ وہ جس کو میں اپنے روبرو دیکھ رہا ہوں وہ در اصل کیتھ نہیں ہے! حیرت کی چیخ میرے منہ سے نکل گئی۔ جس کو سنکر وہ نوجوان خاتون بھی چونکی اور نظر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگی۔ اب پہلی مرتبہ مجھے اس کی صورت دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اس میں شک نہیں۔ اس کے چہرہ پر حسن و شباب کے دلفریب آثار موجود تھے۔ تاہم ان سے ملی ہوئی فکر و غم کی اداسی بھی پائی جاتی تھی۔ اور اس کا چہرہ انتہا درجے زرد تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ لارڈ مینڈی دل کی دختر کے سیاہ تابدار بالوں اور مست کالی آنکھوں کی بجائے اسکے بالوں کی رنگت سنہری اور آنکھوں کی نیلوفری تھی۔ اور اب اُن خوشنما آنکھوں میں حیرت اور دہشت کے آثار پائے جاتے تھے۔ ایک چیخ اس کے اپنے منہ سے بھی نکلتی سنائی دی اور وہ یقیناً گر جاتی۔ اگر اس کا باپ اس کو سہارا دینے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا۔

"گرٹروڈ کیا ہوا؟ اس چیخ کا کیا مطلب ہے؟" اس کے باپ نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا۔

اور وہ چیخ جو تمہارے منہ سے نکلی تھی۔ وہ کیا معنی رکھتی ہے؟" یوجین نے میری طرف مڑ کر انداز حیرت سے دریافت کیا۔

"یہ وہ نہیں کوئی اور ہے!" نوجوان خاتون نے باپ کی طرف مڑتے ہوئے ذہنی تکلیف کی دردناک آواز سے کہا: "ہائے افسوس یہ ذلت!... یہ رسوائی!"

ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کے لئے باپ بیٹا دو نو تصویر حیرت بنے ہوئے چپ رہے۔ نہ اُن کے منہ سے کوئی لفظ نکلا، نہ اُن کے اعضا نے کوئی حرکت کی۔ اس کے بعد یوجین نے کہا: "والد آپ اسے اپنے ساتھ دوسرے کمرہ میں لیجائیے" اور جب اس کے بعد بڈھا میرا اپنی بیٹی کو ساتھ لے کر رخصت ہو گیا۔ تو اُس نے میری طرف مڑ کر جلدی سے پوچھا "تم کون ہو اور کیوں اس جگہ گئے تھے؟" میں نے دیکھا۔ اب اُس کے لہجہ میں بڑی ہوئی تندی اور بے تابی پائی جاتی تھی۔

"میرا نام جوزف ولمٹ ہے" میں نے جواب دیا۔ "اور میں اتفاقاً اُس جگہ دم لینے کو ٹھیر گیا تھا"

"اتفاقاً!" اس نے مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "لیکن یہ کس طرح ممکن ہے؟ تم میری ہر ایک بات کو اچھی طرح سمجھتے رہے ہو..."

"مائی لارڈ اگر آپ سوچیں تو یاد آجائیگا" میں نے فوراً جواب دیا۔ "کہ آپ نے مجھ سے فی کر محض اتنا کہا تھا کہ چپ چاپ میرے ساتھ ساتھ چل دو..."

"لیکن نہیں میں نے تم سے اُس بدنصیب کا حوالہ دیکر ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا جس کے ناجائز عشق نے ہمارے خاندان کے ماتھے پر بدنامی کی کالک لگائی ہے"

"آہ! بیشک مجھ کو یاد ہے" میں نے جلدی سے تسلیم کیا "لیکن بات یہ ہے کہ... میرے اور آپ کے حالات میں... ایک عجیب طرح کی مشابہت پائی جاتی تھی لیکن نہیں میں اس کے متعلق کوئی اور حال بیان نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ راز میرا

اپنا نہیں۔ اس لئے میں اُسے ظاہر کرنے کے ناقابل ہوں۔ اس کے علاوہ میں اب تک نہیں جانتا۔ کہ آپ کون ہیں اور آپ کے والد کا نام کیا ہے۔ نہ اس وقت سے پہلے کبھی میں نے آپکی بہن کو دیکھا تھا۔ ۔ ۔ "

یوجین کی سرگزشت میرے ہر ایک بیان سے بڑھتی جا رہی تھی۔ تاہم اُس کی نظریں اب بھی متشکک تھیں۔ اور وہ سخت بے تابی کی حالت میں کمرہ کے اندر ٹہلتا پھر رہا تھا۔ اتنے میں دہی دُور کا دروازہ پھر کھلا۔ اور اُس کا باپ دوبارہ داخل ہوا اُس کے ساتھ ہی کسی نے باہر سے شیشہ کے دروازہ پر ہلکی دستک دی۔ جس کو سنتے ہی یوجین اُس طرف کو چلا گیا۔ قریباً ایک منٹ کے بعد وہ کمرہ میں واپس آیا۔ تو میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ کہ جس شخص نے دروازہ پر دستک دی۔ وہ پادری ہوگا غالباً یوجین نے یہ کہکر اُسے واپس بھیجدیا تھا۔ کہ فی الحال اس کی خدمات درکار نہیں ہیں۔

"میں اب تک نہیں سمجھا کہ معاملہ کیا ہے؟" بڈھے امیر نے اس موقعہ پر کہا۔ "یہ راز میرے فہم سے باہر ہے۔ کون یہ نوجوان ہے۔ اور کیونکر اس غلط فہمی کا آغاز ہوا؟"

"وہ اپنا نام ومٹ بیان کرتا ہے۔" یوجین نے جواب دیا۔ "اور یہ بھی کہتا ہے۔ کہ محض سوئے اتفاق سے وہ اس جگہ چلا گیا تھا۔ جہاں مجھ کو کسی اور سے ملنے کی امید تھی۔ ۔ ۔ ۔ "

"آہ میں سمجھ گیا۔" دفعتاً میں نے ایک فوری خیال کے زیر اثر کہا۔ "کیا آپ کو یاد ہے۔ کہ جب ہم اس طرف کو آ رہے تھے تو ایک شخص درختوں کے سایہ سے پہلے باہر نکلا۔ اور اس کے بعد ہمیں دیکھکر فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا۔"

"بیشک مجھے یاد ہے۔" یوجین نے جواب دیا۔ "اور وہ یقیناً وہی ہوگا۔" پھر اپنے باپ کی طرف مڑکر اُس نے کہا۔ "افسوس کتنی بھاری اور افسوسناک غلطی ہوئی۔"

"لیکن اگر آپ لوگ مجھے بولنے اور کچھ کہنے کی مہلت دیتے۔ تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی" میں نے جلدی سے کہا۔ "اس صورت میں نہ آپ کو اور . . . نہ آپ کو شرمسار ہونا پڑتا" میں نے باری باری دونوں کی طرف مڑتے ہوئے کہا "مگر اندھا جوش آپ کے سروں پر سوار تھا۔ اور آپ ہر بات میں بجا حکمت سے کام لیتے تھے۔ چنانچہ ایک ایک لمحہ کے بعد آپ ہلاکت کی دھمکیاں دے رہے تھے . . . "

"آہ نوجوان آدمی" بڈھے امیر نے افسوس سے ہاتھ ملتے ہوئے کہا "اگر تم کو سارا حال معلوم ہوتا۔ تو مجھ کو پوری امید ہے کہ تم یقیناً ہمارے طرز عمل کو قابل معافی خیال کرتے"

"سارا حال معلوم ہوتا!" پرجین نے باپ کے لفظوں کو تلخ لہجہ میں دہراتے ہوئے کہا "کیا آپ کچھ کم حالات اس کو معلوم ہیں بجز اس کے ہماری ذلت سے پہلے ہی واقف نہیں ہو چکا؟ افسوس! افسوس! اب کیا کیا جائے؟"

"لیکن یہ بتاؤ تم کون ہو۔ اور کس جگہ رہتے ہو؟" باپ نے دبے ہوئے غصہ اور جوش کی حالت میں مجھ سے پوچھا۔ "کس گھرانے سے تمہارا تعلق ہے۔ اور تم کیا کام کرتے ہو۔ . . . سارا حال بیان کرو۔"

"مائی لارڈ اگر حالات اس سے مختلف ہوتے" میں نے چبھتے ہوئے لہجہ میں جواب دیا۔ "تو اس شدید مذاق سلوک کے بعد جو آپ لوگوں نے مجھ سے کیا ہے میں یقیناً آپ کے سوالوں کا جواب سے انکار کر دیتا۔ تاہم میں آپ کے غصہ اور جوش کو قابل معافی خیال کرتا ہوں۔ اور یقین کیجئے مجھے اس بات کا سخت رنج و افسوس ہے۔ کہ ایک اس طرح کا راز جس کا آپ کے خاندان کی عزت سے اتنا گہرا تعلق ہے۔ اتفاقاً مجھ کو معلوم ہوا"

"جو تم کہتے ہو صحیح ہے" بڈھے امیر نے پرخیال انداز سے جواب دیا "اور سچ پوچھو۔ تو اسی لئے میں نے اس قدر سوالات تم سے پوچھے تھے۔ بیشک ہمارے خاندان کی عزت اب تمہارے ہاتھ میں ہے . . . "

"اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ عزت میرے ہاتھوں میں ہر وقت محفوظ رہے گی۔"
میں نے اقرار کیا: "اپنے بارہ میں میں اسی قدر بیان کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک بیکس اور بے مددگار یتیم لڑکا ہوں۔ اور اپنی محنت سے روزی کما کر کھاتا ہوں۔ رہ گئی میری مجلسی حیثیت تو وہ اس سے بہت ادنیٰ ہے جتنا آپ خیال فرما سکتے ہیں۔"
"اگر تم بہت نیک لڑکے ہو۔" بڈھے امیر نے شفقت سے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "اور تمہیں اپنی تکلیف کا کچھ نہ کچھ معاوضہ ضرور ملنا چاہیے۔"
"معاف کیجئے میں اس کا خواہشمند نہیں ہوں۔" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ اور مجھے اس خیال سے رنج بھی ہوا کہ اس وقت تک جو بدسلوکی باپ بیٹے نے مجھ سے کی تھی اس کے متعلق معافی کا ایک لفظ تک ان میں سے کسی کے منہ سے نہ نکلا تھا۔
"تاہم ٹھیرو۔" باپ نے جلدی سے اپنا بٹوہ جیب سے نکال کر چند نوٹ ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا۔ "میں امید کرتا ہوں یہ رقم وقت ضرورت تمہارے کام آ سکے گی۔"
"کیا! آپ مجھے چپ رکھنے کو روپیہ کا لالچ دینا چاہتے ہیں!" میں نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "نہیں مائی لارڈ میں یہ آپ کی دی ہوئی نقدی وصول نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اگر میں آپ کے ہاتھ سے یہ چپ رہنے کی رشوت لینا منظور کروں۔ تو خود آپ کو میری نیک نیتی اور ایمان کی درستی پر شبہ ہونے لگے گا۔ اور چونکہ میں نہیں چاہتا کہ آپ کی نیچر ہر وقت اس خیال سے سہمی رہے کہ اس کا راز نہ معلوم کب افشا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی دیانتداری کا بہترین ثبوت اس طرح پیش کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے ہاتھ سے کسی طرح کی رشوت یا انعام لینا منظور نہ کروں۔"
"تاہم۔۔۔ جوزف ولمٹ تم اس بات کا حلفاً وعدہ کرو۔ کہ جو واقعات آج رات پیش آئے ہیں تم ان کا کسی سے ذکر نہ کرو گے۔" بڈھے امیر نے سنجیدہ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"مائی لارڈ" میں نے اب کمال وقار کے لہجہ میں جواب دیا۔ "میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ بے فائدہ کسی کے معاملات میں دخل دیتا پھروں۔ نہ میں خوش گپیوں کا عادی ہوں۔ نہ اس شہر میں میرا کسی سے میل ہے۔ میں آپ کے نام سے واقف نہیں۔ اور نہ ہی مجھ کو معلوم ہے کہ یہ مکان کس جگہ اور شہر کے کس حصہ میں واقع ہے۔ پھر اس کے علاوہ مجھے ایک دو روز تک یہاں سے رخصت ہو جانا ہے۔ اور شائد پھر کبھی واپس نہ آنا ہو۔ تاہم اگر یہ باتیں آپ کے لئے ذریعہ اطمینان نہ ہوں تو پھر میں اس بات کا سچے دل سے وعدہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں۔ کہ انکشاف راز کا تو ذکر کیا میں کبھی یہ معلوم کرنے کی بھی کوشش نہ کرونگا کہ کون اس مکان میں رہتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ میں اقرار کرتا ہوں کہ اپنے مختصر قیام میں یعنی جبتک میں اس شہر میں ٹھیرا ہوا ہوں۔ اگر کبھی گھر سے باہر نکلنے کا اتفاق ہوگا۔ تو میں اس سمت میں بھی نہ آؤں گا جس میں آپ کا مکان واقع ہے۔ اور اگر کبھی رستہ میں آپ سے یا۔۔۔ ان سے" میں نے بیٹے کی طرف اشارہ کر کے کہا: "ملنے کا اتفاق ہوگا۔ تو میں اس طرح پاس سے نکل جاؤں گا۔ گویا آپ سے بالکل ناواقفیت ہے۔ اس قدر بیان کرنے کے بعد میرے خیال میں آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ میں ایسا آدمی نہیں ہوں جو کبھی اپنے وعدہ سے منحرف یا کسی کمینہ حرکت کا مرتکب ہونا منظور کروں۔"

"بیشک۔ بیشک" بڈھے امیر نے جواب بھی مضطرب اور بےچین نظر آتا تھا۔ گو اب اس کے مزاج میں پہلے کی نسبت بہت تبدیلی ہو چکی تھی۔ جلدی سے کہا "تاہم کچھ نہ کچھ امداد ہم کو ضرور تمہاری کرنی چاہئے۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے پھر ایک بارہ نوٹ مجھ کو دکھائے۔ جو اب تک اس کی کانپتی ہوئی انگلیوں میں پکڑے ہوئے تھے۔

"نہ مائی لارڈ میں ان کے بغیر ہی آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں مجھے ان کی حاجت نہیں ہے" اور یہ کہکر میں شیشہ کے دروازہ کی طرف بڑھا۔

یوجین مجھے چھوڑنے کو ساتھ ساتھ ہو لیا۔ لیکن اب کی بار ہم نہ یا وہ سیدھے

رستہ سے پھاٹک کی طرف گئے۔ اُس جگہ نوجوان امیرزادہ نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور رخصت کرتے ہوئے کہنے لگا: میں امید کرتا ہوں تم اپنے دل میں میری طرف سے کوئی کدورت نہ رکھو گے۔"

"مائی لارڈ" میں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے سرد مہری سے جواب دیا۔ "یہ ناممکن ہے کہ اُن خوفناک دھمکیوں کے بعد جو آپ نے مجھے دی تھیں اور جو ظاہر کرتی تھیں کہ آپ سیاہ ترین جرم کے مرتکب ہو سکتے ہیں۔ میں کبھی آپ کی نسبت کوئی اچھی رائے قائم کر سکوں۔ تاہم۔۔۔ خیر"

میں اتنا کہکر رخصت ہوا اور ایک طرف کو چلنے لگا۔ بڑی دور آگے جاکر یاد آیا کہ مجھے بالکل معلوم نہیں کہ میں کس طرف جاتا ہوں۔ اور یہاں سے میرے مکان کا رستہ کدھر ہے۔ یہ عمارت شہر کے کسی ایسے حصہ میں یا اُس کے باہر کسی ایسے مقام پر واقع تھی جس کا حال مجھے بالکل معلوم نہ تھا۔ تاہم میں نے جس قدر جلد ممکن ہو سکا آبادی میں پہنچنے کی کوشش کی اور اس کے بعد رفتہ رفتہ لوگوں سے رستہ پوچھتا شہر کے اس حصہ کی طرف ہو لیا۔ جدھر میرا مکان واقع تھا۔ حتیٰ کہ رات کے گیارہ بجے تھے۔ جبکہ میں اس جگہ جا پہنچا۔ یہ بیان کرنے کی میرے خیال میں کوئی حاجت نہیں ہے۔ کہ بستر پر لیٹتے ہوئے مجھ کو یہ سوچ کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ حالات نے آخرکار بہتری کی صورت اختیار کر لی۔ ورنہ شروع میں جو ناگوار صورت پیش آنے لگی تھی۔ اس سے میری بہترین امیدوں اور آرزوؤں کے خاتمہ کے بدترین اندیشے میرے دل میں جاگزیں ہو چکے تھے۔

بڈھے امیر اور اُس کے بیٹے کے ساتھ جن کے نام مجھے بالکل معلوم نہ تھے جو وعدہ میں نے کیا تھا۔ اس کو میں نے حرف بحرف پورا کیا یعنی نہ میں نے اُن کے متعلق کسی سے دریافت حال کی کوشش کی۔ نہ کبھی سیر کرتا اُس طرف گیا۔ جدھر اُن کا مکان واقع تھا۔ پُراسرار واقعات کی اس نہ بھولنے والی رات کے بعد دوسرے دن میں جب بازار میں نکلا۔ تو مجھے اُن میں سے کسی سے ملنے

کا اتفاق بھی نہیں ہوا۔ اور نہ خوش قسمتی سے لیڈی کیلتھ ہی کہیں نظر آئی۔ لیکن اگر وہ مجھے دور سے بھی دکھائی دے جاتی۔ تو میں یقیناً وہ رستہ چھوڑ کر کسی اور طرف کو چلا جاتا۔ کیونکہ میں اپنے دل میں اس بات کا پختہ عہد کر چکا تھا۔ کہ آئندہ خیال میں بھی ایبل سے بے وفائی نہ کرونگا حالانکہ کیلتھ کے روبرو جا کر میں عموماً بے بس ہو جاتا تھا۔

اسی روز سہ پہر کو مسز رابنسن کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی۔ کہ اُسے دوسرے دن صبح کو چلٹنہم سے رخصت ہو جانا ہے۔ اور مجھے اُس کے ساتھ جانے کو تیار رہنا چاہیئے۔ اس کی ہدایات کے مطابق دوسرے دن صبح کو میں وقت مقررہ پر گاڑیوں کے اڈہ پر پہنچ گیا۔ معلوم ہوتا ہے میری نئی مالکن بہت آسودہ حال نہ تھی۔ کیونکہ نہ اُس کے پاس سفر کرنیکو ذاتی گاڑی موجود تھی۔ نہ اُس نے کوئی خاص گاڑی کرائے کی۔ بلکہ ایک معمولی سفری گاڑی میں وہ آپ۔ اُس کی آیا۔ اور دونو لڑکیاں اندرونی حصہ میں بیٹھ گئیں۔ اور میں اور اس کی خادمہ چھت پر سوار ہو گئے۔ مگر جس وقت گاڑی شہر کے بازاروں سے گذر رہی تھی تو دفعتاً میں نے دیکھا۔ ایک خوش پوش عورت ایک طرف کھڑی اپنا رومال زور زور سے میری طرف ہلا رہی تھی۔ معلوم ہوا۔ چارلٹ مرے ہے۔ وہ اس وقت غیر معمولی خوبصورت اور چمکی ہوئی نظر آتی تھی اور اُس کے چہرہ کے آثار ظاہر کرتے تھے۔ کہ اس کو مجھے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ لیکن گاڑی چونکہ خاصی تیز رفتار سے چل رہی تھی۔ اس لئے وہ جلدی ہی میری نظروں سے اوجھل ہو گئی۔ اور میں ایک دوسرے سے ایک لفظ تک کہنے کا موقعہ نہ ملا

باب ۳۶

اُستانی

رائیڈ کا چھوٹا سا قصبہ پورٹسمتھ کے سامنے جزیرہ وائٹ کے شمالی ساحل پر بڑی دلفریبی سے

واقع ہے۔ اور اس کے اور خشکی کے قطعہ عظیم کے درمیان سپٹ ہیڈ کا رودبار بہتا ہے۔ اس خوشنما جزیرہ کی پرفضا کیفیت یا اس کے سبزہ و کہسار کی خیال انگیز محویت کے بیان کا نہ یہ موقعہ ہے اور نہ مجھے اس کی فرصت۔ مختصر یہ کہ اس فردوس ناخطہ کو دیکھ کر جہاں مجھ کو بار اول جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ دل کو بڑی فرحت ہوئی۔ اور میں اس کی جنت نگاہ میں جس کا نظارہ مضافات رائیڈ کی اس کوٹھی سے جس میں مسز رابنسن کی سکونت تھی۔ جہازوں کی کثرت آمد و رفت دیکھ کر خوشی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جو ایسے مناظر سے لازماً پیدا ہوتی ہے۔ خود مسز رابنسن کی تنگ مالی حالت کے بارہ میں جو اندازہ میں نے شروع میں قائم کیا تھا حالات مابعد کی بنا پر صحیح ثابت ہوا۔ کیونکہ رائیڈ میں پہنچ کر میں نے دیکھا کہ نہ صرف وہ مکان جس میں یہ رہتا تھا۔ بہت چھوٹا بلکہ اس کے نوکروں کا عملہ بھی حد درجہ مختصر۔ یعنی ایک خادمہ ایک آیا ایک باورچن اور ایک میری اپنی ذات پر مشتمل تھا۔ اور اپنی کوتحصہ رسدی گھر کے سب کام کرنے پڑتے تھے۔ اس کے علاوہ میرا یہ خیال بھی صحیح نکلا کہ مسز رابنسن گھر کے دھندوں یا نوکروں کے اشغال سے بڑی حد تک بے تعلق تھی۔ کیونکہ اس سرزمین مشرق کی سکونت نے جہاں اس کی عمر کا بڑا حصہ گذرا تھا۔ اس کی طبیعت میں کاہلی اور سستی پیدا کر دی تھی۔ اس کا کسل واقعہ میں فرضی یا مصنوعی نہ تھا۔ اور وہ کسی مرض خاص میں مبتلا نہ ہونے کے باوجود قریباً ہر وقت بیمار رہتی تھی۔ قصبہ کی حدود سے اس کے مکان کا فاصلہ اندازاً آدھا میل تھا۔ ایک وسیع خطہ اراضی اس کی پشت پر فقط ترکاریوں کی کاشت کو مخصوص تھا۔ اور ایک چھوٹا سا باغیچہ سامنے اندرون جزیرہ میں نیوپورٹ کو جانے والی سڑک اسی باغ کے پاس سے ہو کر جاتی تھی۔ ہفتہ میں تین بار ایک مالی آکر سبزی قطعات کی سیرابی اور نلائی کے فرائض ادا کر جاتا تھا۔ لیکن چونکہ یہ شخص نہ اس مکان میں رہتا۔ اور نہ اس میں کھانا کھاتا تھا۔ اس لئے میں اس کو گھر کے باقاعدہ نوکروں میں شامل نہیں کر سکتا

بعد ازاں معلوم ہوا کہ مسز رابنسن اس جگہ آتے ہوئے رائیڈ کے بعض اونچے گھرانوں کے نام چند مرضی خطوط ساتھ لائی تھی۔ یہی باعث تھا کہ ہماری آمد کے قصر اً عرصہ بعد کئی اصحاب اور خواتین اس کی ملاقات کو آنی شروع ہوئیں۔ مگر اس طرح کا میل جول اس کو طبعاً ناپسند تھا۔ وہ بہت کم کسی سے ملتی۔ شاذ ہی ملاقاتوں میں کسی کے ہاں شریک دعوت ہوتی اور بہت ہی کم اپنے ہاں کسی پارٹی کا اہتمام کرتی تھی۔ رائیڈ آنے کے بعد اس کا ارادہ اپنی لڑکیوں کو کسی مدرسہ کے بورڈنگ ہوس میں داخل کرا دینے کا تھا۔ مگر اپنی ذہنی طبیعت کی وجہ سے یہ خیال اس کے دل میں جاگزین ہو گیا۔ کہ وہ بیمار اور کمزور ہیں۔ اور مدرسہ میں ان کی نگہداشت کا ویسا انتظام نہ ہو سکے گا۔ جیسا واجب اور انسب تھا۔ پس اس نے ان کی تعلیم کا گھر پر انتظام کرنا ہی بہتر سمجھا۔ اور اس مطلب کے لئے اس کو ایک استانی کی تلاش ہوئی۔ مگر اس طرح کی عورت جزیرہ کی تنگ حدود میں چونکہ مشکل سے دستیاب ہو سکتی تھی۔ اس لئے یہاں آنے کے قریباً ایک ہفتہ بعد اس نے ضرورت کا ایک چھوٹا سا اشتہار لندن کے ایک دو اخباروں میں درج کرایا۔ جس میں قابل تعلیم لڑکیوں کی عمر۔ استانی کے اوصاف اور قریبی تنخواہ جو دی جا سکتی تھی۔ لکھنے کے بعد یہ ہدایت شامل کی کہ درخواستیں بذریعہ ڈاک اس پتہ پر بھیجی جائیں۔

مسز رابنسن

اوول دلا

رائیڈ (جزیرہ وائیٹ)

چند دنوں کے عرصہ میں جگہ جگہ سے چٹھیاں آنی شروع ہوئیں۔ جن کے پتے زنانہ تحریر میں لکھے ہوئے ہوتے تھے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنی ضرورت کے اشتہارات کی

جوابی چٹھیاں تھیں۔ جو درج اخبار ہوئے تھے۔ لیکن یہ سب خطوط چونکہ بند کی بند حالت میں مسز رابنسن کو پہنچا دیئے جاتے تھے۔ اس لئے میں شاذ کبھی اس بات سے واقف نہ ہوتا۔ کہ ان میں سے کس کس میں کیا لکھا ہے۔ اگر اتفاقاً مجھے وہ گفتگو سننے کا موقعہ نہ مل جاتا جو ایک رات مسز رابنسن اور دو خاتونوں میں ہوئی۔ جو ہمارے ہاں کھانا کھانے آئی تھیں۔ میں اس موقعہ پر کھانے کی چیزیں لانے اور پرسنے کا فرض ادا کرتا تھا۔ اس لئے خواہش نہ رکھتے ہوئے بھی ان کی گفتگو سننے پر مجبور ہو گیا۔ ضمناً میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں (گو اس کا سلسلہ داستان سے کوئی تعلق نہیں ہے) کہ مسز رابنسن کے ہاں زیادہ تر تیز مصالح کی چیزیں پکا کرتی تھیں۔ یعنی سمبری کا شوربہ تو چوپڑا گوشت تو مصالحدار اور کری جو ہندوستانیوں کا من بھاتا کھانا ہے۔ کسی نہ کسی صورت میں غرض وہ بہت ہی کم پیتی تھی۔ البتہ تو تلوں میں بندایل پینے کی عادت جو اس نے ہندوستان میں رہ کر حاصل کی تھی۔ اب تک قائم چلی جاتی تھی۔ حالانکہ سرزمین ہمتسد کی گرم آب و ہوا کا انگلستان کے بارہ کرہ ہوائی سے کوئی مقابلہ نہیں ہے۔

وہ دو عورتیں جو کھانے میں شریک ہوئیں۔ مسز اورمس ہارڈن تو ماں اور بیٹی تھیں۔ دونوں طبعاً نیک مگر قسام ازل کی بے رحمی نے ان دونوں کو ذہنی اور دماغی اوصاف سے بڑی حد تک محروم رکھا تھا۔ اکثر کمزور دل و دماغ کے آدمیوں کی طرح وہ بھی ہر ایک بات پر جو اُن کے روبرو کی جائے۔ ہاں کہہ دینا کافی سمجھا کرتی تھیں۔ یعنی ذاتی طور پر اُن کی اپنی کچھ بھی رائے نہ تھی۔ یا اگر تھی تو وہ اُسے دوسرے شخص کے روبرو اظہار تردید پیش کرنا خلاف تہذیب تصور کرتی تھیں۔ لیکن سوئے اتفاق سے فیصلہ کی یہ کمزوری ہی مسز رابنسن کے اُس ارادہ کی تائید اور تصدیق کا ذریعہ ثابت ہوئی جو اُس نے اُستانی کے انتخاب کے بارہ میں پہلے سے کر رکھا تھا۔

بمی چٹھیاں اس نے ماں بیٹی سے دوران گفتگو میں کہا: "میرے اس اشتہار کے جواب

میں موصول ہوئی ہیں۔ اور جہاں تک میری بیماری اور کمزوری اجازت دیتی تھی۔ میں نے اُن کو جستہ جستہ دیکھا ہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ کسی میں ضرورت سے بہت زیادہ امید دلائی گئی ہے . . . "

"صحیح ہے۔ اس طرح کی حالتوں میں عموماً یہی ہوتا ہے"۔ مسز براؤن لو نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"اور کسی میں ضرورت سے بہت کم"

"یہ بھی ان لوگوں کا دستور ہے"۔ مس براؤن لو نے اپنی طرف سے اظہار رائے کرتے ہوئے بیان کیا۔

"پھر اس کے علاوہ بعض ہیں" مسز رابنسن نے تقریر کرتے ہوئے کہا "اس سے بہت زیادہ تنخواہ مانگی ہے جتنی میں دے سکتی ہوں۔ مگر اس کے ساتھ یہ بھی لکھا گیا ہے کہ ہم اپنی کارکردگی کی بنا پر اس سے زیادہ کی مستحق ہیں . . . "

"میں سمجھی" مسز براؤن لو نے کہا "تاہم آپ اس دھوکہ میں آنے والی نہیں ہیں"۔

"اور اس کے علاوہ" مینی نے اپنی بات پر بڑتے ہوئے کہا "جب ایک بار اس بات کا فیصلہ ہو گیا کہ کیا تنخواہ دی جائے گی . . . "

"درست ہے" مسز رابنسن نے تسلیم کیا "جب ایک بار فیصلہ ہو گیا۔ تو کوئی کسی کے کہنے سے تبدیل نہیں کر سکتا۔ تاہم بعض نے اپنی چٹھیوں میں یہ لکھا ہے کہ ہم ان بچوں کی پوری نگہداشت اپنے ہی ذمہ لے لیں گی۔ مگر میں اس کی اجازت نہیں دے سکتی"

"اور آپ کا فیصلہ صحیح ہے۔ میں اس سے پوری طرح متفق الرائے ہوں" مسز براؤن لو نے جواب دیا۔

"لیکن سندات کے عہدہ پر ہونے کے باوجود میں اس طرح پابند ہونا نہیں چاہتی"۔ مسز رابنسن نے بیان کیا "اور اس کے علاوہ سندات کے بارہ میں یہ کہہ کر جانا ہے

سکتا ہے کہ وہ کس حد تک جھوٹی ہیں اور کہاں تک سچی ؟"

"آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے" مس براؤن نے کہا "ایسی سندات عموماً جعلی ہوا کرتی ہیں"

"پس میں نے فیصلہ کیا ہے" مسز رابنسن نے پھر کہا "کہ درخواست کرنے والی کی خوبیوں کا اندازہ اس کی سندات کی بجائے عرضی کے نفس مضمون سے کرنا چاہئے"

"بہت مناسب" مسز براؤن نے تسلیم کیا "بھلا ایک ایسی دور اندیش خاتون جیسی آپ ہیں جھوٹی اور فرضی سندات کو کیونکر دقت دے سکتی ہے ؟ آپ بڑی آسانی سے ان کے بغیر ہی درخواست بھیجنے والے کی خوبیوں کا صحیح اندازہ کر سکتی ہیں"

"میں خوش ہوں کہ آپ میری ہم خیال ہیں" مسز رابنسن نے جواب دیا "کیونکہ جس درخواست نے میرے دل پر سب سے اچھا اثر ڈالا ہے۔ اور جس کو پڑھ کر میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ دو نو لڑکیوں کی تعلیم اس کے سپرد کرنی چاہئے وہ ایک ایسی ہی جوان عورت کی بھیجی ہوئی ہے جس کے پاس پیش کرنے کو کسی طرح کی سندات موجود نہیں"

"اپنے بارے میں یقین کے ساتھ کہتی ہوں" مسز براؤن نے پھر کہا "کہ اگر کوئی ایسی ضرورت مجھ کو درپیش ہوتی۔ تو وہی طریقہ اختیار کرتی۔ جو آپ نے ازراہ دور اندیشی پسند فرمایا ہے"

"بس تو میں اس کے نام خط لکھ دوں گی" مسز رابنسن نے کہا "وہ درخواست میلڈرڈ پامر نامی ایک عورت کی بھیجی ہوئی ہے جس نے لکھا ہے کہ اس کی عمر بیس سال سے کم ہے۔ اس کے والدین چند برس پیشتر فوت ہو گئے تھے۔ اور تب سے وہ ایک بڈھی خالہ کے پاس رہتی تھی۔ لیکن چونکہ حال میں اس خالہ کا بھی انتقال ہو گیا ہے۔ اس لئے اس کو اپنے گذارہ کے لئے ملازمت تلاش کرنی پڑی ہے۔ وہ میری بیان کردہ شرطوں پر لڑکیوں کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لینے کو تیار ہے۔ اور وہ لکھتی ہے کہ میں ان کو ہر طرح خوش رکھوں گی۔ یہ بھی اس نے لکھا ہے کہ میں ہر ایک بات میں آپ کی مرضی اور خوشنودی

تو مقدم سمجھوں گی اور لڑکیوں کی تعلیم کے معاملہ میں ہمیشہ آپ سے مشورہ لیتی رہوں گی ذاتی طور پر میں ان جھگڑوں میں حصہ لینے سے گھبراتی ہوں۔ کیونکہ بیماری اور کمزوری کی وجہ سے میں اس طرح کی دوسری محنت نہیں چاہتی۔ تو بھی میں خوش ہوں کہ اس نے اپنی درخواست میں میری شخصیت کو نظر انداز نہیں کیا۔ بلکہ ہر بات میں حفظ مراتب کا پورا خیال رکھا ہے۔ درخواست کے آخر میں تحریر ہے کہ میرے پاس گواہیں پیش کرنے کے لئے کسی طرح کی سندات موجود نہیں۔ تاہم اگر آپ از راہ فیاضی میری خدمات قبول کریں۔ تو پوری امید ہے کہ میں اپنے فرض کو محنت اور تندہی سے پورا کرتی رہوں گی۔"

"بہت خوب"۔ مسز براؤن لو نے اس تقریر کے خاتمہ پر کہا۔ "ہر چند آپ نے اس عورت کی درخواست کا محض خلاصہ پیش کیا ہے۔ تاہم میں اس کو مسٹر کراس کے حق میں رائے رکھنے لگی ہوں۔ میرے خیال میں آپ کی نظر انتخاب کا اس کی طرف جانا بالکل واجب اور قدرتی تھا۔"

"پھر اس کے علاوہ"۔ مس براؤن لو نے کہا۔ "ایک یتیم لڑکی کی مدد کرنا یوں بھی ہر رحمدل انسان کا فرض ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ وہ بیچاری اپنی صدہا دقتوں کو پیش نظر رکھ کر تعلیم کے فرض کو محنت اور جانفشانی سے پورا کرتی رہے گی۔"

"میں آپ دونو کے مشورہ کی قدر کرتی ہوں"۔ مسز رابنسن نے جو اس لمبی چوڑی بحث سے ظاہر تھک گئی تھی کہا۔ "یوں تو میں پہلے ہی میلڈرڈ پامر کے حق میں تھی۔ مگر اب آپ کے اتفاق رائے کرنے کے بعد تو میری صلاح بالکل ہی پختہ ہو گئی ہے۔ پس میں کل ہی ایک خط اسے لکھ دوں گی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو آ جائے۔"

اس کے بعد یہ گفتگو ختم ہو گئی۔ اور پھر اور اور معاملات پر باتیں ہونے لگیں تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس انتخاب کے بارہ میں مسز رابنسن کا طرز عمل یا تو اس کی انتہائی سادہ لوحی کی دلیل تھا۔ یا اس سے پایا جاتا تھا۔ کہ وہ نہایت معمولی

احتیاطوں کو بھی ملحوظ رکھنا نہیں چاہتی۔ اپنی رائے میں وہ محض اس لئے اس عورت کو استانی منتخب کرنا پسند کرتی تھی، کہ اپنی کاہلی کے باعث وہ اُن لوگوں کے نام چیٹیاں لکھ کر جن کی مسندات پیش ہوں۔ دریافت حال کی زحمت گوارا کرنا نہ چاہتی تھی لیکن صحیح وجہ کچھ بھی ہو اس کے دوسرے دن اُس نے ایک بند لفافہ ڈاک میں ڈالنے کو میرے حوالہ کیا جس پر مس پامر کا نام اور رسیڈن ٹون لندن کے کسی محلہ کا پتہ درج تھا۔

اس کے تین دن بعد دوپہر کے وقت میں کسی کام کو شہر جانے کے لئے باغ کے پھاٹک سے نکل رہا تھا کہ معلوم ہوا۔ ایک مفلوک الحال لڑکا کسی قدر فاصلہ پر میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے۔ ایک دو بار میں نے اُس کی موجودگی کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔ تاہم میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ کسی مدعائے خاص کے لئے میرے ساتھ ہی ساتھ چلا آتا ہے۔ ایک دفعہ میں چلتے چلتے ٹھیرا تو وہ بھی ٹھیر گیا۔ اور جب میں دوبارہ چلنے لگا۔ تو وہ بھی آگے کو چل دیا۔ آخر کار میں اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہو گیا۔ کہ وہ کسی نامعلوم وجہ سے میرے ہی ساتھ لگا آتا ہے۔ تنگ آکر میں ٹھیر گیا۔ اور اُس کے سامنے کھڑا ہو کر پوچھا "کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

اُس نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ ہم اب مکان سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اس کے بعد پُراسرار لہجہ میں کہنے لگا "کیا آپ ہی کا نام جوزف ولٹ ہے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا۔ اور یہ سوچکر حیران ہوا۔ کہ یہ لڑکا کون ہے۔ اور مجھ سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

"تو لیجئے یہ میں آپ کے لئے لایا ہوں"۔ یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک رقعہ میرے ہاتھ میں دیدیا۔ اور اُس کے بعد غیر معمولی تیز رفتاری سے دوڑتا شہر کی طرف چلا گیا۔ مشکل سے اپنی حیرت پر غالب آکر میں نے اُس رقعہ کو دیکھا۔ اس پر مسٹر ولٹ کا نام لکھا تھا اور رسم الخط کی قصدی تبدیلی کے باوجود ایک عجیب طرح کی نزاکت اور روانی اس میں

بلا جانتی تھی میں نے حرف پہچاننے کی بہت کوشش کی۔ مگر بے سود۔ دیر تک میں کسی نتیجہ پر پہنچنے سے قاصر رہا۔ لیکن اس کے بعد یہ سوچکر دفعتاً میرے دل کو خوشی کا احساس ہونے لگا۔ کہ ممکن ہے یہ خط انیبل کا بھیجا ہوا ہو۔ اس خیال کے آتے ہی کچھ ایسی خوشی میرے دل کو ہوئی کہ میں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ انیبل کو رسم الخط بگاڑنے کی کیا حاجت تھی؛ خیر میں اُسے کھول کر پڑھنے لگا۔ اس کا مضمون عجیب تھا جس نے میری حیرت کو دہ چند زیادہ کر دیا۔ یعنی لکھا تھا۔

۷ اکتوبر ۱۸۳۹ء

استانی جس کا انتظار تھا۔ آج رات آپ کے مکان پر آجائے گی۔ بہر چند حالات خاص نے اس کو ایک فرضی نام اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تاہم آپ اس سے ناواقف نہیں ہیں۔ خیر اب مدعائے تحریر یہ ہے کہ اُسے دیکھ کر اور پہچان کر نہ آپ کسی طرح کی حیرت ظاہر کریں نہ کسی سے کچھ کہیں۔ اس معاملہ میں آپ کی طبعی فیاضی سے مکرر درخواست کی جاتی ہے۔ کہ فی الحال پورے محتاط رہئے۔ پھر کبھی موقعہ محل آنے پر پوری تشریح آپ سے کر دی جائیگی سردست اسی قدر لکھنا کافی ہے کہ راقمہ سطور کی عزت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اور اگر آپ نے اپنے قول فعل یا نگاہ سے اس راز کو ظاہر کیا۔ تو پھر یقیناً اس کو اُسی وقت مسز رابنسن کی ملازمت سے علیحدہ کر دیا جائیگا۔ آخر میں پھر ایک بار درخواست کی جاتی ہے۔ کہ اپنے جذبات پر قابو رکھئے اور اس سے مل کر کسی طرح کی حیرت قطعاً ظاہر نہ کیجئے۔

حیران و ششدر میں اس خط کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ راقمہ کا نام اس پر کہیں درج نہ تھا۔ اور نہ مدعائے تحریر ہی کسی طرح واضح ہو سکا۔ رائیڈ کی طرف جاتے ہوئے بارہا میں نے سوچا۔ کہ وہ عورت کون ہوگی جس نے یہ خط میرے نام لکھا؟ ایک ایک کر کے میرا خیال ان ساری جوان عورتوں کی طرف گیا جن کی عمر سے پامر کی عمر سے کمی جیتی تھی اور گو کئی ایک ایسی تھیں جن پر شبہ کرنا ممکن تھا۔ تاہم ایسی عورت ایک بھی ان میں نہیں

تھی جس کے واقعات زندگی اُن حالات سے ملتے ہوں۔ جو میں نے نئی اُستانی کے بارہ میں مسز رابنسن کی اُس گفتگو سے معلوم کئے تھے۔ جو اُس کے اور مسز اور مس براؤن کے درمیان ہوئی تھی۔ لیکن خیال آیا کہ ممکن ہے وہ حالات بھی اسی طرح فرضی اور مصنوعی ہوں جیسے اس کا نام۔ غرض انتہائی کوشش کے باوجود میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا۔ کہ ایسی عورت کون ہو گی۔ جو اس طرح پوشیدہ رہنا چاہتی تھی۔ پھر ایک بار میں نے اس رقعہ کی تحریر سے راقم کی شخصیت تحقیق کرنیکی کوشش کی۔ لیکن وہ اس قدر بدلی ہوئی تھی کہ سعی عظیم کے باوجود میں یہ معلوم نہ کر سکا۔ کہ میری جانی ہوئی عورتوں میں سے وہ کس کی تحریر ہے۔

اور اس کے بعد رفتہ رفتہ کئی اور خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے۔ ذاتی طور پر میں شروع سے ہی کسی ایسی ایک اُستانی کے نوکر رکھے جانے کے خلاف تھا۔ جو کسی طرح کی سندات پیش نہ کر سکتی ہو۔ لیکن اب اس رقعہ کو پڑھ لینے کے بعد ایک نئی صورت یہ پیدا ہوئی کہ کیا مجھے اس طرح کی دھوکا بازی میں شریک ہونا چاہئے؟ ہر چند میرے لئے فی الحال یہ معلوم کرنا مشکل تھا۔ کہ کون سا راز اس رقعہ کی تہ میں پوشیدہ ہے؟ کیوں اتنی پردہ داری ہے؟ اور اس اخفا کا آخری انجام کیا ہونے والا ہے؟ تو بھی فوری اہمیت کا سوال یہ تھا۔ کہ اس موقعہ پر میرا اپنا طرز عمل کیا ہونا چاہئے؟ پہلے جی میں آئی تھی کہ یہیں سے کوٹھی کو لوٹ چلوں اور یہ خط بجنسہٖ مسز رابنسن کو دکھلا دوں لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے۔ وہ اینبل کا لکھا ہوا ہو۔ . . ممکن ہے وہ اپنے باپ کے ناقابل برداشت مظالم سے تنگ آکر گھر کو خیرباد کہنے پر مجبور ہوئی اور اب اپنی محنت مشقت سے روزی کمانے کی فکر کر رہی ہو۔ لیکن پھر اس سلسلہ میں ایک خیال اور بھی ذہن میں پیدا ہوا۔ یعنی اگر وہ اس خط کی راقمہ ہوتی تو اس طرح کا پُراسرار لہجہ کیوں اختیار کرتی؟ صرف ایک صورت البتہ تھی۔ یعنی ممکن تھا اسے اس لڑکے پر جس کے

ہاتھ اس نے خط بھیجا تھا۔ بھروسہ نہ ہو۔ اور اس نے اُس نے قصداً احتیاط پہرا یہ برتا ہو۔ یہ اور ایسے ہی کئی خیالات دل میں پیدا ہوئے۔ لیکن سارے پہلو سوچکر آخری فیصلہ جو میں نے کیا۔ یہ تھا۔ کہ مالکن سے کوئی بات کہنے سے پیشتر مجھے اُستانی کی آمد کا انتظار کرلینا چاہیئے۔ خط کی تحریر کے مطابق اس کو اُسی رات آجانا چاہیئے تھا۔ پس اس عرصہ قلیل ہی میں میری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہونی چاہیئے جس پر ممکن تھا بعد ازاں مجھ کو پشیمان ہونا پڑے۔ پس میں نے اپنے دل میں یہ طے کرلیا کہ اُستانی کے آجانے کے بعد ہی میں اس راز سے واقف ہوکر کہ وہ کون ہے اور اس تحریر کے بارہ میں کیا عذر لت پیش کرنا چاہتی ہے۔ اس سوال کا فیصلہ کروں گا۔ کہ مجھے اس کے بارہ میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیئے۔

اس فیصلہ کے بعد میں تیز چلتا قصبہ رایڈی کی طرف ہو لیا۔ لیکن اگر میں اس ذریعہ سے اس لڑکے کو پانا چاہتا تھا۔ جس نے یہ پُراسرار خط لاکر مجھے دیا تھا۔ تو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ مجھے اس کوشش میں ناکامی ہوئی یعنی وہ کہیں نظر نہ آیا۔ خدا معلوم وہ اس رقعہ کو میرے حوالہ کرنے کے بعد کدھر غائب ہوگیا۔ خیر جو کام مجھے کرنا تھا۔ اُس سے فارغ ہوکر میں پھر ایک بار گھر کی طرف چلا۔ اور اُس جگہ پہنچ کر رات ہونے تک دن کا باقی حصہ بڑی فکر و تشویش میں گذارا۔ بہرحال اتنا میں کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے اپنی بے تابی کو گھر کی مالکن اور نوکروں سے چھپانے کی کوشش کی۔ اور کسی کو میرے دلی اضطراب کا حال نہ معلوم ہوسکا۔ چونکہ اُستانی کی آمد کی اطلاع پہلے ہی بذریعہ ڈاک مل چکی تھی۔ اس لئے ایک کمرہ اس کے لئے تیار کرلیا گیا تھا۔ اور نوکر آپس میں اس سوال پر چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔ کہ وہ کس طرح کی عورت ثابت ہوگی۔ جوان یا بدصورت حلیم یا کڑکھی۔ اور میری اپنی تشویش کا تو یہ عالم تھا۔ کہ جب کبھی دروازہ پر دستک سنائی دیتی۔ میں دھڑکتے ہوئے دل سے جھٹ اُسے کھولنے جاتا۔ رہ رہ کر یہ خیال

جی میں ہیجان کرتا تھا۔ کہ کیا میں عنقریب انیل سے ملوں گا۔ یا وہ کوئی دوسری ہی عورت ہوگی۔ جسے میسٹلڈا پامر کا رضی نام اختیار کر کے اس جگہ آنا تھا۔

اس رات نو بجنے میں تھوڑی دیر باقی تھی۔ کہ ایک گاڑی سامنے والے باغ کے پاس آ کر ٹھیری۔ وہ ایک اس طرح کی کرایہ کی گاڑی تھی جیسی قصبہ رائیڈ میں عموماً چلا کرتی ہیں میں جلدی سے باہر نکلا تو معلوم ہوا گاڑی بان ایک بکس اتارنے میں مشغول تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ اور اندھیرے میں (کیونکہ باغ کے پھاٹک کے پاس کوئی اس طرح کا لیمپ موجود نہ تھا۔ جو گاڑی کے اندرونی حصہ کو روشن کر سکتا) میں نے دیکھا ایک سیاہ پوش جوان عورت نے موٹی نقاب چہرہ پر ڈال رکھی تھی بخیرہ میرے بازو کا سہارا لیکر نیچے اتری۔ مگر ایسا کرتے ہوئے جب اس نے میرے ہاتھ کو پکڑ کر زور سے بلکہ یوں کہنا چاہئے پرجوش سرگرمی سے دبایا۔ تو بے اختیار میرے بدن میں تھرتھری پیدا ہو گئی۔ کیونکہ حقیقت کا شبہ آن واحد میں پہلی مرتبہ اس طرح میرے دل میں پیدا ہوا۔ جس طرح بجلی کی چمک بادلوں کی تاریکی کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے اس کے بعد جب گاڑیبان بکس اٹھائے آگے آگے مکان کے دروازہ کی طرف جا رہا تھا۔ تو اس نے گھونگٹ اٹھا دیا اور اس وقت میں نے دیکھا کہ وہ لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کا نہ بھولنے والا دلکش چہرہ تھا!

اب اس شبہ کی جو ایک لحظہ پیشتر میرے دل میں پیدا ہوا تھا۔ پوری تصدیق ہو گئی۔ تاہم ۔ ۔ ۔ میرے خدا یہ کیا حماقت تھی! حیران و ششدر اضطراب و بیتابی کی حالت میں میں اس کے منہ کو تکنے لگا۔

"جوزف۔ پیارے جوزف"۔ کیلنتھ نے پھر ایکبار میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر پیار کرتے ہوئے دبی آواز میں کہا۔ "یہ سب کچھ میں نے فقط تمہاری خاطر کیا ہے"۔

لیکن میرے منہ سے جواب میں ایک لفظ تک نہ نکلا۔ تقریر کے دفتر میری زبان

پر رکے ہوئے تھے۔ بیان کی آندھی فہمائش و ملامت کی صورت میں چلنے کو تیار تھی۔ مگر حیرت و بدحواسی کے سحر نے ہونٹوں کو بند اور زبان کو بے نطق بنا رکھا تھا۔ اتنے میں گاڑی بان ٹرنک کو ڈیوڑھی میں پہنچا کر واپس آگیا۔ لیڈی کیلنتھ نے کرایہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد کھلے ہوئے دروازہ کی طرف بڑھی۔ ڈیوڑھی میں خادمہ کھڑی تھی۔ اس کی موجودگی میں نہ وہ کوئی اور لفظ مجھ سے کہہ سکی۔ نہ میں ہی بولنے کی جرأت کر سکا۔ کیونکہ دل تو میں فرط حیرت سے خاموش تھا۔ لیکن اگر بولنے کے قابل بھی ہوتا تو یہ وقت مصلحتاً چپ رہنے کا تھا۔ ڈیوڑھی میں لٹکے ہوئے لیمپ کی روشنی میں میں نے دیکھا۔ کہ کیلنتھ نے صاف اور سادہ ماتمی لباس پہنا ہوا تھا۔ اور اس کے کپڑے بالکل اس طرح کے تھے۔ جیسے کسی پیشہ ور پرستاری کے ہونے چاہئیں۔ تاہم اس کے چہرہ کی رنگت زرد تھی۔ اور گو کسی ایسے شخص کو جو محض سطحی نظروں سے دیکھے۔ اس کی صورت میں کوئی خاص بات نظر نہ آتی تھی۔ تاہم میری متجسس نگاہ یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکی۔ کہ ایک گہرا اضطراب اور دبا ہوا جوش اس کے چہرہ کے سکون میں چھپا ہوا تھا۔ جس کو حالات پیش آمدہ کا قدرتی نتیجہ سمجھا جا سکتا ہے۔ نوکرانی سب سے پہلے اس کے اپنے کمرہ میں لے گئی۔ جو اس کے بعد کمرہ نشست میں مسز رائفسن کے پیش کرنے کو۔ مگر میں اس خیال سے کہ میرا بڑھا ہوا اضطراب نوکروں کو نظر نہ آجائے بیماری کا بہانہ کر کے فوراً ہی اپنے کمرہ میں چلا گیا۔ کیونکہ یہ امر واقعہ ہے۔ کہ ظاہری سکون قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کے باوجود میرے جی کا اضطراب کسی نہ کسی حد تک چہرہ کے آثار سے ظاہر ہو رہا تھا۔

اپنے کمرہ میں پہنچکر بھی میں بڑی دیر تک اس ذہنی سکون کو حاصل کرنے کی بے سود کوشش کرتا رہا جو کسی صحیح فیصلہ پر پہنچنے کے لئے ضروری ہوتا ہے۔ کیلنتھ کے ان الفاظ سے جو اس نے گاڑی سے اترتے وقت دبی آواز میں مجھ سے کہے تھے

صاف ظاہر ہوتا تھا۔ کہ یہ احمقانہ حرکت اس مجنونانہ محبت کا نتیجہ تھی جو اس کو صحیح یا غلط طور پر مجھ سے پیدا ہو چکی تھی۔ بار بار میں اپنے آپ کو اس حماقت اور اخلاقی کمزوری کے لئے کوستا تھا جس کا اظہار شروع سے ہی اس معاملہ میں میری طرف سے ہوا تھا۔ سوچ آئی کہ کیوں نہ مرٹل لاج ہی میں میں نے اپنے دل کی صحیح حالت اس کے روبرو ظاہر کر دی؟ یا اگر تب موقعہ نہ ملا تھا۔ تو کیوں نہ اس کے بعد چلٹنہم والی ملاقات میں اس کا تصفیہ کر دیا؟ اگر ان موقعوں میں سے کسی پر صحیح حال اس کی غلط فہمی اور اپنی دلی کیفیت کا اس سے بیان کر دیا جاتا۔ تو یہ حماقت اور دیوانگی یا یہ مجنونانہ حرکت جس کی وہ مرتکب ہوئی تھی۔ کبھی سرزد نہ ہوتی۔ تاہم جو ہوا ہو گیا۔ اب یہ میرا فرض تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے حال اس سے کہہ دوں۔ کیونکہ اب میں بہرحال اس کے لئے تیار نہ تھا۔ کہ اپنے آپ کو کیلنتھ کے مجنونانہ عشق کا نشانہ بنا کر از سر نو ابتل سے غائبانہ بیوفائی کرتا۔ لیکن ۔ ۔ ۔ یہاں تک پہنچنے کے بعد اس خیال نے بے اختیار بدن میں لرزہ پیدا کر دیا۔ کہ جس وقت میں اپنے آپ کو اس کی محبت کے ناقابل اور ناقابل ظاہر کر دوں گا جب اپنی بھاری غلط فہمی کا علم بار اول اس کو ہو گا۔ تو کس قدر مایوسی۔ ۔ کتنی ذلت اور مایوسی لارڈ مینڈی دل کی دختر کے ضمیر دل کو ہو گی۔ جب اس کو معلوم ہو گا۔ کہ میں اس کی محبت اور ایثار کی کوئی قدر نہیں کرتا۔ اور وہ عیارانہ ترکیب جو اس نے مجھ سے ملنے کے لئے کی تھی میری نظروں میں کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی۔ تو میرے خدا۔ کتنی پریشانی اس کو ہو گی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنی مایوسی اور ناکامی پر کتنا غصہ اسے آئیگا بھلا کون ہے اس داستان کے پڑھنے والوں میں سے کوئی صاحب میرے اس بیان کو پڑھ کر نہیں تاہم یہ امر واقعہ ہے کہ اس رات میں ان باتوں کو سوچکر اور ان سارے حالات پر غور کر کے بڑی دیر تک ذہنی اذیت کے عالم میں اپنی بے بسی اور مجبوری پر رنج و غم کے آنسو بہاتا رہا۔ کیلنتھ کی قربانیوں کا نقشہ میری نظروں کے سامنے تھا۔ اس کا

چپ چاپ اپنے آبائی مکان سے بھاگنا اپنی سعی عشق میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہ لانا اپنی شان امارت کو فرضی نام میں چھپانا۔ ایک غریب استانی کا بھیس بدلنا اور اس حیثیت میں ایک ایسی ملازمت تلاش کرنا۔ جہاں بگڑے دل بدمزاج بچوں کی حکومت (مسز رابنسن کی اولاد ایسی ہی تھی) ہر وقت بنی ہوتی تھی۔ پھر اس ملازمت کے سلسلہ میں خود اس خاتون کی نہائیشوں اور ملامتوں کا نشانہ بننا۔ سوسائٹی کے اونچے درجہ کو چھوڑنا عیش و عشرت ترک کر کے راحت و آرام کو قربان کرنا۔ اس خیال کو بھی نظر انداز کر دینا کہ اس کی شادی طبقہ اعلیٰ میں کسی خطاب یافتہ نوجوان سے ہو سکے گی۔ یہ سب کچھ اس نے محض اس عشق کی خاطر کیا تھا۔ جو وہ ازراہ حماقت مجھ سے کرتی تھی۔ لیکن جس کا میرے پاس سوائے سرد مہری اور نفی کے کوئی جواب نہ تھا۔ اس خیال کے پیدا ہونے سے وہ صدمہ سخت میرے دل کو ہوا کہ بے اختیار آنکھیں بھر آئیں۔ افسوس اس ہمہ گیر محبت اس ایثار عظیم ان ناقابل تلافی مصائب کا معاوضہ میرے پاس کیا تھا؟ کچھ نہیں اس کے برعکس سب سے پہلے الفاظ جو میرے منہ سے نکلیں گے وہ اس بات کا اقرار ہوگا کہ نہ میں نے آج تک کبھی اس سے محبت کی نہ اب کرتا ہوں اور نہ آئندہ کروں گا۔

لیکن میں نہیں چاہتا کہ ناظرین کو ان ہولناک جاں فرسا خیالات کی تفصیل سے پریشان کروں جو کمرہ کی خلوت و تنہائی میں میرے دل میں پیدا ہوئے۔ مختصر یہ کہ بڑی دیر تک مضطرب اور بیتاب رہنے اور کئی پہلو بدلنے کے بعد آخر بڑی مشکل سے میری آنکھ لگی۔ اور جب اس کے بعد میں سویا۔ تو وہ خواب جو مجھ کو نظر آئے بڑے بھیانک اور پریشان کرنے والے تھے۔

دوسرے دن صبح کو میں باورچی خانہ میں گیا۔ تو سب نوکر طبیعت کا حال پوچھنے لگے۔ اس کے بعد ناشتہ کے موقعہ پر ان میں نئی استانی کے بارہ میں گفتگو شروع ہوئی اور میں نے دیکھا کہ ہر شخص اس کی غیر معمولی خوبصورتی کا معترف اور مداح تھا۔

اس خادمہ نے بھی جو لیڈی کیلنتھ کو اس کا کمرہ دکھانے گئی تھی۔ اُس کے حسنِ اخلاق کی تعریف کی۔ اور کہا کہ وہ بڑی ہی نیک اور ملنسار عورت ہے جس میں خود سری یا سرشوری کا شائبہ تک موجود نہیں۔ میں چپ چاپ ان کی باتیں سنتا رہا اور بڑی مشکل سے اس اضطراب کو جو چہرہ سے ظاہر ہونے لگا تھا روکا۔ ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد میں گھر کے کام کاج میں مصروف ہوگیا۔ تاہم کیلنتھ سے ملنے کا اندیشہ ہر وقت جی کو لگا ہوا تھا۔ اپنے جی میں میں نے یہ بات پوری طرح طے کر لی تھی۔ کہ آئندہ اپنے کسی لفظ اشارہ یا فعل کے ذریعہ سے اس کی محبت کا قدردان یا اس کے عشق کا نشانہ بننا منظور نہ کروں گا۔ کیونکہ اس معاملہ میں میری خاموش اطاعت بھی میری پیاری نیل کے حق میں بے وفائی کے ہم معنی تھی۔ اب میری واحد آرزو یہ تھی۔ کہ جتنا جلد ممکن ہو کیلنتھ سے مل کر اپنے دل کی صحیح کیفیت کہہ دوں اور اس طرح یہ بات ہمیشہ کیلئے طے ہو جائے کہ آئندہ ہمارے تعلقات کس بنیاد پر کس صورت میں قائم رہ سکتے ہیں۔

لیکن معلوم ہوتا ہے۔ کیلنتھ نے بجائے خود مجھ سے فوراً ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ غالباً وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ کہ اس موقعہ پر انتہائی حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ اسی طرح کئی دن گذر گئے۔ اس دوران میں صرف تین یا چار بار میں نے اسے دیکھا اور وہ بھی ایک آدھ لحظہ کے لئے۔ تاہم جب کبھی وہ میرے پاس سے گذرتی تو گہری محبت کے ناقابل بیان آثار اُس کی موٹی سیاہ آنکھوں میں پیدا ہو جاتے گو اس کے بعد فوراً ہی وہ اپنا منہ دوسری طرف کو پھیر لیتی۔ اور اس طرح غمگینی اور ملامت کے اس اشتراک کو جو میرے اپنے چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ نہ دیکھ سکتی تھی۔ بہرحال ان ایام میں وہ پوری طرح محتاط رہی۔ نہ کبھی اُس نے ہاتھ سے ہاتھ ملانے کی کوشش کی نہ ڈیوڑھی میں یا سیڑھیوں پر میرے پاس سے گذرتے ہوئے ایک آدھ لحظہ سے زیادہ ٹھیری جس کا مطلب یہی تھا۔ کہ وہ ہماری سابقہ واقفیت کے راز کو دوسرے

نوکروں سے پوشیدہ رکھنا چاہتی تھی۔ صبح کو اس کے وقت کا بڑا حصہ اس کمرہ میں بسر ہوتا تھا جس میں مسز رابنسن کی دو نو لڑکیاں پڑھا کرتی تھیں۔ پھر دو بجے وہ انہی کے ساتھ کھانا کھاتی اور اس کے بعد اُن کو سیر کرانے لیجاتی۔ چھ بجے شام کو وہ تینوں مل کر چائے پیتیں اور جب آخر کار آٹھ بجے دونو لڑکیاں سو جاتیں تو وہ ایک دو گھنٹے مسز رابنسن کے پاس بیٹھنے کے لئے گول کمرہ میں چلی جاتی۔ لیکن یہ مختصر سا آرام بھی جو اُسے محنت شاقہ کی اس زندگی سے جسے اُس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا۔ ملتا تھا۔ وہ مسز رابنسن کی منشا و منظوری کے بغیر حاصل نہ کرتی تھی۔ یا دوسرے لفظوں میں مسز رابنسن کے بن بلائے وہ کبھی اُس کے کمرہ میں نہ جاتی تھی۔ بیچاری مالکن کو اس بات کا کیا علم تھا۔ کہ وہ ظاہر اپنے حیثیت اُستانی جس کے اوقات اتنے باقاعدہ۔ اخلاق اتنے اعلیٰ اور آداب اتنے صحیح تھے۔ اور جو فرض تعلیم کو اس محنت اور تندہی سے انجام دیتی تھی طبقہ اعلیٰ کی امیرزادی سلطنت برطانیہ کے ایک نامی رئیس کی بیٹی اور سوسائٹی کے اس درجہ افضل کی خاتون ہے جس کی اصلی جگہ فیشن کے آسمان پر یا امرا کے مذہب کمروں میں تھی۔ مگر جس نے جوش عشق میں ان سب کو لات ماردی۔ جتنا زیادہ میں اُس کے ایثار کی عظمت کو سوچتا اتنی ہی زیادہ اذیت اس خیال سے میرے دل کو ہوتی تھی۔ کہ میں کس منہ سے وہ سب باتیں اُس سے کہوں گا جن کو میں صرف موقعہ کے انتظار میں اس وقت تک روکے ہوئے تھا۔ مگر جن کا اظہار ایک ثانیہ کے غرصہ قلیل میں اس کی بہترین امیدوں اور مشتاقانہ آرزوؤں پر ہمیشہ کے لئے پانی پھیر دے گا۔

بارہا خیال آتا کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ جو کچھ مجھے اُس سے کہنا ہے اُسے کاغذ پر تحریر کر کے وہ رقعہ چپکے سے اُس کے ہاتھ میں دیدوں لیکن نہ معلوم کیوں میں اس بات کی خواہش رکھتا ہوا بھی اس تجویز کو عمل میں لانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔ شائد اس کی وجہ یہ ہو (گو بیان کرتے شرم معلوم ہوتی ہے) کہ وہ ضعف اخلاقی جو حالات کو اس نوبت

تک پہنچانے کا ذریعہ بنا۔ اب تک مجھ میں باقی تھا۔ اور ان لوگوں کی طرح جو منتہائے مصیبت کو جانتے ہوئے بھی آزمائش و امتحان کے وقت آخر سوٹالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میں بھی اس ساعت منحوس کو دور رکھنا چاہتا تھا۔ جو لازم طور پر مجھے اس کی نظروں میں ذلیل اور اسے اپنی نظروں میں حقیر ثابت کرنیوالی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بارہا میں اپنے دل کو سمجھانے کے لئے یہی کہا کرتا کہ اگر اس طرح کا موقعہ ناگہ پیش آگیا۔ تو میں تحریر کے مقابلہ میں زبانی اس فرض کو زیادہ ملدگی اور سہولت سے ادا کر سکوں گا۔ انصافاً میں تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ یہ ایک طرح کی ذاتی دھوکا بازی اور درجہ اول کی ریاکاری تھی۔ جس سے میں اپنی کمزوری کو چھپانے یا اپنی نظروں میں اس کی سنگینی کم کرنیکی کوشش کرتا تھا۔ تاہم یہ ایک امر واقعہ ہے۔ جو میں نے ظاہر کر دیا۔

پندرہ دن گذر گئے اور اس دوران میں نہ کبھی لیڈی کیلنتھ سے تنہائی کا اتفاق ہوا۔ نہ کسی گفتگو کا ہی موقعہ ملا کبھی کبھی یونہی پاس سے نکل جانے یا ایک دوسرے کو سامنے سے آتا دیکھنے کا اتفاق ضرور ہو جاتا۔ مگر اس طرح کے موقعوں پر کیلنتھ کی بڑھی ہوئی احتیاط میں ایک لمحہ سے زائد ایکدوسرے کے پاس نہ ٹھیرنے دیتی۔ ان موقعوں پر وہ صرف ایک بار پُر محبت نگاہ سے میری طرف دیکھتی۔ اس کے بعد اپنی سیاہ مخملی آنکھوں کو جھٹ دوسری طرف پھیر لیتی۔ تاکہ ایسا نہ ہو کوئی اس نظری اشارہ کو دیکھ لے اور اس سے اپنے طور پر کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش کرے۔ اس طرح پندرہ دن ہو گئے۔ اور ہم دونو ایک ہی گھر میں رہتے اور ایک دوسرے کو چاہتے ہوئے بھی بالکل الگ رہے۔ وہ اپنی محبت کے نشہ میں سرشار۔ اور میں اس کی غلط فہمی کی اصلاح کے ناقابل۔ تو بھی جس طرح کی ذہنی اذیت و تکلیف میں میں نے یہ دن بسر کئے اُن کو میرا ہی جی جانتا ہے۔ دن بھر باقی نوکر مس پامر کے حسن صورت اور خوبی سیرت

کی تعریفیں کیا کرتے۔ حتیٰ کہ سیاہ فام آیہ بھی جو انگریزی کی ٹانگ توڑتی تھی۔ ان کی ہمنوا بن جاتی۔ تاہم میں چپ رہتا اور قصداً ہمیشہ چپ رہتا۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق ہو جاتا کہ وہ لوگ اس بارہ میں میری رائے بھی پوچھتے۔ مگر اس طرح کے موقعوں پر باتوں میں اپنی بڑھی ہوئی پریشانی کی وجہ سے کوئی جواب نہ دے سکتا۔ یا کبھی حالت بے خبری میں چونک کر کوئی مبہم اور بے جوڑ لفظ کہہ دیتا۔ مگر اس سے دوسرے نوکروں کو میرا بڑھا ہوا اضطراب اور بھی اچھی طرح دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مل جاتا تھا۔ حتیٰ کہ آخر کار ایک دن میری یہ گھبراہٹ جو کیلنتھ کا ذکر آنے سے لازماً پیدا ہو جاتی تھی۔ رنگ لائے بغیر نہ رہ سکی یعنی مسز رابنسن کی خادمہ نے میری طرف شوخ نظروں سے دیکھ کر از راہ مذاق ہنستے ہوئے کہا: "کوئی بُرا مانے یا بھلا میں صاف صاف کہتی ہوں۔ کہ جوزف کو خوبصورت مس پامر سے عشق ہے"۔

باب ۳۷

آزمائش

لیڈی کیلنتھ کو مسز رابنسن کے مکان پر آئے ہوئے قریباً تین ہفتے گذر چکے تھے۔ کہ ایک دن وہ موقعہ جس کا انتظار تھا۔ مل گیا۔ اکتوبر کا مہینہ قریب اختتام تھا۔ سردیاں شروع ہو چلی تھیں۔ اور مسز رابنسن اپنی لڑکیوں کے لئے نئے گرم کپڑے تیار کرانے کی فکر کر رہی تھی۔ چونکہ وہ طبیعتاً کاہل تھی۔ اور اپنے فرائض کو جہاں تک ممکن ہو اوروں کے ذمہ ڈالنے کی کوشش کیا کرتی تھی۔ اس لئے یوم مذکور کو اس نے پارچات کی خرید کا کام لیڈی کیلنتھ کے حوالہ کیا۔ اور لڑکیوں کو اس بہانہ سے اپنے پاس رکھ کر وہ مس پامر کے سودا خریدنے کے دوران میں بہت عرصہ تک ساتھ ساتھ پھرنے سے تھک جائیں گی۔

اس کو تنہا اس مطلب کے لئے شہر روانہ کر دیا۔ بعد دوپہر کا وقت تھا جب کیلنتھ رائڈ جانے کے لئے رخصت ہوئی۔

اتفاق کی بات ہے کہ اسی دن صبح کو مسز رابنسن کے نام لندن سے ایک خط آیا تھا جس میں شکار کا ایک ٹوکرا روانہ کرنے کی اطلاع درج تھی۔ یہ پارسل اس کی کسی سہیلی نے تحفہ کے طور پر بھیجا تھا۔ جس کی وصولی کا فرض اس نے میرے سپرد کیا اور کیلنتھ کی روانگی کے فوراً بعد میں بھی اس پارسل کو وصول کرنے گھاٹ کی طرف چل دیا۔ رستہ میں میں یہ سوچ کر خوش ہو رہا تھا۔ کہ اب کیلنتھ سے مل کر خیالات دلی کے اظہار کا خوب موقعہ ملے گا۔ کیونکہ رائڈ ایسے چھوٹے سے قصبہ میں ہمارا ایک دوسرے کو مل جانا قدرتی اور یقینی تھا۔ لیکن خوشی کا یہ احساس جلدی ہی ذہنی تشویش اور اختلاج قلب کی صورت میں بدل گیا۔ جب یہ پریشان کن سوال شدت سے دل میں پیدا ہوا۔ کہ کیا میں وہ سب باتیں جو آج تک سوچی ہوئی تھیں۔ کیلنتھ سے مل کر اس کے روبرو کہہ سکوں گا؟ اس خیال کے آتے ہی ضعف جانی نے اتنا غلبہ کیا۔ کہ مجھ کو سر راہ چلتے چلتے ٹھیر جانا پڑا۔ اور میں اونچی آواز میں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو گیا: "جرف ولسٹ کیا تم ایسے ہی بزدل ہو؟" لیکن جلدی ہی حوصلہ کر کے میں نے اسی طرح بلند آواز میں اپنے آپ سے کہا: "نہیں کچھ بھی ہو۔ آج میں اس فرض کو ضرور پورا کروں گا۔" تو بھی میں نہیں جانتا کہ جس قدر تکلیف جس قدر ذہنی اور دماغی تکلیف مجھے ان الفاظ کو منہ سے کہنے وقت ہوئی۔ اس کو میرا ہی دل بہتر جانتا ہے۔ اپنے سوال کا خود ہی جواب دینے کی کوشش کرتے ہوئے میری حالت اس بچہ کی طرح تھی۔ جو کسی کڑوی چیز کو پینے کے وقت زور سے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ یہی باعث تھا۔ کہ میں نے شہر تک کا رستہ سخت تخیلی اور اضطراب کی حالت میں طے کیا۔ اور سارا عرصہ اپنی چشم تصور کو اینیل کی صورت پر جانے اور اس کی تصویر کو اس کڑوی

آزمائش سے گذرنے کے موقعہ پر میری رہبری کے لئے فرشتہ نیک ثابت ہونے کی دعا کرتا رہا۔

شہر پہنچ کر سب سے پہلے میں پارسل کے بارہ میں دریافت حال کے نے جہاز کے دفتر میں گیا۔ لیکن معلوم ہوا۔ وہ ابھی تک نہیں آیا۔ لیکن گھاٹ کے ایک قلی نے وعدہ کیا۔ کہ جیسے ہی وہ آئے گا۔ میں اُسے یکدم خود ہی اوول ولا پہنچ جاؤں گا اس سے فارغ ہو کر میں کیلنتھ کی تلاش میں چلا اور بازاروں سے گذرا۔ بڑی بڑی دکانوں کی طرف دیکھتا گیا۔ لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ اس وقت خیال آیا کہ وہ چونکہ مجھ سے بہت پہلے روانہ ہوئی تھی۔ اس لئے ممکن ہے سودا خرید کر واپس چلنے لگی ہو۔ پس میں نے بازاروں کے گشت کا قصد چھوڑا اور بیرون شہر کی طرف ہو لیا۔ جلدی ہی وہ مجھے کرمٹی کی طرف جانیوالی سڑک پر چلتی نظر آ گئی۔ لیکن جس وقت میں تیز قدموں سے اُس کا پیچھا کر رہا تھا۔ تو بیان نہیں کر سکتا کہ میرا دل کس طرح زور سے دھک دھک کرتا اور یہ خیال جی کو پریشان کر رہا تھا۔ کہ نہ معلوم اس ملاقات کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ اس وقت اداینیل وہ تیری ہی تصویر تھی۔ جس سے پھر ایک بار میں نے امداد طلب کی۔ اس کے ساتھ ہی سخت غصہ کی حالت میں مجھ کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ کہ آزمائش کے اس لمحہ میں میرے اندر وہ استقلال موجود نہیں۔ جس کی ضرورت تھی۔ اور جس کی میں ہفتوں سے آرزو کر رہا تھا۔

لیڈی کیلنتھ کئی گز آگے آرام و اطمینان کے ساتھ چل رہی تھی۔ نہ اُس نے دائیں بائیں کسی طرف کو دیکھا۔ نہ کبھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کی حاجت سمجھی۔ اسی طرح ہموار قدموں سے چپ چاپ چلتی گئی۔ تو میں نے اُس کے جھکے ہوئے سر سے اندازہ کیا۔ کہ اس کی آنکھیں فرش زمین کی طرف لگی ہوئی تھیں بظاہر وہ گہری فکر کی حالت میں تھی لیکن پھر خیال آیا۔ کہ اگر ایسا ہو۔ تو وہ کونسا مضمون تھا جس پر اُس کے خیالات لگے

ہوئے تھے ؟ آہ کیا اس کی توجہ ان فرضی تصورات پر جمی ہوئی تھی جن کو منتشر کرنا میں نے اپنا فرض سمجھا ہوا تھا؟ پھر ایک بار میں چلتے چلتے ٹھیر گیا۔ کیا رعنائی اس کی قامت کی درازی بدن کی موزونیت اور چال کی لچک میں پائی جاتی تھی ! بالکل اس طرح کی حالت تھی گویا کوئی سوگوار رپہی ہوا میں چل رہی ہو۔ بے اختیاری میں انجیل سے گہری عقیدت کے باوجود یہ خیال میرے دل میں پیدا ہونے لگا۔ کہ اس کی سیاہ پوشاک کیلنتھ کے خوشنما بدن پر کتنی سجتی تھی۔ اور اس کے حسن کی دلفریبیاں اس ذریعہ سے کس قدر نمایاں ہوتی تھیں۔ دوسری بار پھر اپنے ہی خیالات سے ناراض ہو کر میں نے ان تصورات کو دل سے نکال دینے کی کوشش کی۔ میں نے اپنے آپ کو اس لئے بھی ملامت کی۔ کہ کیوں میں چلتا چلتا ٹھیرا۔ اور کس لئے میں نے اپنے دل کو اس کے حسن کی دلفریبیوں سے متاثر ہونے دیا۔ اپنی روح کو طاقت مستقلال دینے اور اپنے فرض کو اس کے ناگوار پہلوؤں کے باوجود پورا کرنے کے خیال سے میں نے پھر اپنی رفتار تیز کی۔ اور جلدی ہی اس کے قریب جا پہنچا۔ میرے پاؤں کی آواز سن کر وہ اس بات سے بے خبر کہ کون پیچھے آتا ہے۔ رستہ چھوڑ کر ایک طرف ہٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

خوشی کی تیز سرخی مجھے دیکھتے ہی اس کے خوشنما نرم رخساروں پر پھیل گئی۔ بے اختیاری سے کہنے لگی: "جوزف! ادہ۔ کیا خوش نصیبی۔ یہی وہ موقعہ ہے جس کا مجھے انتظار تھا۔ مگر جس کو میں از روئے احتیاط اپنے آپ پیدا نہ کرتی تھی"

"اور میں بھی اسی موقعہ کا بڑی بے صبری کے ساتھ منتظر تھا" میں نے جلدی سے جواب دیا۔ "لیکن میرے خدا! کیوں آپ نے بے سوچے سمجھے اس طرح کی حرکت کی؟"

"جوزف" اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھ کر اس طرح کہا گویا اس نے میرے لفظوں کا صحیح مطلب نہیں سمجھا۔ یا اس کو میری نگاہ کا انداز سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ "کیا تم مجھ کو ملامت کرتے ہو؟" اور اس کے چہرہ کی وہ سرخی جو آن واحد

سے لئے پیدا ہوئی تھی۔ دفعتاً غائب ہو گئی۔ اور مجھے اپنے دل پر منوں بوجھ پڑتا معلوم ہوا۔

"لیڈی کیلنتھ" میں نے پورے استقلال سے کام لے کر کہا: "میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ میں وہ سب باتیں جو آج تک رکی ہوئی تھیں۔ آپ کے روبرو بیان کر دوں"

"تو آؤ اس طرف چلیں"۔ اُس نے ایک تنگ کچے رستہ کی طرف مڑتے ہوئے کہا۔

کیونکہ اندیشہ ہے سڑک پر کوئی ہم کو نہ دیکھ لے مگر جوزف وہ کس طرح کی باتیں ہیں جو تم مجھ سے بیان کرنا چاہتے ہو؟ میرے خدا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ تم ان ہیبت ناک قربانیوں کی اہمیت کو نہیں سمجھ سکتے جو میں نے تمہارے لئے کی ہیں؟ ذرا اس ماتمی لباس کو دیکھو کیا اس کی موجودگی انتہا درجہ مضحکہ انگیز نہیں ہے کیونکہ واقعہ میں میرا کوئی رشتہ دار فوت نہیں ہوا۔ اور نہ میں اُن کے پہننے کی حقدار ہوں۔ جوزف۔ میں اس وقت صحیح معنوں میں ریا کی مجسّم تصویر ہوں۔ اور یہ سب کس لئے؟ محض اُس محبت کی خاطر جو مجھے تم سے ہے۔ یاد رکھو یہ ساری عید سازیاں محض اُس فرضی داستان کی تکمیل کا حصہ تھیں جو مجھے اس گھر میں پہنچنے کے لئے جس میں تم نوکر تھے۔ اختراع کرنی پڑی۔ لیکن حقیقت میں ان قربانیوں کا ایک بہت ہی چھوٹا حصہ ہے۔ جو میں نے کی ہیں۔ ورنہ خفیہ طور پر گھر سے بھاگنا۔ والدین بھائی بہنوں اور رشتہ داروں کو مبتلائے تشویش کرنا اپنے نام تک کو بھی خاک میں ملانا۔ ۔ ۔ جوزف جو کچھ میں نے اب تک کیا ہے اُس کا خیال یقیناً میرے لئے جگر پاش ہوتا۔ اگر اس کے ساتھ ہی یہ بات میرے دل کو سہارا دینے کے لئے موجود نہ ہوتی۔ کہ ان قربانیوں کے بعد جو میں نے کی ہیں اور اُن تکلیفوں سے گذر کر جو میں نے تب اُٹھائی ہیں۔ میں اُس کو پا سکوں گی۔ جو میرے دل و جان کا مالک ہے"

"اوہ! لیکن یہ سب کتنا خوفناک ہے!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور وہ سارا استقلال جو میں نے اتنی مشکل سے قائم کیا تھا۔ پانی کی طرح بہہ گیا۔

"تم چونکہ میری نسبت طبعاً دور اندیش ہو۔ کیلنتھ نے محبت آمیز نظروں سے

میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اس لئے تم ان باتوں کو سوچ کر زیادہ پریشان ہوتے ہو لیکن نہ ڈرو میں نے سب تجویزیں پوری طرح سوچ لی ہیں۔ اور وہ ضرور پوری ہونگی۔ ابھی ہمارا عہد شباب ہے۔ چند سال کے عرصہ میں ہم دونو محنت کر کے جو کچھ ممکن ہوگا جمع کریں گے اور اس کے بعد جوزف . . . "

"کیلنتھ" میں نے پر وحشت انداز سے کہا: "یقیناً تم مجھے دیوانہ بنا دوگی۔" وہ اس طرح چونک کر پیچھے ہٹی گویا کسی نے اس پر وار کیا ہو۔ اور اس کی آنکھیں حیرت و خوف کی ملی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھنے لگیں۔

"میرے خدا! . . . جوزف تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" وہ کانپتے ہوئے بولی: "ایک خوفناک شبہ میرے دل میں پیدا ہوا ہے۔ تم اسے دور کرو۔ یا اس کی تصدیق کرو۔ ہر بدترین حالت جو کچھ بھی ہو۔ میں اسے فوراً جاننا چاہتی ہوں۔ اور جوزف اب جو میں چلتھم کی ملاقات کے موقعہ پر تمہارے لہجہ اور انداز کو یاد کرتی ہوں۔ تو . . . لیکن نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ ناممکن ہے کہ میں نے تمہاری طرف سے دھوکا کھایا ہو . . . بولو۔ جواب دو۔ کیا واقعی ویسا ہے؟ آہ! سچ سچ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ تو میں مر جاؤں گی۔ پھر میں زندہ نہ بچوں گی۔"

اس کا لہجہ پر جوش تھا۔ اور چہرہ پر جس کی رنگت لاش کی طرح زرد تھی خطرات کے گہرے آثار پائے جاتے تھے۔ میرے دونو ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اس نے فکرمند التجائی نظروں سے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنا دل سینے کے اندر ڈوبتا معلوم ہوا۔ ایک طرف میں اظہار حقیقت پر مجبور تھا۔ لیکن دوسری جانب ایسا کرتے ہوئے سخت ذہنی اذیت یعنی عذاب صلیب سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کرتا تھا

"کیلنتھ" میں نے آخر کار جی کڑا کر کے اس طرح کے لہجہ استقلال میں جو خود میرے لئے باعث حیرت تھا۔ کہنا شروع کیا: "خدا کے لئے اپنے جوش کو روک کر ضبط و

سے کام لیتے ہوئے جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں سنو۔ میں ایک نئی بات تم سے کہتا ہوں تم شاید جس کے سننے کے لئے تیار نہیں ہو۔ تاہم میں چونکہ اس کے ذکر پر مجبور ہوں۔ . . "

"جوزف۔ جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو کہو"۔ اس نے مری ہوئی آواز سے کہا۔ "میں سب کچھ سننے کے لئے تیار ہوں۔ سوائے اس ایک جملے کے کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں ہے"۔

"کیلنتھ میں تہ دل سے تمہاری عزت کرتا ہوں۔ تمہاری خدمت گذاری میں اگر مجھ کو اپنی جان بھی دے دینی پڑے تو میں بخوشی اس کے لئے تیار ہوں۔ تمہاری بیستی میرے لئے باعث فخر و عزت ہے۔ لیکن . . . میرا دل . . . "

"بس . . . کافی ہے"۔ اتنا کہہ کر وہ بڑے زور سے لڑکھڑائی اور یقیناً گر جاتی اگر میں اس کو بازوؤں میں تھامنے کے لئے پاس موجود نہ ہوتا۔ کئی منٹ تک وہ غش کی سی حالت میں ضعف جانی سے میرے بازوؤں کے سہارے کھڑی رہی۔ اس کے بعد "کیلنتھ" میں نے بدستور اس کو سہارا دیتے ہوئے نرم آواز سے کہا "میں تہ دل سے معافی کا خواستگار ہوں کہ یہ حالات اس سے پہلے بیان نہ کر سکا۔ میں نے مرٹل لاج میں بھی موقعے تلاش کئے تھے۔ لیکن افسوس میری کمزوریوں نے کچھ کہنے کی مہلت نہ دی بے شک یہ میری کم ہمتی اور میرے ارادہ کی کمزوری تھی۔ تاہم اگر وہ خط جو میں نے بھیجا تھا۔ تم کو مل جاتا۔ تو ہمارے حالات یقیناً اس سے بہت پہلے واضح ہو جاتے۔ میں نے اس میں سب باتیں درج کر کے اس بات کے لئے معافی مانگی تھی۔ کہ میں ان حالات کو پیشتر واضح نہ کر سکا۔ پھر اس کے بعد چلٹنہم میں بھی میں سب حال بیان کرنا چاہتا تھا۔ اور اگر وہ الفاظ جو میں نے اس موقعہ پر کہے تھے۔ تم کو یاد ہوں تو ان سے واضح ہو گا کہ میں نے . . . "

"بس جوزف۔ بس"! اس نے دفعتاً گردن اٹھا کر میرے بازوؤں سے نکلتے ہوئے اپنی طبعی مضبوط روح کی ساری قوتوں کو کام میں لا کر کہا "میں اس بارے میں

زیادہ عذرات سننا نہیں چاہتی۔ میرے لئے اس قدر معلوم کرنا ہی کافی ہے۔ کہ تمہیں مجھ سے محبت نہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے: اور یہ کہتے ہوئے اس کے چہرہ کی رنگت اور بھی پیلی پڑ گئی: کہ تم کسی اور کو چاہتے ہو۔ کیونکہ اگر تمہارا دل کسی اور سے لگا ہوا نہ ہوتا۔ تو یقیناً تم میری بے پارہ محبت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتے۔ تاہم وہ کون ہے؟ ... وہ کس جگہ رہتی ہے ...؟"

"لندن میں" میں نے یہ محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ کہ اُسے اس طرح کا سوال پوچھنے کا حق حاصل ہے۔

"لندن میں" کیلنتھ نے عجیب طرح کے پریشان لہجہ میں پُرخیال انداز سے میرے ہی لفظوں کو دہرایا۔ اور اس کے بعد چند منٹ گہری سوچ میں پڑ کر، جو زف، اچانک اس نے کہا: "افسوس تم نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ تو بھی میں اس کے لئے تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتی۔ تم نے اس معاملہ میں وقت پر صاف گوئی سے کام نہیں لیا۔ اور اب تم میرے خیال میں اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ کہ اس وقت تمہارے منہ سے یہ الفاظ سن کر کتنی ذلت کتنی پریشانی مجھ کو لاحق ہوئی ہے۔ سچ پوچھو تو نادانستہ تم میری تباہی اور بربادی کا ذریعہ ثابت ہوئے ہو"۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ اس طرح زور زور سے کانپنے لگی۔ گویا تیز برفانی لہر اُس کے سر سے پاؤں تک گذر رہی ہو۔

"اوہ۔ لیکن میں کیا کر سکتا ہوں؟ تمہاری ان باتوں کا میں کیا جواب دے سکتا ہوں؟" میں نے اس کے ناقابلِ بیان غم کو دیکھ کر جو میری اخلاقی کمزوری کا نتیجہ تھا۔ اس طرح کے لفظوں میں جو میرے ٹوٹے ہوئے دل کی آواز تھے۔ کہا۔

"کچھ نہیں" کیلنتھ نے ہلکی اور نرم آواز سے جواب دیا: "میں پھر تم سے کہتی ہوں کہ جو کچھ بھی ہو چکا۔ میں اس کے لئے تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتی۔ اس کے برعکس میں تم کو معاف کرتی ہوں۔ جو زف میں تم کو تہ دل سے معاف کرتی ہوں۔ کیونکہ میری وہ

ہے پار محبت ہے جو غصہ کرنا یا ناراض ہونا نہیں جانتی۔ اس لئے میں سچے دل سے تم کو معاف کرتی ہوں۔ اس کے علاوہ پیشتر میں نے کیا کم قربانیاں کی ہیں۔ کہ اب اس آخری مصیبت یا تمہارے دل شکستہ رہنے کی آفت سے گھبرانے کی کوشش کروں؟"

"میرے خدا۔ کیلنتھ"۔ میں نے اپنے آپ کو معاملات کے اس طرح کی صورت اختیار کرنے کے لئے ذمہ دار قرار دیتے ہوئے پر دہشت انداز سے کہا: "کیوں تم اس قدر افسردہ لہجہ میں بولتی ہو؟ کیوں تم اس ذرا سی بات کے لئے اتنا غم کرتی ہو؟"

"جوزف تم کو اچھی طرح معلوم ہے"۔ اس نے جواب میں کہنا شروع کیا: "کہ تمہاری خاطر میں نے اپنے گھر بار دولت اور منزلت حتیٰ کہ مستقبل کی آرزوؤں تک کو چھوڑ دیا۔ جو تکلیفیں میرے لئے برداشت کرنی ممکن تھیں۔ سب میں نے سہیں۔ لیکن اب اگر اتنا کرنے کے بعد بھی وہ مدعا جو میری نظروں کے سامنے تھا۔ حاصل ہونا محال ہے تو اس کے لئے میرے یا تمہارے گھبرانے اور بیتاب ہونے سے کیا فائدہ؟ نہیں۔ میں تم سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دو۔ میں بھی اپنے دل کو سنبھالنے کی کوشش کروں گی۔ اور وہ زندگی جو میں نے محض تم سے ملنے۔ تمہیں اپنی نظروں کے سامنے رکھنے ہر وقت تم کو دیکھتے رہنے کے لئے اختیار کی تھی۔ جس طرح بھی ممکن ہوگا پوری کروں گی۔ تاہم وہ کتنی عظیم اور کس قدر ناقابل بیان راحت کی تجویزیں تھیں جو میں نے اپنے جی میں سوچی تھیں۔ اور کس بے رحمی کے ساتھ وہ اس وقت آن واحد میں تلف ہو گئیں۔ آرزو یہ تھی کہ ہم ایک ہی گھر میں رہیں گے۔ کبھی کبھی ایک دوسرے کو دیکھ لیا کریں گے۔ اور اس وقت تک کہ بہتر حالات ہمارے صبر و استقلال اور تحمل و برداشت کا ثمرہ محبت کی کامیابی کی صورت میں پیش کریں۔ اتنا ہی کافی سمجھیں گے۔ لیکن افسوس وہ ایک دلکش خواب تھا۔ جو نظر آیا اور مٹ گیا۔ وہ ایک باطل تصور تھا۔ جس کی واقعہ میں کوئی بنیاد نہ تھی۔ فی الحقیقت وہ ایک اتنی روشن

اور خوشنما امید تھی۔ جو کسی طرح دیرپا ثابت نہ ہو سکتی تھی۔ اور میرا اپنا یہ فرض تھا۔ کہ شروع سے ہی اس باطل امید کو دل میں جگہ نہ دیتی۔"

اتنا کہکر اُس نے دوسری طرف کو منہ پھیرا اور رومال آنکھوں سے لگا لیا۔ اُس کا لہجہ نرم اور دبا ہوا اور آواز موثر و دردناک تھی۔ اُس کی خوشنما سیاہ آنکھوں میں درد و اذیت کے ناقابل بیان اثرات موجود تھے۔ لیکن اگر سچ پوچھئے۔ تو شائد اُس کی حالت مجھ سے زیادہ ابتر نہ تھی۔ فی الحقیقت یہ ایک بحث طلب سوال ہے۔ کہ جو تکلیف اس وقت اس کے دل کو محسوس ہوئی۔ وہ میری ذہنی تکلیف سے کم تھی یا زیادہ کیونکہ اس کی حالت میں انتہائی رنج کی تہ میں بھی استغنا کی دلیری شامل تھی حالانکہ میرے کمزور دل کو یہ ذریعہ تسکین بھی حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اب جبس نے اس کو روتے ہوئے دیکھا۔ تو میرے دل میں درد کی تیزیں اٹھی۔ اور میں نے انداز وحشت سے غصہ کے پُرجوش لفظوں میں اپنے آپ کو اس کی تباہی اور مصیبت کا ذریعہ ثابت ہونے کے ملامت کرنی شروع کی۔

"جو زف میں پھر کہتی ہوں کہ اپنے جی کو سکون دو۔" اُس نے اپنا غمناک چہرہ میری طرف پھیر کر حوصلہ افزائی کا پھیکا تبسم پیدا کرتے ہوئے کہا "تم دیکھ سکتے ہو۔ کہ میں تم سے ناراض نہیں ہوں۔ اس وقت اپنی نظروں میں انتہائی ذلت محسوس کرتے ہوئے بھی میں الفاظ یا اقوال کے ذریعہ سے کسی طرح کا غصہ ظاہر کرنا نہیں چاہتی اگر ہماری قسمت میں بہتر تعلقات قائم ہونا نہ لکھا تھا تو خیر ہم دوست بن کر رہیں گے۔ اور اس دوستی کا پہلا فرض تمہارے ذمہ یہ ہوگا۔ کہ میرے اس راز کو ہمیشہ محفوظ رکھو اور مجھ بدنصیب کی صحیح شخصیت کسی پر ظاہر نہ ہونے دو۔ کیونکہ اگر اس بارہ میں کوئی خفیف سا شبہ بھی کسی کو پیدا ہو گیا۔ تو پھر میرا ملازمت سے موقوف کر دیا جانا امر طے شدہ ہوگا۔ گھر سے فرار۔ ماں۔ باپ سے علیحدگی۔ احباب کی نظروں میں پائی

ہوئی ذلت۔ یہ سب کچھ میں نے اس وقت تک خوشی سے سہا ہے۔ لیکن خدا کے لئے ایسا نہ کرنا۔ کہ میں اب روزی کمانے کے واحد ذریعہ سے بھی محروم ہو جاؤں۔"

"اُف میرے خدا!" میں نے اس کے آخری الفاظ کی صحیح اہمیت سمجھ کر خوف و سراسیمگی کے لہجہ میں کہا۔ اور یہ سوچ کر میرے بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ کہ کس طرح مجھ سیاہ نصیب کے عشق نے اُس برگشتہ بخت خاتون کو اس نوبت تک پہنچا دیا۔ "کیا اس واقعہ کے بعد بھی تم اس جگہ ٹھیرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟ کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ سارا حال واضح ہو جانے کے بعد اب تم اپنے گھر کو چلی جاؤ؟"

"لیکن مجھ خانماں برباد کا گھر اب کہاں ہے؟" اس نے حسرتناک لہجہ میں کہا۔

"افسوس! افسوس! میں ہی تم کو بے گھر بنانے کا ذریعہ ثابت ہوا ہوں۔" میں نے اس طرح کی پریشانی میں جوش بے اختیاری سے کہا۔ کہ ممکن تھا میں اُس وقت بھی بغل میں آکر خودکشی کر لیتا۔ "مگر کیلنتھ کیا جو کچھ تم کہتی ہو صحیح ہے؟ کیا سچ مچ آبائی مکان کے دروازے ہمیشہ کے لئے تم پر بند کر دیئے گئے ہیں؟"

"جرزف کیا تم بھولے سے بھی یہ خیال دل میں لا سکتے ہو۔ کہ مغرور و سخت گیر ارل آف مینڈی وِل اپنی بدنصیب بھگوڑی بیٹی کو جو اُس کی لاعلمی میں گھر سے فرار ہوئی تھی۔ پھر اپنی پناہ میں لینا منظور کرے گا؟ اور بالفرض ایسا ہو بھی تو کیا اُس کی بیٹی اتنی ہی بے غیرت ہے کہ وہ دوبارہ اُس مکان پر جانے کی جرأت کرے۔ جہاں اُس کی ستم رسیدہ روح کو اور زیادہ کچلنے کے لئے طعن و تشنیع ظلم و ستم اور تکلیف دہ شبہات کے سوا اور کچھ نہیں؟ . . . نہیں جرزف۔" اس نے سنجیدگی کے لہجہ میں جس کے اندر کسی طرح کی تلخی بالکل موجود نہ تھی۔ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اب اپنی عزت اور نیکنامی کھو دینے کے بعد لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی مغرور شخصیت کو سیلڈا پامر کے فرضی نام کی تہ میں چھپا کر اپنی شوق سے

اختیار کی ہوئی شخصیت کو مجبوراً قائم رکھے!

"میرے خدا کس قدر تباہی اور بربادی میری کمزوری نے پیدا کر دی!" میں نے نیم دیوانگی کی حالت میں اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہا۔

"جوزف تم اپنے آپ کو برا نہ کہو۔" کیلتھ نے میٹھی نرم آواز سے کہا۔ "کیونکہ میں تم کو قصوروار قرار نہیں دیتی۔ بہرحال اب ہمیں ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہئے کیونکہ میں بہت دیر تک گھر سے غیر حاضر نہیں رہ سکتی۔ اور چونکہ تمہاری خوشنودی ہر حال میں مجھ کو منظور رہے۔ اس لئے آئندہ جس طرح تم کہتے ہو ہم دوست ہی بن کر رہیں گے ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میری طرف سے کبھی کوئی ایسی حرکت نہ ہوگی۔ جو اوروں کے دلوں میں شبہ پیدا کرنے کا موجب ہو۔ اس کے ساتھ ہی میں ہمیشہ تمہاری بہتری کو مدنظر رکھوں گی۔ تاہم اتنا میں پھر کہتی ہوں کہ میرے راز کو ہمیشہ محفوظ رکھنا۔ بس یہ میری التجا ہے۔ اور اب مہربانی سے اپنے جوش کو دبا کر محتاط بننے کی کوشش کرو۔ اور ایک دفعہ پھر میرے لفظوں کو یاد رکھو کہ میری گذر اوقات آئندہ تمہاری احتیاط پر مبنی ہے۔"

اُس نے اپنا ہاتھ مجھ کو پیش کیا۔ اور کچھ ایسی وحشت میرے سر پر سوار ہوئی کہ مجھے قطعاً معلوم نہیں۔ میں نے اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیکر کیا کیا۔ خواب کی طرح اتنا یاد ہے کہ میں نے اس کو ہونٹوں سے لگایا۔ اور وہ میرے بہتے ہوئے آنسوؤں سے بھیگ گیا۔ کیلتھ بھی اپنے جوش سے مجبور ہو کر میرے بازوؤں میں جھک گئی۔ اور نیم بیخبری کی حالت میں میں نے اس کو چھاتی سے لگا لیا۔ گویا اس ناعاقبت اندیشانہ اظہار جذبات کے ذریعہ سے میں اُس رنج و غم کی تلافی کرنا چاہتا تھا۔ جو اس کو میری وجہ سے پہنچا۔ میں نے اُس کے رخساروں کو بوسے دیئے۔ جس سے اُس کے ہونٹوں پر شیریں مگر پھیکا تبسم پیدا ہوا۔ گویا اپنے کشت آرزو کی تباہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو میری وجہ سے عمل میں آئی تھی۔ وہ اُس آخری الوداعی ہم آغوشی سے بہرہ اندوز

ہونا اپنا حق تصور کرتی تھی۔ مگر اس لپیٹے تبسم نے میرے رنج و غم کو وہ چند زیادہ کر دیا اگر وہ جوش میں بھر کر مجھ کو برا بھلا کہتی، غصہ اور نفرت سے پیش آتی یا جھلا کر گالیاں دیتی۔ تو شاید میں اتنا متاثر نہ ہوتا۔ جتنا اب اُس کے حلم و بردباری سے ہوا۔ اُس معافی نے جو بچے دل سے دی گئی تھی۔ اُس کے نرم رویہ اور اس صبر و سکون سے مل کر جس سے اُس نے اپنے عشق کی ناکامی اور مایوسی کو قبول کیا تھا۔ میرے دل پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ میں اُس کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

"اب میں گھر جاتی ہوں"۔ آخر کار اُس نے کہا۔ اور ایک مرتبہ پھر میری طرف دردناک نظروں سے دیکھ کر وہ اپنے خوشنما ہونٹوں پر حسرت ناک تبسم پیدا کر کے تیز چلتی رخصت ہو گئی۔

قریباً پاؤ گھنٹہ اور میں اُس کے دور نکل جانے کے انتظار میں اُسی جگہ ٹھیرا رہا۔ اور اُس وقت پھر ایک بار میں اپنے دل میں محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اب بھی جو کچھ میری طرف سے ہوا۔ وہ اپنیل کے حق میں بیوفائی سے کم نہ تھا۔ مگر اس بار وہ میں فوراً ہی صدہا عذرات پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ میں نے اپنے آپ کو یہ کہکر سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ میرا کیلنتھ سے بغلگیر ہونا ایسا ہی تھا۔ جیسا ایک بھائی کا بہن سے۔ اور میں نے اُس کے رخساروں کو جو بوسے دیئے۔ وہ جوش نفسانی سے خالی اور بالکل پاک تھے۔ میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کس قدر غایت آمیز سلوک اُس نے مجھ سے کیا۔ حالانکہ مجھ کو معلوم تھا۔ اُس کی طبیعت پُرغرور ہے۔ چنانچہ اب جو میں نے حال کے نظارہ پر ایک نظر بازگشت ڈالی۔ تو میں اس بات پر متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ کس نے وہ اتنی حلیم بنی۔ کیوں اُس نے مجھ کو کسی طرح کی ملامت نہ کی؟ اُس کے علاوہ یہ بھی میں نے محسوس کیا۔ کہ اُس کے مقابلہ میں بہت زیادہ ذلت اور شرمساری میرے اپنے دل کو ہوئی ہے۔ اس کی دوستی قابل فخر اور باعث عزت تھی۔ اور گو حالات نے مجھے

اُس سے عشق کرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو بھی وہ ایک ایسی خاتون تھی جس کی منزلت اور تعریف کرنا میرا فرض تھا۔

"تاہم مضائقہ نہیں" میں نے کسی قدر اونچی آواز میں اپنے آپ سے باتیں کرتے ہوئے کہا۔ "ایک بھائی کی حیثیت میں اس کی جس قدر خدمت ممکن ہو گی کروں گا اور تا زیست اُسے بہنوں کی طرح سمجھوں گا۔ میری خاطر اُس نے وہ وہ قربانیاں کی ہیں۔ جو کبھی کسی عورت نے نہیں کیں۔ اس نے میرا بھی یہ فرض ہے۔ کہ ہمیشہ اس کی بہتری کا خیال رکھوں۔ اس کو تسلی و تسکین دوں اور اُس بارِ غم کو جو اُس کی روح کو کچل رہا ہے۔ جہاں تک میرے اختیار میں ہو کم کروں۔ کیلنتھ اس میں تک نہیں میں نے تجھ کو بہت نقصان پہنچایا ہے تاہم آئندہ میں اس کی تلافی کی پوری کوشش کروں گا اور جب اس دفعہ اینبل مجھ کو ملے گی۔ تو میں سب حال اُس سے کہہ دوں گا واقعات جس جس طرح پیش آئے ہیں اُس سے بیان کر دوں گا۔ اور کیلنتھ یقین رکھ۔ وہ صرور تجھ سے ملے گی۔ اور تم دونو ایک دوسری کو بہنوں کی طرح جانو گی اس کے بعد اگر جلدی یا دیر میں حالات کی موافقت نے اس بات کی اجازت دی۔ کہ اینبل سے میری شادی ہو سکے۔ تو اس صورت میں کیلنتھ ہم تجھ کو اپنے ہی پاس رکھا کریں گے۔ ہم تیری زخمی روح کو تسکین دیں گے۔ اور اپنے عنایت آمیز رویہ سے تیری اُن قربانیوں کا جو تو نے میرے لئے کی ہیں۔ تا حد امکان معاوضہ ادا کرنے کی کوشش کریں گے۔"

اس طرح عالم تصور میں پُر وحشت انداز سے کیلنتھ ڈنڈاس کو مخاطب کرتا ہوں پہلے کچھ عرصہ سڑک پر ادھر اُدھر گھومتا رہا۔ اس کے بعد جب اندازہ سے معلوم ہوا کہ وہ کافی دور جا چکی ہو گی۔ تو گھر کی طرف لوٹا۔ آخر کار جب رات ہوئی تو میں اس خیال سے بہت خوش تھا کہ اپنے کمرہ کی تنہائی میں پھر ایک بار دل سے

باتیں کر کے اس اضطراب کو جو ان کی حرکات سے پیدا کیا تھا۔ بوجہ احسن رفع کر سکوں گا۔

باب ۳۸

رچرڈ فرنیکلن

اس کے بعد ایک مہینہ گذر گیا۔ اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہیں آیا۔ یوں ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے میرا کیلنتھ سے بارہا ملنا ہوتا تھا۔ اور اس طرح کے رسمی اشارے بھی جو دو واقف شخصوں کے ایک دوسرے سے ملنے کے وقت ہوتے ہیں ہو جاتے تھے۔ وہ ملنسار پھیکا تبسم بھی جو میرے سینہ میں کسک پیدا کر رہا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ظاہر ہو کر فوراً زائل ہو جاتا تھا۔ لیکن ۔ ۔ ۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ نہ ہم میں کسی طرح کی باتیں ہوتی تھیں۔ نہ ہم عرصہ دراز تک ایک دوسرے کے پاس ٹھیرتے تھے۔ اور نہ تنہائی کے وہ موقعے ہی پیدا کئے جاتے تھے۔ جو عشاق کی بے تابی کا حصہ لازم ہوا کرتے ہیں تاہم ایک بات ایسی تھی۔ جس کو میں انتہائی کوشش کے باوجود نظر انداز نہ کر سکا۔ یعنی ان ایام میں ایک شخص مسٹر فرنیکلن کا ہمارے گھر میں آنا جانا شروع ہو گیا اس کا تعلق قصبہ رائیڈ سے ایک معزز گھرانے سے تھا۔ جس سے مسز رابنسن کی بے تکلفی تھی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رائیڈ کے طول و عرض میں سب سے گہرا دوستانہ مسز رابنسن کا اسی خاندان سے تھا۔ مسٹر فرنیکلن ہمارے گھر میں عموماً رات کے وقت آٹھ اور دس بجے کے درمیان آیا کرتا تھا۔ عمر اس کی قریباً ۲۲ سال کی تھی۔ اور وہ ایک منہ لگتا خوش رو جوان تھا۔ اس کے بالوں اور آنکھوں کی رنگت سیاہ اور چہرہ کی ساخت عقابی تھی اس کے والدین بہت آسودہ حال تھے۔ اور وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ اس کے

علاوہ جیسا کہ دوسرے نوکروں کو زبانی معلوم ہوا، حال ہی میں اس کو اور اسکی تین بہنوں کو ایک کنوارے ماموں کی طرف سے معقول جائداد ورثہ میں ملی تھی، ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے، رچرڈ فرنیکلن کسی خوبصورت جوان لڑکی کے لئے نہایت اچھا بر تھا۔ وہ طبعاً شریف، صاحب اخلاق، ٹھیری ہوئی عادات کا مالک اور اس بیجا غرور سے خالی تھا جو مالدار والدین کی اولادوں میں اکثر پایا جاتا ہے گویا وہ جس لڑکی سے چاہتا۔ حصول دولت کی خواہش کے بغیر محض دل کی رہنمائی پر بسہولت شادی کر سکتا تھا۔

غرض یہ شخص تھا۔ جس نے کچھ عرصہ سے ہمارے ہاں اور دل دلا میں آنا جانا شروع کر دیا۔ اور جب اس کے ساتھ یہ بھی دیکھا گیا۔ کہ اس کی آمد کے اوقات زیادہ تر وہی ہوتے تھے۔ جب کیلنتھ دن بھر کی مصروفیتوں سے فارغ ہو کر مسز رابنسن کے پاس گول کمرہ میں بیٹھا کرتی تھی۔ تو میرا دل ایک وجہ معلوم سے جس کی حقیقت کو میں بہر حال تسلیم کرنا نہ چاہتا تھا۔ بیٹھنا شروع ہو گیا۔ ایک حد خاص تک مجھے اس شخص رچرڈ فرنیکلن سے نفرت ہونے لگی۔ حالانکہ میرا یہ فعل اس لحاظ سے بالکل نادرست اور ناجائز تھا کہ ہمارے عظیم مجلسی اختلافات کے باوجود وہ ہمیشہ مجھ سے عنایت آمیز سلوک کرتا تھا۔ بارہا میں اس مرد شریف سے جس کی طرف سے میرے لئے کوئی وجہ شکایت پیدا نہ ہوئی تھی۔ اپنی بڑھتی ہوئی نفرت کی بنا پر خود اپنے آپ سے ناراض ہوتا۔ میں اپنی کج اخلاقی اور کینہ توزی کے لئے خود اپنی ذات سے نفرت کرتا۔ لیکن بایں ہمہ میرے لئے اس امر واقعہ کو نظر انداز کرنا مشکل تھا۔ کہ میں اس کو نہیں چاہتا۔ مجھے اس کی آمد و رفت ناپسند تھی۔ مجھے اس کی صورت اور شخصیت بھی ناپسند تھی۔

ایک رات جب میں کسی کام کے لئے گول کمرہ میں گیا۔ تو دیکھا کہ رچرڈ فرنیکلن

اور کیلنتھ پاس ہی پاس بیٹھے بعض تصویریں دیکھ رہے تھے۔ جنہیں اول الذکر اس سے دکھانے کو اپنے ساتھ لایا تھا۔ اس دوران میں اس نے کسی تصویر کے سلسلہ میں کوئی مذاقیہ فقرہ کہا جسے سن کر کیلنتھ بڑے زور سے ہنسنے لگی۔ مگر اس وقت اس کی وہ ہنسی جو عام حالات میں میرے لئے باعث راحت ہوا کرتی تھی۔ پریشانی اور دل گرفتگی کا موجب ثابت ہوئی۔ اس کے ساتھ ہی میں ان کے انداز نشست سے یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ ان میں کسی حد تک بے تکلفی پائی جاتی تھی۔ اور گو اس بے تکلفی میں بجائے خود کوئی بات آداب تہذیب کے برخلاف نہ تھی۔ تاہم میں اپنے دل میں یہ محسوس کرنے پر مجبور ہو گیا۔ کہ یہ بڑھی ہوئی آزادی اس خاتون کے لئے جس نے حال میں میرے لئے اتنی عظیم قربانیاں کی تھیں۔ بیجا اور نامناسب تھی۔ مسز رابنسن جیسا اس کا معمول تھا۔ ایک گدے دار صوفے پر نیم دراز کی حالت میں لیٹی تھی۔ اور اسے نہ ان کی گفتگو کی پروا تھی۔ اور نہ میل جول کی بے تکلفی کی۔ تاہم اگر میرے لئے کوئی صورت ممکن ہوتی۔ اور اگر میری حیثیت اس کی اجازت دے سکتی۔ تو یقیناً میں اس کے کان میں یہ بات کہہ دیتا۔ کہ ایک ایسی خوبصورت استانی کو چوڈفرینکلن ایسے نوجوان سے میل جول کا موقعہ دینا نہ صرف اس کے حق میں مضر بلکہ خود آپ کے گھر کی شان ادب کے منافی ہے۔ لیکن جیسا کہ ظاہر ہے۔ میں ایک بے حقیقت نوکر کیونکر ایسی جرأت کر سکتا تھا۔ پس میں سخت پریشانی اور اضطراب کی حالت میں جس کو دبانا میرے لئے ناممکن ثابت ہو رہا تھا۔ اس کمرہ سے رخصت ہو گیا۔

باورچی خانہ میں دوسرے فوکر رچرڈ فرینکلن ہی کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ میں جب پہنچا تو باورچن کہہ رہی تھی۔

"میری اپنی رائے میں یہ کام اگر ہو جائے۔ تو مس پامر کے حق میں بہت اچھا ہے"۔

"مگر میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ نوجوان مسٹر فرینکلن اس پر دانستہ ہو رہا ہے۔" خادمہ نے جواب دیا۔ "اور سہ رات باقاعدہ آٹھ بجے یا اس کے تھوڑی دیر بعد ضرور اس سے ملنے آتا ہے۔"

"خدا معلوم مالکن کو بھی اس بارہ میں شبہ ہے یا نہیں؟" بادرچن نے پوچھا۔

"لیکن ہو بھی تو کیا ہرج ہے۔" خادمہ نے رائے دی۔ "مسٹر فرینکلن ایک عزت دار نوجوان ہے۔ اور یہ ناممکن ہے کہ وہ کسی لڑکی کے بڑھے ہوئے اعتماد سے ناجائز فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ نہ۔ نہ۔ آپ اطمینان رکھئے۔ اگر اس کو مس پامر سے عشق ہے۔ تو یقیناً وہ اس سے شادی کی درخواست کرے گا۔ اور کوئی تعجب نہیں۔ سرسوگ کا زمانہ گذر جانے کے بعد ان کی شادی ہو جائے۔ لیکن۔۔۔ بکیل جونز تم کو کیا ہوا؟"

"میں۔۔۔ میں۔۔۔ ار۔۔۔ کچھ نہیں۔ یہ بنی مجھ کو دردسر کی شکایت ہے۔ دراصل میری طبیعت دو تین دن سے اچھی نہیں۔" اور یہ کہتے ہوئے میں نے اپنے بڑھے ہوئے اضطراب کو رفع کرنے کی لاحاصل کوشش کرنی شروع کی۔

"میرے خیال میں تو" خادمہ نے یہ کیفیت دیکھتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ میں نے ایکدن ہنسی ہنسی میں کہا تھا وہ درحقیقت صحیح معلوم ہوتا ہے۔ آپ دیکھئے کیا اس کی حالت صاف ظاہر نہیں کرتی۔ کہ وہ تپ عشق کا مریض ہے؟ ارے بچے کہا تو سچ مچ خیال کرتا ہے سرسس پامر۔ گروہ ایک آسمانی ہی ہے تجھ سے۔۔۔"

"مہربانی سے اس طرح کی گفتگو مجھ سے نہ کیجئے۔" میں نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا۔ مگر یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ میں کسی دوسرے نوکر سے اس طرح کی بدمزاجی سے پیش آیا۔

"جزرف" خاور نے سنجیدگی سے جواب دیا: میں نے جو کچھ کہا۔ وہ تم کو ناراض کرنے کے لئے نہیں کہا۔ لیکن اگر انصاف کوئی چیز ہے۔ اور اگر میری آنکھیں طاقت دید سے بالکل ہی محروم نہیں۔ تو میں پھر بھی یہی کہوں گی۔ کہ اپنے دل میں تم مس پامر کو ضرور چاہتے ہو۔"

اس بحث کو طول نہ دینے کے خیال سے میں نے ایک موم بتی اٹھائی۔ اور اپنے کمرہ کی طرف ہو لیا۔ اور اس جگہ بیٹھ کر سوچنے لگا۔ کہ احتیاط کی انتہائی کوشش کے باوجود مجھ سے کتنی بڑی ناعاقبت اندیشی ہوئی۔ کہ اپنے جذبات کو چہرہ کے آثار سے ظاہر ہونے دیا۔ پھر اس کے علاوہ میرا اس وقت کا طرز عمل کتنا احمقانہ اور میرے اپنے حق میں کس قدر مضحکہ انگیز تھا۔ اگر خاور نے ایک بات دل لگی کے طور پر کہی تھی۔ تو مجھے اس سے خفا ہونا لازم نہ تھا۔ اور اس کے بعد میرا دفعتاً کمرہ سے اٹھ کر چلے آنا۔ . . یہ ان کے شبہات کو اور بھی تقویت دینے والا تھا۔ میں سخت بے تاب اور بے چین تھا۔ میں اپنے آپ سے۔ حالات کی رفتار سے۔ کل انتظام کائنات سے ناراض تھا۔ اور کوئی صورت اپنے دل کو قرار دینے کی نظر نہ آتی تھی۔ انتہائی کوشش کے باوجود میں اس خیال کو دل سے خارج نہ کر سکا۔ کہ رچرڈ فرینکلن اور لیڈی کیلنتھ کا ایک دوسرے کے پاس بیٹھنا اور بے تکلفانہ ملنا۔ میری نظروں میں سخت معیوب تھا۔ لیکن اس سے آگے سوال پیدا ہوا کہ کیوں ایسا ہے؟ نہ میرا فرینکلن سے کوئی رشتہ۔ نہ لیڈی کیلنتھ سے کوئی ناطہ۔ پھر ان کے میل سے میرا کیا واسطہ؟ کیلنتھ میری کیا تھی؟ کچھ نہیں۔ تو پھر بلا سے۔ وہ جس سے جی چاہے ملے جس سے جو سلوک کرنا چاہے کرے مجھے اس کے افعال و حرکات کا نگران بننے کا کیا حق حاصل تھا؟ . . مگر کیا سچ مچ میرا اس سے کوئی تعلق نہ تھا؟ کیا واقعی مجھے اس سے محبت نہ تھی؟ . . نہیں

میں اپنے جی کی اٹھتی ہوئی ٹیس کو دبانے کی کوشش کر کے کہتا نہیں۔ میرا دل انیل کا ہو چکا اس لئے مجھے کیلنتھ کے چاہنے والوں کی طرف سے جوش رقابت کیوں ہو؟ اس کے برعکس مجھے اس بات سے خوش ہونا چاہئے۔ کہ اس کی شادی ایک ایسے باحیثیت نوجوان سے ہوگی جو اس کے چھٹے ہوئے گھر اور کھوئی ہوئی منزلت کے بدلے نیا گھر اور نئی عزت دے سکے گا۔ لیکن افسوس جی کو سمجھانے کی کوشش کرنا ایک بات ہے۔ اور اس کا اس جھوٹے استدلال سے متاثر ہونا دوسری۔ چاہے کچھ ہو۔ میرے رچرڈ فرنیکلن کو پسند کرنا اور اس کے برخلاف جوش نفرت کو دبانا ناممکن تھا۔ اور اس کے ساتھ یہ خیال علیحدہ سوہان روح کہ اگر کیلنتھ اپنے عشق کو اتنی جلدی دوسری جگہ منتقل کر سکتی ہے تو اس کے وہ کئے ہوئے وعدے وہ قربانیاں جن کا ذکر اس شدومد سے ہوا تھا۔ اور اس عشق کی بنیاد جو اسے مجھ سے تھا۔ کیا بالکل کمزور تھی؟ سخت ذہنی اذیت کی حالت میں میں آخرکار یہ کہتا ہوا بستر پر لیٹ گیا۔ کہ انیل میرا ہے اور میں انیل کا ہوں اور کیلنتھ میری کچھ نہیں۔ مگر اس کے باوجود میں اس خیال کو دل سے نکالنے میں کامیابی حاصل نہ کر سکا۔ کہ بیڈی کیلنتھ اگر رچرڈ فرنیکلن سے نہ ملتی تو بہتر تھا۔ ✓

اس سے اگلی صبح کو جب میں نوکروں کے کمرہ میں گیا تو اپنے دل میں کل کی شکر رنجی کی تلافی کے لئے نوکروں سے اچھی طرح پیش آنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ لیکن وہ لوگ طبعاً نیک دل تھے۔ اور کل کے واقعہ کی یاد ان کے دلوں سے محو ہو چکی تھی۔ اس کے علاوہ وہ صبح مجھ سے عموماً محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ میرے بدلے ہوئے رویہ کو دیکھ کر وہ سب بڑے تپاک کے ساتھ ملے۔ اور کسی نے اس واقعہ تا خوشگوار کا ذکر تازہ نہ کیا۔ مگر ان ساری باتوں کے باوجود وہ کسک جو میرے دل میں رچرڈ فرنیکلن کی طرف سے تھی۔ نیز اس گفتگو کی یاد جو میں نوکروں میں سنی تھی۔ اب بھی خواب پریشاں کی طرح باقی تھی۔ جی میں آتا تھا۔ آبادی سے دور کسی علیحدہ مقام پر چلا جاؤں۔ اور اس جگہ بے روک اپنے خیالات کا

اظہار کروں۔ جہاں کوئی مجھے دیکھنے والا نہ ہو۔ جہاں کسی کو میرے چہرہ کے آثار سے دلی کیفیات کا حال معلوم نہ ہو سکے۔ اتفاق سے اسی طرح کا سوقتہ جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ جلدی ہی مل گیا کیونکہ مسز رانسن نے مجھ کو بلا کر ایک کام کے سلسلہ میں شہر جانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد جب میں ریلوے کی طرف جا رہا تھا۔ تو اپنے خیالات دلی کی جانچ کرتے ہوئے میں نے اپنے آپ سے پہلا سوال یہ پوچھا تھا کیا مجھے ابتک اینیل سے عشق ہے؟ اور اس کا جواب فوراً اور بھی آواز سے دیا۔ "ہاں۔ ہے اور ہمیشہ رہے گا" مگر عین اس وقت جب یہ الفاظ منہ سے نکلے تھے تو کیلنتھ کا دلکش چہرہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ مجھے اس کی دلفریب قامت بیٹھی آواز۔ اور اعلیٰ اخلاق یاد آئے اور ہوا میں لی ہوئی اس کے عنبریں بالوں کی خوشبو مشام جان کو تازہ کرتی معلوم ہوئی۔

"تو بھی" میں نے اپنے آپ سے کہا "اینیل زیادہ خوبصورت ہے۔ اس پر کیلنتھ سے زیادہ دلفریبیاں ہیں۔ ۔ ۔ لیکن اگر ایسا ہے تو پھر کیوں مجھے کیلنتھ کے فرینکلن سے ملنے سے اضطراب ہے؟ کس لئے میں اُن کی شادی کا ذکر سُن کر گھبرا اٹھتا ہوں؟ آہ۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ کیلنتھ سے برادرانہ محبت رکھتے ہوئے میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھ سے مشورہ کئے بغیر کسی سے شادی کرے۔ لیکن انصافاً دیکھا جائے تو میں اس کا کیا لگتا ہوں کہ وہ اپنی خوشی کے معاملہ میں مجھ سے مشورہ چاہے۔ یا اجازت طلب کرے؟ نہیں میرا شکوہ فضول ہے۔ وہ اگر رچرڈ فرینکلن سے شادی کرنا چاہتی ہے تو کرے۔ اور میں قدیمی دوست ہونے کی حیثیت سے اس کو مبارکباد دوں گا۔ کیونکہ اس کے بعد یقیناً میرے جی کو اطمینان حاصل ہو جائے گا۔ آہ اینیل پیاری اینیل۔ میں آئندہ کبھی تجھ سے بیوفائی نہ کروں گا۔ تیری تصویر ہر وقت میرے سینہ میں بستی رہے گی۔ میرا دل ہمیشہ تیرا ہی پرستار رہے گا"

لیکن ادھر یہ خیالات دل میں پیدا ہوئے۔ ادھر ادھر فوراً ہی کیلنتھ اور رچرڈ فرینکلن کی وجہ سے غصہ اور رنجش کی تیز لہر سینہ میں اٹھ گئی۔ خود ہی اپنی ذات سے خفا ہو کر

میں نے رفتار تیز کر دی۔ گویا اس ذریعہ سے میں خیالات کی الجھن اور پریشانی سے بچ سکتا تھا۔ اور بالآخر شہر تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ مختلف دوکانداروں سے سودا سلف کے بارہ میں جو کچھ کہنا تھا۔ کہہ کے میں گھر کو لوٹنا چاہتا تھا۔ کہ کیا دیکھتا ہوں ایک بازار کے سرے پر رچرڈ فرنیکلن اور لیڈی کیلتھ بازو میں بازو ڈالے سیر کرتے پھر رہے ہیں۔ اس نظارہ کو دیکھ کر۔ اگر کوئی شبہ حسد اور رشک رقابت کے بارہ میں اب تک میرے دل میں باقی تھا تو وہ پوری طرح زائل ہو گیا۔ میں فی الواقعہ حاسد تھا۔ میں حقیقتاً اس شخص رچرڈ فرنیکلن کو اپنا رقیب تصور کرتا تھا۔ لیڈی کیلتھ کو اس کے بازو کے سہارے چلتا اور اس سے باتیں کرتا دیکھ کر درد کی تیز لہر میرے سینہ میں پیدا ہوئی۔ نیم بے خبری کی حالت میں میں ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ اس وقت یہی معلوم ہوتا تھا کہ اس دنیا میں کیلتھ کو میرے سوا کسی سے میل رکھنے۔ کسی کے ساتھ چلنے۔ کسی سے گفتگو کرنے کا حق حاصل نہیں ہے لاتعداد تجویزیں دماغ میں پیدا ہونی شروع ہوئیں۔ سوچا۔ تیز چلتا ان کے پاس ہو کر آگے نکل جاؤں اور پھر دفعتاً پیچھے مڑ کر گھورتی ہوئی نظروں سے کیلتھ کی طرف دیکھوں لیکن نہیں مجھ ایسے بے حیثیت نوکر کا یہ رویہ گستاخی اور بد تہذیبی پر محمول کیا جائے گا۔ میرا یہ فرض تھا۔ کہ ٹوپی کو ہاتھ لگا کر چپ چاپ مؤدبانہ گذر جاؤں۔ اچھا تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں ان کا پیچھا کروں۔ جس جگہ وہ جائیں چلتا جاؤں۔ اور دیکھوں وہ کب تک ساتھ رہتے۔ کیا کرتے اور کہ ٹھہر جاتے ہیں؟ اور اگر ممکن ہو۔ تو ان کی نگاہ اور انداز سے ان کی گفتگو کی نوعیت معلوم کرنے کی کوشش کروں۔ لیکن اس صورت میں بھی سوچ آئی کہ اگر انہوں نے یکایک پیچھے مڑ کر دیکھا اور مجھے ساتھ آتے دیکھ لیا۔ تو میں ان کی نظروں میں کمینہ اور رذیل قرار پا جاؤں گا۔ اس لئے یہ تجویز بھی ٹھیک نہیں۔ اس سے بدرجہا بہتر یہ ہے کہ میں علیحدگی میں کیلتھ سے مل کر اس پر تکلفی کی وجہ پوچھوں۔ لیکن ... اس میں بھی یہ روک مزاحم نظر آئی۔ کہ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟ کہ نسا حق

مجھے ایسا کرنے کا حاصل ہے؟ اور کیا اس کی طرف سے میرے اس مطالبہ کا جواب نفرت اور حقارت کے سوا کچھ اور دیا جائے گا یا نہیں۔ یہ ترکیب بھی اچھی تھی۔ ایک ایک کرکے میں نے کئی تجویزیں سوچیں مگر ان میں سے ایک بھی تسلی بخش نظر نہ آئی۔ سخت حیران کر کیا کروں؟ کوئی ترکیب ایسی نہ تھی جو قابل عمل ہوتی۔

لیکن دفعتاً فرنیکن اور کیلنتھ چلتے چلتے ٹھیر گئے۔ پھر ان میں رخصتی مصافحہ ہوا فرنیکن نے ٹوپی اتار کر کیلنتھ کو سلام کیا۔ اور اس کے بعد یہ تو ایک پارچہ فروش کی دوکان میں چلی گئی اور وہ ایک اور سمت میں رخصت ہو گیا۔ جس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ تو میں ان سے کم و بیش تیس گز کے فاصلہ پر تھا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ وہ دکان میں داخل ہونے سے پہلے ادھر ادھر جھانکتے ہوئے اس نے مجھ کو دیکھ لیا۔ خیال آیا کیا وہ اس سے یہ نہ سمجھے گی کہ میں قصداً ان کا پیچھا کر رہا ہوں؟ میں نے دعا کی۔ کہ ایسا نہ ہو۔ کیونکہ میں اس کی نظروں میں ذلیل و حقیر بننا نہ چاہتا تھا۔ جیسے میں جلدی سے پیچھے مڑا۔ کیونکہ کیلنتھ کی نظروں کے سامنے دوکان کے آگے سے گذرنا مجھ کو ناپسند تھا اور مڑ کے گھوم کر پاس والے بازار کی طرف چلا گیا۔ جس کے بعد ایک چھوٹا سا چکر کاٹ کے میں اس سڑک پر جا پہنچا جو کوٹھی کی طرف جاتی تھی۔ چند منٹ تک میں نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی پروا نہیں کی۔ اور ان حاسد انہ خیالات کو دبانے کی کوشش کرنے لگا۔ جو سینہ میں درد و اذیت پیدا کر رہے تھے۔ میں اپنے خیالات میں درگذر اور رضا مندی کا عنصر داخل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ جیسا کہ ہر منصف مزاج انسان کو کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ میں بار بار اپنے خیالات کو نیل کی تصویر پر لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ جیسا کہ میرا فرض تھا۔ لیکن بے سود۔ میرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔ اگر اس وقت کوئی شخص مجھ سے آکر کہتا کہ نیل کسی دوسرے کو شادی کرنے لگی ہے۔ تو میں یقیناً غم و غصہ کے جوش سے دیوانہ ہو جاتا۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی امر واقعہ ہے۔ کہ کیلنتھ کے فرنیکن سے ملنے

اس سے گفتگو کرے۔ محبت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھنے کا خیال بھی یکساں روح فرسا تھا۔ سوچ آئی کیا میں ان دونوں کو چاہتا ہوں اور دونوں سے یکساں محبت کرتا ہوں؟ جواب ملا نہیں۔ ۔ ۔ یہ ناممکن ہے! لیکن اگر ایسا ہے۔ تو کس لئے میں اینبل سے عشق کرتا ہوں کیلنتھ اور رچرڈ فرنیکلن کے میل سے اتنا بے چین ہوتا اور اتنا حسد کرتا ہوں؟ اس کا جواب افسوس کچھ نہ ملتا تھا۔

دفعتاً یہ خیال صورت القا دل میں پیدا ہوا کہ کیلنتھ میرے پیچھے پیچھے آتی ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ واقعی وہ تھوڑے فاصلہ پر میری پشت پر چلی آ رہی تھی۔ ٹھیرنے کی خواہش ضبط کرنے کی کوشش کے باوجود میرے پاؤں خود بخود اس کی آمد کے انتظار میں رک گئے۔ خیال آیا۔ اس سے قصداً پرے رہنا۔ بدتہذیبی کا نشان ہوگا۔ میں نے اس کے چہرہ کی طرف دیکھا۔ اطمینان کی ہلکی بہت ہلکی جھلک اس پر تھی۔ جو شاید میرے نظری دھوکے کا نتیجہ ہو۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس طرح کی خفیف سی جھلک اس کے چہرہ پر ضرور تھی۔ اس کو دیکھتے ہی جوش رقابت کے سانپ نے جو اب تک کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ پھر ایک بار میرے سینہ میں گردن اٹھائی۔

"جوزف" اس نے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کرتے یہ سلام کرنے کے لئے کہ کوئی آس پاس نہیں ہے۔ جلدی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا: "تم کس کام کے لئے شہر آئے تھے؟" احتیاط ہر چند معمولی تھی۔ تاہم اپنے اس وقت کے بگڑے ہوئے خیالات کی روشنی میں میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اگر اس وقت میری بجائے رچرڈ فرنیکلن ہوتا تو یقیناً وہ اس کی ضرورت نہ سمجھتی۔ اس لئے کہ رچرڈ فرنیکلن ایک مرد شریف تھا اور میں آخر ایک ادنیٰ نوکر۔ جس سے اس کا ہاتھ ملاتے اور گفتگو کرتے دیکھا جانا مناسب اور مستحسن نہ تھا۔

"مسز رابنسن نے مجھ کو بعض کاموں کی سرانجام دہی کے لئے بھیجا تھا" میں

نے ذرا سا ہاتھ پیش کرتے ہوئے سرد مہری سے کہا۔

"اور میں اپنے لئے کچھ سامان خریدنے آئی تھی" کیلنتھ نے جواب دیا۔ اور میں اس خیال سے پریشانی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اس نے میرے سلوک کی سرد مہری اور مصافحہ کے لئے ہاتھ پیش کرنے کے تامل کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

"میرا خیال تھا۔ تم اس وقت بچوں کو سیر کرانے لیجایا کرتی ہو" میں نے خشک لہجہ میں کہا۔

"یہ صحیح ہے" اس نے جواب دیا "لیکن جب مجھے کوئی سودا خریدنے جانا ہو۔ تو پھر ان کو ساتھ نہیں لاتی۔ کیونکہ مسٹر رابنسن کروسو کے تھک جانے کا احتمال رہتا ہے"

"علاوہ بریں" میں نے اپنے لہجہ میں طنز شامل کر کے کہا: "تمہیں اس موقعہ پر رابنسن ایک اور ساتھی مل گیا تھا۔ اس لئے لڑکیوں کو ساتھ لانے کی دوسری بے سود تھی"

"آہ! تو کیا تم نے ہمیں دیکھا تھا؟" کیلنتھ نے بدستور نرم لہجہ میں پوچھا "بیشک راستہ میں مجھ کو مسٹر فرینکلن مل گیا تھا۔ اور اس نے ازراہ عنایت مجھے اپنے بازو کا سہارا پیش کیا"

"جسے تم نے بخوشی قبول کر لیا" میں نے ایک اس طرح کے ترش لہجہ میں کہا جس کے لئے مجھے خود ہی اپنے دل میں شرمسار ہونا پڑا۔

"ہاں بیشک مجھے اس سے مل کر خوشی ہوئی"۔ اس نے بدستور لہجہ پرسکون میں جواب دیا "کیونکہ بعض اوقات کسی خاتون کا تنہا بازاروں میں نکلنا اچھا نہیں ہوتا"

"اور مجھ کو پوری امید ہے" میں نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "کہ مسٹر فرینکلن تمہارے لئے بڑا مفید رساتھی ثابت ہوا ہوگا۔"

"اس کی شرافت اور حسن اخلاق کا حال ہر شخص کو معلوم ہے" کیلنتھ نے

جواب دیا: "اور یہ بات تو غالباً تم کو بھی تسلیم کرنی پڑے گی کہ وہ بڑا خلیل نوجوان ہے"
کیوں جوزف کیا یہ صحیح نہیں ہے؟"

"ہوگا" میں نے تلخ لہجہ میں کہا: "اور غالباً یہی باعث اس کے تمہاری نظروں میں شرف قبول پانے کا ہے"

"ہاں۔ ہاں۔ بیشک ہے" کیلنتھ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "اور سچ پوچھو تو کیوں نہ ہو؟"

اس کی سرمئی آنکھوں کی تیز چمک کے آگے میری اپنی آنکھیں جھک گئیں اور میں چند منٹ تک ہونٹ چباتا چپ چاپ اس کے پہلو میں چلتا رہا۔ مگر اب جو میں نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہمارے قدم نادانستہ ہم کو پھر اسی کچی سڑک کی طرف لے گئے تھے جہاں ایک مہینہ پیشتر میں نے لیڈی کیلنتھ کو اپنے حال دل سے آگاہ کیا تھا۔ میں نہیں جانتا وہ میرے پاؤں تھے۔ جو لیڈی کیلنتھ کو اس طرف لانے کا ذریعہ بنے یا خود وہ اس حالت میں میری رہبر ثابت ہوئی۔ مگر صحیح وجہ کچھ ہو۔ امر واقعہ یہ تھا کہ پھر ایک بار ہم دونوں اسی ویران سڑک پر پہنچ چکے تھے۔ جہاں کوئی شخص ہمیں دیکھنے یا ہماری گفتگو سننے والا موجود نہ تھا۔ اور اب اس سڑک کے منظر نے وفتاً ان واقعات کی یاد کو پھر ایک بار میرے ذہن میں تازہ کر دیا۔ جو چار ہفتے پیشتر اسی جگہ پیش آئے تھے۔ یہی وہ جگہ تھی۔ جہاں میں نے اپنی دلی کیفیات ظاہر کی تھیں۔ اور یہی وہ مقام جہاں اس نے اپنی عظیم قربانیوں کا ذکر کیا تھا۔ پھر اس کے علاوہ یہی وہ جگہ تھی۔ جہاں میں نے اس کی دردناک گفتگو سے رنج اذیت پایا تھا۔ اور اسی راہ میں وہ جگہ تھی جہاں وہ ٹوٹے ہوئے پھول کی مانند میری آغوش میں گری تھی۔ اور میں نے اس کے زرد فام رخساروں پر آنسوؤں اور بوسوں کی مدد سے پھر ایک بار کندنی رنگت پیدا کی تھی۔ خداوندا۔ کہ عورت کا قلوب اس سے بہتر مثال پیش کر سکتا ہے جیسی اس وقت میری نظروں کے

سامنے تھی ؟ ایک مہینہ پیشتر وہ مجھ پر مری جاتی تھی۔ وہ میری خاطر تباہی۔ گدائی اور روسیاہی سب کچھ منظور کرتی تھی۔ لیکن آج . . . آج وہ ایک مرد غیر کی شرافت حسن اخلاق اور حسن صورت کی تعریف کر کے اسی منہ سے بھولی بن کر پوچھتی تھی۔ کہ کیا وہ ایسا نہیں ہے ؟ لرزہ تیز کی لہر مجھے اپنے سر سے پاؤں تک گزرتی معلوم ہوئی جسد اور غصہ کا دیو میری نظروں کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اینیل کی تصویر فاصلہ کی دھند میں چھپتی اور زائل ہوتی معلوم ہوئی۔ اور میں نے اپنے جوش رقابت کو ضبط کرنے سے ناقابل ہو کر چلتے چلتے ٹھیر کر غم و غصہ کی دبی ہوئی گلوگرفتہ آواز سے کہا "کیلنتھ کیا واقعی تم کو رچرڈ فرنیکن سے عشق ہے ؟"

ایک نئی طرح کی رونق اس کے اداس چہرہ پر آ گئی۔ جو میرے خیال میں اسی رچرڈ فرنیکن کے ذکر کا نتیجہ تھی۔ جلدی سے پوچھنے لگی "کیوں۔ تم نے کیونکر سمجھا ؟"

"میں نے کیونکر سمجھا ؟" میں نے اسی کے لفظوں کو طنز سے دہراتے ہوئے کہا۔ "کیا تمہیں اس سے انکار ہے ؟"

"بالفرض ایسا ہو" کیلنتھ نے پرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا۔ "تو اس پر کسی کا کیا حرج ؟ اور جو ایسا نہ ہو تو پھر کوئی کیوں کسی سے پوچھے ؟" اس کا چہرہ اب بھی سرخ لیکن آمادہ غصہ اور جوش سے پاک تھی۔ فی الحقیقت اس کے مقابلہ میں میں اپنے بڑھتے ہوئے جوش کو دیکھ کر خود ہی شرمسار ہوا جاتا تھا۔

"سچ ہے" میں نے کہا "کیوں کوئی آپ سے پوچھے . . . گو میرا اپنا خیال یہ تھا . . . "

"ہو جو ہو تھا۔ ٹھیر کیوں گئے ؟" اس نے تحریک کی "تمہارا اپنا خیال کیا تھا ؟" اور یہ کہتے ہوئے اس نے عجیب طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"میرا خیال یہ تھا" میں نے بڑھتے ہوئے جوش کی حالت میں اب تیز تر لہجہ میں

تقریر کر کے کہا کہ ہمارے درمیان جو دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے ان کی بنا پر میری ناچیز ہستی آپ کے اعتماد کے بالکل ہی ناقابل نہ تھی . . . "

"لیکن فرض کرو جوزف مجھے تم سے کسی طرح کا مشورہ کرنا ہوتا" اس نے قطع کلام کر کے نرم لہجہ میں کہا "تو یہ بتاؤ اس آخری ملاقات کے بعد جو اسی جگہ ہوئی تھی ۔ اور کونسا موقعہ ہمیں ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کا حاصل ہوا ہے ؟"

"آہ ۔ وہ ملاقات !" میں نے تلخ لہجہ میں کہا "بے شک اس کے بعد ہمیں کوئی موقعہ گفتگو کا نہیں ملا ۔ تاہم اب جبکہ ملا ہے ۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم مجھ سے ایک دوست . . . ایک بھائی کی مانند سلوک کرو گی "

"کیوں نہیں" کیلنتھ نے جواب دیا "پوچھو تم کیا پوچھنا چاہتے ہو ؟"

"جو کچھ تمہارے جی میں ہے" میں نے کہا ۔

"مگر کس بارہ میں ؟" اس نے دریافت کیا ۔ اور میرا خیال ہے کہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لہجہ میں پیدا ہوئی ۔ اس کے ساتھ ہی آنکھوں کی چمک تیز ہوئی ۔ اور چہرہ کی سرخی نے نمایاں صورت اختیار کر لی "تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں جواب دوں گی "

"میرا سوال وہی ہے ۔ جو میں نے پہلے تم سے پوچھا تھا ۔ یعنی کیا واقعی تم کو رچرڈ ٹریگلن سے عشق ہے ؟" اور جواب کا انتظار کرتے ہوئے میرا دل بے اختیار زور سے دھک دھک کرنے لگا ۔

"جوزف" اس نے شوخ نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "تمہارے سوال کا جواب مثبت یا نفی کی صورت میں دینے سے پیشتر میں ایک سوال اپنی طرف سے پوچھنا چاہتی ہوں ۔ بالفرض میں نے مسٹر فرنیکلن کو سرد مہری سے نہ دیکھا ہو ۔ بالفرض اس کے نیک ارادے میرے لئے باعث عزت ثابت ہوئے ہوں ۔ بالفرض اپنی عجیب حالت کی وجہ سے میں اس کی درخواست شادی کا جواب صورت اثبات دینے پر مجبور

ہوں اور بالفرض اپنی حالات کی مجبوری سے جن کا ذکر پہلے ہوا ہے۔ میں نے اس کو دیکھتے ہوئے اپنے دل کو یہ سمجھا کر کہ اس کے پردہ میں میں خود تم کو دیکھ رہی ہوں۔ بدقت اپنی محبت کو تم سے اس پر منتقل کرنے میں کامیابی حاصل کی ہو۔ . . میں کہتی ہوں اگر یہ سب باتیں فرض کر لی جا سکیں تو میں تم سے دریافت کرتی ہوں کہ ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں کیا تمہیں اس واقعہ پر خوش ہونا چاہئے یا نہیں ؟"

"خوش! . . . مجھے اس واقعہ پر خوش ہونا چاہئے!" میں نے بڑھتے ہوئے غصہ اور جوش سے فرش زمین پر پیر مار کر کہا۔ اور اس کے بعد جب میں نے دیکھا کہ کیلنتھ اپنے گلعذار رخساروں کی سرخی۔ اپنی مست سیاہ آنکھوں کی چھپی ہوئی بجلیوں اپنے بھورا سیاہ بالوں کی خوشبو اور چمک اور ماتمی لباس کی واضع کی ہوئی سپید رنگت کی دلفریبیوں سے پہلے کی نسبت دہ چند۔ دہ ہزار چند خوبصورت نظر آتی ہے۔ تو میرے دماغ میں اس خیال سے جوش دیوانگی پیدا ہو گیا۔ کہ یہ حسن کی تصویر یہ پیکر رعنائی کسی دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے گی۔

"ایک دوست اور بھائی کی حیثیت میں" اس نے اس طرح کے پرسکون لہجہ میں جو میرے جوش جذبات سے بالکل غیر متاثر نظر آتا تھا۔ پھر کہا "یقیناً نہیں اس بات سے خوش ہونا چاہئے۔ کہ وہ جس کو تم اپنی بہن کہہ چکے ہو۔ اس شادی کے ذریعہ سے دوبارہ ایک بار اپنی کھوئی ہوئی خوشی اور منزلت پا سکے گی۔ اس کے علاوہ کیا ان کیفیات کے بعد جو ایک مہینہ پیشتر تم نے مجھ پر ظاہر کی تھیں۔ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ہم جس قدر جلد ممکن ہو ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ . . ."

"کیلنتھ" میں نے ملامت آمیز نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر جوش سے بھرائے ہوئے لہجہ میں کہا: کیا تم اتنی جلدی بھول گئی ہو۔ کہ ایک مہینہ پیشتر اسی مقام پر کھڑے ہو کر ہم نے اپنے بوسوں کو آنسوؤں سے آمیز کر کے اس بات کا عہد کیا تھا۔ . . ."

"جوزف" اس نے حیرت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "آج تمہاری گفتگو اور اس گفتگو کا لہجہ اتنا عجیب ہے کہ میں نہیں جانتی۔ کیا سوچوں۔ اور اس کا کیا نتیجہ اخذ کروں۔"

"اوہ! کیا تم اب تک نہیں سمجھی ہو؟" میں نے بڑھتے ہوئے جوش کی حالت میں اس بات سے لاپروا ہو کر کہ میں کیا کہنا چاہتا اور کیا کہتا ہوں جواب دیا: "کیا تم اب تک نہیں سمجھی ہو کہ میں تمہارا کسی اور کی ہو کے رہنا کسی حال میں برداشت نہیں کر سکتا"

"کیوں۔ کیا عشق کرنا جرم ہے؟"

"بے شک کسی اور سے!"

"لیکن کیا تم نے اسی جگہ کھڑے ہو کر نہیں کہا تھا کہ تم بھی کسی اور سے عشق کرتے ہو؟"

"آہ۔ بیشک! بے شک! میں نے کہا تھا۔۔۔ مگر اب۔۔۔ میں اپنے دل کا حال سمجھنے سے قاصر ہوں۔ میرے خدا! میں سچ مچ نیم دیوانہ بن گیا ہوں۔ مگر کیلنتھ صاف صاف۔ ایمانداری کے ساتھ جواب دو۔ کیا سچ مچ تم کو رچرڈ فرنیکلن سے عشق ہے؟"

اور یہ کہتے ہوئے میں نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لئے اور ان کو زنجیر آہنی کی گرفت سے پکڑتے ہوئے اذیت بخش حالت میں اس کی آنکھوں کی سیاہ گہرائیوں کو دیکھا۔

"بالفرض میں کہہ دوں ہاں۔۔۔؟"

"تو پھر میری زندگی میں کیا رکھا ہے!"

"اور جو میں کہہ دوں نہیں۔۔۔؟"

"تو پھر اس دنیا میں میرے برابر خوش نصیب کون ہے۔"

"مگر جوزف تم بتاؤ۔ کیا تم کو مجھ سے عشق ہے؟"

"اتنا کہ میں بیان نہیں کر سکتا . . . اور اسی لئے میں تمہارا کسی سے ملنا برداشت نہیں کر سکتا۔"

"آہ! خوشی! . . . آہ خوش نصیبی!" اس نے بے اختیار مجھ سے لپٹتے ہوئے کہا۔ "نہیں جوزف میں رچرڈ فرنیکلن کو نہیں چاہتی۔ مجھے اس سے بالکل محبت نہیں ہے۔ میں تمہاری ہوں۔ میں تمہاری ہوں اور ہمیشہ تمہاری رہوں گی!"

میں نے اس کو سینہ سے لپٹا لیا۔ اور پھر ایک بار ہمارے بوسے آنسوؤں سے آمیز ہوئے۔ گو یہ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کہ اب کی بار وہ آنسو ناقابل بیان راحت اور خوشی کے آنسو تھے۔ افسوس اب اینیل بالکل بھول گئی . . . یا نہیں۔ میں گو اسے بھول گیا۔ تاہم اس کی تصویر دہندیں لپٹی ہوئی افسردہ و غمناک اب بھی میری نظروں کے سامنے موجود تھی۔ نیکی کے فرشتے کی مانند جو مجبوراً اس آدمی کا ساتھ چھوڑتا ہے۔ جو اس کے حفاظتی اثرات کے باوجود ارتکاب گناہ سے باز نہیں رہ سکتا۔ اس کی دل کش تصویر۔ اداسی اور غمگینی میں بھی دلکش۔ بتدریج نظروں سے ہٹ کر فاصلہ کے بعد میں چھپتی معلوم ہوئی۔ درد کی تیز ٹیس ایک آن کے لئے میرے سینہ میں اٹھی۔ مگر جب اس کے بعد وہ سینہ کیلنتھ کے سینہ سے لگ گیا۔ جب اس کا باؤ دلکش اور راحت بخش معلوم ہوا۔ جب اس کا خوشبودار سانس میرے رخساروں سے اور مرطوب میٹھے ہونٹ میرے ہونٹوں سے لگ گئے۔ جب پہلی پرجوش ہم آغوشی کی لذات حصہ میں آئیں تو میں اسے بھول گیا۔ میں اپنی اینیل کی پاک وفا کو بھول گیا۔ میں جرم و گناہ کی یاد کو۔ میں اس دنیا اور مافیہا کو بھول گیا۔

"کیلنتھ پیاری کیلنتھ"۔ اس کے بعد جب میں اپنا بازو اس کی نازک کمر میں ڈالے آہستہ آہستہ اس کے پہلو میں چل رہا تھا۔ جب اس کی جھکی ہوئی گردن میرے شانہ سے لگی تھی۔ اور بکھرے ہوئے جوبن میرے پہلو سے مس کرتے تھے۔ "کیلنتھ" میں نے کہا: "سچ

تباکیا تو نے رچرڈ فرینکلن کی محض اس لئے حوصلہ افزائی کی تھی کہ مجھ کو حسد ہو؟ آہ تیرے رخساروں کی لالی اس خیال کی تصدیق کرتی ہے۔ کہ جو میں نے کہا ٹھیک ہے۔"

"پیارے۔ پیارے جوزف" اس نے قند سے میٹھی۔ شہد سے شیریں آواز میں کہنا شروع کیا "تم سے میری وہ ہمہ گیر۔ ہمہ سوز۔ عالم آشوب محبت ہے۔ جو مایوسیوں سے بجھنا۔ ناکامیوں سے مٹنا اور رکاوٹوں سے ٹوٹنا نہیں جانتی۔ اپنی اس پُرجوش محبت کی طاقت کا صحیح اندازہ کر کے میں اچھی طرح جان چکی تھی۔ کہ اس کے مقابلہ میں کوئی محبت۔ اس سے دس ہزار گنا طاقت رکھنے والی محبت بھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور میرا اپنا جذبِ عشق وہ جذبہ پُرجوش و پُرخروش۔ جس کا ثانی کبھی کسی عورت کے دل میں مرد کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ آج نہیں کل۔ کل نہیں پرسوں۔ جلدی یا دیر میں ضرور رنگ لائے گا۔ یعنی اگر دل کو دل سے راہ ہے۔ تو میرے سینہ کے جوش کا تمہارے سینہ میں پہنچنا امر لازم اور قدرتی تھا۔ آہ۔ جوزف صحیح جانو میں تمہارے جذبات کو تم سے بہتر سمجھ سکتی تھی۔ اس لئے جب ایک مہینہ پیشتر ہم ایکدوسرے سے جدا ہوئے۔ تو میں بالکل ہی مایوس نہ تھی۔ وہ برسے جو تم نے دیئے۔ اور وہ آنسو جو اس وقت بہے تھے۔ میرے لئے غیب کی سرسراتی ہوئی آوازوں کا درجہ رکھتے تھے۔ جن میں بہت دلاستقلال اور حوصلہ افزائی کا پیغام چھپا ہوا تھا۔ جوزف میری وہ پرجوش محبت ہے۔ جو کبھی کسی عورت نے نہیں کی۔ اور اب جب تم نے ہاں کہہ دی ہے۔ تو ایک مدچرڈ فرینکلن کیا۔ ساری دنیا میری نظروں میں ہیچ ہے۔"

کیلنتھ کی میٹھی آواز۔ اس آواز کا محبت آمیز لہجہ اور اس لہجہ میں بیان کی ہوئی داستان عشق میری نظروں میں ایک نیا باب مستی کھولنے والی تھی۔ آخر میں بھی آدم زاد تھا۔ اور ایسا آدمی کون ہے۔ جس کی سرشت میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں نہ ہوں۔ ایک ایسی عالیشان خاتون کا جیسی ارل آف مینڈی دل کی دختر تھی۔ مجھ ایسے مرد

میرے اظہار عشق کرنا۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اس کا ہر طرح کی قربانیوں پر آمادہ ہونا اور مقابلہ میں راحت و مسرت کے ہاتھ آنے موقعہ کو اس آسانی کے ساتھ چھوڑنا ساری باتوں نے اس کے حسن دلافروز اور جمال عالم سوز سے مل جس طرح کی خیرگی میری نظروں میں پیدا کی اس کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ پس اگر اب بھی کچھ افسوس بھولی ہوئی اینبل کی یاد سے دل میں پیدا ہوا۔ تو لیڈی کیلنتھ کے قرب اور اس کی محبت نے فوراً اس کو زائل کر دیا۔

"پیارے جوزف" اس نے کہا "میں آئندہ کبھی تم کو مسٹر فرشکین کی وجہ سے ناراض نہ ہونے دوں گی۔ میں اب تمہاری ہو چکی۔ میری نذر محبت تمہیں کو پیش ہوتی رہے گی۔"

پھر ایک مرتبہ غفل گیر ہو کر ہم جدا ہوئے۔ مگر اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ اودل کے نوکروں اور مالکن کے دل میں کسی طرح کا شبہ پیدا نہ کرنے کے خیال سے جہاں تک ممکن ہو اپنے جوش کو دبائیں اور محتاط رہیں۔ اس کے بعد کیلنتھ آگے آگے رخصت ہوئی موڑ کے پاس پہنچکر صرف ایک ثانیہ کے لئے وہ رومال ہلانے کو ٹھیری۔ اس کے بعد نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور میں پھر ایک بار اپنے خیالات کے ساتھ اس سڑک پر تنہا رہ گیا۔ میری حالت اس آدمی کی حالت سے ملتی تھی۔ جو ایک دو بار بہت سی شراب پینے کے بعد ہوش میں آ کر اس فعل بد کے نتیجہ سے بالکل لاپروا ہو جاتا ہے۔ اپنی موجودہ بدلی ہوئی حالت میں اینبل کا خیال میرے لئے سوہان روح ضرور تھا۔ اس کی محبت پاکبازی اور اعتماد کو سوچکر۔ اور اس کی بھولی صورت کو یاد کر کے بے اختیار جی چاہتا تھا۔ اپنی اس شرمناک حرکت۔ اس ایمان فروشی اور ریاکاری پر سینہ چیر کے رکھ دوں۔ لیکن نہیں . . . میں نے قصداً اس کو نظر انداز کرنے اس کی تصویر کو خانہ دل سے نکالنے کی کوشش کی۔ اور اپنے شرمناک طرز عمل کی روشنی میں اس کی یاد

تک کر دل سے بھلا دیا۔ اس بدمست شرابی کی طرح جس کی مثال اوپر دی جا چکی ہے میں نے نتائج و عواقب سے یکسر لاپروائی اختیار کی۔ اور اس آدمی کی طرح جو اپنی روح کو شیطان کے حوالہ کر کے بے دریغ جرم و گناہ کا دور شروع کرتا ہے۔ اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو اب اس دور راحت کو جاری رکھنا چاہیئے آج کے مزے آج کل کا حال خدا جانے۔

قریباً بیس منٹ اور اس جگہ ٹھیرنے کے بعد میں نے دجل کی تصویر کو جہاں تک ممکن تھا خانہ دل سے نکال کے پرے ہٹا دیا۔ اور اپنی چشم تصور کو کیلنتھ کے حسن و دلفریبی اور اس کے محبت اور پیار کے لفظوں پر جمائے ہوئے اس جگہ سے رخصت ہوا۔ دن کا باقی حصہ اس طرح کی حالت میں گذرا۔ گویا میں نشے سے سرشار اور میرا دماغ پُر دہشت خیالات کا مرکز تھا۔ دوسرے نوکر مجھے غیر معمولی خرم و مسرور دیکھ کر متعجب ضرور ہوئے۔ مگر کسی نے بھی کوئی سوال نہ پوچھا۔ اس رات مسٹر نیکلن حسب معمول کیلنتھ سے ملنے کے لئے آیا۔ لیکن وہ دوسرے کا بہانہ کر کے اپنے ہی کمرہ میں رہی۔ دوسری رات وہ پھر آیا۔ اس روز کیلنتھ حسب معمول گول کمرہ میں گئی۔ لیکن جب میں نے بہانہ سے اس جگہ جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ مسز رابنسن کے پاس صوفے پر بیٹھی تھی اور رچرڈ نیکلن اضطراب اور بے چینی کی تصویر بنا ہوا علیحدہ مقام پر بیٹھا ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ تیسری رات کو وہ پھر آیا مادر اس روز بھی میں نے دیکھا کہ کیلنتھ کا سلوک اس سے انتہائی سرد مہری کا تھا جس سے صاف پایا گیا۔ کہ اب وہ اس کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہے۔ چوتھے دن وہ خلاف معمول دوپہر کے وقت آیا۔ اور قریباً ایک گھنٹہ مسز رابنسن کے پاس گول کمرہ میں رہا۔ اس کے بعد کیلنتھ کو اس کمرہ سے جہاں وہ لڑکیوں کو تعلیم دیا کرتی تھی۔ طلب کیا گیا۔ اور مسز رابنسن اس کو مسٹر نیکلن کے پاس چھوڑ کر چلی گئی۔ اس کے پانچ گھنٹہ بعد وہ بڑا منہ بنائے گھر سے رخصت ہوتا دیکھا گیا اور

میں جو اندرونی حالات سے واقف تھا۔ گو بڑی آسانی سے سمجھ گیا۔ کہ معاملہ کس قسم میں کیا بات ہے۔ تاہم مزید تصدیق اُس رات کیلنتھ کے اُس رقعہ سے ہوگئی۔ جو اُس نے موقعہ پاکر چپکے سے میرے ہاتھ میں دیدیا تھا۔ میں نے علیحدگی میں جاکر اُسے پڑھا۔ تو لکھا تھا کہ رچرڈ فرینکلن مسز رابنسن سے یہ کہنے کے لئے آیا تھا۔ کہ آپکی اجازت سے میں مس پامر سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر اُس نے مجھ کو طلب کرکے مسٹر فرینکلن کے پاس چھوڑ دیا۔ اور میں نے اس عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے مسٹر فرینکلن کی درخواست نامنظور کردی۔ قدرتی طور پر اس واقعہ نے کیلنتھ کی زنجیر اُلفت کو اور بھی مضبوطی سے میرے گلے میں باندھ دیا۔ اور میں پہلے کی نسبت بہت زیادہ سرگرمی سے اس احساس تاسف کو جو اینبل کی یاد سے پیدا ہوتا تھا۔ دبانے کی کوشش کرنے لگا۔

باب ۳۹

عشق کی آندھی اور انجام

معلوم ہوتا ہے ان ایام میں نیکی کے فرشتہ نے میری دستگیری بالکل ہی ترک کردی تھی۔ کیونکہ رفتہ رفتہ سامان ایسا بندھا کہ کیلنتھ کے عشق کا وہ بندھن جو میرے گلے میں پڑ چکا تھا۔ کمزور ہونے کی بجائے زیادہ مضبوط ہوتا گیا۔ جس روز رچرڈ فرینکلن نے کیلنتھ سے شادی کی درخواست کرکے کورا جواب پایا تھا۔ اس سے اگلے روز مسز رابنسن کے نام اُس کے نندئی وکیل کی طرف سے ایک چٹھی موصول ہوئی جس میں اُس کے بھائی شوہر کے مالی معاملات کے سلسلہ میں لندن میں اس کی حاضری اشد ضروری بیان کی گئی تھی۔ مسز رابنسن کی طبیعت میں جیسا پیشتر بیان کیا جاچکا ہے کاہلی کی عادت اس قدر گھر کرچکی تھی۔ کہ وہ ہر طرح کی نقل و حرکت سے گھبراتی تھی۔ اس کے علاوہ اپنے چونکہ

سردیوں کا موسم تھا۔ اور بڑے دن سر پہ آ رہے تھے۔ اس لئے وہ سفر کی صعوبتوں سے اور بھی گھبراتی تھی۔ تاہم اُس کے وکیل کا پیغام چونکہ ضروری تھا۔ اور لندن میں اس کی حاضری امر لازم۔ اس لئے اس کو جزیرہ وائٹ کے پُر آسائش مکان سے مجبوراً رخصت ہونا پڑا اپنی غیر حاضری کے دنوں میں اس نے دو نو لڑکیوں کو اس خیال سے پیچھے چھوڑا کہ اُن کو ساتھ لے پھرنا اور زیادہ باعث تکلیف ہوگا۔ اس کے علاوہ چونکہ اسے مس پامر کی طاقت نگہداشت اور دور اندیشی پر پورا اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے لڑکیوں کو ساتھ لینا اور دوسری بھی۔ البتہ وہ اپنی خادمہ کو ساتھ لیتی گئی۔ چنانچہ خط کی وصولی کے دوسرے دن وہ دونو رخصت ہوگئیں۔

جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ مالکن اور خادمہ دونو کی عدم موجودگی میں میرے کیلنتھ سے ملنے کے موقعوں نے روز افزوں ترقی کی۔ اب بمشکل کوئی دن ایسا گذرتا تھا۔ کہ ہم خفیہ طور پر ایک دوسرے سے نہ ملتے ہوں۔ جو چند ایک نوکر باقی تھے۔ اُن کے دلوں میں شبہ پیدا ہونے سے روکنا چونکہ سہل تھا۔ اس لئے ہم خوب ہی کھل کھیلے۔ میری اُن دنوں کی حالت سچ مچ اُس شرابی کی حالت سے ملتی تھی۔ جو چند ایک مرتبہ توبہ کرنے کے بعد پوری طرح دخت رز کا شیدائی غلام بن گیا ہو۔ فرق اگر کچھ تھا تو یہ کہ میری حالت میں دخت رز کی جگہ لارڈ مینڈی ول کی دختر تھی۔ اُس آدمی کی مانند جو ایک قدم غلط اُٹھ جانے کے بعد نتیجہ سے لاپروا ہو کر اندھا دھند اُس راہ پر چلتا جاتا ہے۔ جس کی نسبت اس کو معلوم ہے کہ وہ تباہی اور بربادی کی منزل پر ختم ہوگی۔ میں نے ایک بار کیلنتھ کے دام حسن میں اُلجھ کر عاقبت کا خیال بالکل دل سے نکال دیا۔ یا دوسرے لفظوں میں کسی مرد طوفاں نوش کی مانند ایک دفعہ کیلنتھ کے جام حسن سے جرعہ کش ہونے کے بعد قیچہ اور انجام کی پروا کرنی چھوڑ دی۔ دن میں کئی کئی بار ہم مسز رابنسن کے گول کمرہ میں ملتے ایک ملاقات سے دوسری کی خواہش پیدا ہوتی۔ حتیٰ کہ رفتہ رفتہ ہم نے

راتوں کو بھی موقعے نکالنے شروع کر دیئے۔ گو اتنا اب بھی تھا کہ ہم دونو محتاط تھے۔ اور اپنے کسی فعل یا حرکت سے کسی کے دل میں شبہ پیدا نہ ہونے دیتے تھے۔ مگر جب اس کے بعد حالات نے ایسی صورت اختیار کی کہ مسز رابنسن کو ایک مہینہ کے قریب لندن رہنا پڑ گیا۔ اور اُس کی طرف سے کیلنتھ کے نام (مس پامر کے فرضی نام سے) اس مضمون کی چٹھیاں آئیں۔ کہ میں حالات کی مجبوری سے کچھ دن اور یہیں ٹھیروں گی۔ کیونکہ مجھ سے بار بار سفر کی زحمت برداشت نہیں ہو سکتی اور اب میں اس کام کو ختم کر کے ہی آؤں گی۔ تو متواتر چار ہفتوں کا میل آخر رنگ لائے بغیر نہ رہ سکا۔ کیلنتھ کی طبیعت پُر جوش تھی اور اُس کی محبت ہمہ سوز۔ آگ اور گھی کے میل سے آخر وہی نتیجہ نکلا جو نکلنا چاہیے تھا۔ یعنی (گو لکھتے ہوئے شرم آتی ہے) یہ خفیہ ملاقاتیں گناہ آلود ہو گئیں۔

قریباً چھ ہفتوں کے بعد مسز رابنسن اپنے معاملات کا تصفیہ کر کے واپس آ گئی اور پھر ایک بار ہم کو راز سر نہفتہ بننا پڑا۔ فی الحقیقت اس کی آمد کے بعد ہماری زندگی کی رفتار اُسی پہلی راہ پر آ گئی یعنی آنکھ سے آنکھ ملانا یا ایک دوسرے سے رقعے تبدیل کرنا بس اتنا ہی تھا۔ جو ہم کر سکتے تھے۔ اور اب جام معصیت کی تلچھٹ تک اپنچ جانے کے بعد رفتہ رفتہ میری بھی آنکھیں کھلنی شروع ہوئیں۔ اور کھوئے ہوئے حواس پھر راہ پر آنے لگے۔ روز بروز ساعت بساعت میرا وہ اگلا جوش کم ہونا شروع ہوا۔ اور دماغ کیلنتھ کی جگہ اینیل کی تصویر از سر نو ظاہر ہونے لگی۔ اب راتوں کو میں واقعات حال دہرا دہرا کر کے خون کے آنسو روتا اور خدا سے رحم و درگذر کی دعائیں کیا کرتا تھا۔ میں اینیل کی تصویر کو چشم تصور سے دیکھ کر دست بدعا ہوتا تھا کہ وہ پھر ایک بار مجھ کو نظر تبسم سے دیکھ کر میرے گناہوں کو معاف کر دے۔ یہ میرا سچا پچا تاپ تھا اور میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں۔ کہ کبھی کسی عابد شب بیدار نے تازیانہ پُر خار سے اپنے جسم کو اتنی اذیت نہ دی ہو گی جتنی ان ملامتوں کے ذریعہ سے میں نے اپنی روح کو دی۔ اس ذریعہ سے

رفتہ رفتہ میرے جی کو سکون حاصل ہونا شروع ہوا۔ اور یہ بھی مجھ کو محسوس ہونے لگا۔ کہ اپنے آپ کو کیلنتھ کے آغوش محبت میں ڈالنے اور اینبل سے غائبانہ بے وفائی کرنے میں جو حماقت اور کمزوری مجھ سے ہوئی ہے۔ اس کی تلافی انہی طریقوں پر ممکن ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ میں نے اپنے دل میں کیلنتھ کی خصلت کا مقابلہ اس پری وش حسینہ کی پاک محبت سے کرنا شروع کیا جس کی تصویر کو میں ایک زمانہ میں خضر راہ تصور کرتا اور اپنا محافظ فرشتہ سمجھتا تھا۔ اور بہت جلد مجھ کو اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ جو نسبت جھوٹ کو سچ سے صنعت کو قدرت سے یا دیئے کی روشنی کو نور آفتاب سے ہو سکتی ہے۔ وہی حسن و جمال کے ان دو مظاہر کو ایک دوسرے سے ہے۔ فی الحقیقت میں سوچکر حیران ہونے لگا۔ کہ میں کن چیزوں میں اس جوش باطل۔ ہوس کاذب اور فواحش بے اصل کا شکار ہوا۔ جس کا سحر مجھ پر ڈالا گیا تھا۔ رفتہ رفتہ میں یہ سمجھنے کے قابل ہو گیا کہ اینبل کا عشق حقیقی در اصل کسی زمانہ میں بھی میرے دل سے جدا نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ پر جمال کیلنتھ کی مست آنکھوں اور اس کے حسن پر نور کی دلفریبیوں کے سایہ میں رہتے ہوئے بھی اینبل کا تصور ہر لحظہ میرے سینہ میں موجود تھا۔ اس وقت بار اول میں یہ سمجھنے کے قابل ہوا۔ کہ عشق کی دو صورتوں میں سے سفلی اور پرخروش کو نسی ہے۔ اور دیرپا اور صادق کو نسی۔ کہنے والے جوش حیوانی کو بھی عشق کہتے ہیں۔ مگر اس میں اور عشق صادق میں اتنا ہی فرق ہے۔ جتنا زمین و آسمان میں۔ کیونکہ ایک کا تعلق طبع انسانی کے جذبہ اسفل۔ اس کی باطنی کمزوریوں اور برائیوں سے ہے۔ مگر دوسرے کا ان زہرت ریز اشکوں اور پاک ترین دلولوں سے جو آدم کے باغ عدن سے نکلے جانے کے وقت کرم ایزدی سے رعایت خاص کے طور پر اس کے سینہ میں باقی رہنے دیئے گئے تھے۔ اس حقیقت کو جان لینے کے بعد میں نے اب پہلی بار سمجھا کہ اینبل کا عاشق صادق ہوتا ہوا بھی کیوں میں کیلنتھ کے مداحوں کا حاسد بنا۔ اور کس لئے اس

مجنونانہ محبت کا نشانہ رہا۔ جو اسے مجھ سے تھی۔ اب مجھ کو معلوم ہوا کہ ہوس سے اندھے جذبات انسان کو ایک نہایت ناکارہ چیز کے حصول پر بھی اکسا اور آمادہ کر سکتے ہیں گو خدا شاہد ہے کہ میں یہ آخری فقرہ کیلنتھ کے بارہ میں نہیں کہتا۔ کیونکہ محبت کے جوش تیز کی دیوانگی کے باوجود اس میں طبعی فیاضی کے کئی اعلیٰ جوہر موجود تھے۔ بہرحال میرے کہنے کا یہ مطلب ہے کہ عشق کاذب کے اسفل جذبات ہر ایسی عورت کے لئے پیدا ہو سکتے ہیں۔ جو حسین قمر طلعت اور ناک نقشہ سے صحیح ہو۔ ان کا تعلق اوصاف ذہنی سے بہت زیادہ ساق سیمیں۔ شانہ بلوریں یا دہن شیریں کے ظاہری محاسن سے ہوتا ہے۔ حالانکہ عشق صادق کا روحانی جذبہ انہیں کی ایسی نیک و پاک ہستیوں کے لئے ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

لیکن ہر چند ان ایام میں ایک عظیم تبدیلی میرے مزاج میں پیدا ہو رہی تھی۔ اور دیوانگی کا جوش رفتہ رفتہ احساس تاسف میں تبدیل ہونے لگا تھا۔ ہر چند میرا دل ایک بھیانک اور عظیم آزمائش سے گذرنے کے بعد آہستہ آہستہ ان شافتوں سے پاک ہونے لگا تھا۔ جو اس کے عمل کی راہ میں حائل تھیں۔ تاہم میں نے کسی طرح اپنے کسی فعل یا نگاہ کے ذریعہ سے کیلنتھ کو یہ معلوم کرنے کا موقعہ نہیں دیا۔ کہ میری طرف سے اس کی محبت میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ ایمان کی پوچھئے تو میں اس خاتون کے دل کو جس کی واحد خطا مجھ سے اندھا دھند اور بے پایاں محبت کرنا تھی۔ اپنے کسی فعل نازیبا سے مجروح کرنا انتہائی کمینگی اور غایت درجہ کی بزدلی پر محمول کرتا تھا۔ پس اب بھی جب کبھی ہم ایک دوسرے سے علیحدگی یا تنہائی میں ملتے اور اس بات کا یقین ہوتا کہ کوئی ہمیں دیکھنے والا نہیں ہے۔ تو ہر چند نگاہ کے تب و لہ یا اشارہ کے ذریعہ سے اظہار محبت ہو جاتا۔ تاہم اپنے دل میں ہر وقت اس سوال پر غور کرتا رہتا تھا۔ کہ وہ کونسا ذریعہ ہے۔ جس سے میں رفتہ رفتہ اپنے آپ کو اس کے اثرات سے نکال کر علیحدگی حاصل

کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہوں؟ کئی ترکیبیں میں نے سوچیں۔ لیکن ان میں سے ہر ایک میں کوئی نہ کوئی نقص ضرور دکھائی دیتا تھا۔ آخر بہت کچھ غور و فکر کرنے کے بعد ایک طریقہ نظر آیا۔ جو سب سے موزوں اور سہل تھا۔ یعنی میں نے اپنے جی میں اس بات کا فیصلہ کر لیا۔ کہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں کسی روز میں کوئی ایسی حرکت کروں گا۔ جس سے مالکن ناراض ہو کر مجھے نوکری سے برطرف کر دے۔ اس سے بعد ایک بار کیلنتھ سے جدا ہونے میں کامیابی حاصل کر کے میں کوئی نہ کوئی ترکیب ایسی پیدا کر لوں گا کہ نہ اسے میرا آیندہ پتہ معلوم ہو۔ نہ وہ مجھ کو پانے میں کامیابی حاصل کر سکے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میں کوئی ایسا فعل بھی کرنا نہ چاہتا تھا۔ جس سے میری سیرت کی نیکی یا ایمانداری پر حرف آئے۔ تاہم میں نے کوشش شروع کی۔ چنانچہ اب میں گاہ بگاہ قصداً اور ارادتاً ایسی باتیں کرتا جو مسز رابنسن کو ناراض کرنے کا موجب ثابت ہو سکتیں۔ لیکن وہ چونکہ بڑی کاہل الوجود۔ مرنجاں مرنج طبیعت کی عورت تھی۔ اس لئے میرے سہو سے واقف ہو کر بھی خفا نہ ہوتی تھی۔ فی الحقیقت وہ تلخ گفتگو کو بھی ایک اس طرح کی زحمت سمجھتی تھی۔ جس سے جہاں تک ممکن ہو اس کو بچنا ہی منظور تھا چنانچہ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ ان سب خطاؤں کو جو ماماؤں اور گھر والیوں کو زجر و توبیخ پر آمادہ کرتی ہیں۔ قصداً نظر انداز کر دیتی تھی۔ اور کبھی کسی نوکر کو سخت گرفت نہ کرتی تھی۔ اس کی یہ خوشخصالی جو عام حالات میں میرے لئے باعث مسرت ہوتی۔ بصورت موجودہ موجب تکلیف ثابت ہونے لگی۔ کیونکہ وہ واحد ترکیب جو میں نے کیلنتھ سے علیحدگی کی صورت پیدا کرنے کے لئے سوچی تھی۔ ناکام رہی۔ پس پھر ایک بار میں نے کوئی اور ترکیب حصول مدعا کی سوچنی شروع کی اور انہی فکروں کی الجھن میں پھنسا ہوا تھا کہ ناگاہ پر وہ غیب سے ایک ایسا واقعہ ظہور میں آیا۔ جس نے خود بخود میری اس پریشانی کا خاتمہ کر دیا۔ یعنی وہ جدائی جس کی مجھے اتنی زبردست آرزو تھی۔ ایک ایسے طریقہ پر عمل میں

آگئی جس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ کیلنتھ جو مسز رابنسن کی طرف سے ہر طرح کا سود اسلف خریدنے شہر جایا کرتی تھی۔ کچھ چیزیں مول لینے قبل دوپہر کو رخصت ہوئی۔ لیکن بڑی دیر تک واپس نہ آئی۔ اس طرح کئی گھنٹے گذر گئے حتیٰ کہ جب مسز رابنسن کی طاقت صبر جواب دینے لگی۔ تو اُس نے اپنے کمرہ کی گھنٹی بجا کر نوکروں سے پوچھوایا کہ کیا مس پارٹر واپس آگئی؟ اور جب اس کا جواب نفی میں دیا گیا۔ تو وہ سخت بےچین ہونے لگی۔ اتنے میں سہ پہر کے چار بج گئے اور وہ اس وقت تک بھی واپس نہ آئی۔ چار بجے کے تھوڑی دیر بعد کسی نے باہر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور جب میں آواز سنکر گیا۔ تو دیکھا ایک آدمی جو شکل و صورت سے کسی ہوٹل کا ویٹر معلوم ہوتا تھا دروازہ پر کھڑا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر دبے ہوئے مگر تیز لہجہ میں کہنے لگا "کیا تمہارا نام جوزف ولٹ ہے؟"

"ہاں" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ایک عجیب طرح کا اضطراب میرے دل کو ہونے لگا۔ کیونکہ فوراً خیال آیا کہ ضرور کوئی واقعہ ناخوشگوار پیش آیا ہے

"میں یہ کہنے کے لئے آیا ہوں"۔ اس نے سابق کی طرح دبے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو گرینڈ ہوٹل میں جاؤ باقی حال اس رقعہ میں لکھا ہے"۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس نے ایک چھوٹا سا تہ کیا ہوا کاغذ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور رخصت ہوا۔

پہلے میرے جی میں آئی کہ دوڑ کر اس کے پیچھے جاؤں۔ اور دریافت کروں کہ معاملہ کیا ہے۔ لیکن پھر اس خیال سے رہ گیا۔ کہ ممکن ہے پوری تفصیل اسی خط کے اندر درج ہو۔ چنانچہ اپنے کمرہ کی علیحدگی میں میں نے جلدی سے اس رقعہ کو کھولا۔ اور اُس کا مضمون دھڑکتے ہوئے دل سے پڑھنا شروع کیا۔ یہ عبارت اُس میں درج تھی۔

پیارے جوزف

میرے باپ اور ایک بھائی نے مجھے پکڑ کر اپنے پاس رکھا ہوا ہے

انہوں نے مجھے سب حال بیان کرنے پر مجبور کر دیا ہے صرف وہ واقعہ . . . جسے تم اچھی طرح سمجھ سکتے ہو۔ میں نے اُن کے روبرو ظاہر نہیں کیا۔ اور اب بہنت تم سے کہتی ہوں کہ جس طرح ممکن ہو۔ میری عزت بچاؤ۔ لیکن نہیں میں خود ہی اس بات کا پورا یقین رکھتی ہوں کہ تم کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکالو گے۔ جو میری عزت و ناموس پر حرف لانے والی ہو۔ وہ لوگ ضرور تم کو دھمکائیں گے۔ اور رعب ڈالنے کی کوشش کرینگے لیکن تم نے خدا کے لئے وہ بات نہ کہنا۔ جو مجھے عمر بھر کے لئے بدنام اور تباہ کرنے والی ہو۔ بڑی مشکل سے دردِ سر کا بہانہ کر کے میں نے ایک علیحدہ کمرہ میں یہ چند سطریں لکھنے کا موقعہ تلاش کیا ہے۔ اور ایک نیکدل خادمہ نے مجھ سے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس رقعہ کو ہوٹل کے اُسی نوکر کے ہاتھ بھجوا دے گی۔ جسے تم کو بلانے کے لئے بھیجا جانا ہے۔ پھر کہتی ہوں کہ مسز رابنسن کو اس واقعہ کی بالکل خبر نہ ہو۔

ہمیشہ تم کو چاہنے والی بدنصیب
کیلنتھ

خط کے انداز تحریر اور حرفوں کی ساخت سے یہ معلوم کرنا سہل تھا۔ کہ اُس خاتون نے کسی قدر جوش اور اضطراب کی حالت میں اسے لکھا ہے۔ شروع میں۔ میں بھی اس مضمون کو پڑھ کر گھبرا گیا تھا۔ لیکن جب اچھی طرح غور کیا۔ تو سوچ آئی کہ ممکن ہے یہ سب کسی بہتری کا پیش خیمہ ثابت ہو۔ یعنی اس ذریعہ سے وہ علیحدگی جس کی میں ایک عرصہ سے تمنا کر رہا تھا۔ عمل میں آجائے۔ اور اس کے ساتھ ہی کیلنتھ بھی پھر ایک بار اس غریبی اور مصیبت کی زندگی کو چھوڑ کر اپنے گھر کی آسائش حاصل کرے۔ رہ گیا اس واقعہ کا اظہار جو اُس کی نسوانی کمزوری ثابت کرنے والا تھا۔ تو میں کسی حال میں ایسی کمینہ حرکت کا مرتکب نہ ہو سکتا تھا۔ فی الحقیقت میں ایسا کرنے کے نااہل تھا۔ اُس بدنصیب خاتون کے برخلاف کوئی ایسی بات کہنے کے عوض جو اُس کی تباہی اور

بربادی کا ذریعہ ثابت ہو ئیں ہر طرح کا جھوٹ بولنے کے لئے آمادہ و تیار تھا۔ کیونکہ جو مصیبتیں اس نے میرے لئے جھیلیں اور جو عظیم قربانیاں میری محبت کے لئے کیں۔ میں نہ اُن کو بھولا۔ اور نہ بھول سکتا تھا۔ اور اب اس فیصلہ پر پہنچنے کے بعد میں یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ گھر سے رخصت ہونے کا کیا بہانہ تلاش کیا جائے۔ کہ دفعتاً بیٹھک کی گھنٹی بجی۔ اور میں اُس کی آواز سُن کر اندر گیا۔

"جونف" مسز رابنسن نے کہنا شروع کیا۔ مجھے مس پامر کے اس وقت تک نہ آنے سے بہت بیچینی ہو رہی ہے۔ اب ساڑھے چار کا عمل ہے۔ اور اُسے گھر سے رخصت ہوئے پانچ چھ گھنٹے ہو چکے۔ اُس نے کبھی اتنی دیر نہ کی تھی۔ اس لئے مجھے اندیشہ ہے۔ کہ ضرور کوئی حادثہ اُس کو پیش آیا ہوگا۔ میں اُس کی عادت سے اچھی طرح واقف ہوں۔ وہ بہت شریف اور نیک لڑکی ہے اور ناممکن ہے کہ اپنی مرضی سے بے وجہ اتنی دیر لگائے ہو۔ اس لئے تم شہر جا کے اس کے بارہ میں دریافت حال کرو۔ . . یا ٹھیرو میں یہ بھی تم کو بتا دیتی ہوں کہ اُسے کن کن دوکانوں پر سودا لینے جانا تھا۔"

مسز رابنسن نے تین چار دوکانوں کے نام گنوائے جس کے بعد میں رخصت ہوا۔ کسی طرح کے پریشان کن خیالات میرے سینہ میں پیدا ہو رہے تھے۔ اور میں اُن سے بچنے کے لئے قصداً تیز رفتار سے چلتا تھا۔ تو بھی ذہنی اضطراب رفع ہونے میں نہ آتا تھا۔ اس میں شک نہیں۔ میرے دل کو اس خیال سے خوشی ہونی چاہئے تھی۔ کہ کیلنتھ سے علیحدگی کے وہ اسباب جن کی مجھ کو تلاش تھی۔ خود بخود پیدا ہو رہے ہیں تاہم اس کے ساتھ میں ڈرتا تھا۔ کہ اُس کے باپ اور بھائی کے سامنے جا کر جن کو میرے برخلاف سخت ہی غم و غصہ ہوگا۔ میں کیا جواب دے سکوں گا۔ خیر جس طرح بھی ممکن تھا۔ میں نے ہمت قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اور اس بات کا عہد کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ کیلنتھ کی عزت پر حرف نہ آنے دوں گا۔ کوٹھی سے شہر کا فاصلہ قریباً آدھ میل تھا۔ جو میں نے چند

منٹ کے عرصہ میں طے کر لیا۔ وہاں سے ہوٹل بالکل قریب تھا۔ اور میں جب اُس جگہ پہنچا تو وہی نوکر جو اوّل ولایت رقعہ لے کر آیا تھا۔ ملا اور مجھے اندر لے چلا۔

ہوٹل کی سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے میرا دل زور سے دھک دھک کر رہا تھا نوکر نے اوپر کی منزل پر پہنچکر دروازہ کھولا۔ اور میں ایک فراخ کمرہ میں داخل ہُوا اندر قدم رکھتے ہی میں نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کیلنتھ بھی اس جگہ موجود ہے یا نہیں ایک تیز کھوجتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی۔ مجھے اس کی موجودگی کی بہت کم اُمید تھی۔ اور واقعی جب میں نے دیکھا۔ تو وہ اس جگہ کہیں نظر نہ آئی۔ اتنے میں میرے پس پشت دروازہ بند ہو چکا تھا۔ بہرحال اس کی خاطر جس کی عزت درست اب میرے ہاتھ میں تھی۔ میں نے اپنی ہمت استوار رکھنے کی کوشش شروع کی۔ اور اس طریقہ پر یہاں تک استقلال پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کہ مجھے خود اپنی حالت پر حیرت ہوتی تھی۔ میری نظروں کے سامنے اس کا باپ اور بھائی دونو موجود تھے۔ لارڈ مینڈی ول ایک من رسیدہ امیر جس کی قامت دراز اور سیدھی بدن قریب اور چہرہ کی رنگت گرمسرخ تھی۔ تاہم اُس پر فکر و تشویش کے آثار نظر آتے تھے۔ اور بشرہ سے غرور و تکبر کا اظہار ہوتا تھا۔ اس کے بیٹے کی عمر کیلنتھ سے قریباً دو سال بڑی تھی اور خط و خال دونو کے مشابہ تھے۔ یعنی بال اور آنکھیں سیاہ۔ بدن چھریرا۔ اعضا کی ساخت موزوں اور چہرہ قدیم یونانی طرز کا۔ باپ کے چہرہ میں سختی سے زیادہ مصیبت کے آثار پائے جاتے تھے۔ لیکن بیٹے کے چہرہ پر اس کے برعکس احساس مصیبت سے بہت زیادہ سختی موجود تھی۔ اس میں شک نہیں وہ اپنے دل سخت غم و غصہ لئے ہوئے تھا۔ تاہم یہ معلوم کرنا دشوار نہ تھا۔ کہ غرور و تکبر کا احساس غصہ کے جوش سے مل کر اُسے اپنے غم کے اظہار سے بڑی حد تک روکے ہوئے ہے۔ میرے کمرہ میں داخل ہوتے ہی دونو نے گہری سنجیدگی سے میری طرف دیکھا۔ اور اُس وقت مجھے وہ نظارہ یاد آیا۔ جو

کچھ عرصہ پہلے چلٹنہم میں پیش آیا تھا۔ بظاہر دونو واقعات ایک دوسرے سے ملتے تھے تاہم اُن کی تہ میں ایک بھاری اختلاف موجود تھا۔ یعنی چلٹنہم کے نامعلوم نواب کے مکان پر میں ایک بے خطا ملزم تھا۔ حالانکہ اس جگہ میری خطائیں سب سے زیادہ مجھ کو معلوم تھیں۔

"تمہارا ہی نام جوزف ولمٹ ہے؟" کیلنتھ کے بھائی نے سب سے پہلے سکوت توڑتے ہوئے پوچھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اپنا منہ ناقابل بیان نفرت سے ایک طرف کو پھیر لیا۔ گریاوہ اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری بہن کتنی بیوقوف تھی۔ جس نے ایک ایسے حقیر نوکر سے عشق کی جرأت کی۔

بوڑھے امیر نے تقریر کرنی شروع کی۔ "لڑکے" اس نے کہا۔ "شاید تم کو معلوم نہیں۔ کہ ہم کون ہیں کیونکہ یہاں پر ہم لوگ فرضی ناموں سے ٹھیرے ہوئے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اُس نوکر نے بھی جو تم کو بلانے گیا تھا۔ کوئی بات تم سے نہیں کہی"

"آپ کا فرمانا صحیح ہے" میں نے جواب دیا۔ "بیشک ہوٹل کے نوکر نے اس سے زیادہ کوئی بات مجھ سے نہ کہی تھی۔ کہ مجھے اس ہوٹل میں آنا چاہئے۔" یہ جواب میں نے مصلحتاً اس خیال سے دیا۔ کہ اگر میں اُن کے ناموں سے واقف ہونا ظاہر کرتا۔ تو یہ گویا اس بات کا اعتراف ہوتا۔ کہ مجھے ان کا حال کسی خفیہ ذریعہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ اور اس طرح لازمی طور پر کیلنتھ کی ذات پر حرف آتا۔

"لیکن کیا تمہارا اپنا ضمیر اس بات کا پتہ نہیں دیتا کہ ہم کون ہیں؟" بڈھے امیر نے جوش سے بھرآئی ہوئی آواز میں پوچھا۔ اور اُس کے بعد دفعتاً استقلال حاصل کر کے لہجہ پُرغرور میں کہنے لگا۔ "میں ارل آف سینڈی دل ہوں۔ اور یہ میرا چچا لارڈ ہیوبرٹ ڈنڈاس ہے"

میں نے انداز تسلیم سے سر کو خم کیا۔ اور گو اس کے بعد پھر تھوڑی دیر گہرا

سکوت رہا۔ جس میں باپ بیٹا گہرے تجسس سے میری طرف دیکھتے رہے۔ تاہم میں نے اپنے اوسان بحال رکھے اور اضطراب کو غالب نہ آنے دیا۔ اُس وقت میں اپنے جی میں یہ بات اچھی طرح محسوس کرتا تھا۔ کہ لیڈی کیتھرائن کی عزت بچانے اور اس کے ساتھ ہی اس خوفناک امتحان سے کامیابی کے ساتھ گذرنے کے لئے سب سے بڑی ضرورت اوسان بحال رکھنے کی ہے۔

"خیر اب یہ بات معلوم کرنے کے بعد کہ ہم کون ہیں"۔ لارڈ ہیبرٹ نے دوسری بار پھر سکوت توڑتے ہوئے کہا "کیا تم نہیں سمجھ سکتے ہو۔ کہ ہم نے کس لئے تم کو بلایا ہے؟ ۔ ۔ ۔ اف میرے خدا"۔ اس نے دفعتاً جوش میں بھر کر کہنا شروع کیا "میں بیان نہیں کر سکتا۔ کس مشکل کے ساتھ میں اپنے غصہ کو دبائے ہوئے ہوں۔ جی تو چاہتا ہے۔ ایسا خوفناک انتقام تم سے لوں۔ کہ تم اس کا نشان اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤ"

"مائی لارڈ"۔ میں نے یہ محسوس کر کے۔ کہ چند اس طرح کے الفاظ کہنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔ جن سے ایک معاملہ خاص کے بارہ میں ان کا رفع شک ہو جائے۔ بھیجہ پرسکون میں جواب دیا۔ اور مجھے تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس وقت میں نے ایسی ہمت و استقلال اور اس کے ساتھ ہی ایسی بے باکی سے کام لیا۔ کہ بعد ازاں اس واقعہ کو سوچ کر خود مجھے حیرت ہوئی "مائی لارڈ۔ جہاں تک مجھ کو معلوم ہے۔ میں نے کوئی فعل ایسا نہیں کیا۔ جس کے لئے مجھے اپنے ضمیر کی ملامت کا اندیشہ ہو۔ یا جس کے لئے میں اپنے آپ کو ان خوفناک دھمکیوں کا مستوجب سمجھوں جیسی آپ مجھے دے رہے ہیں"

"اگر یہ واقعی صحیح ہو"۔ بڈھے امیر نے غصبی جوش سے کانپتے ہوئے کہا۔ "تو جو کچھ پیش آچکا ہے۔ ہم اُس کے لئے بڑی حد تک تم کو معاف کر سکتے ہیں"

"مائی لارڈ یہ بالکل صحیح ہے۔" میں نے اُسی لہجہ استقلال میں پھر کہا۔ اور اپنی نگاہ کو اس کی متجسس نگاہ کے سامنے استقلال سے قائم رکھا۔

"ادھر آجوزف ولمٹ ادھر میرے پاس آ۔" ارل آف مینڈی ول نے کہا اور جب اس کے بعد میں اُس مقام کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ جہاں شمع کی روشنی پوری طرح میرے چہرہ پر پڑتی تھی۔ تو اُس نے کہا "ہاں اب پھر کہہ کہ جو کچھ تو نے بیان کیا۔ وہ بالکل صحیح تھا۔ کیا واقعی میری بے وقوف لڑکی شرمائے بغیر اپنے باپ کی آنکھوں سے آنکھیں ملا سکتی ہے؟"

"مائی لارڈ" میں نے اپنے سابقہ استقلال کو بحال رکھتے ہوئے کہا: "لیڈی کیلنتھ ڈنڈاس بالکل بے گناہ اور پاک ہے۔ اور اُسے آپکے روبرو شرمانے یا سر جھکانے کی کوئی حاجت نہیں۔ اور اب اس کے بعد جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں۔ اُسے غور کے ساتھ سُنئے۔" میں نے اس نگاہ متجسس سے گھبرا کر جو باپ بیٹے دونوں نے میرے چہرہ پر ڈالی ہوئی تھی۔ جلد جلد لہجہ اضطراب میں کہنا شروع کیا۔ "بیشک مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ آپ کی بیٹی نے مجھ سے محبت کی۔ اور ایک عجیب طرح کے جوش دیوانگی کے اثر میں ہم نے اس وقت کا انتظار کیا۔ جب ہماری ایکدوسرے سے شادی ہو سکتی۔ . . ."

"شادی! . . . تم سے!" لارڈ ہیوبرٹ نے سخت نفرت کے ساتھ کہا۔

"چپ! خاموش!" ارل آف مینڈی ول نے حکم دیا۔ "میرے خیال میں یہ نوجوان سارا حال سچ سچ کہہ رہا ہے۔ پھر اس کے علاوہ ہم نے خود اس کو بلوایا ہے اور اس کا بیان پوری توجہ کے ساتھ سننا ہمارا فرض ہے۔" اور پھر میری طرف مڑ کر۔ "یہ بتاؤ جوزف ولمٹ۔ کیا سچ مچ یہ خیال پوری سنجیدگی سے تمہارے ذہن نشین ہو چکا ہے۔ کہ اس طرح کی مجنونانہ تجویز واقعی عمل میں آسکتی ہے؟"

"نہیں۔ مائی لارڈ" میں نے جواب دیا "جو واقعات اب پیش آئے ہیں ان کو دیکھتے ہوئے میں کبھی اس طرح کے خیال کو دل میں جگہ دینے کی جرأت نہیں کر سکتا۔"

میرے ان الفاظ سے ارل آف مینڈی دل کے چہرہ پر نئی رونق آگئی۔ اور اُس نے خوش ہو کر کہا "تم بڑے سمجھدار نوجوان معلوم ہوتے ہو۔ اور میرے خیال میں بجائے خود یہ بات اچھی طرح سمجھ سکتے ہو کہ میری بیٹی سے اس معاملہ میں کتنی بڑی حماقت سرزد ہوئی ہے۔ خدا گواہ ہے کہ میں تمہارے اس بیان کو صحیح تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں کہ اس کی عزت و حرمت محفوظ ہے۔ اور اُس کے ناموس میں فرق نہیں آیا۔۔۔ نہیں اس کے برعکس کسی خیال کو دل میں جگہ دینا ہی غیر ممکن تھا۔ پس میں تمہارے بیان کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ تاہم سوچو اور غور کرو۔ کہ اس کی بیوقوفی کا نتیجہ کیا ہوا ہے۔ ہماری لاعلمی میں گھر سے نکل کر بھاگ آئی۔ اور ہفتوں ہم لوگ اس کی وجہ سے سخت بے چین اور بے تاب رہے محض اس لئے کہ بعض واقعات گذشتہ کی بنا پر ہمارے شبہات صحیح راہ کی طرف پھر گئے تھے۔ آخر کار ہم ایک ایسا سراغ پانے میں کامیاب ہو گئے، جس کی بنا پر اس جگہ کا پتہ معلوم ہو گیا۔ جہاں وہ ایک فرضی نام سے رہتی تھی۔ فی الحقیقت کل ہی یہ بات ہم کو معلوم ہوئی تھی۔ کہ اپنے گھر سے نکلکر اُس نے کیڈن ٹون کے کسی محلہ میں ایک ادنیٰ مکان کرایہ لیا تھا۔ جہاں اُس کے نام بعض چٹھیاں جن پر ڈاک خانہ رائیڈ کی مہر لگی ہوئی تھی۔ آیا کرتی تھیں اس کے بعد میں اور اس کا بھائی فوراً اس طرف کو روانہ ہوئے۔ چنانچہ آج ہی صبح وہیں بازار میں پھرتی ہوئی مل گئی۔ اور۔۔۔"

"لیکن کس لئے آپ یہ ساری تفصیلات اس کے روبرو بیان کر رہے ہیں؟" لارڈ ہیوبرٹ نے بے صبری کے ساتھ اپنے باپ سے پوچھا۔

"اس کی بعض وجوہ ہیں" ارل نے آہستگی اور استقلال کے ساتھ کہا۔ اور

پھر میری طرف مڑ کر" ماحصل میرے کہنے کا یہ ہے کہ اس وقت تک کوئی ایسی بات کسی شخص کو معلوم نہیں جو میری بیٹی کے نام نیک پر حرف لانے والی ہو۔ لوگوں کو یہی معلوم ہے کہ وہ اپنی بہنوں سے ملنے ڈیون شائر گئی ہوئی ہے۔ اور جن شخصوں کو اس کے عدم پتہ ہونے کی اصل حقیقت معلوم ہے۔ اُن سے بھی اس بات کا اندیشہ نہیں۔ کہ وہ اس راز کو کسی پر ظاہر ہونے دیں گے۔ پس میں تم سے درخواست کرتا ہوں۔ میں اُس بیوقوف لڑکی کے باپ کی حیثیت میں۔ نیز اس شخص کی حیثیت میں جو عہد ماضی کی ہر ایک خطا معاف کر سکتا ہے درخواست کرتا ہوں۔ کہ تم مجھے اس بدنصیب کو اس مہلک انکشاف سے بچانے میں مدد دو۔"

"مائی لارڈ میں بڑے شوق سے اس خدمت کے لئے حاضر ہوں" میں نے جواب دیا" اور چونکہ آپ مجھ سے نرمی کا سلوک کر رہے ہیں۔ اس لئے میں بھی اتنا کم ظرف اور کمینہ نہیں ہوں۔ کہ آپ کی کوششوں کی راہ میں روڑا اٹکانے کی جرأت کروں۔"

"ہیوبرٹ اس لڑکے کے خیالات بہت اچھے معلوم ہوتے ہیں" ارل آف مینڈی دل نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر میری طرف مڑ کر سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا" تم اس کام میں ہماری بہت کچھ مدد کر سکتے ہو سب سے پہلے تمہارے چپ رہنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے بعد کچھ اور مہربانیاں بھی ہیں جن کی میں تم سے درخواست کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے۔ وہ حالات گذشتہ کے بارہ میں تمہارا چپ رہنا ہے۔ میرے خیال میں جو وعدہ امداد تم نے کیا۔ وہ محض لفاظی تک محدود نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔"

"مائی لارڈ خدا نہ کرے کہ میں اس معاملہ میں آپ سے کسی طرح کی بے وفائی کروں" میں نے جواب دیا" میری ایمانداری کا بہترین ثبوت یہ ہے۔ کہ اودل دلا کی کوٹھی میں کسی ایک شخص کو بھی یہ بات معلوم نہیں۔ کہ لیڈی کیتھرائن فرضی نام

سے اس جگہ رہتی ہے۔ اور نہ کوئی اور مضر کیفیت اس کے برخلاف کسی کو معلوم ہے۔"

"جوزف ولٹ مجھے تمہارے الفاظ سے صداقت کی بُو آتی ہے" ارل آف مینڈی ول نے میرے الفاظ سے اور بھی زیادہ خوش ہو کر کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اوول ولا میں کوئی شخص نہیں جانتا کہ مس میلڈا پامر کے فرضی نام میں ایک امیرزادی کی شخصیت پوشیدہ ہے۔ پس دوسری درخواست جو میں تم سے کرتا ہوں۔ یہ ہے کہ اس راز کو اسی طرح پوشیدہ رہنے دو۔ میری بیٹی عنقریب ایک خط لکھ کر مسز رابنسن کے نام بھیج دے گی۔ ۔ ۔"

"مائی لارڈ میں اس سلسلہ میں یہ بات بھی آپ سے عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ مسز رابنسن نے لیڈی کیملتھ کے دیر تک واپس نہ آنے سے بیتاب ہو کر اس کی تلاش کا فرض میرے ہی ذمہ ڈالا تھا۔ اور اس لئے میں آپ کے بھیجے ہوئے آدمی کی زبانی اطلاع پا کر فوراً حاضر ہو گیا۔"

"تو اس صورت میں جوزف ولٹ" ارل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "تم واپس جا کر کہہ دو کہ انتہائی کوشش کے باوجود تمہیں اس کی تلاش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ عنقریب جیسا میں نے بیان کیا ہے۔ میری بیٹی ایک خط مناسب لفظوں میں مسز رابنسن کے نام لکھ کر بھیج دے گی۔ اور اس میں اپنے ترک ملازمت کے بارہ میں ضروری عذرات بھی درج کر دے گی۔ اس خط کا مضمون یقیناً تم کو بھی معلوم ہو جائیگا۔ اور تیسری درخواست میں یہ کرنا چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنے کسی لفظ کے ذریعہ سے اس بیان کو جھٹلانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیا میں امید کر سکتا ہوں کہ تم ایسا کرو گے؟"

"ہاں مائی لارڈ میں اس کا وعدہ کرتا ہوں!" میں نے پُر یقین لہجہ میں جواب دیا۔ اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کہ یہی امر واقعہ تھا۔ کم از کم اس بارہ میں میری

طرف سے کسی جھوٹ یا بناوٹ کی کوشش نہ کی گئی تھی۔

میری چوتھی درخواست یہ ہے کہ آئندہ تم کبھی کسی موقعہ پر کسی حال میں بھی میری بیٹی سے ملنے کی کوشش نہ کرو۔" ارل نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"میں خدا کو حاضر جان کر سچے دل سے اس بات کا وعدہ کرتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "اور اگر میں اپنے اس عہد کو توڑ دوں تو خدا کرے مصری وباؤں سے دس ہزار گنا زیادہ مصیبتیں مجھ پر نازل ہوں۔"

"بس کافی ہے" ارل نے اب پہلے سے بہت زیادہ نرم ہو کر کہا۔ "تم اس میں شک نہیں۔ تاحد امکان تلافی کی کوشش کر رہے ہو۔" اور اس کے بیان سے رفتہ رفتہ یہ خیال میرے دل میں جاگزین ہونے لگا۔ کہ وہ حقیقت حال کو بڑی حد تک سمجھ چکا ہے۔ یعنی اسے پورا یقین ہو گیا ہے۔ کہ میں اس کی بیٹی کے پیچھے اس قدر نہیں دوڑا جتنا وہ میرے پیچھے دوڑتی رہی ہے۔ لیکن اب جوزف" اس نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ایک آخری اور سب سے بڑی درخواست یہ ہے کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو مسز رابنسن کی ملازمت ترک کر کے اپنے لئے کہیں اور نوکری تلاش کر لو۔ اس سے میرا مقصد جو کچھ ہے۔ میں اس کو پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتا۔ چونکہ تم نے سب حال صاف صاف کہہ دیا ہے۔ اس لئے میں بھی پوری صفائی سے کام لینا چاہتا ہوں۔ مختصر لفظوں میں میرا مدعا یہ ہے کہ آئندہ میری بدنصیب بیٹی کو پھر تم سے میل جول کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ تمہارے اور اس کے درمیان نہ صرف ملاقات بلکہ خط و کتابت کا بھی کوئی امکان نہ رہے۔ رفتہ رفتہ تمہارا خیال اس کے ذہن سے مٹ جائے۔ اور اس طرح وہ محبت جو اسے تم سے ہے۔ زائل ہونی شروع ہو جائے۔ میں مانتا ہوں۔ یہ درخواست غیر معمولی ہے۔ اور تمہیں اس

ملازمت کو ترک کر نیکے لئے کہنا۔ جہاں رہ کر تم ہر طرح خوش ہو۔ جہاں ایک نیکدل ماں کے زیر سایہ رہتے ہوئے تمہیں کوئی تکلیف نہیں ایک بیجا مطالبہ ہے۔ تاہم اُسکی تلافی کی ایک صورت میرے ذہن میں پیدا ہوئی ہے یعنی تمہارے اس نوکری کو ترک کر نیکے بعد میں تمہاری ملازمت کا انتظام ایک دُور افتادہ مقام پر کروں گا۔ جگہ اس میں شک نہیں یہاں سے بہت دُور واقع ہے تاہم اس کا میں تم کو پورا یقین دلاتا ہوں کہ وہاں تم ہر طرح آسائش کے ساتھ رہو گے پھر اس کے علاوہ میں تمہارے ہمجگہ جانے کے اخراجات اپنی گرہ سے ادا کر دوں گا۔ اور اس کے ساتھ میں اظہار ممنونیت کے طور پر کچھ اور بھی تم کو دوں گا۔"

اس موقعہ پر لارڈ ہیوبرٹ زور کے ساتھ چونکا۔ گویا اُس کی رائے میں وہ رویہ جو اس کے باپ نے ایک ادنیٰ نوکر کے روبرو اختیار کیا اتنا باعث ذلت تھا کہ وہ شرم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

مگر ارل نے اپنے لفظوں پر زور دیکر سلسلہ تقریر جاری رکھا اور کہا "ممنونیت کا لفظ میں نے قصداً استعمال کیا ہے اور جوزف میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر وہ سب باتیں جو میں نے اس وقت تم سے کہی ہیں تم نے منظور کر لیں۔ تو میں واقعی عمر بھر تمہارا احسانمند رہوں گا۔"

"مائی لارڈ جو کچھ آپ کہتے ہیں میں کر نیکے لئے تیار ہوں" میں نے جواب دیا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی میں بڑے ادب سے کوئی اس طرح کا سادھنہ قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں جو رشوت کی صورت رکھتا ہو" اور یہ کہتے ہوئے میں نے لارڈ ہیوبرٹ کی طرف پر غرور نظروں سے دیکھا۔ گویا اس ذریعہ سے میں اس کو آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ اپنے بدن پر ایک ادنیٰ نوکر کی وردی رکھتے ہوئے بھی میرے خیالات اُسی قدر اونچے اور بلند تھے جتنے کسی عمدہ شریف کے ہونے چاہئیں۔

"بس جوزف" ارل نے آخر کار کہا "میں اب اس بارہ میں اور کچھ کہنا نہیں چاہتا جو نئی ملازمت میں نے تمہارے لئے سوچی ہے وہاں تم ہر طرح آرام کے ساتھ رہو گے۔ اور یہ اس

بات کا ثبوت ہوگا۔ کہ جہاں تک ممکن تھا میں نے تمہاری بہتری کی کوشش سے دریغ نہیں کیا مفصل حالات تمہیں اس خط سے معلوم ہوں گے۔ جو چند دن کے عرصہ میں تمہارے پاس پہنچے گا لیکن ایک مرتبہ پھر میں درخواست کرتا ہوں کہ جو کچھ میں نے پیشتر بیان کیا ہے کسی طریقہ پر اس کی خلاف ورزی نہ ہو۔"

"میں اس بارہ میں سچے دل سے اقرار کرتا ہوں کہ میرے کئے ہوئے وعدے ضرور پورے ہونگے" میں نے جواب دیا۔

"اس صورت میں تم اب مسز رابنسن کے مکان پر واپس جا سکتے ہو" اوّل آف مینڈی ول نے کہا "اور گو میں تم سے جھوٹ بولنے پر مجبور ہوں۔ تاہم مصلحت کا تقاضا یہی ہے۔ کہ تم وہاں جاکر مسز رابنسن سے کہو کہ مس پامر کے متعلق جا بجا دریافت کرنے کے باوجود مجھے اس کا پتہ نہیں ملا۔ اس سے اس کے دل کو تشویش ضرور ہوگی لیکن عنقریب ایک آدمی رقعہ لیکر اُسکے پاس پہنچ جائے گا جسمیں سارے حالات درج ہونگے۔ بس اب جاؤ الوداع"

میں سلام کر کے رخصت ہوا۔ مگر اپنے جی میں بہت خوش تھا۔ کہ وہ کڑا امتحان جس سے میں اس قدر ڈرتا تھا۔ ایسے تسلی بخش طریقہ پر ختم ہوگیا۔ اور مجھے ایک دو معاملوں میں تھوڑا سا جھوٹ بولنے کے سوا اپنے ضمیر کا خون کرنا بھی نہیں پڑا۔ ہوٹل سے نکلکر میں تیز چلتا گھر کی طرف ہو لیا۔ اب میری ہمت بلند تھی۔ کیونکہ مجھے اس بات کا یقین ہو چکا تھا۔ کہ سلینتھ پھر ایک بار اپنے والدین کے سایہ عاطفت میں پہنچ جائیگی اور اُنکی طرف سے اس قسم کی ضروری احتیاطیں اختیار کر لی جائینگی جن سے وہ اس بدنامی سے محفوظ رہے جو اُس کے فرار سے پیدا ہونی لازم تھی اس کے علاوہ میں اس پہلو سے بھی خوش تھا۔ کہ اُس سے علیحدگی حاصل کرنیکی یہ ترکیب سب سے بہتر اور مؤثر ثابت ہوگئی۔ اسکے ساتھ ہی میں نے اپنے دل میں عہد کر لیا۔ کہ آئندہ خواہ کچھ ہو اور سلینتھ کی طرف سے کیسی ہی ترغیب کیوں نہ دی جائے۔ میں اپنی اپیل سے کبھی کسی حالت میں قولاً فعلاً یا اشارتاً ہو فائی نہ کروں گا۔

اوول ولا پہنچ کر میں نے مسز رابنسن کو اطلاع دی کہ تلاش بسیار کے باوجود مس پامر کا پتہ نہیں ملا۔ اس سے مالکن کو جو تشویش ہوئی اس کا اندازہ بآسانی کیا جا سکتا ہے۔ نوکر بھی اس اطلاع کو پاکر سخت پریشان ہوئے اور ہر شخص اس بارہ میں طرح طرح کے خیالات ظاہر کرنے لگا۔ مگر ان میں سے کسی نے کوئی بات ایسی نہیں کہی۔ جو کیلنتھ کے اعلیٰ اخلاق کے منافی ہوتی۔ لیکن فکر و تشویش کی یہ حالت بہت دیر قائم نہ رہی۔ کیونکہ جلدی ہی ایک قاصد مسز رابنسن کے نام رقعہ لیکر آگیا جس کو دیکھتے ہی میں سمجھ گیا۔ کہ کیلنتھ کا بھیجا ہوا ہے۔ تحریر پنسل سے لکھی تھی۔ مگر چھپے ہوئے جوش کی وجہ سے حرفوں کی ساخت جا بجا بگڑی ہوئی نظر آتی تھی خیر میں نے وہ رقعہ اپنی مالکن کو پہنچایا۔ اور اس کے مختصر سے مضمون کا حال بھی خادمہ کی زبانی معلوم ہو گیا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ اپنی خالہ کی موت کے بعد (یہ وہی فرضی قصہ تھا جو کیلنتھ نے حصول ملازمت کے لئے گھڑا اور جسے اب تک قائم رکھا گیا تھا) میں اپنے رشتہ داروں سے جھگڑ کر علیحدہ ہو گئی تھی۔ اور اس خیال سے کہ وہ مجھ سے اچھا سلوک نہیں کرتے میں نے اپنی روزی آپ کمانے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ چنانچہ اسی لئے میں نے آپ کے ہاں نوکر استانی کا فرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن بعد ازاں میرے ان رشتہ داروں کو اپنے رویہ پر افسوس ہوا وہ میرا سراغ لگاتے لگاتے آج تک آئے۔ اور میں جب دن کے وقت سودا لینے گئی تو انہوں نے مجھ کو بازار سے گذرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس پر وہ مجھے اپنے ساتھ لے گئے۔ اپنی سابقہ بدسلوکی پر افسوس ظاہر کیا۔ اور اس بات کے لئے زور دیا۔ کہ میں پھر ان کے ساتھ واپس چلوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ آئندہ کبھی کوئی ایسی بات ہماری طرف سے نہ ہوگی جو تمہارے لئے باعث رنج و تکلیف ہو۔ نہ کوئی اس طرح کا موقعہ پیش آنے دیا جائیگا جس سے باہمی کدورت بڑھے۔ اور نفاق پیدا ہو۔ یہ اور ایسی ہی کئی جھوٹی سچی باتیں لکھ کر لیڈی کیلنتھ نے جس نے رقعہ میں اپنا نام مس سیسلڈا پامر ہی لکھا تھا۔ مسز رابنسن سے ترک ملازمت کی معافی مانگی اور اس بات پر اظہار افسوس کیا۔ کہ وہ الوداع کہنے کے لئے کوٹھی

پر حاضر نہ ہو سکی۔ اس نے لکھا میں ضرور آتی لیکن میرے وہ رشتہ دار اس ڈر سے مجھے روکے ہوئے ہیں کہ شاید میں پھر اُن کے پاس جانے سے انکار کر دوں۔ آخر میں اُس نے مسز رابنسن کی اُن عنایتوں کا جو اُس نے ہمیشہ اس پر کی تھیں شکریہ ادا کیا اور لکھا کہ میری نسبت کسی بُری رائے کو دل میں جگہ نہ دیجئے۔ اور نہ میری اس ناگہانی رخصت کے لئے مجھ کو ناشکرا تصور کیجئے گا۔ اپنے کپڑوں اور اُس نقدی کے بارہ میں جو اُس کے صندوق میں باقی تھی۔ اُس نے تحریر کیا کہ دونوں چیزیں نوکروں میں حصہ رسدی تقسیم کر دی جائیں۔ اور مسز رابنسن کیلئے دعائے صحت پر خط کا مضمون ختم کر دیا۔

یہ بات قبل ازیں بارہا لکھی جا چکی ہے کہ مسز رابنسن بڑی آرام طلب سہل پسند عورت تھی جو حتی الوسع کوئی ایسا کام کرنے سے گریز کرتی تھی۔ جو اس کے لئے موجب تکلیف ہو۔ اور محض اس تکلیف ہی کے خیال سے جو ایسی حالتوں میں دل و دماغ کو لاحق ہوتی ہے۔ وہ کسی پر غصہ ہونا بھی نہ جانتی تھی۔ پس اس رقعہ کو پڑھ کر اُس نے نہ کوئی شدہ کیا نہ کسی بدگمانی کو دل میں جگہ دی اُس نے اس خط کے بیان کو حرف بحرف صحیح سمجھ لیا۔ اور اُس کے زم لہجہ سے کوئی رنج بھی اُس کے دل کو نہ ہوا۔ فی الحقیقت اُس نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ حالات کی مجبوری سے وہ مس پامر کو الوداع نہ کہہ سکی۔ گھر کے نوکروں میں سے کسی کو بھی اس بات کا شبہ نہ ہو سکا۔ کہ مس پامر کی علیحدگی کسی خاص وجہ کا نتیجہ ہے۔ ان کو اچھی طرح معلوم تھا۔ کہ اس نے رچرڈ فرینکلن کی شادی کی درخواست نامنظور کر دی تھی۔ اور اس بنا پر وہ خوب سمجھ سکتے تھے۔ کہ جو عورت ایک ایسے شریف اور آسودہ حال شخص سے جیسا کہ رچرڈ فرینکلن تھا محض اس بنا پر شادی سے انکار کر سکتی ہے کہ اُس کا دل نہیں مانتا۔ اُس کی فوری ترک ملازمت یا روانگی کسی طرح کے شک و شبہ سے بالاتر سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ اس کے تھوڑا عرصہ بعد پھر ایک بار اُستانی کی ضرورت کا اشتہار اخبارات میں درج کرایا گیا۔ لیکن جب اس کے ایک مہینہ بعد میں اوول ولا سے رخصت

ہوا تو اُس وقت تک کسی نئی اُستانی کے نوکر رکھے جانے کا آخری فیصلہ نہ ہوا تھا۔

اس باب کو ختم کرنے سے پہلے میں صرف اس قدر اور بیان کرنا چاہتا ہوں کہ لارڈ سینڈی دل نے میرے لئے تلاش ملازمت کا جو وعدہ کیا تھا۔ اُس کو اس نے حرف بحرف پورا کیا۔ چنانچہ ان واقعات کے دس دن بعد جو گرینڈ ہوٹل میں پیش آئے تھے۔ مجھے ایک خط ملا جس پر سادہ مہر لگی ہوئی تھی اور جس کے مضمون کے تحت میں احتیاط مزید کے خیال سے راقم کے دستخط بھی موجود نہ تھے۔ تاہم میرے لئے یہ بات معلوم کرنا نہایت دشوار نہ تھا کہ وہ خط کس کا لکھا ہوا ہے۔ کیونکہ نفس مضمون اس راز کو پوری طرح واضح کرنے والا تھا میں یہاں اُس کو بجنسہٖ درج کرتا ہوں۔

۱۲ فروری ۱۸۳۹ء

جوزف ولٹ کے لئے نئی ملازمت کا انتظام پرتھ شائر میں ایچ متھگلن کے مسٹر دینا چر کے ہاں کر دیا گیا ہے اُس کو چاہئے کہ پہلے لندن جا کر وہاں سے ایڈنبرگ ہوتا ہوا پرتھ پہنچ جائے۔ اسجگہ اُس کو ایچ متھگلن جانے کے لئے سواری مل جائیگی۔ کیونکہ اُن اطراف میں اسجگہ کا حال ہر شخص کو معلوم ہے۔ مسٹر دینا چر کو اس بارہ میں براہ راست اطلاع دے دی گئی ہے اور جو سفارش اس بارہ میں کیگئی ہے۔ اس کی بنا پر یقین ہے۔ کہ مسٹر دینا چر بڑی خوشی سے جوزف ولٹ کو تیس پونڈ سالانہ پر ملازم رکھ لیں گے۔ اس سلسلہ میں مسٹر دینا چر موصوف نے جوزف ولٹ کے اخراجات سفر ادا کرنے کو بیس پونڈ کی رقم راقم الحروف کی معرفت ادا کر دی ہے۔ (جو ملفوف ہے) آج سے تین ہفتوں کے اندر جوزف ولٹ کو اس جگہ پہنچ جانا چاہئے۔ کیونکہ مسٹر دینا چر کو اُس کی آمد کا انتظار ہوگا۔ فقط۔

لفافہ پر ڈاکخانہ انفیلڈ کی مہر تھی اور خط کے ساتھ بیس پونڈ کی ایک ہنڈی پرتھ کے کسی ساہوکار کی طرف سے اس کی لندنی کوٹھی کے نام لف تھی۔ پہلے میرے جی میں آئی

کر ہنڈی مسٹر دینا چر کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دوں اور اُسکے ساتھ ایک خط لکھوں کہ اس طرح کی حالتوں میں نوکر اپنا سفر خرچ اپنی گرہ سے ادا کیا کرتے ہیں (کیونکہ مجھ کو پورا یقین تھا کہ یہ رقم ارل آف مینڈی دل کی تحریک پر بھیجی گئی ہے۔ اور مجھے نقدی کی کوئی رقم جو ارل موصوف کی طرف سے رشوت کی صورت رکھتی ہو لینے سے استکراہ تھا) لیکن جب اس کے بعد سوچا تو خیال آیا کہ ممکن ہے میری اس کارروائی سے مسٹر دینا چر کے دل پر بُرا اثر پیدا ہو۔ اور یہ خیال اُس کے دل میں جاگزین ہو جائے کہ اپنی عفو و طبیعت کی وجہ سے میں اُس کی نوکری کے نااہل ہوں۔ پھر اس کے علاوہ جب یہ بھی میں نے سوچا کہ ایک اتنے لمبے سفر کے اخراجات میرے لئے ناقابل برداشت ہوں گے تو میں نے یہی بہتر سمجھا کہ اس روپے کو وصول کر لوں۔ رہ گیا ملازمت کا سوال تو ہر حیثیت سے کاٹلینڈ کا خطہ انگلستان سے دُور تھا۔ تاہم میرے دل میں اُس سرزمین کو دیکھنے کی مدت سے آرزو تھی۔ میں نے اُس ملک اور اُس کے دلچسپ سیر پُر منظر نظاروں کا حال بارہا کتابوں میں پڑھا تھا۔ اس لئے اس کو دیکھنے کا شوق بڑی مدت سے پیدا ہو چکا تھا۔ بہ حیثیت مجموعی مجھے اس ملازمت پر جو ارل آف مینڈی دل نے میرے لئے تلاش کی تھی کسی طرح کا اعتراض نہ تھا۔ البتہ اُس کی ضمنی تفصیلات میں ایک بات ایسی تھی۔ جس کو میں ناپسند کرتا تھا۔ یعنی سکاٹ لینڈ جانے کے لئے لندن پہنچنے کے سوال کو۔ نہ صرف میرے لئے سفر کا رستہ وہی تھا۔ بلکہ ہنڈی کا روپیہ وصول کرنے کے لئے بھی میرا لندن پہنچنا ضروری تھا۔ لندن میں بھی اگر میرے لئے اینیل سے ملنے کی کوئی صورت ممکن ہوتی۔ تو میں خوشی سے ہر طرح کے خطروں کو برداشت کر لیتا کیونکہ اس صورت میں ایک کی راحت دوسرے کی تکلیف کی بوجہ احسن تلافی کر دیتی لیکن اُس سے ملنے کی آرزو موہوم تھی۔ لندن ایسے شہر میں یہ کس طرح ممکن تھا۔ کہ میرے مختصر قیام میں وہ رستہ چلتی مل جائے اور یہ تو کسی حال میں ممکن نہ تھا۔ کہ میں اُس کے نام خط لکھتا یا گریٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر اُس سے ملنے کے لئے جاتا۔ البتہ اس کے

مقابلہ میں لینوور سے اتفاقاً ملاقات ہو جانے کا خطرہ شدت سے دامنگیر تھا۔ اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں کہ اتنا عرصہ گذر جانے پر بھی اُس خوفناک کبڑے کی طرف سے سخت دہشت میرے دل میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اب میری عمر ۱۸ برس کی تھی۔ اور جسمانی بالیدگی کے ساتھ میرے دماغی قوانے بھی کافی ترقی کی تھی۔ میں نے دنیاوی امور کا تجربہ بھی حاصل کر لیا تھا۔ اور اس لئے واقعہ میں میرے دل کو مسٹر لینوور کی طرف سے اتنا خوف نہ ہونا چاہئے تھا جتنا پیشتر تھا۔ تاہم میں اس امر واقعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتا کہ میں۔ ۔ ۔ اُس سے ڈرتا تھا۔ میں بزدل نہیں ہوں۔ فی الحقیقت میں کبھی بزدل نہ تھا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ اگر مجھ پر رد و رد وار کرتا تو میں بڑی دیری سے اُس کا مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر اس کی سیرت کا حال جانتے ہوئے میں اس حقیقت کو نظر انداز نہ کر سکتا تھا کہ وہ بڑا مکار۔ فریبی اور چالباز ہے۔ اُسے دھوکے اور فریب سے بالکل عار نہ تھی۔ اور وہ مطلب براری کے لئے ہر طرح کے فعل پر آمادہ ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں اب بھی اس طرح اس سے بچتا تھا۔ جیسے کوئی طاقت ور آدمی اپنی قوت پر بھروسہ رکھتے ہوئے بھی سانپ کی بانبی یا وحشی درندہ کے بھٹ سے دور رہتا ہے۔ علاوہ بریں اینبل سے عشق کرتے ہوئے اس آدمی سے میرے تعلقات اتنے عجیب تھے۔ کہ میں اُس خطرہ کا حال جو اس کی طرف سے مجھ کو تھا۔ کسی دوسرے پر ظاہر بھی نہ کر سکتا تھا۔ محض اُس کے اینبل کا باپ ہونے کی وجہ سے میں قانون کی امداد حاصل کرنے سے معذور تھا۔ حتیٰ کہ وہ اگر مجھ پر قاتلانہ وار کرتا تو میں حالت نزع میں بھی اُس کا نام کسی پر ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ اُسے پھانسی کا مستوجب بنانا خود اینبل کو داغ معصیت سے ملوث کرنے کے برابر تھا۔

یہ کیفیت مسٹر لینوور سے میرے تعلقات کی تھی۔ یعنی گراب میں اس کو بھی کی طرح بچا یا ہوا سمجھ کر نہ ڈرتا تھا۔ تاہم ایک خطرناک دشمن ایک پراسرار غنیم اور مدس دغاباز فریبی کی حیثیت میں جو کسی وجہ نامعلوم سے میری جان کے درپے ہو رہا تھا۔ میں

اب بھی اس سے خوف کھاتا تھا۔ پس دُور اندیشی کا تقاضا یہی تھا کہ میں اس سے بچوں اور حتی الوسع اس کے سایہ سے بھی دُور رہوں۔ یہی باعث میرے اس اضطراب کا تھا جو لندن جانے کے خیال سے میرے دل کو لاحق ہوا۔ لیکن سارے پہلو سوچکر میں نے اپنے جی کو اس بیجا دہشت کے لئے ملامت کی۔ میں نے سوچا کہ اب میں ایک مرد بالغ اور جوان ہوں۔ دبلے پھریرے بدن کے باوجود میں نے قامت کی درازی کافی حاصل کر لی تھی۔ اس لئے مجھے کسی بیجا اندیشے کو دل میں جگہ نہ دینی چاہئے۔ پس آخری فیصلہ جو میں نے اپنے آپ سے کیا یہی تھا۔ کہ سفر کی ترکیب جو ارل آف سینڈی دل نے پیش کی تھی۔ اس پر عمل کرکے مجھے سب سے پہلے لندن اور اس کے بعد ایڈنبرگ ہوتے ہوئے اس مقام پر جانا چاہئے جہاں میرے لئے نئی ملازمت کا انتظام کر دیا جا چکا تھا۔

باب ۴۰

ناگہانی ملاقات

مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ جب میں اور دل دلایں مسز رابنسن اور اپنے ساتھی نوکروں سے جدا ہو کر سکاٹ لینڈ کے لمبے سفر پر روانہ ہوا۔ رائڈ سے پورٹ سمتھ کا بحری سفر جہاز میں طے کر کے میں سہ پہر کو لندن جانے والی سفری گاڑی پر سوار ہوا۔ اور بڑی رات گئے لندن کے گریس چرچ سٹریٹ میں جا اترا۔ اس جگہ سفری گاڑی کراس کیز نامی سرائے میں ٹھیری۔ اور وہیں میں نے قیام کیا۔ وہ رات سرائے میں بسر کرنے کے بعد میں صبح کے ناشتہ سے فارغ ہو کر لومبرڈ سٹریٹ کی طرف روانہ ہوا۔ جہاں اُس ہنڈی کا روپیہ وصول کرنا تھا۔ جو میرے پاس تھی۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر اُسی سرائے میں واپس آ گیا اور شمال کی طرف جانے والی گاڑیوں کے بارہ میں دریافت حال شروع کیا۔ معلوم ہوا

اس طرح کی گاڑیوں کے بارہ میں صحیح معلومات بل اینڈ موتھ نامی سرائے سے حاصل ہونگے جو آلڈرس گیٹ سٹریٹ میں واقع تھی۔ چنانچہ میں اُس طرف کو روانہ ہوا۔ راستہ میں پرنٹنگ ڈاکٹر کی عمارت دیکھنے کا اتفاق ہوا جسے میں نے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا۔ اور میں تھوڑی دیر اس عالیشان عمارت کو دیکھنے کے لئے ٹھیر گیا۔ میں ابھی کھڑا تھا کہ ایک مرد شریف ایک خاتون کے بازو میں بازو ڈالے سیڑھیوں سے اترتا نظر آیا۔ دونو آہستگی سے چلتے اس مقام کی طرف آئے جہاں میں کھڑا تھا۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مرد کے ہاتھ میں ایک کھلا ہوا خط تھا۔ جسے وہ خاتون مذکور پڑھ کر سنا رہا تھا۔ قریب آجانے پر میں نے فوراً پہچان لیا۔ کہ وہ چارلسن کا پادری ہنری ہارورڈ اور اُس کے ساتھ والی عورت اپٹھ ڈیئر ہے

اس نیکدل خاتون کو دیکھ کر جس کے احسانات کی یاد تا تک میرے دل سے محو نہ ہوئی تھی۔ میرے منہ سے بے اختیار کلمہ حیرت نکلا۔ اور میں آداب بجالانے کے خیال سے آگے بڑھا مسٹر ہارورڈ نے تو مجھ کو نہیں پہچانا۔ البتہ اپٹھ چند ثانیوں تک اس طرح کی مشکوک نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ گویا سوچتی تھی۔ کیا یہ وہی نوجوان ہے جس کے بارہ میں اس کے دل میں شبہ پیدا ہوا تھا۔ ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے ڈھائی سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ تب میں پندرہ سال کا لڑکا تھا۔ حالانکہ اب اٹھارویں برس میں قدم رکھ کے درازقد جوان بن چکا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ڈیلمر میسز سے رخصت ہونے کے بعد میں نے اُس کو ڈیرن شائر کے موضع چارلسن کے گرجا میں دیکھا تھا۔ مگر جیسا ناظرین کو یاد ہوگا۔ اس موقعہ پر اُس نے مجھے بالکل نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ وہ تھوڑی دیر متحیر نظروں سے میری طرف دیکھتی رہی۔ گویا سوچ رہی تھی کہ کیا یہ نوجوان وہی کمسن نوکر ہو سکتا ہے جسے اس کے باپ نے فقیری کی زندگی سے نکال کر اپنے ہاں پناہ دی تھی؟

"کیا تم جوزف ولسٹ نہیں ہو؟" اس نے کچھ عرصہ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار پوچھا۔

"ہاں مس ڈیلمر میں وہی ہوں" میں نے جواب دیا "اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے اس بات کے لئے معاف کریں گے۔ کہ میں نے آپ کو دیکھ کر مخاطب کرنے کی جرأت کی لیکن آپ کی دیرینہ عنایتوں کی یاد اب تک میرے دل پر باقی ہے۔ اور میں ان کا شکریہ ادا کئے بغیر نہ رہ سکا"

"تم اب اُسے مس ڈیلمر نہ کہو۔ کیونکہ اب اُس کا نام مسز ہاورڈ ہے" پادری نے خاتون کی طرف تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اس اطلاع کو پاکر میں نے دونوں کو مبارکباد دی۔ اور ایڈتھ کے خوشنما چہرہ پر ہلکی سرخی چھا گئی۔ تھوڑے توقف کے بعد اُس نے کہا "جو ظرف میں شکریہ ادا کرتی ہوں کہ تم نے میرے سلوک کو اتنی مدت یاد رکھا" اور اتنا کہکر وہ چپ ہو گئی۔ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اُس کی آنکھوں سے بہ نکلے۔ کیونکہ اُس زمانہ کا ذکر آنے سے اپنے مقتول باپ کی تصویر اس کی نظروں کے سامنے پھر گئی۔

"کیا میں مسٹر اور مسز ملگریو کے بارہ میں دریافت حال کی جرأت کر سکتا ہوں؟" میں نے کہا۔

"ہمیں اُن سے ملے مدت ہو گئی" مسٹر ہاورڈ نے جواب دیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اُس کے چہرہ پر افسوس کا سایہ پیدا ہو گیا۔ پھر جب میں نے ایڈتھ کی طرف دیکھا تو معلوم ہوا۔ غم کے آثار اُس کے خوشنما چہرہ پر بھی موجود تھے۔

اس کے بعد پھر سکوت طاری ہو گیا۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچکر پریشان ہونیلگا کہ نادانستہ میں نے ایک ایسا ذکر چھیڑ دیا۔ جو اُن دونوں کے لئے پریشانی کا موجب تھا۔ اور اب جو میں نے مسٹر اور مسز ہاورڈ کی طرف زیادہ غور سے ساتھ دیکھا تو معلوم ہوا کہ اُن کا لباس سیاہ نہ تھا۔ جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ سوگ کا زمانہ کچھ عرصہ پیشتر ختم ہو چکا تھا۔ لیکن گو انہوں نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا۔ تاہم میں یہ بات معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ اُنکے

لباس میں کفایت کے آثار نمایاں تھے۔ یعنی کچھ اس طرح کی ناقابل بیان تبدیلی اُن کی ظاہری حالت میں پیدا ہو چکی تھی جس سے پایا جاتا تھا کہ اب اُن کے مالی حالات پہلے کی طرح آسودہ نہیں۔ اور وہ اگر تنگی محسوس نہیں کرتے تو کم از کم فراغت سے محروم ضرور ہیں لیکن مالی مشکلات کے اُن آثار کے باوجود جو خود بخود ظاہر ہو جایا کرتے ہیں اور جنہیں کوئی طاقت چھپا نہیں سکتی۔ میں نے دیکھا کہ مسٹر ہارڈے خوشنما چہرے سے اخلاق و شرافت ظاہر ہوتی تھی۔ اور اگر ایڈتھ کا لباس اس زمانہ کے مقابلہ میں جب میں نے اُسے ڈیلمر میز میں دیکھا تھا۔ ظاہر اکم نفیس تھا تو مقابلہ میں اُس کے حسن نے غیر معمولی ترقی کر لی تھی۔ اب اس کی عمر اکیس سال کے قریب تھی۔ اور وہ شیرینی کی خوبصورتی شباب کی شگفتگی حاصل کرنے لگی تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ نیکی اور پاکیزگی کے وہ آثار جو پیشتر اُس کے چہرہ پر موجود تھے۔ اب غائب ہو گئے یا اعضا کی موزونیت یا چال کی لچک میں پہلے کی نسبت فرق آ گیا۔ اور نہ ہی اس بیان کا یہ مطلب ہے۔ کہ اُس کے خط و خال کی درستی نے عہد شباب کے آغاز کے ساتھ کوئی نئی صورت اختیار کر لی۔ وہی اس کا حسن صبیح تھا۔ جو اُس زمانہ میں جب میں نے بار اول اُسے دیکھا تھا۔ البتہ کمسنی کی شوخی اور الھڑپنے کی بے فکری جو اٹھارہ برس کی عمر میں اُس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں جھلکتی نظر آتی تھی اب یا تو غائب ہو چکی تھی۔ فکر کے آثار اس کے چہرہ پر اور نگاہ میں موجود تھے۔ اُس کی حالت اُس آدمی سے ملتی تھی۔ جو پورے اطمینان کے ساتھ اپنے آپ کو حالات کی رو کے حوالہ کر چکا ہو۔ اور یہ تبدیلی بھی اتنی خفیف تھی۔ کہ بادی النظر میں کوئی شخص اسکو اُس وقار و رعنائی سے منسوب کر سکتا تھا۔ جو شناسائی کے بعد لازماً پیدا ہو جاتا ہے۔ مگر مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس کا صحیح باعث اس سانحہ پُر حزن کا اثر تھا۔ جو میری موجودگی کے زمانہ میں ڈیلمر میز میں پیش آیا تھا۔ گمان جذبات سے قطع نظر وہ اب بھی انتہا درجے خوبصورت تھی اور ریاضی ہنری ہارڈ بجا طور اس کی ذات و لقریب پر اظہار فخر کر

سکتا تھا۔ مگر سچ پوچھئے تو خود ایڈتھ کو بھی اپنے مشکیل و وجیہ شوہر پر جائز طور پر فخر تھا۔

"جوزف" آخر کار ایڈتھ نے اُس بے وقفہ سکوت کو توڑ کر جو اُس کی اور مسٹر مگریو کی ناکامیابی سے پیدا ہوا۔ اور ہم تینوں کے لئے سخت ناگوار ہونے لگا تھا کہا "میرے خیال میں یہ پوچھنے کی حاجت نہیں کہ تم کافی آسودہ حال ہو۔ کیونکہ یہ بات تمہاری صورت سے پائی جاتی ہے۔" (اس وقت میں نے عمدہ طرز کے سادہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ کیونکہ نئی ملازمت شروع نہ کرنے کی وجہ سے میں نے تا حال وردی نہ پہنی تھی)

"میڈم میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا۔ "حالات زمانہ کی سختی یا سرد مہری کی بے شک مجھے کوئی شکایت نہیں ہے۔ میں اپنی روزی آپ کما کر کھاتا ہوں اور خوش ہوں"

لیکن تم کیا اب اپنے ماموں کے پاس نہیں رہتے ہو؟" دفعتاً اُس نے پوچھا۔

"کیا مسٹر بینیوز . . . اُس خوفناک آدمی کے پاس؟" میں نے چونک کر کہا "نہیں۔ خدا را رحم کرے۔ صرف چند ہفتے میں اس کے پاس رہا تھا . . . !"

"معلوم ہوتا ہے۔ جو وعدے اس نے تم سے کئے تھے۔ اُن کو پورا نہیں کیا گیا"۔ ایڈتھ نے کہا "یعنی اس نے تمہیں اپنے گھر میں آسائش کے ساتھ نہیں رکھا"

"اوہ میڈم کاش سب حالات آپ کو معلوم ہوتے!" بے اختیار میرے منہ سے نکلا . . . لیکن نہیں" میں نے فوراً ہی رُکتے ہوئے کہا۔ کیونکہ ایتل کی خاطر میں کوئی بات اس کے باپ برخلاف منہ سے نکالنا نہ چاہتا تھا۔ اور اس کے بعد حالت اضطراب میں کسی طرح اس گفتگو کا رخ بدلنے کی غرض سے میں نے نادانستہ ایک ایسی حرکت کی۔ جس پر فوراً ہی مجھ کو افسوس ہوا۔ یعنی میں پھر وہی مضمون لیکر بیٹھ گیا۔ جو پیشتر اس قدر ناگوار ثابت ہوا تھا۔ یعنی میں نے کہا "غالباً آپ عارضی طور پر میز میں قیام فرما

ہیں۔ یہ تو مجھ کو اچھی طرح معلوم ہے۔" میں نے پادری ہارورڈ کی طرف مڑتے ہوئے کہا "آپ کا اصلی وطن ڈیون شائر کے موضع چارلٹن میں ہے۔"

"یہ صحیح ہے۔" مسٹر ہارورڈ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "لیکن واقعہ میں ہم ڈیلمر میز میں ٹھیرے ہوئے نہیں ہیں۔"

"پادری صاحب صرف ایک بار میں نے خوش نصیبی سے چارلٹن کے گرجا میں آپ کا وعظ سنا تھا۔" میں نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت عرصہ پہلے کا واقعہ ہے میں تب لارڈ ریونس ہل کے ہاں ملازم تھا۔ . . ."

"اوہ جوزف" مسٹر ہارورڈ نے جلدی سے کہا۔ "کیا تم اس امیر کے ہاں ملازمت کیا کرتے تھے۔ جو تباہ ہو گیا تھا؟"

"ہاں میڈم اور جس زمانہ کا میں ذکر کرتا ہوں۔ تب میں نے آپ کو بھی گرجا میں بیٹھے دیکھا تھا۔ مگر میں آپ کے روبرو آنے کی جرأت نہ کر سکا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد میں جب آداب بجا لانے پادری صاحب کے مکان پر حاضر ہوا۔ تو مجھ کو پتا گیا کہ آپ وہاں سے رخصت ہو گئی ہیں۔ بہرحال مجھ کو یہ جان کر بڑا رنج ہوا کہ آپ سخت پریشانی کی حالت میں اور بیمار ہیں۔ مگر اب یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ کہ آپ کی صحت پھر بحال ہو چکی ہے۔"

اس گفتگو کے دوران میں مسٹر ہارورڈ کو اچھی طرح یاد آ گیا تھا کہ میں کون ہوں چنانچہ اب اس نے کہا۔ "جو کچھ تم نے بیان کیا ہے۔ میں اس کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں" پھر اس کے بعد سنجیدگی کے لہجہ میں "جوزف ولٹ اس دنیا میں ہر شخص کے لئے آزمائش کا ایک زمانہ آتا ہے۔ اور انسان کا فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ اس امتحان میں ثابت قدم رہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں مسز ہارورڈ کی ذات سے گہری دلچسپی ہے۔ اور میں یہ بات اس کے روبرو تم سے کہتا ہوں کہ جو آفتیں اور مصیبتیں اس پر نازل

ہوئی تھیں۔ ان سب کو اس نے بڑی دلیری اور گہرے استقلال کے ساتھ برداشت کیا ہے"۔

"اوہ پیارے ہنری"۔ مسز ہارڈرڈ نے جس کے لئے اپنے جذبات پر قابو رکھنا محال تھا۔ اشک آلود آنکھوں سے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "مجھے موت کے جانے کا غم نہیں کیونکہ وہ ایک آنی جانی چیز ہے۔ رنج اگر ہے تو ان لوگوں کی ناقدر بانی کا جو . . .

"میڈم۔ یہ آپ کیا فرماتی ہیں؟ میں نے ایڈتھ کے لفظوں سے متعجب ہو کر کہا "معاف کیجئے اور میرے الفاظ کو گستاخی پر محمول نہ فرمایئے۔ بہر چند میں ایک ناچیز ادنیٰ خادم ہوں۔ تاہم آپ کی دیرینہ عنایتوں کی بنا پر آپ کی ذات اور معاملات سے گہری دلچسپی رکھتا ہوں۔ اس وقت تک میرا خیال تھا . . . بلکہ یوں کہنا چاہئے میں پورا یقین رکھتا تھا۔ کہ آپ فضل خدا سے مالدار ہیں کیونکہ مجھ کو معلوم ہے کہ آپ کے والد مرحوم آنجہانی محسن نے آپ کے لئے معقول ورثہ چھوڑا تھا۔ پس میری سمجھ میں نہیں آتا . . . "

میرے ان الفاظ کو سن کر مسٹر اور مسز ہارڈرڈ عجیب طرح کی حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھنے لگے۔ یہ حالت دیکھ کر میں ڈرا کہ شاید وہ میرے بے تکلفانہ لہجہ اور انداز گفتگو سے ناراض ہو گئے ہیں۔ شاید جوش ہمدردی میں میرے منہ سے کوئی ایسا لفظ نکل گیا۔ جو ان کے لئے باعث آزردگی ثابت ہوا۔ لیکن اس خیال کی تردید جلدی ہی مسٹر ہارڈرڈ کے لفظوں سے ہو گئی جس نے کہا: "جو ورثہ تم کیا کہتے ہو؟ کیا تم کو معلوم تھا کہ مسٹر ڈیلمر نے موت سے پہلے اپنی جائداد کی تقسیم کا فیصلہ کر دیا تھا؟ . . . کیونکہ تمہیں اس کا حال معلوم ہوا؟ . . . "

"مسٹر ہارڈرڈ" میں نے جلدی سے معذرتی لہجہ میں کہنا شروع کیا "اگر کوئی

بیجا لفظ میرے منہ سے نکلا ہو۔ تو میں اس کے لئے معافی طلب کرتا ہوں . . . "

"نہیں جورف" مسز ہارورڈ نے جواب دیا "ہم تمہارے کسی لفظ کو بیجا خیال نہیں کرتے اس کے برعکس ہم تمہاری سچی ہمدردی کے لئے ممنون ہیں . . . "

"بیشک" ایکے شوہر نے بھی کہا "میں خوش ہوں کہ تمہیں ایڈتھ کی ذات سے اسقدر ہمدردی ہے۔ لیکن جس بات نے مجھ کو . . . ہم دونو کو حیرت زدہ کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مسٹر ڈیلمر کی تقسیم جائداد کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہوا؟"

"میں اس بارہ میں کوئی بات چھپا کر رکھنا نہیں چاہتا" میں نے جواب دیا "بات یہ ہے میں نے اتفاقاً کچھ گفتگو سنی تھی . . . گو یقین کیجئے میں قصداً اسے سننے کے لئے نہ ٹھیرا تھا۔ بالکل نہیں۔ درحقیقت میں ڈیلمر میز کے اس کمرہ میں جو مجاور خانہ کہلاتا تھا صفائی کر رہا تھا۔ کہ باہر والے کمرہ یعنی لائبریری سے گفتگو کی آوازیں میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں . . . "

"لیکن وہ گفتگو کن میں ہو رہی تھی؟" مسٹر ہارورڈ نے جلدی سے پوچھا۔

"میرے آنجہانی محسن مسٹر ڈیلمر اور مسٹر ملگریو کے درمیان" میں نے جواب دیا۔

"اور اس گفتگو کا مضمون کیا تھا؟ . . . جلدی بیان کرو کیونکہ میں اسے سننے کو بیتاب ہوں"

"پوری کیفیت تو اب مجھے یاد نہیں" میں نے بیان کیا "تاہم اتنا معلوم ہے کہ مسٹر ڈیلمر نے مسٹر ملگریو سے گفتگو کرتے ہوئے واضح اور صاف لفظوں میں کہہ دیا۔ کہ اس وعدہ و اقرار کے مطابق جو انہوں نے اپنی بی بی سے اسکی مرت کے وقت کیا تھا انہوں نے وصیت لکھکر اپنی ساری جائداد تو پکے "میرے ایڈتھ کی طرف اشارہ کیا" اور مسٹر ملگریو کے درمیان مساوی تقسیم کر دی ہے" یہ کہتے ہوئے میں نے ایڈتھ کیطرف دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ اس بخدہ گفتگو کی وجہ سے اسکا بھاری صدمہ اسکے دل کو ہوا کہ آنسوؤں کے قطرے بے اختیار اسکے رخساروں پر بہنے لگے

"جورف ولمٹ" مسٹر ہارورڈ نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا "شاید تم کو معلوم نہ ہو

لیکن نادانستہ تم نے اپنے سرسری الفاظ سے ایک ایسی بات ظاہر کر دی ہے جو واقعہ میں غیر معمولی اہمیت رکھنے والی ہے۔ لیکن . . . میرے خدا ایڈتھ . . . پیاری ایڈتھ۔ کیا تم بیمار ہو؟"

خاتون کے چہرہ پر دفعتاً زردی چھا گئی اور وہ اسطرح لڑکھڑائی کہ معلوم ہوتا تھا فرش زمین پر گرا چاہتی ہے۔ چنانچہ یہ حالت دیکھ کر مسٹر ہاورڈ نے ایک کیبی گاڑی جو پاس سے گذر رہی تھی طلب کی۔

"پیارے ہنری میں اب اچھی ہوں"۔ اس نے لرزائی ہوئی آواز سے کہا۔ "لیکن اتنے غم افزا رنجدہ واقعات کی یاد تازہ ہوئی ہے . . ."

"ہاں پیاری ایسا ہونا قدرتی تھا"۔ اسکے شوہر نے تسلیم کیا۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ ایڈتھ کو سہارا دیکر اس گاڑی کی طرف لے چلا۔ جو پیدل چلنے کی پٹڑی کے پاس آکر ٹھیر گئی تھی۔

"الوداع جرزف" اس نے ملائمت آمیز لہجہ میں کہا۔ "ہماری نیک دعائیں ہر وقت تمہارے ساتھ ہیں۔ تم بہت نیک رہے ہو۔ اور یقیناً ترقی حاصل کروگے"۔

ایڈتھ نے بھی دوستانہ لہجہ میں مجھ کو الوداع کہی اور اس کے بعد گاڑی ایکطرف کو چلنے لگی۔ مگر میں اسوقت تک کھڑا اسکی غائب ہوتی ہوئی صورت کو دیکھتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ سینٹ پال چرچ یارڈ کے اطراف میں خلقت کے انبوہ کثیر میں نظروں سے چھپ گئی۔ اس کے بعد اپنے نیکدل محسن کی مرگ بے ہنگام اور ایڈتھ کے اثر پذیر دل پر اس کے پیدا کئے ہوئے ناقابل محو رنج و غم کو یاد کر کے میرے سینہ سے بے اختیار آہ سرد نکلی۔ اور میں بل اینڈ موقہ سرائے کی طرف چلنے کے لئے مڑا۔ لیکن پہلا ہی قدم اٹھایا تھا۔ کہ اس طرح چونک کر پیچھے ہٹا۔ اور لڑکھڑایا۔ گویا کوئی وحشی حیوان یا موذی سانپ مجھ پر حملہ کرنے کو تیار تھا۔ کیونکہ اس جگہ مجھ سے بمشکل تین گز کے فاصلہ پر وہی میرا نہ بھولنے والا دشمن . . . خوفناک مسٹر لینوور کھڑا تھا!

چھٹی جلد ختم ہوئی

قواعد خریداری

۵۔ (بقیہ صفحہ ۲) بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ کے بعد دفعتاً اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی جانچ کسی طرح نہیں ہو سکتی اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ جو بات ہم کر سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں تو عام رعایتی قیمت پر دوبارہ مہیا کر دیے جائیں۔ لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو ہر موقع پر ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے۔

۶۔ کچھ اصحاب غلط پتہ سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جن کا فوراً جواب دینا سخت مشکل ہے۔ اس لئے مکرر گذارش ہے کہ عدم رسی کے حد مہینہ کی تاریخ تک انتظار کر کے ہی لکھے جائیں۔ اس سے پہلے لکھے ہوئے خطوں کو قابل اعتنا نہ سمجھا جائے گا۔

۷۔ ماہوار ضخامت اس سائز کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے۔ مگر اس کمی بیشی کا اختیار کلی اس دفتر کو حاصل ہے۔

۸۔ قابل ترجمہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی بیرجی رام صاحب کو حاصل ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جا سکتے ہیں لیکن ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں۔ اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا ترجمہ کیوں شائع نہیں کیا گیا

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

خونی تلوار

رینالڈس کے بے نظیر ناول میکبیر آف گلنکو کا ترجمہ

منشی بیرتھ رام صاحب فیروزپوری

رینالڈس کے ناولوں میں بالکل نیا اور نہایت لاجواب جس کا ترجمہ پہلی بار اردو میں کیا گیا ہے

یہ ناول کا پلاٹ بالکل ایسے ہی ڈھنگ پر بنایا گیا ہے جیسا سنہ ۱۹۱۵ء میں لندن میں پیش آیا تھا ایسے ہولناک واقعے رینالڈس کی تحریر پر چھپے نہیں رہ سکتے کسی کی کچھ پیش نہیں گئی مرکز میں گلنکو کا قتل عام ایک تاریخی واقعہ ہے جس کو خوفناک رموز اور ہولناک سین کا ذکر کرتے ہوئے کانپتے ہیں۔ رینالڈس نے اپنی جادو نگاری سے اس قتل کو حسین رنگ میں پیش کیا ہے وہ اسی کا حصہ سمجھنا چاہیئے جو حب وطن اور قومی غیرت کی تصویر کشی کی حمایت میں قربانی کا نظارہ سیاسی مظالم کی نہ بھولنے والی داستان مکمل دو جلدیں ۸۰ صفحہ قیمت عمدہ

باپ کا قاتل

رینالڈس کے زبردست ناول بیری سلڈ کا ترجمہ

منشی شمیم الدین صاحب لاہوری

کہا جاتا ہے کہ یہ ناول کتنا دلچسپ ہے کیا اس کا نام ہی نفس مضمون کا مظہر نہیں ہے

باپ کا قاتل ہو کر اپنا کام کر جانا اور اس کے زخم چھپکے اور گھونسے کے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہاں تک کہ موت وہ

بیٹی قاتل کی حالت کو بھی قطعی فراموش کر دیتا ہے اور فطرتاً ہمدردی کے لئے باعث راحت ہوتی ہے کہ کیوں نہ ہو

لئے [illegible] کہ کوں اپنی فکر میں کس سادگی بندگی بسر کرتی ہے اپنی ہی بچہ جان ہو کر باپ قتل کرے ایسے

[illegible] جاتی ہیں اس پر مجبور ہیں غیر معمولی ہیں جو فطرت سے کیسے مکمل اور مضطر بیتا ہے

کیا [illegible] جذبات نفرت ہو سکتی ہے نہایت زور دار پراثر دلچسپ ہے مکمل ہے ۵۱۶ صفحہ قیمت

لال برادرس۔ ۷ بار سٹریٹ لاہور

سلسلۂ

گردشِ آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمایئے

فسانہ لندن (حصہ اول و دوم) نظارہ پرستان خونی ڈوئیل

مصنف

جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم

تیرتھ رام فیروزپوری

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ انگھا لاہور

انتظام مسٹر ایچ پنگلا محلہ روڈ لاہور میں اہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھاپا

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت پیشگی ہے جو ماہ بذریعہ منی آرڈر یا وی پی پیشگی آنی چاہیئے۔ ماہ بعد یا استفسار ہی کا کوئی جواب نہیں جو اصحاب ہمارے سلسلہ اشاعت سالی سے بھی مستقل خریدار ہیں۔ ان سے بطور رعایت صرف سالانہ لیا جائیگا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت بہرحال ایک سال کی کتبی وصول کی جائیگی اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے) بھیجے جائیں گے۔

۳۔ سابقہ ادا کردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آنے تک پیشگی خریدار کی طرف سے اطلاع موصول نہ ہو کہ وہ آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو بذریعہ وی پی روانہ کر دیا جائیگا۔ اگر وہ بھیجنے سے انکار کر دے تو اس کو واپس کر دینا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ عالموم مہینے کے دسویں تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام باقاعدہ اور بڑی احتیاط کے ساتھ روانہ ہوتا ہے لیکن بعض پرچے رستہ میں ضائع ہو جائیں لیکن اس صورت میں دہ رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر آجانی چاہیئے بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کر کے اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینہ سے گذر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی۔ سوائے غیر ملکی خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔

باقی دیکھو سرورق صفحہ ۳

جملہ حقوق بحق لالہ نرائن دت سہگل محفوظ ہیں

حیرت انگیز مسوشل ناول

گردش آفاق

ساتویں جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کی زبردست تصنیف

جوزف ولمٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ نظارہ پرستان۔ انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷ پارسنز روڈ نولکھا لاہور

انقلاب سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس دفتر سے رنجالدس کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے ترجمہ کا بھی شائع ہوتا ہے۔ اس مطلب کے لئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس صیغہ کے مترجم بھی منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مترجم گردش آفاق وغیرہ ہیں پس اگر آپ کو عہد حال کے بہترین جاسوسی ناول دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارے اس سلسلہ کی بھی مستقل خریداری قبول فرمایئے۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں حسب ذیل ناول شائع ہو چکے ہیں جو طلب کئے جا سکتے ہیں۔

خونی ہیرا	انقلاب یورپ	شریف بدمعاش	چلتا پرزہ
خونی چراغ	نقلی نواب	منزل مقصود	بحر فنا
سراب زندگی	آتشی کتا	سنہری بچھو	ڈاکٹر نکولا
انمول ہیرا	انصاف	شاہی خزانہ	تلاش اکسیر
زلکھا ہار	گمنام مسافر	مطلبی دنیا	ظلمات
ہیروں کا بادشاہ	لعل شب چراغ	نازک کٹار	تبدیل قسمت
خنجر بیداد	قاتل ہار	کارناجات شرلک ہومز	مصری جادوگر
مہر خاموشی	آزادی	سنہری لاش	کارناجات آرسین لوپن
...	مقدس جوتا	کرنی کا پھل	...

اس سلسلہ کا اگلا ناول خونی چکر خصوصیت سے قابل دید ہوگا۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار کئی اور ناول چلیں گے۔ خونی پتلا ستارہ یورپ۔ چڑیا کی تکی وغیرہ شائع ہوں گے۔

مخفی نہ رہے کہ یہ اونچے قسم کے ایک یا دو پیسہ قیمت کے چھوٹے ناولوں کے ترجمے نہیں بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا پچوڑ ہیں۔

ضرور آپ اس سلسلہ کی قدردانی کریں

گردشِ آفاق

دوراول

ساتویں جلد

باب ۔۔ ۴۰ (بقیہ)

اس کی صورت ویسی ہی تھی جیسی اس زمانہ میں جب میں نے آخری بار اسے دیکھا تھا۔ وہی اس کے بالوں کی ملگجی تلی چادر لی رنگت۔ وہی اس کی گچھے دار بھوؤں میں چھپی ہوئی دیزل اور سانپ کی آنکھوں سے ملتی جلتی۔ خوفناک جاں فرسا آنکھیں اور وہی کالا لباس۔ البتہ اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ اس کی ٹوپی کے گرد سیاہ کریپ کا ایک ٹکڑا بندھا ہوا تھا۔ جو غالباً نصیب دایولٹ کی موت کے لئے سوگ کی نشانی تھی۔ اس نے حسب معمول اپنے بوٹوں کے چوڑے تسموں کو بو کی صورت میں باندھ رکھا تھا۔ اور اس کے بھاری چوڑے ناقہ ڈھیلے سیاہ کڈیدر کے دستانوں میں پوشیدہ تھے۔ معلوم ہوتا ہے اس نے پہلے ہی مجھ کو دیکھ لیا تھا۔ کیونکہ جب میری نگاہ اس کی طرف گئی۔ تو اس کی آنکھیں عجیب طرح کی سرد تجسس نظروں سے جن کا مقابلہ میں پھر ایک بار سانپ کی خوفناک سحر آمیز نگاہ سے کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میری طرف گھور رہی تھیں۔ اسی طرح چند لمحوں تک وہ میری طرف دیکھا کیا اور میں اس دوران میں بدحواس و سراسیمہ چپ چاپ اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔ اتنی دہشت مجھے اس کے روبرو آجانے سے ہوئی جس کا وہم بھی اس وقت تک اس سے ناگہاں ملنے کے امکانی خیال سے مجھ کو نہ ہو سکتا تھا۔

"آہ جوزف" دفعتاً اس نے ایک عجیب طرح کی نرم آواز سے کہنا شروع کیا۔ جو میرے لئے بالکل نئی تھی اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ اور انداز میں اگر واقعی ایسا ہونا ممکن سمجھا جا سکتا ہے حیرت انگیز تبدیلی پیدا ہو گئی "تم کیا پھر لندن آ گئے؟ اور کب آئے؟... چپ کیوں کھڑے ہو کیوں نہیں مجھ سے ہاتھ ملاتے بھئی تمہارا ماموں نہیں ہوں؟ اس سے پہلے بیشک تم نے بعض موقعوں پر مجھ سے سرکشی کی ہے۔ تاہم میں ان خطاؤں کی یاد کو مدت گذری دل سے محو کر چکا ہوں۔"

پہلے میرے جی میں آئی تھی کہ اس سے برملا کہہ دوں کہ آپ شائد ان واقعات کو بھول گئے ہوں۔ تاہم میں کبھی ان کو فراموش نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے بعد خیال آیا کہ اگر میں نے اس زمانہ کے متعلق جب میں اس کے گھر سے فرار ہوا تھا۔ اس کے قاتلانہ ارادوں سے واقف ہونے کا ثبوت دیا تو یہ بواسطہ اس کو اس راز سے آگاہ کرنے کا ذریعہ ہوگا۔ کہ انیبل نے اس کی گفتگو چھپ کر سنی تھی۔ اور اسی کی معرفت یہ اطلاع میرے کانوں تک پہنچی۔ پس یہ سوچکر کہ اس طرح بیخبری میں منہ سے نکلے ہوئے چند الفاظ کس قدر پُر اہمیت اور دور رس ثابت ہو سکتے ہیں۔ میں نے دفعتاً ان کو روکا۔ یعنی اس جواب کو ضبط کیا۔ جو زبان پر تھا۔ اور محض اس کے شبہات رفع کرنے اور مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس طرح ہلایا کہ اگر کوئی دیکھنے والا ہوتا۔ تو یقینی طور پر اس کو ہمارے دوستانہ تعلقات کا ثبوت تصور کرتا۔ لیکن حالت یہ تھی کہ محض اس کا ہاتھ لگنے سے ہی (گو وہ ہاتھ دستانہ میں چھپا ہوا تھا) سردی کی تیز لہر میرے بدن کے ہر حصہ سے ہوتی ہوئی نکل گئی۔ ایسا معلوم ہوا گویا وہ میرے ہاتھ کو ایک بار پکڑنے کے بعد چھوڑنا نہیں چاہتا۔ اور اس حالت میں مجھکو اپنے ساتھ گھسیٹ کر لیجانا چاہتا ہے لیکن جب میں نے ارد گرد نظر ڈالی جب بلا تعداد آدمی سر بازار ادھر سے ادھر جاتے اور آتے نظر آئے۔ نیز جب میں نے سوچا کہ یہ واقعہ دن کی روشنی اور اس شہر غدار کے ایک وسطی بازار میں پیش آ رہا ہے۔ جس کو صدر مقام عالم کہا جاتا ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی سوچا کہ میرے منہ سے نکلی ہوئی چیخ کی ایک آواز سے بیسیوں لوگوں کو آن واحد میں میری امداد کے لئے جمع کر سکتی ہے۔ تو میری

گری ہوئی ہمت بحال ہونی شروع ہوئی۔ اور میں یہ سوچ کر خود ہی اپنے دل میں شرمسار ہونے لگا کہ مجھ ایسے بالغ نوجوان کو اس مرد کوزہ پشت وضعیف کی طرف سے کس طرح کا خطرہ پیش آسکتا ہے۔ اور کیوں مجھے اس کی طرف سے اتنا ہراساں ہونا چاہئے۔ لیکن جب اس کے مقابلہ میں اس کے مزاج آتشیں کا حال یاد آیا جب میں نے اس کی شرر انگیزیوں اور بے رحمانہ سازشوں کا حال جانتے ہوئے اس کی ظاہری صورت کے استکراہ کا خیال کیا۔ تو آخری نتیجہ جس پر میں پہنچا یہی تھا کہ میں تو کیا کوئی آدمی بھی ہو۔ وہ ایک اس طرح کے بدصورت زشت سیرت سازشی انسان کی موجودگی سے یقینی طور پر خائف ہوسکتا ہے۔

"جزف" اتنے میں وہ پھر بولا" تم نے تھوڑے ہی عرصہ میں خوب ترقی کی ہے۔ اب تم دراز قد نوجوان ہو۔ اور میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بہت وجیہہ اور خوبصورت نظر آتے ہو۔ فی الحقیقت ایسا شکیل لڑکا جیسے تم ہو میں نے عمر بھر میں نہیں دیکھا۔ اور آئندہ میں کبھی کسی بُرے خیال کو تمہارے بارے خلاف دل میں جگہ نہ دوں گا۔ گذرے ہوئے واقعات کی یاد ہمیشہ رنجدہ ہوتی ہے۔ تاہم میں اپنی صفائی میں یہ کہہ دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس پہلے موقعہ پر ہر طرح کی پیش دستی تمہاری طرف سے ہوئی تھی۔ چنانچہ جس روز میں نے تمہیں کوٹھڑی میں بند کیا تو یاد ہوگا کہ تمہیں نے پہلے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ لیکن ہاں یہ تو بتاؤ تم اس روز بھاگے کیوں تھے"؟ اور یہ کہتے ہوئے اس نے ایک عجیب طرح کی تیز اور تجسس نظر سے میری طرف دیکھنا شروع کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ ان تنگ آنکھوں کی تہ میں چھپی ہوئی بہیئت آنگیز روشنی سوئی کی نوک کی مانند میرے بدن میں چبھتی جارہی تھی۔

"چونکہ میرا خیال تھا آپ نے مجھ سے اچھا سلوک نہیں کیا۔ اس لئے میں بھیڑ میں رخصت ہوگیا!" میں نے اب کسی قدر دلیری کے ساتھ جواب دیا" آپ ہی خود سمجھ سکتے ہیں کہ جس جگہ رہکر مجھے اتنی تکلیف برداشت کرنی پڑی تھی۔ وہاں سے میرا فرار ہونا قدرتی تھا"

"تکلیف!... تم کو؟" مسٹر لینیو درنے پہلے سے بہت نرم آواز میں کہنا شروع کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کی نگاہ میں بھی نرمی پیدا ہوگئی" جزف معاف کردو۔ یہ تمہاری غلطی ہے

تم اگر سوچو تو یاد آجائیگا کہ اس یوم خاص تک میں نے زیادہ سے زیادہ نرمی تمہارے ساتھ برتی تھی۔ لیکن جب اس کے بعد . . . تاہم خیر۔ اس ذکر کو جانے دو۔ اس سے کچھ فائدہ نہیں" اور اس وقت مجھے ایسا معلوم ہوا گویا وہ اس خیال سے مطمئن ہے۔ کہ میں اس کے قاتلانہ ارادوں سے اتنی واقفیت نہیں رکھتا۔ جتنا پہلے اس کو احتمال تھا۔" آؤ باہر میں چلتے چلتے گفتگو کریں گے غالباً تھوڑی دیر پہلے تم مسٹر اور مسز ہاورڈ سے گفتگو کر رہے تھے۔ کیا یہ صحیح ہے؟" اور ایک مرتبہ پھر اس نے گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"ہاں یہ صحیح ہے" میں نے آلڈس گیٹ سٹریٹ کی سمت میں اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"اور کیوں بھلا وہ کیا باتیں تھیں۔ جو تم میں ہوئیں جو میرا خیال ہے وہ ضرور کچھ بے تکلفانہ گفتگو تھی۔ کیونکہ مجھکو معلوم ہے وہ دونوں بہت نیک ہیں اور کبھی اظہار تکبر نہیں کرتے"

"مجھ سے ان کی گفتگو بڑی عنایت آمیز تھی" میں نے جواب دیا۔

"جو زخت میرے عزیز" مسٹر لینوڈر نے پھر ایک بار میری طرف مڑکر دیکھتے ہوئے کہا "جس طرح کے مختصر جواب تم مجھے دے رہے ہو۔ ان سے پایا جاتا ہے کہ ابھی تک میرے برخلاف تمہارے دل میں کچھ نہ کچھ رنج و کدورت باقی ہے۔ افسوس! تم نہیں جانتے۔ کہ میں شروع ہی سے تمہارا دوست اور ہمدرد ہوں۔ اور ہمیشہ تمہارا ہتاقا اور میری دلی آرزو یہ تھی کہ ہر ممکن طریقہ پر تمہاری امداد کروں۔ مگر اس دنیا میں کون بشر خامیوں سے خالی ہے؟ بدقسمتی سے میں بھی کچھ کمزوریاں اپنے اندر رکھتا ہوں اور ان کا حال سب سے بہتر خود مجھکو معلوم ہے۔ لیکن یہ مزاج کی گڑبڑ اصل جیسا اب سے بڑا عیب ہے۔ حقیقت میں محض سطحی ہے۔ یعنی میری نیت بری نہیں۔ ظاہر میں کتنا ہی تلخ کو سمجھا جاؤں۔ باطن میں میرا دل بالکل صاف ہے۔ پس اگر اتنی ہی شکایت تمہیں مجھ سے ہو کہ میں تم سے نرمی سے پیش نہیں آیا۔ تو اس کے لئے میں رعایت کا حقدار ہوں جس زمانہ میں تم میرے مکان پر رہتے تھے۔ تو میں تمہارے مستقبل کے بارہ ،

میں بڑی بڑی امیدیں رکھتا تھا چنانچہ میں یہ سوچکر خوش ہوتا تھا کہ تمہارے سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد وہ رشتہ جو پہلے سے ہمارے درمیان قائم ہے۔ زیادہ قریبی اور مضبوط بن جائے گا۔۔۔"

حیران و ششدر میں اس کے منہ کو تکنے لگا۔ کیا اس اشارہ کا یہی مطلب تھا۔ جو میں نے سمجھا۔ یا بھی کوئی غلط فہمی ہوئی تھی؟ محض اس بات کا خیال کر شائد اس کا اشارہ میرے انیبل سے شادی کرنے کے امکان کی طرف تھا۔ میرا دل راحت و امید سے بھر گیا اور اتنی خوشی مجھ کو ہوئی کہ میں اس کے اثر میں اس حقیقت کو بھی بھول گیا کہ اگر وہ واقعی اپنی بیٹی مجھ سے بیاہ دینے کی خواہش رکھتا تھا تو پھر کیوں اس رات اس نے جب میں اس کے مکان سے فرار ہوا میرے برخلاف قتل کے منصوبے سوچے تھے؟

"جوزف" وہ اب نئی طرح کی دردناک اور پرحسرت آواز سے کہہ رہا تھا "میری دلی خواہش یہ تھی کہ مناسب وقت گذر جانے کے بعد میں تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کروں اور اپنی عزیز بیٹی انیبل تم سے بیاہ دوں۔۔۔ آہ تم نہیں جان سکتے کہ اس وقت کے بعد اس کی صورت میں کتنی خوشگوار تبدیلی ہوئی ہے۔ اب وہ کمسن لڑکی کے درجہ سے نکل کر عہد شباب میں قدم رکھنے لگی ہے اور میں اس کی ذات پر بے حد فخر کرتا ہوں۔"

میں چپ تھا سخت حیران کہ کیا کہوں کیا نہ کہوں۔ امید و بیم کی مشترک حالت میرے سینہ میں طوفان عظیم پیدا کر رہی تھی اور ذہنی اضطراب کا یہ عالم کہ میرے لئے کسی طرح کی صحیح رائے قائم کرنا بالکل دشوار تھا۔ منہ سے ایک لفظ تک کہے بغیر میں اس بیم و رجا کی الجھن میں جسمیں امید کا اثر غالب تھا اس کے ساتھ ساتھ آگے ہی آگے چلتا گیا۔

"اور کیوں جوزف کیا تم کبھی انیبل کو یاد کیا کرتے تھے؟" اس نے اپنی تنگ آنکھیں میرے چہرہ پر گڑکر دفعتاً پوچھا جس سے شرم کی سرخی بے اختیار میرے رخساروں پر پھیل گئی۔ "ٹھہرو میں یاد کرلوں" اس نے پرخیال انداز سے کہا۔ "تم کو آخری بار انیبل سے ملے ڈھائی سال کا عرصہ ہوگیا ہے جس کا مطلب صاف لفظوں میں یہ تھا کہ وہ ان ملاقاتوں سے جو ہمارے درمیان

کمیلیا اور سالبری میں ہوئی تھیں بالکل لاعلم تھا۔ ڈھائی سال کا عرصہ کافی لمبا ہوتا ہے اور انیبل کی صورت میں اس نے حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی ہے۔ یقین کرو۔ جوزف اس کے باپ کی حیثیت میں میں اس کی ذات پر بہت فخر کرتا ہوں۔"

پھر ایک بار اس نے میری طرف دیکھا۔ مگر میں اب اتنا بدحواس دکھائی دیتا تھا کہ نہ اس کی نگاہ اور نہ الفاظ کا مطلب صحیح طور پر سمجھ سکا۔ واقعات کے ناگہانی نئی صورت اختیار کرنے سے میرے جی کو اس قدر پریشانی تھی کہ میں جواب میں ایک لفظ تک کہنے کے ناقابل تھا۔

"جوزف مجھ کو پوری امید ہے۔" مسٹر لینوڈر نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ تم اس کو بھولے نہیں ہو۔ اور غالباً پھر ایک بار اس سے ملنا پسند کرو گے۔"

میں چونکا اور چلتے چلتے ٹھہر گیا۔ اس وقت میری نگاہ راحت و امید کی کشش سے بے اختیار اس کے چہرہ کی طرف گئی۔ مگر اس کے فوراً بعد میں نے انداز استکراہ سے اپنی آنکھیں دوسری طرف پھیر لیں کیونکہ ان خوفناک خونی سازشوں کی یاد جو اس نے میرے برخلاف کی تھیں اس طرح تازہ ہو گئیں۔ جیسے بجلی ابر سیاہ سے نکلکر چمک جاتی ہے۔ ہر چند وہ اس وقت نرمی اور عنایت کا مجسمہ بنا ہوا تھا۔ تاہم اس یاد کے تازہ ہوتے ہی میں اپنے جی میں اس کے برخلاف بدترین شبہات کو جگہ دینے سے نہ رہ سکا۔

"سنو جوزف" مسٹر لینوڈر نے پھر ایک بار کہنا شروع کیا۔ "آئندہ میں تمہارے افعال پر کسی طرح کی نگرانی نہ کروں گا۔ فی الحقیقت مجھے اس بات کا سخت ہی رنج ہے کہ میں نے کبھی تم پر جبر کیا۔ بہرحال گذشتہ سختیوں کی تلافی کے طور پر میں جہاں تک ممکن ہوگا تم سے نرمی برتوں گا میں یہ پوچھنا نہیں چاہتا کہ تمہاری موجودہ حالت کیسی ہے کیونکہ تمہاری صورت کہے دیتی ہے کہ تم آسایش و فراغت کی زندگی بسر کر رہے ہو۔ اس سے میرے دل کو بہت خوشی ہوئی ہے اور تم اگر لندن میں رہتے ہوئے پھر ایک بار انیبل اور اس کی ماں سے ملاقات کرنا چاہتے ہو۔ تو میں کھلے دل سے اس کی اجازت دیتا ہوں۔"

ایک دفعہ پھر ناقابل ضبط خوشی کے آثار میرے چہرہ پر نمودار ہوئے اور میرا خیال ہے۔ کہ مسٹر لیشور نے میرے زوران کو دیکھ لیا ہوگا کیونکہ جلدی ہی اس نے کہا۔

"افسوس" اس کا لہجہ سابق کی طرح غمناک تھا۔ "افسوس اب میں اگر اس بات کی خواہش بھی رکھوں تو تمہیں اپنے گھر میں جگہ نہیں دے سکتا۔ بکبار یہ سوچکر میرے دل کو کاویسی ہونے لگتی ہے۔ کہ شاید اب تم انیبل سے شادی بھی نہ کرو۔ کیونکہ جوزف اب ہم غریب ہیں ... بے حد غریب ہیں کئی طرح کی مصیبتوں نے ہم کو گھیر رکھا ہے۔ حالانکہ تم جیسا کہ تمہاری صورت ظاہر کرتی ہے۔ ہر طرح آسودہ اور خوشحال ہو"

"اُف میرے خدا مسٹر لیشور! کیا یہ ممکن ہے؟" بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ سوچکر درد اذیت کی لہر میرے بدن کے ہر حصہ میں پھر گئی۔ کہ اس وقت جب میں آرام و آسائش کی زندگی بسر کر رہا ہوں میری قابل پرستش انیبل اور اس کی نیک ہماد ماں سخت ترین مشکلات میں مبتلا ہیں۔

"آہ میرے عزیز" مسٹر لیشور نے افسوس سے سر ہلاتے ہوئے کہا: "میں تم سے جھوٹ نہیں کہتا ہماری حالت واقعہ میں بے حد خراب ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے دوسری طرف کو منہ پھیر کر اپنے کوٹ کی آستین کو اس طرح آنکھوں کے پاس پھیرا۔ گویا آنسوؤں کے قطرے پونچھنا چاہتا تھا۔ "جوزف میں نے اس دنیا میں رہکر بڑی جدوجہد کی ہے۔ بارہا میں اُبھرا اور کئی بار زمانہ سے سخت الشرنے میں گرا ہوں لیکن اب کی بار میری حالت بے حد زار ہے۔ وہ تو سچ پوچھو ہماری گذر اوقات بھی محض اس طرح ہوتی ہے۔ کہ انیبل کو صبح سے لیکر رات تک اور رات سے لیکر صبح تک سوئی ہاتھ میں لے کر بیٹھے رہنا پڑتا ہے ..."

"آہ۔ بدنصیب انیبل!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ کیونکہ میرے دل کو اس بیان سے سخت ہی صدمہ پہنچا تھا۔

"اس کی بدنصیبی میں کیا کلام ہے" مسٹر لیشور نے میرے لفظوں کو سنکر جواب دیا۔

"افسوس ایک ایسی حسین اور جوان لڑکی کو دن رات اس قدر محنت شاقہ پر مجبور ہونا پڑتا ہے اس کا اثر یقیناً اس کی صحت کے لئے تباہ کن ثابت ہوگا لیکن ... مجبوری ہے۔"

"نہیں نہیں!" میں نے حالت جوش میں اس حقیقت کو نظر انداز کر کے کہ ہم اس وقت سڑک پر چل رہے ہیں۔ پرجوشت انداز سے کہا "میں یہ حالت نہیں دیکھ سکتا میری موجودگی میں وہ کیوں اتنی محنت کرے کیونکہ محنت کرنا میرا اپنا فرض ہے۔ اوہ مسٹر لینیوور۔ اینیل کی یاد ہر وقت میرے دل میں رہی ہے میں کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی اس کو نہیں بھولا ہوں۔ آپ کے گھر میں رہتے ہوئے جو دوستی ہم میں ہوئی تھی۔ وہ پختہ ہو کر گہری محبت کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ بے شک وہ میری معبود ہے اور میں اس کا پرستار ہوں۔"

"آہ میرے عزیز جوزف" گیرٹے نے اس انداز سے کہنا شروع کیا گویا وہ میرے لفظوں سے بہت متاثر ہوا ہو "میری خوش نصیبی ہے کہ اس طرح کے الفاظ تمہاری زبان سے سنتا ہوں لیکن نہیں میں تمہیں اینیل سے ملنے کے لئے ساتھ لیجانا نہیں چاہتا تم اس کی ... ہماری بگڑی ہوئی حالت دیکھکر بہت دکھی ہوگے تمہارے جی کو اس مکان کی زار حالت دیکھکر جس میں ان دنوں ہم رہتے ہیں۔ بھاری صدمہ پہنچیگا ..."

"تو کیا اب آپ لوگ گرینٹ رسل سٹریٹ والے مکان پر نہیں رہتے؟" میں نے جوش میں بھر کر پوچھا۔

"افسوس نہیں۔ کئی مہینوں کا کرایہ ادا نہ ہونے سے مالک مکان نے ہم کو نکال دیا۔ جو قیمتی سامان ہمارے پاس تھا ضبط کر لیا۔ اور اب ہم مجبور ہو کر بڑی ردی حالت میں ایک نہایت ادنے مکان میں رہتے ہیں۔ جہاں صرف دو کمرے ہمارے پاس ہیں اور اسباب کی قسم سے کوئی چیز موجود نہیں اس جگہ ہمارے ہمسائے بھی ادنے درجہ کے لوگ ہیں ..."

مسٹر لینیوور کے ان دردناک لفظوں کو سنکر میری آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے سامنے میں وہ سب بدسلوکیاں جو عہد ماضی میں اس شخص نے مجھ پر کی تھیں بھول گیا

صرف وہ دردانگیز نظارہ جو اس نے پیش کیا میری نظروں کے سامنے تھا اور میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا "خدا کے لئے ماموں جان مجھے اپنے ہمراہ مکان پر لے چلئے اور اجازت دیجئے کہ جہاں تک میرے بس میں ہے آپ کی مدد کروں"۔ اور یہ کہتے ہوئے اس خیال سے میرے سینہ میں خوشی کی پیدا ہوگئی کہ خدا کے فضل و کرم سے میرے پاس اس وقت اتنی نقدی موجود تھی جس سے میں ان لوگوں کی کافی امداد کر سکتا تھا۔

"بہت اچھا... تم اگر اتنا اصرار کرتے ہو... تو میں مجبور ہوں" مسٹر لینیوز نے رکتے ہوئے جواب دیا "مگر میں پھر ایک بار کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم اگر میرے ساتھ نہ چلو تو بہتر ہے کیونکہ غریبی اور مصیبت کا نظارہ ہر حال میں باعث رنج و تکلیف ہوتا ہے۔ ایک طرف میری غریب بی بی بستر مرگ پر پڑی ہے۔ دوسری جانب اینیل دن رات کی سخت مشقت سے اپنے اگلے وجود کا محض سایہ رہگئی ہے اس کے علاوہ جب میں سوچتا ہوں کہ میں نے اپنی بدنصیب بی بی کے متعلق فرائض ازدواج کو پوری طرح ادا نہیں کیا اور خیال آتا ہے کہ اینیل اس طرح کے بدلے ہوئے حالات میں تم سے ملکر شرمسار ہوگی تو میں یہی بہتر سمجھتا ہوں..."

"لیکن اینیل کو مجھ سے شرمسار ہونے کی کیا حاجت ہے؟" میں نے جلدی سے کہا "کیا میں اس کا... آپ لوگوں کا قریبی رشتہ دار نہیں ہوں؟ اس کے علاوہ کیا میں اس کے نیک اوصاف سے پوری واقفیت نہیں رکھتا؟ نہیں نہیں میرے روبرو اس کے شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور اس موقعہ پر میرا یہ فرض ہے کہ حسب توفیق اس کی امداد کروں"۔

"جوزف مجھکو بار بار نہ کرتے شرم آتی ہے" مسٹر لینیوز نے آخر کار کہا "تم اگر ضرور ہی میرے ساتھ چلنا چاہتے ہو تو اس طرف کو آجاؤ"۔ اور یہ کہتے ہوئے وہ سڑک کے دوسری جانب کو مڑا اس جگہ تین چار سیڑھیاں چڑھکر ہم ایک طرح کے کھلے حاطہ میں پہنچ گئے جس کا نام ویسٹ مورلینڈ بلڈنگز معلوم ہوا جس کے بعد مسٹر لینیوز نے اپنی رفتار تیز کرتے ہوئے مجھ سے کہا "جوزف جب تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ ہم کو ان لوگوں میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ جو بیحد غریب ہیں۔

ادھر کوئی میرے عزیز مکان اب بالکل قریب ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ انیل ہیں دیکھکر ضرور خوش ہوگی یہ تمہاری بڑی مروت ہے کہ تم اس مصیبت میں ہمسے اس قدر ہمدردی کرتے ہو اور مجھے پھر بار بار ندامت ہوتی ہے کہ کیوں میں نے سابقہ موقعہ پر تم سے بدسلوکی کی ... بس ہاں اس طرف"۔

ہم ان عمارات کے آخری سرے تک پہنچ چکے تھے جن کا نام وسٹ مورلینڈ بلڈنگز مشہور تھا اس سے آگے ایک تنگ گلی داہنی طرف کو جاتی تھی۔ اس میں داخل ہوکر ہم بائیں جانب کو مڑے اور اس سے تھوڑی دور آگے پھر ایک بار بائیں طرف کو مڑکر ایک اوراحاطہ کے محراب دار دروازہ کے پاس جا پہنچے جہاں دیوار کے ساتھ ایک چھوٹا سا سائن بورڈ لگا ہوا تھا۔ جس کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ اس جگہ کو ایلبین بلڈنگز کہتے ہیں یہاں پر جسقدر مکانات مجھکو نظر آئے بہت ادنے اور کثیف اور ان کے رہنے والے غریبی کا بدترین نمونہ تھے لیکن اس ادنے مقام پر چلتے ہوئے میرے جی میں اپنی سلامتی کے متعلق کسی طرح کا اندیشہ نہ تھا میری نگاہ عالم خیال میں انیل کی اس تصویر پر لگی ہوئی تھی کہ وہ ایک ایسے ہی تنگ اور گندے مکان میں سلائی کے کام پر جھکی ہوئی دن رات محنت کرتی ہے تاکہ اپنے والدین کے گذارہ لائق چند پیسے کما سکے اس کے چند لمحے بعد مسٹر لینوور داہنی طرف کے ایک مکان کے دروازہ پر ٹھہر گیا اور اس پر دو بار دستک دی ایک نہایت ادنے لباس کی بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا جس کے بارہ میں میں نے خیال کیا کہ وہ اس گھر کی مالکن ہوگی۔

"یہ لڑکا میرا بھانجا ہے" مسٹر لینوور نے ایک لحظہ اس عورت کے پاس ٹھہر کر آہستگی سے کہا "بہت نیک لڑکا ہے اور اب اپنی ممانی اور ماموں زاد بہن سے ملنے آیا ہے آہ مسز ہارٹلے تم کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بدنصیب مسز لینوور کس قدر تکلیف و مصیبت سے زندگی کے دن پورے کرتی ہے اور کس طرح میری جوان لڑکی دن رات کی محنت سے اپنی صحت برباد کرنے پر مجبور ہے"۔

"ہاں صاحب مجھے اچھی طرح معلوم ہے" عورت نے آنچل کا ایک سرا آنکھوں سے لگاتے ہوئے افسوسناک لہجہ میں کہا۔

"آؤ جوزف" مسٹر لینوڈ نے آہ بھر کر کہا "جتنی شرم اس ادنیٰ مکان پر تم کو لاتے ہوئے محجکو ہوئی ہے اس کو میرا جی ہی بہتر جانتا ہے۔"

"خیر آپ اس کا ذکر جانے دیں" میں نے کسی قدر بیصبری کے ساتھ کہا کیونکہ اب میں جسقدر جلد ممکن ہو مکان کے اندر پہنچکر انیبل سے جوش محبت کے ساتھ بغلگیر ہونا چاہتا تھا اور ان لفظوں کے بعد جو اس کے باپ نے رستہ میں کہے تھے میں اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ مجھے اس سے ہم آغوش ہونے کا حق حاصل ہے۔

ہم آگے پیچھے چلتے ایک تنگ و تاریک زینہ پر چڑھے لیکن وہ اس جگہ بھی جہاں پہلی منزل کی سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں نہ ٹھہرا بلکہ اور آگے دوسری منزل پر چڑھنے لگا۔ مگر اس مقام کی طرف اس کے پیچھے جاتے ہوئے میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ کتنا بھاری صدمہ مسز لینوڈ اور انیبل کو گریٹ رسل سٹریٹ کے خوش نما آراستہ مکان سے اس تنگ و تاریک غار میں اٹھ آنے سے جس کی ہوا اتنی کثیف اور گرد و نواح کے حالات اس درجہ قابل نفرت تھے۔ پہنچا ہوگا۔

"اندر آؤ جوزف" مسٹر لینوڈ نے آگے بڑھکر ایک کمرہ کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا اور میں حالت جوش میں یہ سمجھے ہوئے کہ اندر قدم رکھتے ہی انیبل سے ہم آغوش ہو جاؤں گا۔ بے تحاشا اندر گھس گیا۔

مگر میرے کمرہ کی دہلیز میں قدم رکھنے کی دیر تھی کہ بدکردار کمبخت نے مجھے گردن سے پکڑ کر اس زور سے آگے کی طرف دھکیلا کہ میں منہ کے بل فرش زمین پر جا گرا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنی پشت پر کمرہ کا دروازہ پرشور آواز کے ساتھ بند ہوتا سنائی دیا!

باب ۔ ۴۱

خطرے

میں جھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی پہلا خیال جو دل میں پیدا ہوا یہ تھا کہ مجھے سخت دھوکا دیا گیا اور نہایت ادنیٰ فریب مجھ سے کھیلا گیا ہے ۔ غصہ ۔ جوش اور وحشت کی حالت میں میں چوٹوں کی پروا نہ کر کے اندھا دھند دروازہ کی طرف دوڑا لیکن معلوم ہوا کہ وہ باہر سے بند ہے ۔ کئی کئی طریقوں پر میں نے اسے کھولنے کی کوشش کی لیکن بیسود جتنی کہ آخر کار مایوس ہو کر میں نے اس سے سر ٹکرانا شروع کیا لیکن یہ ایک اس طرح کی احمقانہ حرکت تھی جس سے کسی طرح کا فائدہ ممکن نہ تھا چنانچہ دروازہ جوں کا توں بند رہا اور اس وقت دفعتہً خیال آیا کہ میں کتنا بیوقوف کتنا ناعاقبت اندیش اور بے سمجھ ثابت ہوا کہ بچوں کی طرح اس دیو سیرت کبڑے کی باتوں میں آ گیا میں نے یہ سوچکر بار بار اپنے جی کو ملامت کی کہ کیوں میں نے اس کی چکنی چپڑی باتوں پر یقین کیا ؟ اور کیوں اس کے دکھاوے کے آنسوؤں سے متاثر ہو کر یہ سوچا کہ اس کے مکر و فریب کی تہ گہری حقیقی تھی اور وہ اپنی سابقہ بدسلوکیوں پر واقعی سچے دل سے متاسف ہو چکا تھا میری یہ حالت میری اپنی زود یقینی کا نتیجہ تھی ! افسوس میری حماقت ! افسوس میری ناعاقبت اندیشی !

میں نے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی وہ ایک چھوٹا سا تنگ کمرہ تھا ۔ نہایت ادنیٰ سامان سے آراستہ یعنی وسط میں ایک چھوٹی سی گول میز ۔ کونے میں ایک معمولی چارپائی اطراف میں بکھری ہوئی پانچ چھ کرسیاں ۔ ایک طرف رکھا ہوا منہ ہاتھ دھونے کا برتن ۔ فرش پر بچھی ہوئی دری اور دیواروں میں لگی ہوئی کھونٹیوں پر مروانہ پوشش کی اس طرح کی چیزیں قمیص مشابہ پھٹی ہوئی پتلون ۔ پرانی واسکٹ ۔ ٹوٹی ہوئی ٹوپی بیلی قمیص اور بھاری بوٹوں کی ایک جوڑی کمرہ کے کونے میں پڑی تھی بہر حال صفائی یا آسائش کا اس کمرہ میں نشان تک نہ تھا اور میں مسٹر لینوڈر کے اس سفیہانہ طرز عمل کو نظر انداز کر کے بھی جو اس نے مجھے زیر حراست کرنے میں برتا تھا ایک لحظہ کیلئے

اس خیال کو دل میں جگہ نہ دے سکا کہ وہ یا اس کے گھر کے لوگ اس مکان میں رہتے ہیں بہت پریشانی کی حالت میں میں اس کمرہ کے اندر کھڑا تھا کہ دفعتاً ایک اور خیال دل میں پیدا ہوا یعنی دروازہ گو بند تھا تاہم اس کمرہ کے اندر جو کھڑکی موجود تھی اس کو کھول کر میں شور وغل کی مدد سے کسی راہ چلتے مسافر کو بآسانی آمادہ امداد کر سکتا تھا۔ اس امید کا سہارا لیکر میں دوڑ پڑا اس کھڑکی کی طرف مگر کیا کہوں کہ میری مایوسی کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ جب دیکھا کہ وہ مکان کے پچھواڑے ایک ایسے مقام پر کھلتی تھی جس کے اطراف میں آس پاس کے مکانوں کی اونچی دیواریں تھیں۔ پھر بھی اس خیال سے کہ گو میں نے اونچی آواز سے شور مچایا تو گرد و نواح کے رہنے والے اسے سن لینگے میں اس کھڑکی کو کھلا کر اس قسم کی کوشش کیا چاہتا تھا کہ دروازہ بڑے زور کے ساتھ کھلا اور آگے مسٹر لیوز اور اس کے پیچھے ٹامس نیڈی اور بلیک بیرڈ تینوں آدمی کمرہ میں داخل ہوئے!

سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ایک لحظہ ٹھہر کر چند الفاظ ان دو بدمعاشوں کے متعلق بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں نیڈی حسب معمول لاغر اور سکڑا ہوا اور نے قسم کے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا اس کی رنگت پہلے کی نسبت زیادہ سیاہ نظر آتی تھی۔ بگلے سپید بال زیادہ بلے ہو کر الجھے ہوئے گچھوں میں پس پشت کوٹ گلے کا پر لٹکے ہوئے تھے اور جب اس کی تنگ خاکستری آنکھیں میری آنکھوں سے چار ہوئیں۔ تو مجھے ان کی تہ میں شیطانی خبث و کینہ کے آثار نظر آئے۔ رہا بلیک بیرڈ تو اس کی صورت دن کی روشنی میں اس سے بہت زیادہ مکروہ اور شیطانی دکھائی دی جتنی مرٹل لاج کے اصطبل کے اندھیرے میں معلوم ہوئی تھی اس نے ایک ڈھیلی جرسی پہنی ہوئی تھی اور گلے میں سبز رنگ کا رومال تھا جس میں پیتل کے بٹن لگے ہوئے تھے۔ اس کی واسکٹ غیر معمول لمبی اور گلے میں باندھنے کے کپڑے کی رنگت جو کبھی نیلی تھی سپیدی مائل ہو کر چیتی دار بن چکی تھی۔ بظاہر اس نے اپنے آپ کو کسی اچھے خاندان کا سائیس ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی لیکن بحیثیت مجموعی اس کی صورت اور لباس سے یہ معلوم ہوتا تھا گو یا بیکاری کا مرض گھیرے ہوئے ہے جس کی حالت امتداد زمانہ سے بدتر ہو چکی ہو سر کے بال سیاہ چہرہ زرد

اور اس پر لاشاد بیگ کے داغ تھے۔ پھر اس کے علاوہ اس کی ٹھڈی پر کھونٹی دار سیاہ داڑھی تھی۔ (اور غالباً اسی کی وجہ سے اس کا نام بلیک بیرڈ مشہور تھا) اس وقت اس کی داڑھی کے ناتراشیدہ بال قریباً آدھا انچ لمبے ہو گئے تھے اور ان کی موجودگی اس کے چہرہ پر تندی اور خشونت کے آثار پیدا کرنے والی تھی۔

جس وقت یہ تینوں آدمی دفعتاً میرے کمرہ میں داخل ہوئے۔ تو میرے جی میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش میں بھی کوئی طاقت اور ہمت سے ان کا مقابلہ نہ کیا تو میری زندگی کی خیر نہیں۔ بایوسی کی بڑی طاقت سے نام لیکر میں اپنے آتشدان کی طرف گیا اور اس کے بعد لوہے کی دو سلاخیں دونو ہاتھوں میں لے کر دروازہ کے سوا جانا کسی طرح ان تینوں کے پاس سے گذر کر دروازہ سے باہر نکل جانے کی نیت سے میری کے ساتھ دوڑا لیکن دروازہ آن واحد میں بند کر دیا گیا اور ٹیڈی اور بل بلیک بیرڈ بھی جانوروں کی طرح میری طرف جھپٹے میں نے دونوں ہاتھوں سے ان دونو پر بڑے زور کے ساتھ وار کئے مگر چوٹ کھا کر ان کی تندی میں اور اضافہ ہوا حتیٰ کہ ایک لمحہ کے عرصہ میں انہوں نے لوہے کی دونو سلاخیں میرے ہاتھوں سے چھین لیں اور مجھے فرش زمین پر گرا دیا جس کے بعد ٹیڈی نے اپنا مضبوط استخوانی ہاتھ اس زور سے میری گردن پر رکھا کہ مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ کم از کم میرا خیال ہے کہ اس وقت میرے چہرہ کی رنگت سیاہ پڑ گئی ہوگی اس موقعہ پر خوفناک کبڑے نے میرے پہلو میں دو زانو ہو کر جیب سے رومال نکالا اور اسے خوب کس کر میرے منہ پر باندھ دیا تاکہ کسی طرح کی چیخ یا مدد کی آواز میرے منہ سے نہ نکلے اور ٹیڈی کمبخت نے اس وقت تک اپنا ہاتھ میری گردن سے نہیں ہٹایا جتنی دیر میں دشمن جان ماموں کی طرف سے منہ باندھنے کا کام مکمل پورا ہو گیا۔

بس اب یہ کسی طرح کا شور و غل نہ مچا سکے گا۔ اس کے بعد ٹیڈی نے کہا۔ بس آؤ اسے لے چلیں۔

اور جب اس کے بعد اس نے بلیک بیرڈ سے مکر کے سر و پا ؤں کی طرف سے اٹھایا۔ تو میں نے بڑے زور سے جد و جہد کرنی شروع کی اس پر بلیک بیرڈ نے کافی دیر تک ایک زور دار

گھونسا رسید کیا اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ اگر تو چپ نہ رہے گا۔ تو یاد رکھ میں یہ تیز چاقو تیرے سینہ میں گھونپ دوں گا۔ لیکن جب موت نظروں کے سامنے ہو تو اس طرح کی دھمکیوں کی کسے پروا ہو سکتی ہے؟ اسی طرح کے خوفناک اندیشے میرے جی میں پیدا ہو چکے تھے۔ اور میں سخت بدحواسی کے عالم میں پرزور جدوجہد کر رہا تھا۔ فی الحقیقت میں اپنی ننھی سی جان کو بچانے کی انتہائی جدوجہد کئے بغیر ضائع ہونے کو کیسے منظور نہ کر سکتا تھا کیونکہ یہ بات پوری طرح میرے ذہن نشین ہو چکی تھی کہ لیسٹر اور اس کے دو نوں خوفناک ساتھی مجھے ایسے مقام پر لے جانا چاہتے ہیں جہاں ان کا منشا مجھے ہلاک کر دینے کا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی میں نے اور زیادہ زور کے ساتھ جدوجہد شروع کی جس سے وہ رومال جو میرے منہ میں ٹھونسا ہوا تھا نکل گیا اور میں نے مدد کے لئے پرزور چیخ ماری۔ تب بدمعاش ہیکل لیسٹر نے ایک آہنی مکہ اس زور سے میرے سر کے پہلو میں مارا کہ میں بالکل بیہوش ہو گیا۔

رفتہ رفتہ جب مجھے ہوش آیا اور میرے ذہنی قوے جو صدمہ کی شدت سے عارضی طور پر معطل ہو گئے تھے۔ دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آنے شروع ہوئے تو میں نے معلوم کیا کہ گھپ اندھیرے میں نمناک زمین پر پڑا ہوں۔ تو بھی جس زور سے بل بلیک بیرڈ نے مکا مارا تھا اس کا اثر اب تک دوران سر کی صورت میں باقی تھا اور پہلا احساس جو آنکھ کھلنے کے بعد مجھ کو ہوا یہ تھا کہ میں نے حال میں کوئی خوفناک روح فرسا خواب دیکھا ہے اور اب رفتہ رفتہ اس کے اثرات سے نکل کر اصلی حالت میں آنے لگا ہوں۔ لیکن جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ ذہنی مغالطہ بہت عرصہ قائم نہ رہ سکا اور جلدی ہی مجھکو اصل حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سوچ آئی میں کہاں ہوں؟ بڑی مشکل سے اٹھا اور سیدھا ہو کر اس گھپ اندھیرے میں جو چاروں طرف چھایا ہوا تھا۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ تاریکی اتنی کثیف تھی جتنی مصر پر دیا نازل ہونے کے وقت چھائی تھی۔ بیچینی کی لہر میرے تمام ہوش و حواس کو اتھے پتھ کر معدوم کیا چاہتی ہے۔ اس وقت دفعتاً یہ خیال ... یہ ہیبت ناک، جگر پاش خیال میرے دل میں پیدا ہوا کہ یہ کوئی زمین دوز خانہ ہے اور وہ لوگ مجھے اس میں زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے ہیں۔ اس خیال کے آتے ہی سردی کی

لہر میری رگ رگ سے ہوتی ہوئی گذری اور شدت خوف سے مجھے اپنے خون کی گردش تھمتی معلوم ہوئی۔ کسی طرح اس جگہ کی وسعت کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے میں نے اپنے بازو اطراف میں پھیلائے۔ اور وہ دونوں طرف ناہموار مٹوس دیواروں سے لگ گئے۔ میں نے ادھر ادھر ٹٹول کر دیکھا۔ تو جلدی ہی اس حقیقت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہونا پڑا کہ صرف یہ کوئی تہ خانہ ہے۔ رہا یہ سوال کہ وہ کہاں ہے تو اس کا جواب دینے کے ناقابل ہوتے ہوئے بھی میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ خواہ وہ کسی غیر مستعمل عمارت کا زیریں حصہ ہے۔ یا کوئی دوسرا ہیبت ناک مقام۔ بہرحال یہ بات یقینی ہے کہ وہ سطح زمین سے بہت نیچے واقع ہے۔ کیونکہ سورج کی روشنی کا تو ذکر کیا۔ دن کے اجالے کی خفیف سی جھلک بھی اس کے اندر کسی طرف سے داخل نہ ہوتی تھی۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ممکن ہے اس وقت رات ہو۔ اور مجھ کو بیہوش پڑے کئی گھنٹے گذر گئے ہوں۔ خیر میں نے اس سوال پر غور کرنا شروع کیا اور جلدی ہی اس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ مجھے اس جگہ پڑے ہوئے بہت عرصہ نہیں گذرا۔ کئی باتیں اس خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اگر مجھے اسی نمناک زمین پر پڑے ہوئے بہت دیر گذری ہوتی۔ تو یقینی طور پر میرے اعضا سردی اور نمی کی وجہ سے اینٹھ گئے ہوتے حالانکہ فی الحال مجھ کو اپنے سر میں یا بدن کے باقی حصوں میں درد محسوس ہوتا تھا۔ جہاں تک میرے دماغ کو طاقت آزمائی کا موقعہ ملا تھا۔ پھر اس کے علاوہ اگر مجھے اس جگہ پڑے زیادہ عرصہ گذرا ہوتا تو بھوک سے ضعف جانی کا احساس شروع ہو جاتا۔ حالانکہ سر دست مجھے اس طرح کی بھی کوئی شکایت نہ تھی۔ دفعتاً ایک نیا خیال میرے دل میں پیدا ہوا یعنی ہر چند میرے لئے اس اندھیرے میں گھڑی کی سوئیاں دیکھنا ناممکن تھا۔ تاہم میں اس کا شیشہ کھوکر سوئیوں کی مقامیت سے وقت کا کچھ نہ کچھ اندازہ کر سکتا تھا لیکن جب میں نے جیب کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ گھڑی غائب ہے۔ دوسری جیبوں کو تلاش کیا تو وہ بٹوا بھی عدم موجود تھا جس میں میری ساری نقدی بندھی تھی۔ میں اب مفلس و محتاج تھا۔ ایک چھدام تک نہ رہا کہ جس کے پاس بانی نہ تھا۔

آہ۔ احمق! بسیار احمق! میں نے اپنے آپ کو کوستے ہوئے کہنا شروع کیا۔ میری اپنی زود اعتمادی اور ابلہ یقینی کی سزا تھی۔ نہ میں اس عیار گیڑے کی باتوں میں آتا۔ نہ یہ روز بد دیکھنا پڑتا۔ اور اس کے بعد جب میں بوڑھے اور گیڑی کے گم ہونے پر افسوس کر رہا تھا۔ تو ایک چھپی ہوئی آواز نے سینہ کے اندر سے کہنا شروع کیا کہ ناداں تو ان معمولی چیزوں کے لئے ناحق غم کرتا ہے جبکہ تیری اپنی زندگی خطرہ میں پڑی ہے۔ ورنہ کیا وجہ تھی۔ کہ وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں ڈالکر چلے جاتے؟ اس کے علاوہ کیا میں اس نتیجہ حقیقت سے واقف نہ تھا کہ ایک دفعہ پہلے بھی لینوور نے نیڈی کے ساتھ ملکر میرے قتل کی سازش کی تھی؟ محض اسی مقصد کو مدنظر رکھکر جب ان کے دلوں میں تھا وہ اب بھی مجھے ہلاک کرنے کی نیت سے ہی اس جگہ ڈال گئے ہوں۔ اس سلسلہ میں یہ بھی خیال آیا۔ کہ آخر کس لئے وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں؟ میں نے لینوور یا اس کے ساتھیوں کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ میری ہلاکت کی کوشش کر رہے ہیں؟ اس کے علاوہ میری بے حقیقت اور ناچیز ہستی کو کسی خاص اہمیت رکھتی ہے کہ وہ اپنی یا کسی دوسرے شخص کی راہ سے اس کی مزاحمت ہٹانے کے لئے اس خانہ کے درپے ہیں اور پھر میری زندگی اس عہد شباب میں مجھے کتنی عزیز تھی! میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔ میں اینیل ... پیاری اینیل کے لئے زندہ رہنا چاہتا تھا! افسوس کیا اب میں اسی جگہ پڑا پڑا مر جاؤں گا؟ کیا مجھے پھر اس کی صورت دیکھنی نصیب نہ ہوگی؟

لیکن نہیں میں اپنے اس وقت کے خیالات کی تفصیل میں داخل ہونا نہیں چاہتا کیونکہ اس خوفناک تہ خانہ میں ہوش آنے کے بعد ایک گھنٹہ کے اندر اندر رستے بے ترتیب اور متنوع خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے کہ اگر میں ان سب کا ذکر کرنے بیٹھوں۔ تو اس کیلئے دفتر درکار ہوں۔ کچھ عرصہ خیالات کا یہ دور شدت کے ساتھ قائم رہا لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ کم ہونے لگا۔ جوش کی وہ حالت جس نے اسے برقرار رکھا ہوا تھا آخر کار ختم ہوگئی اور اس کے بعد ایک گہرا سکون مجھ پر طاری ہونے لگا۔ اب میرے خیالات زیادہ منضبط

اور مربوط صورت اختیار کرنے لگے میں نے سوچا کہ اگر اس شخص نیتو دراور اس کے ساتھیوں کا منشا واقعی مجھکو ہلاک کرنا ہوتا تو جس طرح ان لوگوں نے مجھے مکمل طور پر بیہوش کیا تھا۔ اسطرح وہ بے ہوشی میں میری زندگی کا خاتمہ کر سکتے تھے۔ اس صورت میں انہیں مجھکو بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر اس جگہ لانے کی کیا حاجت تھی؟ کس لئے وہ مجھے اس حالت میں چھوڑ کر چلے جاتے جبکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ہوش میں آنے کے بعد میری طرف سے اس شخص کا جو مجھے ہلاک کرنے اس جگہ لائے۔ کچھ نہ کچھ مقابلہ ضرور ہوگا۔ جتنا زیادہ میں نے اس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچا اتنا ہی زیادہ یقین کے ساتھ مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہونا پڑا کہ وہ حقیقت وہ لوگ میری جان نہیں چاہتے۔ بلکہ وہ کوئی اور ہی مقصد ہے جس کے لئے یہ سب کارروائیاں عمل میں لائی جا رہی ہیں لیکن اس کے بعد پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ وہ مقصد کیا ہے کیا میری دائمی حراست؟ آہ اگر وہ لوگ مجھے اس خوفناک تہ خانہ میں بند رکھنے کا ہی ارادہ رکھتے تھے تو موت ایسی زندگی پر ہزار درجے قابل ترجیح تھی کیونکہ اس کی تکلیف عارضی تھی اور اس خوفناک قید کی صعوبتیں دائمی۔ اس صورت میں خواہ ان لوگوں کا ارادہ میری جان لینے کا ہو یا نہ ہو میرے لئے زندہ رہنا محال و ناممکن تھا یقینی طور پر موت جلدی ہی میرے بارہ میں ان لوگوں کی فکر و تشویش کا خاتمہ کر دے گی۔

اس خیال کے پیدا ہوتے ہی کہ وہ شائد مجھے اسی تہ خانہ میں بند رکھنا چاہتے ہیں۔ اور میں کبھی اس سے دمدہ ٹکلکردن کی روشنی نہ دیکھ سکوں گا میری ذہنی اذیتیں از سر نو تازہ ہو گئیں اور میں نے چیختی ہوئی پرشور آواز میں اپنے دشمنوں سے رحم اور سننے والوں سے امداد کی درخواست کرنی شروع کی۔ تھوڑی دیر یہ سلسلہ جاری رہا مگر اس کے بعد یہ ہیبتناک خیال دل میں جاگزین ہونے لگا کہ تہ خانہ کی دیواریں اتنی ٹھوس اور مضبوط ہیں کہ ان کی راہ سے کوئی آواز باہر نہیں جا سکتی اور وہ میری اپنی ہی آواز کی گونج ہے۔ جو اس چار دیواری سے ٹکرا کر پھر میرے کانوں میں آجاتی ہے۔ جلدی ہی اپنی بے سود کوششوں سے تھک کر میں پھر اسی

نمناک زمین پر گر پڑا اور مایوسی نے میری تمام کوششوں کا خاتمہ کر دیا۔

وقت گذرتا گیا۔ میں نہیں جانتا میرے ہوش میں آنے کے بعد کتنا عرصہ گذرا تھا۔ بہرحال دفعتاً ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے دروازہ کے باہر قدم رکھا ہے کنجی ڈالکر گھمانی شروع کی ہے میں چونک کر اٹھا اور اس کے ساتھ ہی پر وحشت امید اور پر خوف دہشت سے میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ امید اس بات کی تھی کہ شاید کوئی مجھ کو رہا کرنے کے لئے آیا ہے اور دہشت اس بات کی کہ ممکن ہے میری ہلاکت کا وقت قریب آگیا ہو۔ اتنے میں بھاری دروازہ آہستگی کے ساتھ کھلا اور جب اس کے بعد جلتی ہوئی موم بتی کی پھیکی روشنی چاروں طرف پھیلی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہی بوڑھی عورت جسے لینیورنے مسز مارشلے کے نام سے مخاطب کیا تھا آگے اور ٹینڈی اور بل بلیک میرے ڈونواس کے پیچھے کھڑے ہیں۔ عورت کے ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی شمع اور دوسرے ہاتھ میں ایک پلیٹ تھی جس پر روٹی اور سور کے گوشت کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ دروازہ کھولتے ہی اس نے کہا "یہ میں تمہارے کھانے کو لائی ہوں"۔

افسوس! یہ وہ عورت تھی جس نے میری آمد پر مسٹر لینیور کی زبانی اس کی بی بی اور بچی کی مصیبتوں کا حال سن کے آنکھیں پونچھنے کا بہانہ کیا تھا... بہرحال میں نے اس کے قدموں میں دوزانو ہو کر اس سے اپنی رہائی کے بارہ میں التجا کرنی شروع کی اور جس طرح ان وحشی رحم شیطانوں سے ہو سکا اس کی خوشامد کے لئے ساتھ ساتھ آئے تھے۔ رہائی کی درخواست کیں۔ مگر میری درخواست اور التجائیں بیسود تھیں۔ عورت نے کھانے کی پلیٹ اور پانی کی ایک ٹھیلیا فرش زمین پر رکھدی۔ دروازہ بند کر دیا گیا۔ اور جب کنجی کے قفل میں گھسنے کی آواز سنائی دینی بند ہو گئی۔ تو اس خوفناک خاموشی میں جو پھر ایک بار چھا گئی وہ میری اپنی ہی سسکیوں کی آواز تھی جو بڑی دیر تک رک رک کر میرے گلے سے نکلتی سنائی دیتی رہی۔

لیکن رفتہ رفتہ میں پھر ایک بار رو دھو کر چپ ہو گیا اور پھر وہی گہرا سکوت مجھ پر طاری ہونا شروع ہوا۔ میں نے سوچا کہ درحقیقت وہ لوگ میری جان لینا نہیں چاہتے۔ کم از کم یہ

خیال تھا جس کو میں نے بڑی مضبوطی سے اپنے دل میں جگہ دینے کی کوشش کی شمع کی روشنی میں میں نے دیکھا تھا کہ وہ مقام جو میرے قبضہ خانہ کا کام دیتا تھا ایک تنگ گنبدی تہ خانہ ہے۔ اس مضطر باذ لگا میں جو میں نے چاروں طرف ڈالی تھی یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلو کی ایک دیوار میں ایک تنگ سلاخ دار دریچہ ہے جو غالباً کسی پاس کے تہ خانہ سے محض ہوا کی آمد و رفت کے لئے بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اب میں نے سوچنا شروع کیا کہ اگر کسی طرح اس دریچہ کو کھولا جا سکے تو گو شگاف تنگ ہے۔ تاہم جس طرح بھی ممکن ہو میں اس کی راہ سے گذر کر پاس والے کمرہ میں پہنچ جانے کی کوشش کروں ممکن ہے اس کمرہ کا دروازہ کھلا ہو اور میرے لئے اس کی راہ سے فرار ہونا ممکن ہو مفرار کا خیال آتے ہی ایک نئی طرح کا جوش جس میں امید اور خوشی کا عنصر غالب تھا میرے دل میں پیدا ہو گیا میں نے پاس جا کر اس مقام کو ٹٹول کر دیکھا سلاخیں بے شک مضبوط تھیں تاہم ان میں زنگ لگا ہوا تھا۔ پھر جب میں نے احتیاط سے ان پر ہاتھ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بڑی پختگی سے جمی ہوئی ہیں تو بھی میں نے ان کو اکھاڑنے کی کوشش کی۔ دو زور دیوار کے ساتھ لگا کر میں نے ان سلاخوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا میں نے پوری طاقت سے زور لگایا۔ مگر بے سود۔ ان سلاخوں کو اکھاڑنے کے لئے میری ناچیز کوشش اتنی ہی بے حقیقت تھی۔ جیسے اس عمارت کو اپنے ناخنوں سے کھرچنے کی کوشش۔ تھک ہار کر میں پھر ایکبار گیلی زمین پر لیٹ گیا۔

کئی گھنٹے گذر گئے اور اب رفتہ رفتہ مجھکو بھوک کا احساس ہونا شروع ہوا اس کے باوجود طبیعت کھانے پر مائل نہ تھی۔ اس خوراک کے خیال سے ہی جو میرے لئے رکھی گئی تھی استکراہ ہوتا تھا۔ پھر ایک بار میں نے حال کے ہر ایک واقعہ پر غور کرنا شروع کیا۔ تاکہ اس ذریعہ سے اگر ممکن ہو تو میں اس بارہ میں کوئی نتیجہ اخذ کر سکوں کہ ان لوگوں نے میری نسبت کیا ارادہ کیا ہے لاتعداد قیاسات کو میں نے اپنے دل میں جگہ دی مگر ان میں ایک بھی ایسا نہ تھا۔ جسے فیصلہ کن سمجھا جا سکتا بارہا ایسا ہوتا کہ مجھے اپنے دماغ میں چکر آتے معلوم ہوتے۔ بہرحال ایک بات یقینی معلوم ہوئی یعنی یہ کہ وہ سب داستانیں جو مسٹر لیتوریر نے انقلاب زمانہ اور اپنی مصیبت

اور پریشانی کے بارہ میں مجھ سے بیان کیں فرضی اختراعات تھیں جن سے وہ میرے دل میں بدگمانی پیدا کر کے کسی طرح مجھکو اس مکان تک لے آنا چاہتا تھا جہاں اس کو معلوم تھا کہ اس کے کالے ان خوفناک تجویزوں کو جو اس نے پہلے سے سوچ رکھی تھیں عمل میں لانے کے لئے آمادہ و تیار ہیں۔ پھر جب مجھے یاد آیا کہ اپنی بیٹی اینبل کا ذکر کرتے ہوئے اس نے کس طرح کی نظروں سے میری طرف دیکھا تھا۔ تو مجھکو یقین ہو گیا کہ وہ اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا مجھ کو واقعی اس کی بیٹی سے عشق ہے اور اس کے بعد یہ معلوم کر کے کہ میں درحقیقت اس کو چاہتا ہوں اس نے اپنی گفتگو کو ایسے طریق پر جاری رکھا کہ میں بآسانی اس کی باتوں میں آگیا۔ اس کے علاوہ اب یہ بھی مجھے یاد آیا کہ اس نے عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے یعنی اس کی صورت سے کسی طرح کے آثار افلاس ظاہر نہ ہوتے تھے۔ اگرچہ بدقسمتی سے اس وقت حالت جوش میں میں ان تفصیلی باتوں کی طرف پوری توجہ نہ دے سکا تھا لیکن میں یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا کہ افلاس و مصیبت کی جو داستان اس نے مجھ سے بیان کی وہ محض شرارت اور دروغ کا پلندہ تھی چنانچہ اس وقت بھی جب میں سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور اپنے مستقبل کے بارہ میں بے یقینی کی حالت میں پڑا تھا۔ میرے جی کو یہ سوچکر اطمینان حاصل ہوا کہ اینبل اور اس کی ماں درحقیقت مفلسی اور غریبی کا شکار نہیں ہیں۔

مسز ہارلے اور اس کے دو نو بد معاش ساتھیوں کی آمد اور واپسی کے بعد کئی گھنٹے گذر چکے تھے کہ پھر ایک بار اسی طرح دروازہ کھلا اور وہ تینوں نمودار ہوئے۔ البتہ اب کی دفعہ پہلے کی نسبت یہ اضافہ اور ہوا کہ عورت نے کھانے کے علاوہ دو کمبل میری طرف پھینک دیئے۔ اور یہ کہکر رخصت ہونے کے لئے پیچھے مڑی کہ ان کی مدد سے تم رات کو بآرام سو سکو گے پھر ایک بار میں نے اس سے رحم کی درخواست کرنی شروع کیں لیکن بے فائدہ۔ اس کے پتھر دل پر میری التجاؤں کا ذرا اثر نہ ہوتا تھا البتہ تیزی سے تھوڑی دیر پھر پھر پاتی رہنے کے بعد اس نے اتنی رعایت اور دی کہ جلتی ہوئی موم بتی میرے پاس چھوڑ گئی۔ رخصت ہونے سے

پیٹ بلیک بیرڈ نے وحشیانہ انداز سے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ چوہے پاس نہ آئیں گے" چوہوں کا ذکر آنے سے مجھے اپنا خون سرد ہوتا معلوم ہوا اور میں نے شکریہ کے ساتھ موم بتی قبول کی۔ اس کے بعد دروازہ بند ہوا اور میں پھر ایک بار تنہا رہ گیا۔

اب مجھے روٹی کے چند ٹکڑے زہر مار کرنے پر مجبور ہونا پڑا اور چونکہ ذہنی اور جسمانی طور پر تھکا ماندہ تھا اس لئے کھانے سے فارغ ہو کر کمبل اوڑھ لیٹے اور سونے کی فکر کرنے لگا۔ میں نے اندازہ سے معلوم کیا کہ شمع غالباً پانچ گھنٹے جلے گی۔ کیونکہ جلتی ہوئی موم بتی کے علاوہ ایک ٹکڑا اور بھی شمع دان میں رکھا تھا۔ اور میں یہ چاہتا تھا کہ جس قدر نیند یعنی ہے اس روشنی کی موجودگی میں لے لوں۔ کیونکہ بلیک بیرڈ کے بیان کردہ چوہوں کی دہشت سے میرے لئے اندھیرے میں آنکھ بند کرنا عملی طور پر ناممکن تھا جلدی ہی میری آنکھ لگ گئی اور خیال ہے کہ میں کئی گھنٹے سوتا رہا۔ کیونکہ جب میری آنکھ کھلی تو شمع آخری جھکولے لے رہی تھی۔ میں نے بجھتے ہوئے شعلہ کی روشنی سے دوسری موم بتی روشن کی۔ چونکہ تھکن کا احساس اب بھی باقی تھا اس لئے پھر ایک بار سونے کے لئے لیٹ گیا۔ جب دوسری بار آنکھ کھلی۔ تو موم بتی کا دوسرا ٹکڑا بھی بجھنے کے قریب تھا۔ اس کے بعد میں نے سونے کا خیال دل سے نکال دیا اور حقیقت میں اب مجھے نیند کی خواہش بھی نہیں تھی کیونکہ میرا بہت سا ضعف زائل ہو چکا تھا البتہ ذہنی حالت ... اگر ممکن سمجھا جا سکے۔ تو پہلے سے بھی بدتر تھی۔ کیونکہ آنکھ کھلتے ہی پھر ایک بار خوفناک دہشت انگیز خیالات دل میں پیدا ہونے شروع ہو گئے۔

بڑی دیر کے بعد جب تھکن بیدار ہوئے کم از کم تین گھنٹے گذر گئے تھے۔ مسز ہارنے پھر ایک بار نمودار ہوئی۔ لیکن اب کی بار صرف ایک آدمی ٹہلتا ہوا اس کے ہمراہ تھا۔ گو از روئے احتیاط اس نے پستول کی نالی اس بڑھیا کے شانہ کے اوپر سے میری طرف بڑھا رکھی تھی۔ یہ حالت دیکھ کر میرے دل کو سخت دہشت ہونے لگی۔ میں خوف کی چیخ مار کر پیچھے ہٹا اور تہ خانہ کے دور افتادہ کونے میں فرش زمین پر دوزانو ہو کر رحم کی التجا کرنے لگا۔

"نادان بچوں جیسی حرکت ہے" ٹیڈی نے میری یہ حالت دیکھ کر کہا۔ "میں تجھکو ہلاک کرنے نہیں آیا یہ پستول محض اس لئے میرے پاس ہے کہ تجھکو معلوم ہو جائے اگر تو نے کسی طرح کی ناشائستہ حرکت کی یا اچھی طرح پیش نہ آیا تو پھر اس کی گولی یقیناً تیرے سر میں داخل ہوگی ورنہ نہیں"

عورت نے میرے لئے کچھ اور کھانے کی چیزیں فرش زمین پر رکھدیں اور وہ شمع جو اس کے ہاتھ میں تھی۔ پھر ایکبار میرے پاس چھوڑنے کے لئے آمادہ ہو گئی میں نے دلی شکریہ کے ساتھ اس عنایت کو قبول کیا کیونکہ روشنی کی برکت کا صحیح اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں گھپ اندھیرے میں رہنے کا اتفاق ہوا ہو۔ اس کے بعد لگاتار کئی گھنٹے گذر گئے اور کوئی نیا واقعہ میری قید کی ہم آہنگی کو توڑنے والا پیش نہ آیا۔ بڑی دیر کے بعد جب سٹرابارٹ پھر میرے لئے کھانا لے کر آئی تو ٹیڈی بدستور اس کے ساتھ تھا۔ مگر شائد اس نے اس پہلی دھمکی کو ہی کافی موثر سمجھا تھا کیونکہ اب کی بار اس نے پستول کی نمائش کرنا ضروری خیال نہ کیا۔

ان کے چلے جانے کے بعد میں نے ایک نئی تجویز سوچنی شروع کی۔ جو شروع میں بالکل ناقابل عمل معلوم ہوتی تھی۔ تاہم رفتہ رفتہ قابل ہونے لگا کہ تھوڑی ہمت کر کے اس کو صورت عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ ممکن ہے اسکی وجہ یہ ہو کہ انتہائی مصیبت کی حالتوں میں انسان کا دماغ کسی نہایت مبہم تجویز کو بھی قابل عمل تصور کرنے لگتا ہے۔

بہرحال تجویز جو میں نے سوچی یہ تھی کہ اب کی بار جس وقت یہ عورت واپس آئیگی تو غالباً ٹیڈی اس کے ساتھ ہوگا کیونکہ کسی وجہ سے یہ فرض بلیک بیرڈ کے سپرد نہ کیا گیا تھا دروازہ کھلتے ہی میں بآسانی معلوم کر لوں گا کہ آیا ٹیڈی کے پاس اب بھی پستول ہے یا نہیں اگر وہ اس کے پاس نہ ہوا تو میں دوڑ کر باہر نکلنے کی کوشش کروں گا۔ عورت کو زور ایک طرف ہٹا دوں گا اور اس سے پہلے کہ ٹیڈی کچھ کر سکے ایک زوردار مکا رسید کر کے اسے بھی ایک طرف گرا دوں گا جس کے بعد میرے لئے فرار کا عمل بالکل سہل ہوگا۔

تجویز ہر چند عجیبانہ تھی۔ تاہم اپنی موجودہ خطرناک حالت کو دیکھتے ہوئے میں نے اس کو یہاں تک قابلِ آزمائش سمجھا کہ نتیجہ کی پروا نہ کر کے اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو گیا چنانچہ بڑی اُلجھن و تشویش کے ساتھ میں اس موقعہ کا انتظار کرنے لگا جب مسز ہارٹلے کو پھر ایک بار آنا تھا۔ انتظار کی یہ گھڑیاں جس قدر لمبی اور تکلیف دہ ثابت ہوئیں۔ اس کا حال بیان کرنا بیہودہ ہے گھنٹے سچ مچ بے سالوں کی صورت اختیار کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آخر کار وہ خوشگوار آواز جس کا مجھے اس قدر بے چینی سے انتظار تھا یعنی کنجی کے قفل میں گھومنے کی میرے کانوں میں آنی شروع ہوئی مگر خوشی کے اندر شبہ اب تک چل رہی تھی میں ذہنی اضطراب کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور دروازہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا کہ میرے لئے یہاں سے ہاں تک جست لگانا کس حد تک ممکن ہوگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور وہی عورت ایک ہاتھ میں جلتی ہوئی موم بتی اور دوسرے میں کھانے کی پلیٹ لئے نمودار ہوئی میں نے گردن اٹھا کر اس کے پس پشت دیکھا۔ لیکن ٹیڈی یا اس کا پستول کہیں نظر نہ آیا اس کے بعد ایک ثانیہ کے عرصہ میں یقیناً وہ ڈر کر اس کے پاس پہنچ جاتا اور اسے دھکا دیکر باہر نکل جانے کی کوشش کرتا لیکن دفعتاً اس نے دبی آواز سے کہا "چپ! خاموش! میں تمہاری دشمن نہیں دوست ہوں"

آہ! اس جملہ نے آن واحد میں کتنی عظیم تبدیلی میرے خیالات میں پیدا کر دی۔ یہ چند الفاظ میرے لئے پیام امید ثابت ہوئے اور بچاؤ کی صورت قریب دیکھکر میرا دل مارے خوشی کے زور زور سے دھڑکنے لگا۔

"چپ!" اس نے پھر ایک بار دبی آواز سے کہا۔ "وہ لوگ قریب ہیں۔ ایسا نہ ہو ہماری آواز سن لیں۔ غریب لڑکے تجھے تیری حالت پر بڑا رحم آتا ہے۔ اور مجھ سے جہاں تک ممکن تھا اس قید تنہائی میں تیری امداد بھی کرتی رہی ہوں۔ مجھکو ہدایت کی گئی تھی کہ فقط خشک روٹی اور پانی تم کو مہیا کروں لیکن میں اپنی طرف سے گوشت کا اضافہ کرتی رہی ہوں۔ پھر اس کے علاوہ ان کا حکم تھا کہ تم فرش زمین پر سویا کرو۔ لیکن میں نے تمہارے لئے نہ صرف کمبل مہیا کئے

بکر روشنی کا انتظام بھی کر دیا۔ تاہم خیر مصیبت کا زمانہ گزر گیا اب تم حوصلہ کرو۔ ایک یا دو گھنٹوں کے اندر میں چپ چاپ آکر دروازہ کھول دونگی اور اس وقت تم نے رخصت ہو جانا۔ اس وقت رات کے آٹھ بجے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دس سوا دس بجے تک میں ضرور تم کو رہا کر دوں گی۔"

خوشی کے آنسو بے اختیار میرے رخساروں پر بہنے لگے اور جوش کی ملی جلی تھرتھری بدن کے ہر حصہ میں بھر گئی۔ "اوہ!" میں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔۔۔"

"بس یہ وقت زیادہ باتیں کرنے کا نہیں ہے۔" مسز مارٹلے نے عنایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس وقت دفعتاً وہ خیالات جو میرے دل میں اس کے بارہ میں پیدا ہوئے تھے وہ بھی بدل گئے۔ "یہ لو میں تمہارے لئے شراب کا ایک گلاس لائی ہوں اسے پی لو کیونکہ اس سے تمہارا حوصلہ برقرار رہیگا۔"

اس نے وہ پلیٹ جس پر کھانے کی چیزیں اور ایک بڑا گلاس پورٹ وائن کا رکھا ہوا تھا میرے آگے کر دی۔ مجھے کھانے کی چاہ بالکل نہ تھی۔ البتہ گلاس ہاتھ میں لیکر میں ایک بار ہی اسے پی گیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کی منقطع دھندلی سی یاد باقی ہے۔ میرا خیال ہے کہ دروازہ بند ہونے کی آواز سنائی دی اور وہ عورت کھانے کی پلیٹ یا جلتی ہوئی شمع چھوڑے بغیر دروازہ بند کر کے چلی گئی۔ پھر ایسا معلوم ہوا گویا میرے دماغ میں تیز چکر آنے لگے ہیں۔ میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے۔ حسیات نے عجیب طرح کی الجھی ہوئی صورت اختیار کی۔ ہوش و حواس جواب دینے لگے۔ اور میں بے اختیاری کی سی حالت میں فرش زمین پر گر گیا۔

نہیں معلوم یہ حالت کتنا عرصہ قائم رہی لیکن جب اس کے بعد میں گرد و نواح کے حالات سے واقف ہونے کے قابل ہوا تو معلوم ہوتا تھا میں ایک بند گاڑی کے اندر بیٹھا ہوں۔ پختہ سڑک پر گھوڑوں کی ٹاپ سے ملی ہوئی پہیوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دیتی تھی۔ لیکن آوازیں اس قدر مبہم اور ملی جلی تھیں کہ معلوم ہوتا تھا میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں۔ رفتہ رفتہ یہ خیال میرے

ذہن میں پیدا ہونا شروع ہوا کہ میں اس گاڑی کے اندر اکیلا نہیں ہوں جس گدے پر میں پڑا تھا اس کے بالمقابل دو آدمی اور بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں ... کیونکہ میرے حواس اس وقت تک پوری طرح بجا نہ ہوئے تھے میں نے سر اٹھانے کی کوشش کی اور کسی حد تک کامیاب بھی ہوا۔ تاہم حالت ایسی تھی گویا کسی نے منوں بوجھ میرے سر پر ڈال رکھا ہو۔ اس کے ساتھ ہی درد کی تیز ٹیس کنپٹیوں کے پاس اٹھتی معلوم ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ اس طرح گردن اٹھانے کی کوشش کرتے ہوئے میں نے کسی قدر آنکھیں بھی کھولیں کیونکہ بازار کے لیمپوں کی روشنی جھلملاتی نظر آئی مگر اس کے فوراً بعد میری آنکھیں دوبارہ بند ہو گئیں۔ اور ایسا معلوم ہوا گویا کوئی نامعلوم بھاری بوجھ ان پر پڑا ہوا ہے۔ دوبارہ گدے سے سر لگنے کے بعد پھر مجھ پر کامل بیہوشی طاری ہو گئی۔ معلوم نہیں کب تک میں گاڑی میں پڑا رہا اور وہ کب یا کس مقام پر جا کر ٹھہری بہرحال دوسرا واقعہ جو مجھکو یاد ہے یہ تھا کہ دو آدمی مجھکو ہاتھوں پر اٹھائے چل رہے تھے۔ اس وقت رفتہ رفتہ میرے منتشر حواس نے پھر اکیلا رکیجا ہونا شروع کیا خیال ہے کہ میں نے آنکھیں بھی کھولیں اور دیکھا کہ میرے اردگرد روشنی کا نشان تک نہ تھا۔ چاروں طرف گھپ اندھیرا چھایا ہوا اور تازہ اور سرد ہوا چل رہی تھی۔ اس تاریکی میں اندھوں کی طرح یہ بھی میں نے دیکھا کہ وہ دو آدمی جنہوں نے مجھے اٹھایا تھا نیلی اور بل بلیک بیرڈ تھے لیکن بیداری کی یہ حالت بہت عرصہ تک قائم نہ رہی کیونکہ دفعتاً ایک تیسرے آدمی نے جس کی صورت دیکھتے ہی میں نے معلوم کیا کہ میرا نام نہاد ماموں شیطان سیرت کبڑا تھا آگے بڑھکر تل کی قسم سے کوئی چیز زبردستی میرے منہ کے ساتھ لگا دی۔ اور کوئی تیز ذائقہ کی سیال شے مجھے اپنے حلق میں داخل ہوتی معلوم ہوئی۔ اس کے بعد میرے حواس پھر جواب دے گئے۔

رفتہ رفتہ ہوش آیا اور ... اُف ... میں بیان نہیں کر سکتا کہ میری بیداری کا یہ عمل کتنا سست اور کس قدر موجب تکلیف تھا ... تو ایک عجیب اور بعید از فہم احساس مجھکو ہونا شروع ہوا ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا بارہ مقام جس میں میں لیٹا ہوں اور جس کی صحیح کیفیت نہ مجھکو معلوم تھی اور نہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نظر آتا تھا۔ بڑے زور کے ساتھ اوپر نیچے دائیں بائیں حرکت کر رہی ہے۔ پہلے

میں نے سوچا کہ شاید یہ میرے ذہنی فتور کا نتیجہ ہے۔ ورنہ اس طرح کی حرکت کوئی معنے نہیں رکھتی۔ چنانچہ جمع خیالات کی نیت سے میں چند منٹ چپ چاپ اور بے حرکت اپنے بدن کا کوئی حصہ ہلائے بغیر بیٹھا رہا۔ اور اس ذریعہ سے میں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا اس حرکت کا کوئی حقیقی وجود ہے یا نہیں۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی کہ اپنے بازو یا بدن کے کسی اور حصہ کو ادھر ادھر حرکت دے سکتا۔ میری بے ہوشی کے اثرات کو بتدریج زائل ہو رہے تھے۔ تاہم تو نے اب بھی نیم مردہ تھے۔ اور احساس واضح اور تیز ہونے کی بجائے مدہم اور سست تھا۔ ان حالات میں جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ میری قوت فیصلہ اتنی کمزور تھی کہ بڑی دیر تک میں یہ معلوم کرنے سے قاصر رہا کہ میں کس جگہ لیٹا ہوں اور یہ حرکت کیا معنی رکھتی ہے۔ لیکن دفعتاً ایک جھٹکا پہلے کی نسبت بہت تیز محسوس ہوا اور اس کے ساتھ ہی بے اختیاری کی حالت میں دونو بازو اس طرح اٹھ گئے۔ گویا وہ کسی چیز کا سہارا لینا چاہتے تھے۔ اس وقت یہ ہولناک حقیقت واضح ہوئی کہ میرے سر سے قریباً ایک فٹ کی بلندی پر چوبی تختہ لگا ہوا تھا! ہولناک۔ بھیانک خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے اور جب اس کے بعد میں نے چاروں طرف ہاتھ ملا کر دیکھا تو میری ہیبت نے یہ جان کر اور ترقی کی کہ میں چاروں طرف چوبی تختوں سے گھرا ہوا ہوں۔ دائیں بائیں نیچے اور اوپر اور میروں کے قریب ہر طرف چوبی تختے تھے۔ راہم خدا! کیا یہ میرا تابوت تھا؟ اور کیا وہ لوگ مجھے زندہ دفن کر کے رخصت ہو گئے تھے؟

اس ہوش ربا دہشت ناک خیال کے پیدا ہوتے ہی سردی کی تیز لہر مجھے اپنے بدن کے ہر حصہ میں پھرتی معلوم ہوئی۔ اور میری روح بدن کے اندر سکڑ گئی۔ میری آنکھیں ابتک بند تھیں۔ اب میں نے بدقت انہیں کھولا اور اس وقت مدہم روشنی کا حلقہ ان کے سامنے حرکت کرتا نظر آیا۔ وہ ایک عجیب طرح کی دھندلی روشنی تھی جو کبھی آگے پیچھے ہلتی اور کبھی دائرہ کی صورت میں گھومتی تھی جس سے مجھے اپنے دماغ کے گرداب عظیم میں پھنسا ہوا ہونے کا احساس ہوتا تھا۔ پہلے میں نے سوچا کہ شاید یہ روشنی بھی نظری دھوکا ہے۔ اس کے

ساتھ ہی ان پراسرار شکلوں کی یاد نے جنکے بارہ میں میں نے پڑھا تھا کہ قبرستانوں میں یا لاشوں کے آس پاس دیکھے جاتے ہیں۔ ہیبت ناک اندیشے میرے دل میں پیدا کر دیئے۔ میری روح اب تک سراسیمہ تھی اور دماغ پر وحشت اضطراب کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اتنے میں کراہٹ کی دبی ہوئی آواز ایک میرے کانوں میں آنی شروع ہوئیں اور اس سے اور زیادہ خوف میرے دل کو ہونے لگا۔ لیکن رفتہ رفتہ بیداری کے ساتھ میری قوت استدلال تازہ ہونی شروع ہوئی اور بڑی آہستگی کے ساتھ خوفناک اندیشے ایک ایک کرکے میرے دل سے زائل ہونے لگے۔ لیکن جب اس کے بعد میں یہ سمجھنے اور جاننے کے قابل ہوا کہ میں کہاں ہوں۔ تو نئی طرح کے خطرے پہلے سے کم وحشت انگیز تاہم اتنے ہی پرخوف پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ یعنی اب مجھکو معلوم ہوا کہ میں تابوت میں بند نہیں ہوں نہ یہ روشنی ہیولانی ہے اور نہ کراہٹ سے ملتی ہوئی آوازیں کسی لاش کی حرکت سے پیدا ہوتی ہیں۔ دراصل میں ایک جہاز پر سوار تھا یعنی جہاز کے نچلے درجہ کی تنگ کیبن کے ایک تختہ پر لیٹا ہوا وہ روشنی اس کی چھت سے لٹکی ہوئی لالٹین کی تھی جو جہاز کی حرکت کے ساتھ ہلتی تھی اور میرے قریب کسی دوسری نشست پر لیٹا ہوا کوئی آدمی دہشت یا بیماری کی وجہ سے کراہتا تھا۔ اس طرح ایک حد تک تو میرے دل کو اطمینان ہو گیا۔ تاہم ایک اور پہلو سے ناقابل بیان اندیشے میری روح کو اور زیادہ پریشان کرنے لگے۔ کیونکہ اب سوال پیدا ہوئی کہ کیوں مجھے اس جہاز پر لادا گیا ہے کس نے ایسا کیا ہے؟ میں دنیا کے کس حصہ کی طرف جا رہا ہوں؟ اور راستہ میں اور اس کے بعد مجھ سے کیا سلوک ہونے والا ہے؟

اپنی فکروں میں پڑا تھا کہ معلوم ہوا۔ موسم بے حد طوفانی ہے۔ ہوا پرشور آوازوں سے چیختی اور بین کرتی ہوئی چلتی تھی۔ صحن جہاز پر موجوں کے سمسنانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں اور جہاز اس بدنصیب روح کی مانند جو عذاب دوزخ برداشت کرنے پر مجبور ہو۔ ادھر نیچے دائیں بائیں زور دار حرکت کر رہا تھا۔ ہوا کے شور سے ملی ہوئی کچھ اور بھی آوازیں سنائی دیتی تھیں یعنی لکڑیوں کے چرچرانے اور تختوں کے اس زور سے دبنے کی آوازیں گویا پانی کا جوش

تلاطم عنقریب ان چیزوں کو توڑ پھوڑ کر ہر سب کو بحر مواج کی تہ میں غرقاب کر دے گا۔ کئی کئی طرح کے سوالات میرے جی میں پیدا ہو رہے تھے اور میں چاہتا تھا کسی سے پوچھوں یہ کونسا جہاز ہے؟ کتنا بڑا ہے اور اس طوفانی موسم کا کس حد تک مقابلہ کر سکتا ہے۔ نیز اس کی منزل مقصود کیا ہے؟ جس تختہ پر میں پڑا تھا۔ اس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کے (تاکہ ایسا نہ ہو جہاز کی تیز حرکت مجھے پیچھے گرا دے) میں نے ادھر ادھر دیکھا اور اس وقت معلوم ہوا کہ وہ ایک کافی وسیع کیبن ہے جس میں کم و بیش بارہ نشستیں ہیں اور ان میں سے بیشتر پر کی ہوئی ہیں۔ لیکن گو باہر تیز آندھی چل رہی تھی۔ تاہم کوٹھڑی میں حبس تھا۔ گرمی اتنی شدید تھی کہ دم گھٹا جاتا تھا۔ جہاز کے پر زور حرکت کی وجہ سے لاتعداد کپڑے ادھر ادھر بکھرے پڑے تھے۔ مگر میں نے دیکھا کہ میں اپنے معمولی پہننے کے کپڑوں میں لپٹا ہوا تھا۔ اس طرح ایک حد تک اصل حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں پھر وہیں لیٹ گیا اور حالات پر غور کرنے لگا۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ شراب جو ایلبین بلڈنگز کی اس سالخوردہ عیار نے ہمدردی کی نمائش کرتے ہوئے مجھ کو پینے کے لئے دی تھی۔ ضرور اس میں کسی نشہ آور دوا کی آمیزش تھی چنانچہ میری بیہوشی سے فائدہ اٹھا کر وہ لوگ مجھے گاڑی پر سوار کر کے سمندر کے گھاٹ پر لے گئے۔ جہاں بادخنک کے جھونکوں کا احساس مجھ کو اچھی طرح یاد تھا۔ اس کے بعد جب ان لوگوں نے دوسری بار مجھ کو ہوش میں آتے دیکھا تو کوئی ویسی ہی چیز دوبارہ میرے حلق میں داخل کر دی گئی اور کامل بیہوشی کی حالت میں وہ مجھے اس جہاز پر چھوڑ کر چلے گئے۔ لیکن یہ بات کہ مجھے اس جہاز پر سوار ہوئے کتنا عرصہ گذر چکا ہے اور میرے ہوش میں آنے کے وقت تک کتنے گھنٹے یا دن گذر چکے ہیں، پردہ راز میں چھپی ہوئی تھی۔ اس کی تہ تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ مجھ کو نظر نہ آتا تھا۔

میں اسی حالت میں پڑا ہوا جانتک ممکن تھا سابقہ حالات کی یاد تازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہ دو مسافروں کے ایک دوسرے سے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دی۔

"کیوں ٹام سٹ کیا حال ہے؟" ایک کسی دوسرے سے کہہ رہا تھا۔ "اور تم اس سفر کو

کس حد تک پسند کرتے ہو؟"

"پسند" دوسرے نے انداز حقارت سے کہا "اگر یہ چھ سات مہینے کا لمبا سفر انہی حالات میں بسر ہوتا ہے۔ تو پھر میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ کاش میں گھر سے باہر نہ نکلتا۔"

اُف میرے خدا! چھ سات مہینے کا لمبا سفر! ایک اس طرح کا سفر چوشاید ہم کو دنیا کے دوسرے سرے پر لے جانے والا ہو!

"اور کیوں بھلا اب ہم لوگ کس مقام کے پاس ہوں گے؟" ایک اور آدمی کی آواز اس تختے کے نیچے سے جس پر میں لیٹا ہوا تھا کہتے سنائی دی اور اس ہلکی تھرتھراہٹ سے جو اس آواز میں ملی ہوئی تھی میں نے معلوم کیا کہ وہ آدمی یا تو بیمار یا خوفزدہ تھا۔

"ہم اس وقت نارفوک فورلینڈ کے قریب ہوں گے۔" ایک اور آدمی نے اس کے جواب میں کہا "تقریباً ڈھائی گھنٹے گذرے جب اس ملاح نے آکر بیان کیا تھا کہ ہمارا جہاز نور کے پاس پہنچ چکا ہے۔ اور اس تیز آندھی کا مقابلہ کرتے ہوئے غالباً وہ فورلینڈ کے پاس ہی پہنچا ہوگا۔ اس کے علاوہ جہاز کی تیزی حرکت اس بات کا ثبوت ہے کہ ہم فورلینڈ کے پاس ہیں۔ کیونکہ اس جگہ جب کبھی تیز ہوا چلتی ہے تو سمندر میں ایسا ہی پر زور تلاطم شروع ہو جایا کرتا ہے۔"

"لیکن یہ تو بتاؤ فورلینڈ کس جگہ واقع ہے؟" ایک اور آدمی نے جس کی جغرافیائی معلومات محدود معلوم ہوتی تھیں پوچھا۔

"کیا فورلینڈ ... تم کو معلوم نہیں۔ فورلینڈ شمال مشرقی ساحل پر جزیرہ ھتینیٹ کا ایک آگے کو بڑھا ہوا مقام ہے یعنی مارگیٹ اور رامسگیٹ کے درمیان۔ یہیں سے گذر کر جہاز کھلے سمندر میں نکلا کرتا ہے۔"

"تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ ہمارا سفر بلیک وال سے اس جگہ تک کافی تیزی رفتار کے ساتھ طے ہوا۔" اس آدمی نے جو سب سے پہلے بولا تھا کہا۔ "دس بجے ہمارے جہاز نے لنگر اٹھایا تھا اور اب چونکہ صبح کے سات بجے ہیں اس لئے کم و بیش نو گھنٹوں کے عرصہ میں ہمارے جہاز نے

گویا ۹ میل فاصلہ طے کر لیا ہے

"اوہ کیا سات بج گئے!" ایک اور مسافر نے کراہتی ہوئی آواز سے کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ اٹھنے کا وقت ہو گیا۔ حالانکہ میں اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ مجھے تو اس ظالم سفر نے ابھی سے نیم جان کر رکھا ہے۔"

"تاہم تم کو چاہیے کچھ نہ کچھ کھانے کی کوشش کرو۔" دوسرے آدمی نے جواب دیا "کیوں مگر اس نوجوان کا حال بھی معلوم ہوا جسے سب سے آخر میں جہاز پر سوار کیا گیا تھا؟ اس وقت تو بے چارے کی حالت بے حد زار تھی۔"

"معلوم ہوتا ہے" ایک اور آدمی نے اس طرح کی دبی ہوئی آواز سے کہا گویا اس کو میری بیداری کا احتمال تھا "اس نے ضرورت سے بہت زیادہ شراب پی لی تھی مگر وہ غریب بھی کیا کرتا۔ ایک لمبے سفر پر روانہ ہونے کے وقت جیسا کہ نیو سائوتھ ویلز کا سفر ہے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں سے جدا ہونے میں سخت تکلیف ہوتی ہے اس کا ماموں . . . جسے تم نے دیکھا ہو گا عجیب صورت کا کبڑا آدمی تھا . . ." اور پھر دفعتاً "کیوں میاں لڑکے تم سمجھا گئے ہو؟"

میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ سوال مجھ سے پوچھا گیا ہے اور قریب تھا کہ میں اس کا جواب دیتا۔ لیکن دفعتاً خیال آیا کہ اگر میں بولا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ میں بیدار ہوں اور وہ گفتگو جو ان دونوں میں میری نسبت شروع ہوئی تھی پھر نہ رہے گی۔ حالانکہ صبیا ناظرین سمجھ سکتے ہیں وہ میرے لئے بیحد دلچسپ تھی اور میں اس سلسلہ کو آخر تک سننا چاہتا تھا۔ پس میں نے کچھ جواب نہ دیا اور چپ چاپ لیٹا رہا لیکن میرے کان ہر لحظہ ان کی گفتگو کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"معلوم ہوتا ہے۔ ابھی تک شراب کا اثر زائل نہیں ہوا" اس پہلے آدمی نے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اف میرے خدا جہاز کس زور سے ہلنے لگا ہے" اور عین محوں کے بے یقین میں گہری خاموشی چھا گئی جس میں تھوڑی دیر کے بعد صرف جہاز سے مسافروں کے کراہنے کی آواز سنائی دیتی تھی "بہر حال صبیا کے میں بیان کر رہا تھا۔" اس کے بعد اس آدمی نے سلسلہ تقریر جاری

کھلکھلا کہا" اس نوجوان کے ماموں کو غالباً اس سے بہت گہری محبت ہے۔ یاد ہوگا کس طرح اس نے رخصت ہونے سے پہلے ہمیں بار بار تاکید کی تھی کہ رستہ میں لڑکے کا پوری طرح خیال رکھنا کیونکہ اس کا دماغ چل گیا ہے اور یہ وہم کسی طرح اس کے جی میں بیٹھا ہوا ہے کہ اس کے نزدیکی رشتہ دار ہی اس کے دشمن ہیں۔"

"لیکن سنو تو" ایک اور مسافر کی آواز سنائی دی" اگر اس کے ماموں کو سچ مچ اس لڑکے سے محبت تھی اور یہ بھی اس کو معلوم تھا کہ اس کے دماغ میں کسی حد تک فتور ہے تو کیا یہ اس کا فرض نہ تھا کہ وہ اسے اتنی زیادہ مقدار میں شراب پینے سے روکتا؟"

"میرے خیال میں اس کی وجہ یہ ہوگی" پہلے آدمی نے کہا" کہ ماموں بیچارے کو معلوم نہ تھا کہ شراب اتنی تیز ہے۔ چنانچہ جب وہ اس کو جہاز پر چھوڑنے آیا تو اس نے اس بارہ میں چند الفاظ بھی کہے تھے... لیکن اُف میرے خدا کس زور کی آندھی چلتی ہے اور اس جگہ کیبن کے اندر کتنی سخت گرمی ہے۔ جو لوگ اونچے درجے کے مسافر ہیں۔ وہ تو بیشک مزے میں ہونگے مصیبت ہم غریبوں کے لئے ہے جنہیں ادنیٰ درجہ کی کوٹھڑیوں میں..."

فقرہ ناتمام ہی تھا کہ جہاز نے پھر ایک بار بڑے زور سے حرکت کی اور اب کی بار وہ اس طرح ڈانوا ڈول ہوا کہ میں ڈوگیا شائد وہ غرق ہونے لگا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ میں جس تختہ پر لیٹا ہوا تھا اس سے کود کر نیچے اتر آیا۔

"ارے کیا تم وہی لڑکے ہو؟" اس آدمی نے عجلدی سے کہا جس کے منہ سے آخری فقرہ نکلا تھا" معلوم ہوتا ہے جہاز کی حرکت نے تم کو چونکا دیا خیر اچھا ہوا تمہاری آنکھ کھل گئی اور اب یہ بتاؤ کیا اب بھی اس شراب کا نشہ اترا یا نہیں۔ جو تم نے روانہ ہونے کے وقت پی تھی؟"

"میں آپ لوگوں کی عنایت سے اب ہر طرح اچھا ہوں" میں نے عالم دہشت میں کیبن کے ایک حصہ کو زور سے پکڑتے ہوئے کہا مگر یہ عالم میری بدحواسی کا تھا کہ مجھے بالکل معلوم نہ ہو سکا کہ کیا الفاظ میرے منہ سے نکل رہے ہیں۔ جہاز کے ادھر ادھر ہلنے سے میرے لئے سیدھے کھڑا رہنا ہی مشکل تھا

"دراصل مجھکو درد سر کی شکایت تھی" میں نے سلسلہ جواب جاری رکھتے ہوئے کہا "مگر میں امید کرتا ہوں درد جلد رفع ہو جائیگی۔ کیا آپ لوگوں کی رائے میں میں اگر صحن جہاز پر چلا جاؤں تو کسی کو اعتراض تو نہ ہوگا؟"

"ہاں ہاں ضرور جاؤ" اس آدمی نے گنواروں کی طرح قہقہہ مار کر کہا "میرے خیال میں وہ تیز ہوا جو ہر چل رہی ہے۔ تمہارے حق میں ضرور مفید ہوگی۔ کیونکہ اگر کوئی چیز سیاہ روشنی کے درد کو رفع کر سکتی ہے تو وہ اس قسم کی تیز ہوا ہے۔"

میرے لئے کیبن کی گرمی اور کثیف ہوا ناقابل برداشت تھی۔ اور میں چاہتا تھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس جگہ سے باہر نکل جاؤں۔ میری حالت سچ مچ اس بدنصیب سے ملتی تھی۔ جسے زندگی میں ہی تابوت کے اندر بند کر دیا گیا ہو اس کے علاوہ ایک عجیب طرح کی الجھن میرے خیالات میں پیدا ہو رہی تھی اور میں جس قدر جلد ممکن ہو کپتان جہاز سے ملکر سارا حال اس کے روبرو بیان اور اس حقیقت کو واضح کر دینا چاہتا تھا کہ مجھکو میری مرضی کے برخلاف عالم بے ہوشی میں اس جہاز پر سوار کرایا گیا ہے۔ پس جس قدر جلدی ممکن ہو آپ مجھے خشکی پر پہنچا دیں۔ اس بے جوڑ گفتگو سے جو میں نے کیبن کے مسافروں سے شروع کی تھی۔ مجھے یہ حال معلوم ہو چکا تھا جس سے کام لیکر میرے ہمن حالی مسٹر لینوور نے میرے ساتھی مسافروں کو یہ سمجھایا تھا کہ اس بے ہوشی کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے خویش واقارب سے جدا ہوتے وقت بہت زیادہ شراب پی لی تھی۔ پھر اس کے علاوہ اس خیال سے کہ ہوش میں آنیکے بعد میں ضرور اپنے بارے میں صحیح حال ان لوگوں سے بیان کروں گا۔ اس نے یہ بھی ان سے کہدیا تھا کہ اس کے دماغ میں فتور ہے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ اس نے ان کو سمجھایا کہ یہ لڑکا اپنے رشتہ داروں کو دشمن خیال کرتا ہے۔ موجودہ حالت میں ان لوگوں کے روبرو سارا حال بیان کرکے میں اپنی غلط فہمی سے آگاہ کرنا چونکہ لاحاصل اور بے سود تھا اور اس کے علاوہ وہ چونکہ کسی طرح میری امداد بھی نہ کر سکتے تھے۔ اس لئے یہی بہتر معلوم ہوا کہ میں براہ راست کپتان جہاز سے ملوں اور ایسا کرنے میں ایک لمحہ کی بھی دیر نہ کروں۔

چنانچہ جب ایک سیڑھی پر چڑھکر وہ بیچ صحن جہاز تک پہنچا یہ اس جہاز کا درمیانی حصہ تھا اور گو اس جگہ بھی کسی حد تک گرمی تھی۔ تاہم جس درجہ میں ہم لوگ سفر کر رہے تھے۔ وہاں کی نسبت حالت بدرجہا بہتر معلوم ہوتی تھی۔ اس جگہ پہنچکر مجھکو پوری طرح معلوم ہوگیا کہ وہ ایک بہت بڑا جہاز ہے۔ جھکڑ کی تیز آواز اس جگہ بڑھتی ہوئی شدت کے ساتھ سنائی دیتی تھی۔ اس کے علاوہ جہاز کی چھتری پر موجوں کے گزرنے اور پھٹنے کی آوازیں بھی صاف طور پر کانوں میں آرہی تھیں۔ جن کے ساتھ ملی ہوئی رسوں کے کھڑکھڑانے اور ملاحوں کے ایک سے دوسرے مقام کی طرف جانے کی آوازیں بھی سنائی دیتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی ان کے منہ سے نکلی ہوئی آوازوں کا شور بہ تند کے شور سے ملا ہوا کانوں میں آرہا تھا۔ تھوڑی دیر میں اس مقام پر کھڑا ہوا حالات کی عجیب کیفیت کے زیر اثر ان ملی جلی آوازوں کو سنتا رہا اور اس حالت میں وہ جوش جو اس طرف آتے ہوئے میرے دماغ میں پیدا ہوا تھا کسی حد تک دب گیا۔ پھر یہ بھی میں نے سوچا کہ جس وقت میں پورے پورے حالات کپتان جہاز سے بیان کروں گا۔ تو خواہ مسٹر لینوور نے اسے کتنا ہی سمجھایا ہوگا اور اسے کتنی ہی بھاری رشوت دی گئی ہو یقینی طور پر وہ مجھکو خشکی پر اتارنے سے انکار نہ کرے گا۔ اس کے باوجود تھوڑی دیر کے بعد یہ سوال اور تازہ ہونے لگتا تھا کہ کس لئے خوفناک کبڑا یہ ساری بدسلوکیاں مجھ سے کر رہا ہے؟ کیوں وہ میری جان کے درپے ہوا اور کس نیت سے مجھکو کسی دور افتادہ مقام پر بھیج دینے کی کوشش کر رہا تھا؟ کئی جواب دل میں پیدا ہوتے تھے۔ مگر ان میں تسلی بخش ایک بھی نہیں تھا۔

اس عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر جب جہاز نسبتاً حالت سکون میں تھا گو اب بھی وہ کسی حد تک ایک طرف کو جھکا ہوا نظر آتا تھا۔ میں بڑی مشکل سے ایک درجہ اور اوپر چڑھا لیکن جس وقت چھتری تک پہنچا چاہتا تھا۔ تو ایک ملاح کی آواز جو غالباً نیچے اتر رہا تھا سخت لہجہ میں یہ کہتے سنائی دی "کیوں اس جگہ کیا لینے آئے ہو؟ یہاں پر تم سے ایک منٹ بھی سیدھا کھڑا نہ رہا جائے گا۔"

"لیکن میں کیا کروں نیچے میرا دم گھٹا جاتا تھا" میں نے بہت اونچی آواز میں کہا۔ کیونکہ ہوا کا زور اور موجوں کا شور رسوں اور بادبانوں کے کھڑکھڑانے سے مگر اس طرح کا ہنگامہ قیامت برپا

کر رہا تھا کہ آواز سنائی دینی مشکل تھی۔ اس کے علاوہ ان کپتان صاحب سے کچھ کہنا بھی چاہتا ہوں۔"

"تو خیر تمہاری مرضی جاؤ" ملاح نے جواب دیا "لیکن یاد رکھو سیدھے پاؤں تک پانی سے بھیگ جاؤ گے لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھ کو اوپر کے صحن جہاز پر کھینچ لیا۔

اس قدم پر ایک ایسا بھیانک اور اس کے ساتھ ہی ایسا اثر آمیز نظارہ مجھ کو دکھائی دیا جو مدت العمر رہے گا۔ ملاح نے مجھ کو اوپر کھینچ کر ایک زینے کی سلاخ کا سہارا دیدیا اور اس کے بعد خود انہی سیڑھیوں سے جن کی راہ سے میں اوپر چڑھا تھا۔ اتر کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ بلکہ جاتے وقت بیچ کا دروازہ جو سیڑھیوں کے اوپر لگا ہوا تھا اس کو بھی بند کر گیا۔ میں نے دیکھا وہ ایک بہت بڑا۔ بہت ہی بڑا جہاز تھا یعنی اتنا کہ جس کا مجھے خیال ہی نہ آسکتا تھا۔ اس کے تین مستول جیسے بڑے اور صرف چند بادبان کھلے تھے لیکن اس تیز آندھی کے سامنے جو سطح آبدہ متلاطم کرتی ہوئی چلتی تھی۔ وہ بھی بے اس نظر آتے تھے۔ رہ گئی سمندر کی حالت۔ تو میں نہیں جانتا کن لفظوں میں اس کو بیان کروں۔ اس سے پہلے میں نے بعض موقعوں پر اخباروں اور کتابوں میں پہاڑ کے برابر اونچی موجوں کا حال پڑھا تھا اور تب میں اس بیان کو مبالغہ آمیز سمجھا کرتا تھا۔ مگر آج اس نظارہ کو دیکھکر اس جملہ کی اصل حقیقت واضح ہو گئی۔ ان میں سے ہر ایک لہر کی چوٹی پر سپید رنگ کے جھاگ اس طرح موجود تھے۔ جیسے اونچے پہاڑوں پر جمی ہوئی برف کے تودے۔ فی الحقیقت اس متلاطم سمندر میں چلتا ہوا جہاز بعینہٖ اس حالت کا نقشہ پیش کرتا تھا۔ جو پانی کی ناقابل بیان مقدار کسی بہت بڑے کڑاہے میں کھولنے سے ہوا اور ایک نہایت چھوٹی سی چیز اس کھولتے پانی کی سطح پر موجود ہو میں نے داہنی طرف دیکھا وہاں سے خشکی قریب تھی۔ لیکن بائیں جانب کنارہ جہاز کی سیدھ میں خشک زمین کا مدنگاہ تک کہیں نشان ہی نظر نہ آتا تھا بہت چوڑا سمندر ہر طرف پھیلا ہوا اور اس کا پانی جوش طوفان سے غیر معمولی اونچائی تک اٹھتا دکھائی دیتا تھا۔ جہاز کے ملاح ہر طرف بھاگ دوڑ رہے تھے اور ان کی حالت دیکھکر پہلے میرے اندیشوں نے اس خیال سے ترقی بھی کی۔ کہ شائد اس جہاز کو خطرہ عظیم درپیش ہے۔ اور یہ لوگ اسی کا مقابلہ کرنیکی تیاری کر رہے ہیں۔

لیکن جس وقت میں مستول کے نیچے پہنچے تو یہ کہ ایک ہاتھ سے مضبوط پکڑے کھڑا تھا اور اس نظارہ عجیب کو جو چاروں طرف پیش آرہا تھا حیرت خوف دہشت اور سراسیمگی کی نظروں سے دیکھتا تھا۔ تو رفتہ رفتہ یہ یقین میرے دل میں جاگزین ہونا شروع ہوا کہ وہ سب ملاح مطمئن اور لاپروا تھے۔ ان کا دھیان سب سے زیادہ اپنے فرض کی انجام دہی پر لگا ہوا تھا جس کو وہ گہری توجہ اور انہماک کے ساتھ کرتے تھے۔ ان کا کوئی فعل ایسا نہ تھا جس سے پایا جاتا کہ وہ خطرہ کی موجودگی سے واقف ہیں زبان کی حالت ان آدمیوں سے ملتی تھی۔ جو جانتے ہوں کہ موت ہر لحظہ ان کے سروں پر منڈلا رہی ہے اور نہیں معلوم کونسا لمحہ ان کی زندگی کا آخری لمحہ ثابت ہو۔ اتنے میں ایک دھنی۔ پر رعب آواز کوئی نیا حکم صادر کرنے کی سنائی دی جس کا جواب چھ سات ملاحوں نے یکزبان ہوکر دیا "بہت اچھا" اور فوراً اس کام میں مشغول ہوگئے۔ ان کی یہ گہری دلجمعی اور خطرہ سے لاپروائی میرے اپنے دل میں احساس اطمینان پیدا کرنے والی ثابت ہوئی۔ میں نے اس مقام کی طرف دیکھا۔ جدھر سے احکام صادر کرنے والی آواز سنائی دی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک فربہ اندام سرخ چہرہ اور ظاہر اخوش مزاج آدمی ایک اونچے مقام پر کھڑا ہے۔ جسے اہل جہاز کی اصطلاح میں پوپ کہتے ہیں۔ جگل کی قسم سے کوئی چیز ہاتھ میں لئے اس کی راہ سے بولتا اور احکام جاری کرتا ہے۔ اس کے قریب ہی وہ چھ کھڑا تھا جس کی مدد سے جہاز چلایا کرتے ہیں۔ اور اس وقت دو آدمی اس کے پاس کھڑے کام کر رہے تھے چنانچہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں جگل تھا۔ ہر تازہ حکم جاری کرنے سے پہلے ان کی طرف دیکھنے لگتا تھا سارے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں جس فیصلہ پر پہنچا یہ تھا کہ غالباً یہی آدمی اس جہاز کا کپتان ہے اور یہ معلوم کرنے کے بعد میں یہ سوچنے لگا کہ اس کے پاس پہنچنے کی کیا صورت ممکن ہوسکتی ہے۔

میں بڑے مستول کے پاس اس لوہے کے سلین کو پکڑے ہوئے کھڑا تھا جس کے گرد ایک مضبوط رسہ بندھا ہوا تھا اور جہاز اس زور سے حرکت کرتا تھا کہ میرے لئے کسی چیز کا سہارا لئے بغیر جدا ایک طرف سیدھا کھڑے رہنا بھی محال تھا۔ ہر لحظہ جھاگ کی بہت سی

مقدار اکٹھا کر کے جہاز پر گرتی تھی اور بعض اوقات کوئی بہت اونچی لہر اس زور کے ساتھ جہاز سے ٹکراتی تھی کہ وہ اس کے عرشہ سے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ہل جاتا تھا۔ اس کا چوبی حصہ زور سے چرچراتا مستول تیز آندھی کے سامنے جھک کر چیختی ہوئی آوازوں کا شور پیدا کرتے اور رسیاں کھڑکھڑاتی تھیں۔ ان کے علاوہ موجوں کا شور ہوا کے زور سے مل کر ایک ایسا عجیب اور پر خوف سماں پیدا کر رہا تھا کہ میں اس حیرت انگیز نظارہ کو پہلی مرتبہ دیکھکر حیرت سراسیمگی اور دہشت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

لیکن تھوڑی دیر اس جگہ کھڑے رہنے کے بعد میں نے معلوم کیا کہ وقفہ قلیل کے بعد مختلف اوقات میں جہاز کی حرکت قدرے مدہم ہو جاتی ہے پس میں کچھ عرصہ اسی طرح کے موقعہ کا منتظر رہا اور جب پھر ایک بار جہاز کی تیز حرکت تھمی تو تیز چلکر اس مقام کی طرف گیا جہاں کپتان جہاز کھڑا تھا۔ عین اس موقعہ پر ایک بہت اونچی لہر مجھ سمیت جہاز کے اوپر سے گذری جس سے میرے تمام کپڑے بھیگ گئے لیکن مجھے اس کی چنداں پروا نہ تھی۔ کیونکہ اعلیٰ وقت مجھے پانی سے بھیگ کر کسی طرح کی سردی محسوس نہیں ہوئی بات یہ ہے کہ شدت جوش کے باعث میرے بدن میں تپ کی سی حرارت پیدا ہو گئی تھی۔ بخیر جس طرح بھی تھا میں آخر کار اس مقام تک جا پہنچا۔ جہاں کپتان کھڑا احکام صادر کر رہا تھا اور ایک رسے کو سہارے کے لئے مضبوط پکڑ لیا۔

کپتان نے صرف ایک بار میری طرف دیکھا۔ اس کے بعد کہنے لگا "نوجوان آدمی۔ اس جگہ نہ ٹھہرو اور فوراً نیچے چلے جاؤ کیونکہ موسم ہر لحظہ خراب ہوتا جا رہا ہے" اور پھر اس گفتگو کو ناتمام ہی چھوڑ کر اس نے اونچی آواز سے کوئی تازہ حکم صادر کیا۔

"بہت اچھا" کئی ملاحوں نے یکزبان ہو کر جواب دیا اور ان کی ملی ہوئی آوازیں جھکڑ کے شور کو چیرتی ہوئی خوش آئند سنائی دیں۔ چنانچہ ایک ثانیہ کے عرصہ میں چھ سات ملاح اس کام کو کرنے لگے جس کے لئے کپتان نے ان کو حکم دیا تھا۔

میں نے اس مہلت سے فائدہ اٹھا کر کپتان سے کہا "مہربانی سے تھوڑی دیر مجھکو اس جگہ

ٹھہرا رہنے دیجئے میں ہفتے کی واپس نہیں جا سکتا۔ اس کے علاوہ میں آپ سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"بہت اچھا" اس نے کسی قدر سختی سے جواب دیا۔ "تم اگر چاہتے ہو تو ٹھہرے رہو لیکن خبردار کسی چیز کو مضبوط پکڑے رکھنا ورنہ خطرہ کا احتمال ہے" اور اس کے بعد اس نے کچھ اور احکام جاری کرنے شروع کئے جس سے اس کی توجہ دو تین منٹ کے لئے میری طرف سے بالکل ہٹ گئی۔

مستول کے دہانہ میں کھڑا ہوا اس ایک بہت موٹے رسہ کو مضبوط پکڑے تھوڑی دیر کپتان جہاز کے چہرہ کو گہری توجہ سے دیکھتا رہا۔ میں اس ذریعہ سے معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ میری اس درخواست کو جو میں پیش کرنا چاہتا تھا۔ قبول کرے گا؟ اور مجھے ساحل تک پہنچانا منظور کرے گا؟ جس وقت میں نے پہلی مرتبہ اس کو غائر سے دیکھا۔ تو مجھے اس کی صورت پر خوش مزاجی کے آثار نظر آئے تھے۔ لیکن اب پاس جا کر زیادہ غور کے ساتھ دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ کی گولائی اور سرخی محض اس کی عمدگی صحت اور طاقت کا نشان تھی۔ ورنہ اس کی نگاہ میں خشونت پائی جاتی تھی اور اس کے چہرہ کے آثار اس بات کا پتہ دیتے تھے کہ وہ سریع الغضبی اور فیصلہ کرنے کا عادی ہے اور جب ایک بار کسی سوال کو ایک طرح سے کر دے۔ تو پھر اس فیصلہ سے پیچھے نہیں ہٹتا۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہیبت ناک خیال بھی میرے دل میں پیدا ہوا۔ کہ شاید اس کا جہاز سیدھا اس مقام کی طرف چلتا جائے گا۔ جہاں اس کو جانا ہے۔ راستہ میں کسی انگریزی بندرگاہ پر نہ ٹھہرے گا۔ اپنی اس محدود جغرافیائی واقفیت کی بنا پر جو مجھ کو عرصہ قلیل میں حاصل ہوئی تھی میں آخر کار جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا۔ کہ رامسگیٹ سے گذر جانے کے بعد ڈیل اور ڈوور یہی دو قریبی مقام ہیں جن میں جہاز خشکی کے پاس ٹھہر سکتا ہے۔ اس کے بعد میں نے خشکی کی طرف دیکھا۔ جہاں اونچے کناروں سے بچنے کے لئے جن پر کسی قسم کی عمارت بنی ہوئی تھی جو میرے خیال میں روشنی کا مینار تھا۔ ایک بھنوری پھر کاٹ رہا تھا اس سے میں نے اندازہ کیا کہ غالباً اسی مقام کا نام نارتھ فورلینڈ ہے جس کا ذکر میری کیبن کے کسی مسافر نے کیا تھا۔

"کپتان صاحب" میں نے اس کی خاموشی کے ایک عارضی وقفہ سے فائدہ اٹھا کر کہا اور

اس نے میری آواز سنکر جلدی سے میری طرف آنکھیں پھیریں جس طرح بھی ممکن ہو۔ آپ مجھے خشکی پر پہنچا دیں۔ سو۔ اصل مجھکو میری منشا کے خلاف اس جہاز پر سوار کیا گیا ہے۔ مجھ سے سخت دھوکا بازی کی گئی ہے۔ فی الحقیقت جو لوگ مجھے چھڑانے کے لئے آئے۔ وہ مجھکو شراب پلاکر مدہوش کر چکے تھے" یہ الفاظ میں نے شور عناصر پر غالب آنے کی کوشش کرتے ہوئے غیر معمولی اونچی آواز سے کہے۔

"لڑکے۔ بکواس نہ کر" کپتان نے جھلا کر مجھ سے کہا۔ "مجھے تیری ان بے ہودہ باتوں کو سننے یا ان کا جواب دینے کی فرصت نہیں ہے۔ تیرا اپنا ماموں تیری نسبت سارے حالات پہلے ہی بیان کر گیا تھا۔ اس لئے تیری یہ جھوٹی سچی باتیں میرے دل پر کوئی اثر پیدا نہ کر سکیں گی اور تم اس وقت تک میری حفاظت میں رہو گے۔ حتیٰ کہ یہ جہاز نیو ساؤتھ ویلز کے بندرگاہ سڈنی میں بحفاظت لنگر انداز ہو اس جگہ تم کو تمہارے رشتہ داروں کے حوالہ کر دیا جائے گا۔ پھر وہ جانیں اور ان کا کام"

"لیکن بندہ نواز میرا کوئی رشتہ دار اس جگہ نہیں رہتا" میں نے پر وحشت انداز سے کہا "یہ سب اسی خوفناک سازش کا ایک سلسلہ ہے۔ جو میرے برخلاف سوچی گئی ہے"

"خبردار!... دیکھو پانی آتا ہے!" کپتان نے گرجتے ہوئے کہا اور عین اس وقت پانی کی ایک بہت بڑی لہر اس زور سے تختہ جہاز پر آئی کہ میں بے اختیار چوبی فرش پر گر پڑا۔ لیکن گو مجھے اپنا دم گھٹتا معلوم ہوا۔ اور چند لمحوں کے لئے وہی کیفیت طاری ہو گئی۔ جو کسی بدنصیب کی غرق ہونے کے وقت ہوا کرتی ہے۔ تو بھی میں نے لوہے کے ستون کو بڑی مضبوطی سے پکڑے رکھا۔

آخر جب لہر کا پانی پھر ایک بار پیچھے ہٹ گیا۔ تو کپتان نے سختی سے مجھ کو کہا "بس اب بہتر یہی ہے کہ تم نیچے اتر جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو تم یقینی طور پر پانی کے ساتھ بہ جاؤ گے۔ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ موسم کی حالت پہ سے بدتر ہوتی جا رہی ہے"

"جی ہیٹھک ہوتی جا رہی ہے" ان دو آدمیوں میں سے ایک نے کہا جو چھکڑے کے پاس متعین تھے لیکن گو ان چاروں کی یعنی میری کپتان اور ان دو آدمیوں کی حالت پانی میں ڈوبے ہوئے چوہوں سے ملتی تھی۔ تاہم وہ تینوں سالخوردہ ملاحوں کی طرح اپنی حالت سے بالکل لاپروا اتھے جانکہ

میں سردی محسوس نہ کرتے ہوئے بھی کپڑوں کی وجہ سے سخت پریشانی محسوس کر رہا تھا۔

"کیا تم سنتے نہیں ہو؟" کپتان نے پھر ایک بار سختی سے کہا۔ "جاؤ جا کے اپنی کیبن میں آرام کرو۔ جاؤ فوراً چلے جاؤ۔" اور اس کے بعد پھر ایک بار اس نے وہی گل فاچیز فاچیز منہ سے لگا کے گرجتی ہوئی آواز میں تازہ احکام جاری کرنے شروع کر دیئے۔ کیونکہ اس اثنا میں ہوا کی تندی اور زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ اور کئی اور بادبان تہ کئے جانے تھے۔

"نہیں" میں نے فیصلہ کن لہجہ میں جواب دیا۔ اور اس وقت مایوسی نے میرے اندر وہ غیر معمولی دلیری پیدا کر دی، جو خود میرے لئے باعث حیرت تھی۔ "میں ہرگز نہ جاؤں گا میں ہرگز ہرگز اس جہاز میں سفر کرنا نہیں چاہتا۔"

"لیکن اس میں تمہارے چاہنے یا نہ چاہنے کا کوئی سوال نہیں۔" کپتان نے غصہ سے تختہ جہاز پر پیر مارتے ہوئے کہا۔ "کم از کم فی الحال تم کو اسی جگہ ٹھہرنا پڑے گا۔ کیونکہ میں اگر تم کو خشکی پر اتارنے کا فیصلہ بھی کر لوں تو عملی طور پر ایسا نہیں کر سکتا۔ موسم کی موجودہ خراب حالت میں جہاز کو کسی بندرگاہ میں لے جانا خارج از بحث ہے رہ گیا لنگر ڈالنے کا سوال۔ تو ڈاؤنز میں پہنچنے تک اس کا خیال بھی دل میں نہیں لایا جا سکتا۔ البتہ ڈاؤنز میں پہنچکر میں جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو سنوں گا اور اس کے بعد جو کچھ مجھے کرنا ہوگا۔ اس کا بھی فیصلہ کر دوں گا۔"

کپتان کے آخری الفاظ سے کسی حد تک میری دلجمعی ہو گئی۔ مجھ کو معلوم تھا کہ ڈاؤنز وہ مقام ہے جس کا کپتان نے ذکر کیا۔ ڈیل اور گڈون سینڈس کے درمیان لنگر ڈالنے کے لئے ہر طرح محفوظ ہے۔ غالباً کپتان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے جہاز کو اس وقت تک اسی محفوظ مقام میں لنگر انداز رکھے گا جتنی کہ طوفان گذر جائے یا اس کی شدت میں کمی واقع ہو۔ علاوہ بریں اس کا یہ کہنا کہ میں وہاں سنچکر تمہاری داستان سنوں گا۔ ایک اور وجہ سے بھی میرے لئے باعث تسکین تھا۔ کیونکہ اس سے میرے دل کو پورا یقین ہو گیا کہ میں اس کے روبرو سارے حالات بیان کر کے اپنے نام نہاد ماموں کی عیارانہ سازش کو پوری طرح واضح کر سکوں گا۔

چنانچہ اس خیال سے کہ میری صنداس کو نا واقفی کا موقعہ نہ دے میں نے جہاز کی حرکت ذرا سی کم ہوتے دیکھکر ملاحی مقام کی طرف لوٹنا شروع کیا۔ جہاں پہنچے اترنے کا رستہ بنا ہوا تھا۔ لیکن اس دوران میں ہوا کی شدت چونکہ غیر معمولی طور پر بڑھ چکی تھی بلکہ بوس موجیں ہیبت ناک بلندی حاصل کر رہی تھیں۔ جہاز بھی زیادہ تیز حرکت کرنے لگا تھا اور لہریں تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد صحن جہاز پر آکے پھٹتی تھیں۔ اس لئے میری واپسی کا عمل غیر معمولی سست اور وقت طلب ثابت ہوا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ جس تیزی سے طوفان کی شدت بڑھ رہی تھی۔ اسی پھرتی سے ملاح اپنے کاموں کو سرانجام دینے میں مشغول تھے اور اسی سرعت رفتار سے کپتان کے احکام ترقی کر رہے تھے۔ بہرحال کسی طرح کی گھبراہٹ نہ کپتان کے لہجہ اور نہ ملاحوں کے کام کرنے کے طریقہ میں پائی جاتی تھی۔ سب کام غیر معمولی ضبط و سکون کے ساتھ ہو رہا تھا۔ ایسی خطرناک حالت میں ہی عملہ جہاز کے انداز سے کسی طرح کا اضطراب یا بے چینی ظاہر نہ ہوتی تھی۔

کپتان کا حکم پاکر میں اس مقام کی طرف تو ہو لیا۔ جہاں پہنچے جانے کا دروازہ بنا ہوا تھا مگر آدھا رستہ طے کرکے چلتا چلتا ٹھہر گیا۔ کیونکہ پھر ایک بار اسی گندی اور کثیف ہوا میں جانے کا خیال جس سے باہر نکلا تھا۔ میرے لئے سخت ذہنی تکلیف کا باعث تھا۔ اس کے علاوہ ایک خیال اور بھی میرے دل میں پیدا ہوا یعنی یہ کہ اگر بدترین حالات پیش آئے اور جہاز شدت سے اس طوفان قیامت خیز کا مقابلہ نہ کر سکا۔ تو ایسی حالت میں میرے لئے صحن جہاز پر رہتے ہوئے پچھلے درجہ کی کیبن میں بند ہونے کے مقابلہ میں بچاؤ کی بہت زیادہ امید تھی۔ اس اثنا میں تختہ جہاز پر ملاحوں کی مصروفیت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ میری موجودگی کا کسی کو خیال ہی نہ تھا پس پہنچے اترنے کے دروازہ کی طرف جانے کی بجائے میں بڑے ستول کے پاس پہنچکر اس خیال سے اس کے پیچھے چھپ گیا کہ کپتان کو میری موجودگی کا حال معلوم نہ ہوسکیگا۔ کیونکہ یہ جگہ اس کی نظر دل سے بالکل پوشیدہ تھی۔ پھر اس جگہ تختہ جہاز پر ہمچکر میں نے ایک بہت موٹے رسے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا میں ہوا نہ تھا میں اب کمزور بھی نہ تھا اس کے

باوجود لاقدار اندیشے میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے جس طرح ممکن ہو میں نے اپنی جان کی حفاظت کا مصمم ارادہ کر لیا عہد گذشتہ کے واقعات تصویروں کی مانند دماغ کے سامنے سے گذرنے لگے۔

ہر چند کسی وجہ نامعلوم سے ایک آدمی میرے درپے آزار تھا تاہم میں اس آدمی کی بیٹی کی خاطر (جو میرا روشن جانی ثابت ہو رہا تھا) زندہ رہنا چاہتا تھا چنانچہ اس جگہ سٹیک میں بڑی دیر تک تادر مطلق کے حضور میں اپنی حفاظت اور درازی عمر کیلئے دعا کرتا رہا۔

رفتہ رفتہ گرد و نواح کے حالات بھیانک صورت اختیار کرنے لگے۔ جنگ عناصر نے اتنی مہیب صورت اختیار کی کہ میں اس کا نقشہ صحیح طور پر لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ سطح آسمان پر کالے بادل اس طرح تیزی کے ساتھ چھا گئے کہ معلوم ہوتا تھا ایک سیاہ چادر حد نگاہ تک پھیلی ہوئی ہے۔ طوفان کی خوفناک طاقتیں جس کے اندھیرے کی پشت پر چھپی ہوئی ہیں سمندر کسی بپھرے ہوئے دیو کی مانند جوش و خروش ظاہر کرتا تھا اور بحری سرغابیوں کے پروں سے بھی زیادہ سپید جھاگ لہروں کی چوٹیوں پر اڑتے نظر آتے تھے۔ آندھی کی تیزی اس درجہ بڑھ چکی تھی کہ وہ عالیشان جہاز تاب مقابلہ لا کر کسی چوبے سے ڈاٹ کی مانند طوفان خیز موجوں پر بے تاباند حرکت کر رہا تھا۔ اوقات بعید میں موجوں کی پشت پر داہنے ہاتھ کی سمت میں خشک زمین جس کی سیاہی کو کھر یا مٹی کے سپید ٹیلے پورے طور پر نمایاں کرتے تھے۔ نظر آجاتی تھی۔ لیکن اس کے بعد دفعتاً جس وقت پانی کی لہر جہاز کے نیچے سے ہو کر نکل جاتی اور جہاز پھر ایک بار اصلی سطح پر آجاتا۔ تو چاروں طرف کھولتا ہوا پانی ہی پانی دکھائی دیتا تھا۔

ملاحوں نے کپتان کا حکم پاکر کچھ اور بادبان اتار دیئے۔ اتنے میں ایک آدمی نے مجھکو مستول کی اوجھل میں چھپے ہوئے دیکھ لیا تھا چنانچہ اس نے لہو اصرار میں مجھ کو نیچے اتر جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ہی گالی دیکر کہنے لگا۔ کہ جب کسی دوسرے مسافر کو اوپر آنے نہیں دیا گیا۔ تو تم کیوں اس جگہ آئے ہو؟ چنانچہ سیڑھیوں کا دروازہ بھی اسی خیال سے بند رکھا گیا ہے کہ کوئی اوپر نہ آنے پائے میں نے بنت اس سے کہا۔ کہ آپ مجھے اسی جگہ رہنے دو۔

میں اس عنایت کے لئے تاحیات شکر گذار رہوں گا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ وہ ضرور مجھے نیچے اتر جانے پر مجبور کرتا۔ اگر ایک فوری کام اسے جہاز کے ایک اور حصہ میں لے جانے کا ذریعہ ثابت نہ ہوتا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ صحن جہاز کے اس حصہ میں جدھر میں اس وقت کھڑا تھا دو بڑی کشتیاں مویشی اور بھیڑوں سے بھری ہوئی رکھی تھیں جس وقت طوفان کی ٹہر ہی ہوئی شدت کی وجہ سے جہاز کی حرکت تیز ہوتی تو بدنصیب حیوان بڑے زور سے ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے اور دردناک آوازیں پیدا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ کئی ٹاپے مرغیوں سے بھرے ہوئے اس جگہ موجود تھے لیکن پانی کے بار بار صحن جہاز پر پھیر جانے کی وجہ سے یہ سارے جانور نیم غرقابی کی حالت میں قریب المرگ پڑے تھے۔

رامسگیٹ تھوڑی دیر پہلے دائیں طرف کو ہمارے پیچھے رہ گیا تھا اور مجھکو معلوم تھا کہ جہاز اب ڈاڈنز کے قریب پہنچنے لگا ہے۔ دفعتہً شور برپا ہوا کہ جہاز میں پانی داخل ہونا شروع ہو گیا ہے۔ اسی وقت پمپوں کی مدد سے پانی نکالنے کی کوشش شروع کی گئی۔ اور ملاحوں نے اس سلسلہ میں ادھر سے ادھر جانا شروع کیا میں نے کئی شخصوں کو روک کر ان کی زبانی معلوم کرنے کی کوشش کی کہ کیا کوئی بڑا حظرہ جہاز کو درپیش ہے؟ مگر یا تو انہوں نے میرے سوال کو سنا ہی نہیں یا قصداً لاپروائی سے ان سنا کر دیا بہرحال کسی نے میری بات کا جواب دینے کی پروا نہیں کی۔ اتنے میں پھر ایک بار مجھکو نیچے اتر جانے کا حکم دیا گیا اور اس وقت میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شائد اگر میں کوئی کام کرنے لگ جاؤں تو یہ لوگ مجھے اس جگہ ٹھہرنے کی اجازت دیدیں۔ چنانچہ جلدی سے اٹھکر میں ایک پمپ کے پاس گیا اور اس کو اس قدر تیزی اور مستعدی سے چلانا شروع کیا کہ اکثر ملاحوں کے منہ سے اظہار تحسین بلند ہوئے میں اس افتیاری مشقت کو جاری رکھے ہوئے تھا۔ گو میری طاقت بڑی حد تک زائل ہونے لگی تھی کہ دفعتہً میں ایک صدمہ عظیم کی وجہ سے تختہ جہاز پر گر پڑا اور اس کے فوراً بعد ایک بہت بڑی لہر صحن جہاز پر آکر پھٹی۔ بعد کا حال اتنا ہی مجھکو یاد ہے۔ کہ

کوئی نامعلوم طاقت مجھے بدنصیب کو گھپ اندھیرے میں آگے ہی آگے دھکیلنے لگی اور اس وقت خیال کی تیزی سے یہ اندیشہ ... یہ خوفناک روح فرسا اندیشہ میرے دل میں پیدا ہوا کہ میں پانی کے زور سے سمندر کی طرف بہا چلا جاتا ہوں۔ اور اب کوئی طاقت مجھے بچا نہیں سکتی۔ اس خیال سے کہ میں کسی چیز کو پکڑ کر شاید زندہ بچ سکوں۔ میں نے بے بسی کے عالم میں ادھر ادھر ہاتھ پھیلانے کی کوشش شروع کی۔ اس وقت دفعتاً میرا ہاتھ کسی چیز کو لگا جسے میں نے مایوسی کی طاقت سے پوری مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا ایک لمحہ کے عرصہ میں وہ تاریکی جو میرے پانی میں گر جانے سے پیدا ہوئی تھی رفع ہو گئی اور پھر ایک بار دن کی روشنی نظر آنے لگی۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میں سطح آب پر بہہ رہا ہوں لیکن ... اُف۔ میرے خدا! میں پانی کے ساتھ ساتھ بہہ کر جہاز سے بہت دور نکل آیا تھا۔ اور اس وقت صرف ایک مرغی کا ٹانگ میرے ہاتھ میں تھا۔ بس یہی وہ چیز تھی جسے میں نے عالم یاس میں بڑی مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اور جس کی مدد سے میں اس وقت پانی کی سطح پر تیر رہا تھا۔

اس حالت کو دیکھکر جو کیفیت میرے دل و دماغ کی ہوئی جس طرح لامتناہی اندیشے میری روح کو پریشان کرنے لگے اور جو جو خیالات میرے دل میں پیدا ہوئے ان سب کا حال بیان کرنا میرے لئے ناممکن ہے۔ تو بھی جس طرح ڈوبتا ہوا آدمی تنکے کا سہارا ہی کافی سمجھتا ہے۔ میں نے اس ٹانگ کو بڑی استواری کے ساتھ پکڑے رکھا۔ کیونکہ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ میرے اور یقینی موت کے درمیان اب یہی حد فاصل ہے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ پرشور موجیں دیوانہ وار جہاز کے ساتھ ٹکراتی تھیں اور وہ بے حرکت ایک مقام پر کھڑا تھا اس سے معلوم ہو گیا کہ غالباً وہ گڈون سینڈس کے پاس پہنچکر پتیلی زمین کے ساتھ لگ گیا ہے کیونکہ یہی وہ خوفناک مقام ہے جہاں لامتناہی جہاز تلف ہوئے ہیں اور جہاں اتنی دولت جو دنیا کی ساری آبادی کو مفلسی سے نکالکر درجہ تمول پر پہنچا سکتی ضائع ہوئی ہے بشیار جانیں اس خونی مقام کی بھینٹ ہو چکی ہیں ... لیکن حالات پیش آمدہ میں میرے لئے

اس سلسلۂ خیال کو بہت عرصہ تک جاری رکھنا غیر ممکن تھا کیونکہ میری اپنی زندگی خطرہ میں تھی صرف وہ لکڑی کا بنا ہوا کمزور سا پایہ میرے اور غرقابی کی موت کے درمیان حائل تھا۔

لہریں حیرت انگیز تیزی رفتار سے اُٹھ رہی تھیں اور ان کے جھاگ اڑ اڑ کر میرے منہ پر گرتے تھے جب کبھی میں لہروں کی درمیانی گہرائی میں گرتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ موت کا اندھیرا نظروں کے سامنے چھا رہا ہے لیکن جب کوئی بہت اونچی لہر مجھے اپنی بلندی پر اٹھا لیتی تو میری نگاہ بے اختیاری میں غرق ہوتے ہوئے جہاز کی طرف جاتی جس کے اطراف میں پیشتر مرد بیس زور کے ساتھ اٹھتی اور اس کے پہلوؤں سے ٹکراتی نظر آتی تھیں۔ پہلی بار جب میں نے اسے دیکھا تو صرف ایک مستول غائب تھا دوسری بار دوسرا غائب ہو گیا مگر تیسری بار قطعاً صفائی ہو گئی۔ میں نہیں جانتا۔ یہ میرا وہم تھا یا کیا۔ بہرحال جوش طوفان میں چھپی ہوئی دردناک چیخوں کی آواز میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈوبتے ہوئے مردوں عورتوں اور بچوں کا شور جوش عناصر کی تہ میں چھپا ہوا سنائی دیتا ہو لیکن گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجھکو سنائی دیں حقیقی تھیں یا فرضی تاہم مجھکو وہ اس طرح معلوم ہوئیں۔ گویا حقیقت میں سنائی دیتی ہوں۔ چنانچہ اب بھی جب اس ہولناک منظر کو پیش آئے سالہا سال کا عرصہ گذر چکا ہے بارہا جب اس خوفناک نظارہ کی یاد تازہ ہوتی ہے تو ان چیخوں کا شور میرے دماغ میں گونج پیدا کرتا سنائی دیتا ہے اور میں یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہ آوازیں جو مجھ کو سنائی دیں اصلی اور حقیقی تھیں۔

اتنے میں جوار کی تیز لہر مجھکو اپنے ساتھ بہانے لگی تھی۔ میرے ہاتھ شل ہو رہے تھے۔ تو بھی میں اس ٹاپے کو بڑی مضبوطی کے ساتھ پکڑے ہوئے تھا۔ کیونکہ مجھکو معلوم تھا کہ میری زندگی کا دارومدار اس ٹاپے کی سلامتی پر ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ میری طاقت گھٹنے لگی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا گویا زندگی آہستہ آہستہ میرے بدن سے تابع ہونے لگی ہے۔ مجھے اپنا پایہ ڈھیلا سا معلوم ہوا جوش طوفان کی آوازیں مدہم اور غیر واضح ہونے لگیں حتیٰ کہ آخرکار

صرف ایک ملاجلا وحشت خیز شور مجھے اپنے کانوں میں آتا معلوم ہوا تاہم اتنا مجھکو یاد ہے کہ اس وقت بھی جب میرے خیالات کی انجمن ہر لحظہ بڑھتی جارہی تھی۔ تو ایک تصویر تب بھی میرے ذہن میں واضح اور صاف باقی تھی اور وہ انیل کی تصویر تھی۔ بہرحال اس حالت میں پھر کبھی مجھکو اس تصویر کا مثل دیکھنے کی امید نہ تھی فی الحقیقت امید کا احساس ہی میرے اندر تلف ہو چکا تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ میں اپنی اصلی حالت پر غور کرنے کے ناقابل تھا۔ بدنی قوے سن ہو گئے تھے البتہ ظاہری مردہ بدن میں زندگی کا ایک شرارہ باقی تھا اور اس کی روشنی میں جو چیز مجھکو نظر آتی تھی وہ میری انیل کی دلربا تصویر تھی۔

دفعتاً ایک انسانی آواز نے مجھکو اس خواب کی سی حالت سے چونکا دیا۔ زندگی کا بجھتا ہوا شرارہ اس آواز کو سنکر پھر روشن ہوا۔ جب ایک اور بھی ہر مجھے اپنی چوٹی پر لیکر اٹھی تو مجھے تھوڑے فاصلہ پر ایک کشتی نظر آئی۔ صرف ایک بادبان جس میں تنا ہوا تھا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا۔ گویا ایک آدمی اس میں کھڑا ہوا مال امتعہ کی کوئی اور چیز ملاتا اور مجھے امداد قریب ہونے کا یقینی دلانا چاہتا ہے۔ ایک لحظہ کے عرصہ قلیل میں مجھ کو اس کشتی پر کھینچ لیا گیا اور اس وقت فوری خطرہ سے تحفظ سلامتی کی منزل پر پہنچ جانے کے احساس نے کچھ اس طرح کے مراجعانہ اثرات پیدا کئے کہ میں پھر ایک بار غش کر گیا۔

دوبارہ آنکھ کھلی تو وہ کشتی ورستول کے ایک جہاز کے پاس کھڑی تھی جس کے بعد فوراً ہی مجھکو کشتی سے نکالکر اسی جہاز پر پہنچایا گیا۔ ایسا اندازہ چہرے جن پر موسم کی سردی اور گرمی کے اثرات نمایاں تھے میرے اوپر جھک کے نظر شفقت سے دیکھنے لگے اور ان کی نگاہ سے میری حیرت انگیز سلامتی پر مبارکباد کے غیر مترقبہ الفاظ ادا ہوئے مگر جب اس کے بعد ان لوگوں نے مجھکو مخاطب کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا ان کی بولی مختلف تھی اور وہ کسی اور ملک کے باشندے تھے۔ میرے اپنے الفاظ یقیناً ان کے لئے ناقابل فہم ہوتے تاہم میرے نگاہ سے جہاں تک ممکن تھا ان کا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی اس قادر مطلق کا شکریہ ادا کیا جس نے اس عجیب اور حیرت انگیز طریقہ پر مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا جلدی ہی چند آدمی مجھے کپتان کی کیبن میں لیگئے میرے گیلے کپڑے اتار کر صاف ستھرے کپڑے پہنائے گئے۔ پھر مجھے بستر پر

وٹا دیا گیا۔ اور طاقت بخش دوائیں دی جانے لگیں۔ چونکہ میں ذہنی اور جسمانی طور پر بالکل تھکا ماندہ تھا اس لئے جلدی ہی آنکھ لگ گئی اور میں کئی گھنٹے بے خبر سوتا رہا۔ پھر جب آنکھ کھلی۔ تو میں تازہ دم ہو چکا تھا اس وقت میرے لئے کھانا مہیا کیا گیا اور اسے کھا کر میرے تن مردہ میں نئی جان آ گئی

معلوم ہوا جہاز کا کپتان ولندیزی ہے۔ اور انگریزی جو وہ انگریز ہی سے سیکھ چکا تھا اس کی زبانی معلوم ہوا کہ یہ ایک ولندیزی جہاز ہے۔ اور اس وقت راٹرڈم کی طرف جا رہا ہے جس جہاز پر مجھ کو یک دم سوار کیا گیا۔ اور جسے میں نے اپنی آنکھوں سے غرق ہوتے دیکھا تھا۔ اس کے بارے میں کپتان سے سوالات پوچھتے ہوئے میرے جی کو سخت رنج ہوتا تھا۔ تو بھی ہوا حیرانی سے ان لوگوں نے میری نگاہ سے معلوم کر لیا ہو گا کہ میں اس جہاز کے انجام کے بارے میں صحیح حالات تحقیق کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ کپتان نے دیدہ بانی ہوئی آنکھوں سے بیان کیا کہ ہم لوگوں نے امداد کے لئے کشتیاں بھیجی تھیں۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ جہاز کے قریب پہنچ سکتیں جہاز جوش طوفان سے پاش پاش ہو گیا اور ملاحوں اور مسافروں میں سے کوئی ایک آدمی بھی زندہ نہ بچا۔ صرف میں ہی ایک ایسا خوش نصیب تھا۔ جو حالات کے معجزانہ اثرات سے زندہ رہ گیا۔ ورنہ جس قدر آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ وہ سب ... محض اندازہ کے طور پر نہیں بلکہ یقیناً اور حقیقتاً غرقاب ہوئے۔ سرچشمہ وہ لوگ جو اس جہاز پر سوار تھے سب کے سب میرے لئے اجنبی تھے۔ تاہم اس سانحہ کو سنکر میری اپنی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکلے اور پھر میں نے اس قادر مطلق کا شکریہ ادا کیا جو اپنے ناقابل فہم طریقوں پر انسان کی زندگی اور موت کے سوالوں کو طے کیا کرتا ہے۔

باب ۴۲

سکاٹ لینڈ

ولندیزی کپتان کے روبرو ان حالات کی تفصیل غیر ضروری تھی جن میں مجھ کو غرق ہونے والے جہاز پر

سوار کیا گیا تھا۔ پس میں قصۂ اس بارہ میں خاموش رہا۔ ناظرین کو اچھی طرح معلوم ہے کہ بعض خاص وجوہ ایسی تھیں۔ جن سے میں مسٹر لنیوڈر کو اس کے کینہ آمیز دہشت خیز حملوں کے باوجود سزا تشہیر سے محفوظ رکھنا چاہتا تھا۔ نیل کی خاطر میں ان سب مصیبتوں اور تکلیفوں بلکہ ان سے بھی دو چند زیادہ آفتوں کو بخوشی برداشت کرنے کے لئے آمادہ تھا پس میں نے اس نئے جہاز کے کپتان سے بعض اس قدر بیان کرنا کافی سمجھا کہ میں تاجران وطن کی ایک جماعت کے ساتھ اس جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ مگر اب اپنا عزم سفر فسخ کر کے جس قدر جلد ممکن ہو واپس انگلستان پہنچ جانا چاہتا ہوں۔ اس کا مطلب قدرتی طور پر یہی سمجھا گیا کہ میرا اسباب چونکہ غرق شدہ جہاز کے ساتھ تلف ہو چکا ہے۔ اس لئے میں سفر جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ اور میں نے بھی اس غلط فہمی کی اصلاح ضروری نہ سمجھی۔ اس کے باوجود میرا خیال تھا کہ مجھ کو جہاز پر سوار کراتے وقت مسٹر لنیوڈر نے دیکھا دیکھی کے لئے۔ نیز باقی مسافروں کا اطمینان کرانے کی غرض سے کپتان کا ایک صندوق . . . میرے لئے جہاز پر رکھوا دیا ہوگا۔ خیر لندنی جہاز ران نے حوالیک بڑا ایک باطن رحمدل آدمی تھا۔ مجھ کو سرٹیفکیٹ دیدی اور کہا کہ رائرڈم پہنچکر ضرور مسٹر انگلستان سے ملنا۔ مناسب انتظام کر دیا جائیگا جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں نے اس عنایت کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔

القصہ ہمارا جہاز وقت مقررہ پر کسی نئے حادثہ کے بغیر رائرڈم پہنچ گیا اور کپتان نے جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا۔ مجھے اپنے ساتھ گھر چلنے پر مجبور کیا۔ چونکہ وہ تین سال کے بعد سفر کے بعد واپس آیا تھا اس لئے اس کے اپنے کنبہ سے دوبارہ ملنے کا نظارہ ایک ہی وقت میں بڑا رقت انگیز اور رحمت خیز تھا۔ اس کی بی بی خوبصورت مگر فربہ بدن کی عورت تھی اور ان کے چار پانچ چھوٹے بچے تھے جو سب اس سے دوبارہ ملکر بہت خوش ہوئے۔ معلوم ہوا اس کا جہاز جاوا وغیرہ کئی دور افتادہ جزیروں کی سیاحت کر کے آیا تھا۔ کپتان کو اصرار تھا کہ بجائے صحت کی غرض سے مجھے چند دن اس کے ہاں مہمان رہنا چاہیئے۔ اور گو میں نے بہت نہ نہ کی۔ تاہم آخر کار اس کی بڑھی ہوئی عنایت کے روبرو تسلیم کرنا پڑا۔ ایک لمبے سفر کے بعد واپس آنے پر کپتان کو کئی دن تک مصروفیت رہی مدون میں کئی کئی بار بندرگاہ پر جانا اور مارکان جہاز کے دفتر سے پھیرے کرنا پڑتا تھا۔ کئی ایک کام تھے۔ جنہیں

اس کو تو تے ہی پورا کرنا تھا۔ بہرحال جب چند دن کے بعد اس کو ان کاموں سے فراغت ہوئی۔ تو اس نے میری نسبت استفسارات شروع کئے اب تک اس کے سوالات محض رسمی تھے۔ مگر اب اس نے میرے حالات اور آئندہ ارادوں کے بارہ میں ہر ایک بات گہرے تجسس سے معلوم کرنی شروع کی۔ اس وقت میں نے بیان کیا کہ میرے بعض دوست سکاٹ لینڈ میں رہتے ہیں اور میں جس قدر جلد ممکن ہو ان کے پاس چلا جانا چاہتا ہوں۔ کیونکہ وہاں مجھکو گھر جیسا آرام حاصل ہوگا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ میرا مقصد ایچ متھگلن پہنچ کر نئی ملازمت شروع کرنیکا تھا۔ کپتان کو جس وقت معلوم ہوا کہ میں انگلستان نہیں سکاٹ لینڈ جانا چاہتا ہوں۔ تو اس نے کہا کہ میرا ایک دوست ایک تجارتی جہاز کا کپتان ہے۔ جو عنقریب شہر ڈنڈی کو روانہ ہوگا اس جہاز پر نہ صرف تمہارے سفر کا انتظام بلا کرایہ کروایا جائیگا۔ بلکہ رستہ میں کسی قسم کی تکلیف بھی تم کو نہ ہوگی۔ میں نے اس تجویز کو خوشی کے ساتھ قبول کیا اور کپتان نے رخصت کرتے وقت نہ صرف مجھے اپنے پاس سے نہا سے تبدیل کرنے کے کپڑے دیئے بلکہ اس بات پر بھی اصرار کیا کہ ڈنڈی سے آگے سفر جاری رکھنے کی ضرورت کے خیال سے میں کچھ روپیہ اس سے لے لوں۔ میں نے اس تازہ احسان کو اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ وہ روپیہ قرض حسنہ سمجھا جائے۔ جسے موقعہ ملتے ہی فوراً واپس کر دیا جائیگا۔ کپتان نے گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور کہنے لگا بہت اچھا تمہاری خوشی مجھکو منظور ہے۔

رخصت ہونے سے پہلے میں نے ایک چٹھی گریس چرچ سٹریٹ لندن کی کراس کیز نامی سرائے کے مالک کے نام لکھی جس میں درخواست کی کہ میرا صندوق جو اس جگہ رہگیا تھا۔ محفوظ طریق سے ایچ متھگلن واقع پرتھ شائر میں مسٹر ونیا چر کے مکان پر پہنچ دیا جائے اور اگر آپ اپنے مطالبات کابل وہیں میرے نام روانہ کریں تو اس کی ادائیگی بلا تامل کر دی جائے گی۔ سرائے سے اپنی فوری رخصت کے بارہ میں میں نے کوئی تشریح ضروری نہ سمجھی۔ کیونکہ لاحاصل جھوٹ مجھکو منظور تھا اور حقیقت حال کا اظہار خارج از بحث۔ غرض جیسا کہ پیشتر بیان کیا گیا ہے۔ میں کپتان جہاز اور اس کے اہل خانہ کی عنایتوں کا بار بار شکریہ ادا کرتا ہارٹر ڈم سے رخصت ہوا اور اس نئے

جہاز پر سوار ہو گیا جسے ڈنڈی جانا تھا۔ سفر میں نہ صرف کپتان جہاز بلکہ اس کے سارے عملے نے (غالباً اسی پہلے کپتان کی سفارش پر) مجھ سے انتہائی اخلاق کا سلوک کیا۔ انہوں نے مجھ سے کرایہ لینا منظور کیا اور نہ خوراک کا صرفہ۔ چھ بجے شام کا وقت تھا کہ ہمارا جہاز ڈنڈی پہنچا۔ اور چونکہ کوئی گاڑی اگلی صبح تک پرتھ کی طرف روانہ نہ ہوتی تھی اس لئے عارضی طور پر ہمکو بندرگاہ کے پاس ہی ایک سرائے میں قیام کرنا پڑا۔ کھانا کھاتے رات ہو گئی۔ اس وقت شہر دیکھنے باہر جانا چونکہ بے سود تھا اس لئے میں جلدی ہی پڑ کر سو رہا۔

لیکن نہیں یہ کہنا غلط ہے کہ میں جلدی ہی پڑ کر سو گیا۔ کیونکہ نیند آنے سے پہلے [illegible] خیالات دل میں پیدا ہوئے سارے میں نے گذشتہ چند یوم کے [illegible] ڈالی۔ سچ پوچھئے تو اس چند دن کے مختصر عرصہ نے میری [illegible] زندگی میں کئی حیرت انگیز موقعے پیدا کئے تھے۔ پہلے میں قید ہوا۔ اس کے بعد ہونے سے مجھکو ایک جہاز پر سوار کیا گیا جو تارکان وطن کی ایک جماعت کو کسی دور افتادہ مقام کی طرف لیجا رہا تھا۔ پھر بیچ سمندر میں وہ جہاز غرق ہوا۔ مگر کسی معجزہ غیبی سے میری زندگی بچ گئی۔ ان سب مصائب و شدائد کے بعد میں ایک ایسے شخص کا مہمان ہوا جو رحم و عنایت کا مجسمہ تھا اور جس نے [illegible] ہوئے بھی مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا جس کو میں عمر بھر فراموش نہ کر سکوں گا۔ غرض اب میں آخر کار سکاٹ لینڈ پہنچ چکا تھا اور امید کامل تھی کہ اگر کوئی نئی مصیبت نازل نہ ہوئی تو کل تک اس مقام پر جا پہنچوں گا جہاں ارل آف مینڈی دل سے میرے لئے ملازمت کا انتظام کیا تھا۔ اس سلسلہ میں میرے خیالات کی رو مسٹر لینوڈ کے حیرت انگیز طرز عمل کی طرف بھی گئی۔ مگر جتنا زیادہ میں نے اس سوال پر غور کیا کہ کیوں یہ شخص مجھ سے اس قدر سخی اور ظلم کا پرتاد کرتا ہے۔ اتنا ہی یہ معاملہ زیادہ پر راز بنتا گیا۔ بارہا دل میں سوچتا تھا کیا وہ سچ مچ میرا ماموں ہے؟ اور اگر ہے تو کس لئے وہ مجھکو اپنی راہ سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے؟ کیا کوئی ایسی جائداد یا ورثہ حاصل کرنے کے لئے جس کا جائز حقدار میں ہوں؟ لیکن

پھر سچ آئی کہ یہ ایک ناممکن سا خیال ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا۔ تو اس کے لئے عمل کی بہترین صورت یہ تھی کہ وہ اس جائداد یا ورثہ کی موجودگی کو میری نظروں سے چھپائے رکھے اور خود مزے اڑائے۔ اپنی لاعلمی کی صورت میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ میں اس سے اس بارہ میں کسی طرح کا مطالبہ کرتا۔ لیکن بالفرض وہ میرا ماموں نہ ہو۔ وہ میرا کوئی دور کا رشتہ دار بھی نہ ہو اور کسی ایسی جائداد کا وجود بھی فرضی اور موہوم ہو تو پھر... اس صورت میں اس کا طرز عمل اور بھی زیادہ پراسرار اور ناقابل فہم دکھائی دیتا تھا۔ کیا اس کے سوا کوئی شخص اور تھا جو میری زندگی یا انگلستان میں میری موجودگی کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتا تھا یا... ؟ مگر جب یہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ سب فرضی قیاسات تھے۔ جو بڑی دیر تک میرے دل میں پیدا ہوتے رہے میرے لئے ان کی بنا پر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا محال و غیر ممکن تھا۔

اور اب میری توجہ حادثہ جہاز کے بعد پہلی مرتبہ اپنی مخدوش حالت کی طرف بھی گئی یعنی اب مجھے خیال آیا کہ ممکن ہے جہاز کی تباہی کا واقعہ در پردہ میرے لئے باعث رحمت ثابت ہو اور وہ اس طرح کہ مسٹر لنچ وڈ اس کا حال سنکر یہ جان لینے کے بعد کہ جتنے آدمی اس جہاز پر سوار تھے۔ سب کے سب غرق ہو گئے مجھے بھی مردہ تصور کرے اور آئندہ کیلئے مجھے اس کے نئے مظالم کا شکار نہ بننا پڑے۔ یعنی اس وقت تک کہ اتفاقی حالات پھر اس حقیقت کو اس کے کانوں تک پہنچا دیں کہ میں اب تک روئے زمین پر زندہ اور صحیح سلامت موجود ہوں۔ لیکن آہ۔ اس سلسلہ میں ایک بڑا بھیانک خیال اور بھی دل میں پیدا ہوا۔ ممکن تھا میری موت کی خبر کسی طرح انیل کے کانوں تک بھی پہنچ جائے اور گو مجھکو یقین تھا کہ اس مجھ سے گہری اور نہ ختم ہونے والی پاک محبت ہے۔ تاہم ممکن تھا کہ کچھ عرصہ غم کرنے کے بعد وہ آخر کار رضی اوٹے پر شاکر و قانع ہو جائے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ غم کا اثر کم ہونا شروع ہو اور کچھ عرصہ گذر جانے پر وہ کسی دوسرے آدمی کی باتوں سے متاثر ہو کر اس سے شادی کرنا منظور کرے۔ ان خیالات کے پیدا ہوتے ہی غم کے بادل میرے دل پر چھا گئے

شروع ہوئے کیونکہ میں نے دیکھا اپنے زندہ رہجانے کے واقعہ کو اس کے کانوں تک پہنچانا کسی طرح ممکن نہیں ہے۔ دیر تک میں اس فکر و غم سے نڈھال رہا لیکن جب اس کے بعد رفتہ رفتہ مجھ پر سکون طاری ہوا اور میں سارے حالات کو اچھی طرح سوچنے اور سمجھنے کے قابل ہوگیا۔ تو خیال آیا کہ یہ ایک ناممکن سی بات ہے کہ مسٹر لینوڈر اپنی بیٹی یا بی بی کے روبرو میرا نام لے یا میرے بارہ میں کسی طرح کا ذکر چھیڑے۔ چنانچہ جتنا زیادہ میں نے معاملہ کے اس پہلو کو سوچا۔ اتنی ہی پختگی سے یہ یقین ذہن نشین ہوگیا کہ وہ میرے بارہ میں لازماً خاموش رہیگا۔ کیونکہ اسے اس بات کا ڈر ہوگا کہ شاید اس سلسلہ میں کسی طرح یہ واقعہ روشنی میں آجائے کہ وہی مجھ کو اس منحوس جہاز پر سوار کرنے کا ذریعہ بنا تھا۔ جو آگے چلکر تباہ ہوا۔ اس خیال کے پیدا ہونے پر میں نے یہ سوچکر اپنے جی کو تسلی دی کہ وہ اس اطلاع کو ہی کافی سمجھے گا کہ اس نحوست جہاز کے ساتھ میری زندگی کا خاتمہ ہوگیا اور قطع نظر اس بات کے کہ کس لئے مجھ کو انگلستان سے رخصت کرنا چاہتا تھا یہ جان کر مطمئن ہوگا کہ میں اب عالم موجودات میں باقی نہیں ہوں اور جہاز کی غرقابی نے وہ مقصد پورا کر دیا ہے۔ جو اس کے پیش نظر تھا۔ ان خیالات کے پیدا ہونے سے میرے جی کو بڑی حد تک اطمینان ہوگیا۔ مگر اس کے باوجود یہ اندیشہ اب بھی پریشان کر رہا تھا کہ جب مسٹر لینوڈر کو جو میرا دشمن جانی ہے یہ معلوم ہوگیا کہ میں اب تک زندہ ہوں۔ تو اسے میری شادی کی امید پہلے سے بھی زیادہ موہوم ہوجائے گی۔

اپنی فکروں میں لیٹے ہوئے آخر کار آنکھ لگ گئی۔ اور چونکہ رستہ کا تھکا ماندہ تھا اس لئے دن نکلنے تک بے خبر پڑا سوتا رہا۔ بعد ازاں ناشتہ سے فارغ ہوکر اس گاڑی پر سوار ہوا۔ جو پرتھ کی طرف جاتی تھی اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ گاڑی ایک سرائے کے دروازہ پر ٹھہری جہاں سے اور کئی گاڑیاں مختلف اطراف کو جاتی تھیں۔ اور میں نے اتر کر اس محرر سے جو ایک بڑا سا رجسٹر سامنے رکھے بیٹھا تھا دریافت کیا کہ یہاں سے ایچ متھگلن کتنی دور ہے اور اس مقام کی طرف جانے والی گاڑی کب چلا کرتی ہے۔

ایچ متھگلن کا فاصلہ" اس نے تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے

بعد کہا "یہاں سے قریباً بیس میل ہے اور صرف ایک گاڑی اس طرف جاتی ہے۔ مگر وہ گاڑی چونکہ سرِ روز گیارہ بجے قبل دوپہر رخصت ہو جاتی ہے اس لئے آپ بہت بار وقت آئے ہیں"

"آہ۔ کیا وہ آج دن بھر کے لئے رخصت ہو گئی ہے" میں نے اس خیال سے پریشان ہو کر کہا کہ وہ تاخیر جو سلسلہ حالات سے پیش آئی تھی صاحب اور زیادہ بڑھے گی۔ پھر اس کے بعد اب کل تک انتظار کرنا پڑیگا"

"جی نہیں" اس نے جواب دیا "کل کی گاڑی میں بھی سارے نشستیں رزرو ہو چکی ہیں۔ البتہ پرسوں اگر آپ چاہیں تو روانگی کا انتظام ممکن ہو گا" اور اس کے بعد ایک اور طرف کی طرف مڑ کر جو پاس ہی بیٹھا تھا اس نے کہا "میرے خیال میں بہتر ہو کہ مالکان کمپنی اس سڑک پر دو گاڑیاں روز چلانے کا انتظام کر دیں"

"میرا اپنا بھی خیال ہے" ایک اور شخص نے میرے پیچھے سے شکائتی لہجہ میں کہا "کیونکہ اس صورت میں مجھ جیسے مصروف آدمی کو راستہ میں عمر کے وقت ضائع کرنے پر مجبور نہ ہونا پڑے"

میں نے جلدی سے مڑ کر دیکھا۔ ایک پستہ قد متوسط العمر فربہ اندام آدمی جس کے سرخ چہرہ پر نیکی طینتی کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور جس کے سر پر بھورے بالوں کی ٹوپی تھی۔ کھڑا تھا۔ اس کی عام حالت ظاہر کرتی تھی کہ کوئی باحیثیت۔ آسودہ حال آدمی ہے۔ جو فراغت کی زندگی بسر کرتا ہے اور گو اس کے لفظوں سے کڑواہٹ کی بو آتی تھی۔ تاہم اگر انسان کا چہرہ اس کے خیالات کا صحیح مظہر ہو سکتا ہے تو یہ ایک ناممکن سی بات تھی۔ کہ اس شکل و صورت کا آدمی کبھی غصہ میں بھر کر کوئی بات کہتا ہو

"کیا آپ ایسے متھگلن جائے گا؟" اس نے میری طرف دیکھکر پوچھا "مجھکو بھی اسی راہ جانا اور اس لئے اسی گاڑی پر سفر کرنا ہو گا لیکن پرسوں تک کا انتظار۔۔۔ کم از کم میرے لئے ممکن ہے"

"مسٹر ڈنکنبی" محو نے جو اس سے واقف معلوم ہوتا تھا۔ اب اس شخص کو مخاطب کر کے کہا۔ "کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کی آسائش کے لئے مجھ سے جو کچھ ممکن ہو کرنے کو تیار ہوں۔ کیونکہ آپ

صرف اس ضلع کے سب سے نامی وکیل اور آنریری مجسٹریٹ ہیں بلکہ اس کے ساتھ ہی...

"مگر کم از کم اس موقعہ پر میری وکالت کی کامیابی یا میری آنریری مجسٹریٹی مجھکو کوئی فائدہ نہیں دے سکتی" مسٹر ڈنکنسی نے خوش طبعی سے کہا۔ "رہ گیا پرسوں تک اس جگہ ٹھہر کر دسکی پینے رہنے کا سوال تو کم از کم میں اس کے لئے آمادہ نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے صرف تھوڑی سی دیر کے لئے کیرنڈیل تک جانا ہے۔ اور میں راستہ میں وقت ضائع کرنا پسند نہیں کرسکتا۔"

"لیکن اس صورت میں کیا یہ بہتر نہ ہوگا" دفعتاً محمد نے ایک نئے خیال کے زیر اثر کہا۔ "کہ آپ دونوں ملکر اپنے لئے ایک سفری گاڑی کا انتظام کرلیں؛ مجھ سے جہاں تک ممکن ہوگا آپ کیلئے اس کے کرایہ میں خاص رعایت کردوں گا۔"

"اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنکنسی نے خوشی سے وہ نوٹ لیتے ہوئے کہا اور اس کے اس طرح چہرہ پر اطمینان پیدا ہوگیا۔ "مگر کیوں صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟" اس نے دوسری طرف مڑتے ہوئے پوچھا۔ "یاد رکھئے اس طرح کوچ میں کچھ زیادتی ہوگی۔ تاہم پرسوں تک گاڑی کا انتظار کرتے ہوئے اس جگہ رہنے میں جو خرچ اٹھنا ہوگا۔ وہ بھی کسی طرح کم نہ ہوگا۔ مجھے اس مقام سے جہاں آپ کو جانا ہے اس وقت ریل دستیاب ہوسکتی ہے۔ تاہم اگر آپ کو منظور ہو۔ تو میں گاڑی کا آدھا خرچ دینے کو تیار ہوں۔"

میں نے اس تجویز کے مختلف پہلوؤں کو تھوڑی دیر سوچا تو خیال آیا کہ وہ ذہنیت معقول تھی اور دستیاب ذہنیت فضا بھی صحیح تھی۔ اور چونکہ میں راستہ میں پڑ رہنے کی بجائے حتی الوسع جلد منزل مقصود پر پہنچ جانا بہتر سمجھتا تھا۔ اس لئے فوراً آمادہ ہوگیا۔ تاہم خیال آیا کہ کسی نہ کسی طرح یہ بات مسٹر ڈنکنسی کے کانوں تک جس کے بارہ میں محمد کی گفتگو سے معلوم ہوا تھا کہ کسی سیاسی اور مذہبی وجاہت رکھتا ہے، پہنچا دینی چاہیئے۔ کہ میں ایک بے حیثیت لڑکا ہوں اور اس کی شخصی ذاتی ملازمت کرنے جارہا ہوں۔ کیونکہ اس نے مجھ کو ایک مددگار شریف کی طرح فقط آپ سے مخاطب کیا تھا۔ اور مجھ کو اندیشہ تھا کہ اگر میں نے اپنی اصلی حیثیت کو اس سے چھپایا اور بعد ازاں

کسی ذریعہ سے اس کو اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ تو اغلب ہے وہ مجھ سے ناراض ہو جائے۔ لیکن پھر سوچ آئی کہ اول تو ہمارا یہ سفر ایک اتفاقی امر ہے اور ایک بار جدا ہونے کے بعد کسے امید ہو سکتی ہے کہ پھر ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق ہو۔ دوسرے یہ بھی احتمال ہے کہ میری طرف سے اس قسم کا اظہار حقیقت شاید مسٹر ڈنکنسبی کو برافروختہ کر دے۔ اور وہ ایک کم حیثیت نوکر کے ساتھ ایک ہی گاڑی میں سفر کرنا ناپسند کرے۔ پس سارے پہلو سوچکر میں نے اس بار میں چپ رہنا ہی بہتر سمجھا چنانچہ جلدی ہی ایک گاڑی تیار کر دی گئی اور میں اور مسٹر ڈنکنسبی پہلو بہ پہلو اس میں بیٹھکر روانہ ہوئے۔

میں پیشتر بیان کر چکا ہوں کہ وہ خوش طبع انسان تھا۔ مگر اس کے بعد جلدی ہی معلوم ہو گیا کہ وہ باتونی بھی بہت تھا۔ اور اپنی گفتگو کے اہماک میں دوسرے کو بولنے کا موقعہ دینا یا اس سے دریافت حال کرنے کی کوئی ضرورت نہ سمجھتا تھا۔ جس راہ سے ہم گذر رہے تھے وہ اس سے پوری طرح واقف معلوم ہوتا تھا اور پہلے چند میلوں تک وہ اس بستی کی ہر ایک کوٹھی سے متعلق جو نظر آتی اس کے مالک کا نام اس کے خاندانی حالات اور گذشتہ واقعات تفصیل کے ساتھ بیان کرتا رہا۔ مثلاً یہ کہ جو لوگ پہلے اس میں رہتے تھے وہ اب کہاں گئے اور فی الحال کون یہاں رہتا ہے۔ تاہم میں نے دیکھا کہ گفتگو میں دم کا پہلو موجود نہ تھا۔ وہ کسی کی غیبت کرتا اور نہ کسی کے بارہ میں رکیک الفاظ کہتا۔ وہ ایک اس طرح کی ایماندارانہ مگر لایعنی گفتگو تھی جسے بالکل بے ضرر کہا جا سکتا تھا۔ ساتھ ہی وہ اظہار معلومات سے کئی طرح کی حکایتیں اور لطیفے بھی بیان کرتا جاتا تھا۔ جو واقعی اتنے بیمزہ اور بیمعنی تھے۔ کہ میں یہ سوچکر حیران ہوتا تھا کہ ان میں لطف و مزاح کہاں ہے۔ بہرحال وہ ان حکایات پر خود ہی بڑے زور سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگتا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اس نے چمڑہ کے غلاف میں بندھی ہوئی ایک چوڑی سی بوتل نکالی اور مجھکو پیش کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اس کے اندر اتنی کمزور پانی ملی ہوئی برانڈی ہے کہ کوئی چھوٹا بچہ بھی بے ضرر اس کو پی سکتا ہے۔ مگر میں نے اس عنایت کو قبول کرنے سے شکریہ کے ساتھ انکار کیا جس پر اس نے پسندیدگی کی نظروں سے میری

طرف دیکھا پھر ایک لمبا گھونٹ بھر کے اطمینان کی گہری آہ کھینچی اور بوتل کو دوبارہ اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"خوب" اس کے بعد اس نے کہا "آپ ایچ متھگلن جا رہے ہیں۔ مگر کیوں صاحب کبھی اس سے پہلے بھی اس جگہ جانے کا اتفاق ہوا ہے؟ نہیں! میرا خیال ہے آپ اس جگہ جا کر بہت خوش ہوں گے۔ کیونکہ اس ملک کے کوہستانی علاقوں میں ایچ متھگلن ایک بڑا فرحت انگیز مقام ہے۔ یوں تو میں ان اطراف میں بھی ذی حیثیت آدمیوں سے واقف ہوں کیونکہ اپنے پیشہ وکالت کی وجہ سے میرا اس ملک کے اراضی دار طبقہ سے بہت گہرا تعلق ہے۔ تاہم اتفاق کی بات ہے کہ میں ان صاحب مسٹر دنیا چر سے . . . بلکہ یوں کہنا چاہیے 'والئے ایچ متھگلن' سے صرف دو بار آپ کو کہتے ہیں، واقف نہیں ہوں۔ ان کا پورا لقب یہی ہے۔ اور اگر کوئی شخص ان کو اس پورے لقب سے مخاطب نہ کرے۔ تو وہ اس سے خفا بھی ہو جاتے ہیں۔"

"تو کیا مسٹر دنیا چر کوئی بہت بڑا آدمی ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا

"بڑا آدمی!" مسٹر ڈنکنسبی نے حیرت کے ساتھ کہا "کیا آپ کو معلوم نہیں۔ وہ ایک قبیلہ کا سردار ہے اگر شاید اس سے پہلے کبھی آپ کو سکاٹ لینڈ آنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ بہرحال یہ سمجھئے کہ سکاٹ لینڈ میں کسی قبیلہ کا سردار ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ ایک خوفناک رشتہ دار اور بنجارا آدمی ہے جس کی جماعت ہر وقت اس کے گرد حلقہ زن رہتی ہے . . . بالکل نہیں وہ زمانہ گذر گیا۔ جب ایسی باتیں دیکھنے میں آتی تھیں۔ آجکل لفظ قبیلہ سے مراد ان رشتہ داروں کی جماعت سے لی جاتی ہے۔ جو قریب یا دور کا کوئی تعلق رکھتے ہوں۔ اور جنہیں کسی نہ کسی وجہ سے حلقہ خاندانی میں شامل سمجھا جا سکے۔"

"میرے خدا!" میں نے اس بیان کو سنکر چڑ چڑ کتے ہوئے کہا "تو کیا یہ سارے رشتہ دار مسٹر دنیا چر کے پاس ہی رہا کرتے ہیں؟"

"پھر آپ نے دنیا نام لیا۔ میرے دوست ایچ متھگلن کہیے" ڈنکنسبی نے جلدی سے اصلاح کی "اور یاد رکھئے کہ مسٹر دنیا چر کو بھیڑ والے ایچ متھگلن ہی کہنا چاہیے۔ بالفرض آپ یہ نہ کہنا چاہتے ہوں

تو پھر اختصار کے لئے محض اینچ متھگلن بھی کہہ سکتے ہیں۔ فی الحقیقت اس جگہ پہنچنے کے بعد دنیا چرکا نام کبھی آپ کے سننے میں نہ آئے گا کیونکہ وہاں ہر شخص یہی کہتا ہے ۔ اینچ متھگلن کا یہ حکم ہے۔ یا اینچ متھگلن نے ایسا کیا یا اینچ متھگلن کی یہ خواہش ہے وغیرہ اور اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ جب اینچ متھگلن کوئی حکم صادر کرتا ہے تو ہر شخص کا فرض ہے کہ وہ اس پر عمل کرے کیونکہ گو مجھے اس سے گفتگو کا موقعہ نہیں ملا تاہم میں نے اس کا شہرہ سنا ہے اور میں شکل وصورت سے بھی اس کو پہچانتا ہوں رہ گیا وہ سوال جو آپ نے پوچھا تھا تو اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں کہ قبیلہ کا لفظ دراصل کوئی معنوی حیثیت نہیں رکھتا۔ چنانچہ یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ سب رشتہ دار جو اینچ متھگلن کے قبیلہ میں شامل ہیں وہ سب ایک ہی مقام پر رہتے ہیں بالکل نہیں ان میں سے کئی ایک گرد ونواح میں اپنے اپنے مکانوں پر آباد ہیں بہتیرے ان میں آسودہ حال بھی ہیں۔ البتہ بعض جو بہت غریب ہیں۔ ان کو اب تک قبیلہ کی حدود میں ہی شامل رکھا جاتا ہے۔ دستور یہ ہے کہ جب اینچ متھگلن میں کوئی جلسہ دعوت ہو۔ تو پھر اس قبیلہ کے سب آدمی جمع ہوتے ہیں یعنی اگر خاندان میں کوئی شادی ہو تو جشن منانے کے لئے۔ یا موت ہو تو سوگ کرنے کے لئے۔ ان کا اجتماع ضرور ہوتا ہے۔ شادی اور ماتم کے جلوسوں میں ہی قبیلہ کے ہر شخص کا شامل ہونا ضروری ہے آپ کو یہ معلوم کرکے حیرت ہوگی کہ سارے قبیلہ میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے۔ جسے اپنے سردار کی شخصیت پر کامل فخر نہ ہو یا جو اس کی عزت وناموس کی حفاظت کو اسی طرح اپنا پاک فرض نہ سمجھتا ہو جس طرح اپنی عزت کی حفاظت کو۔"

"لیکن کیا یہ صاحب والئے اینچ متھگلن ایسے ہی مغرور متکبر اور سخت گیر ہیں"؟ میں نے کسی قدر بے چینی کے ساتھ پوچھا کیونکہ مسٹر ڈنکنسبی کی زبانی اس آدمی کے بارہ میں جس کی ملازمت میں شامل ہونے کے لئے میں جارہا تھا اس قسم کے حالات سنکر میرے جی کو سخت اضطراب لاحق ہوگیا تھا۔

"معزز دوست بے شک ہے مگر ایک حد تک" مسٹر ڈنکنسبی نے جواب دیا۔ یعنی اسے اپنی سرداری اپنی دولت اور اس دسوخ عظیم پر بے شک عزہ ہے۔ جو اسے اپنے قبیلہ کے افراد پر حاصل ہے تاہم میں اسکو صحیح معنوں میں سخت گیر اور جنگجو نہیں کہہ سکتا۔ فی الحقیقت جہاں تک میں نے سنا ہے وہ گرم جوش طبیعت کا فیاض آدمی ہے جس کے نیک افعال اس کی برائیوں پر ہر طرح غالب ہیں یعنی اس صورت میں کہ اس کی برائیوں کا کوئی حقیقی وجود ہو۔ میں جہاں تک مجھکو معلوم ہے۔ کبھی کوئی بری بات اس کے برخلاف میرے سننے میں نہیں آئی یا اگر آئی ہے تو محض اس قدر کہ ایک اور قبیلہ کے برخلاف اس کے دل میں صدیوں کا پرانا جوش عناد اب تک باقی ہے۔ گو اس دشمنی کا عہد حال سے کوئی تعلق نہیں"۔

"اور کیا وہ دشمنی ان دو قبیلوں میں اب تک قائم چلی جاتی ہے؟" میں نے اس خیال سے پوچھا کہ اس ذریعہ سے مسٹر دنیا چر کے بارہ میں جس قدر حالات ممکن ہوں۔ دریافت کر لئے جائیں۔

"دراصل یہ دشمنی" مسٹر ڈنکنسبی نے جواب دیا۔ "بہت قدیم اور روایتی ہے۔ اس کا آغاز مدت گذری ہوا تھا مگر اس کے بعد اس کا سلسلہ نسلاً بعد نسلاً قائم رہا۔ بات یہ ہے اس ملک میں اس طرح کی خاندانی عداوتیں مدت مدید تک قائم رہتی ہیں۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کوئی عداوت حتی کہ گلینکو کے خاندان اور میکڈانلڈ آف گلن کے خاندان کیمبل کی ہولناک تاریخی دشمنی بھی اتنی شدید نہ تھی جتنی اب تک کیرن ڈیل کے دو قبیلوں میں قائم چلی آتی ہے"

"میرا خیال ہے" رعنائی میں نے کہا کہ تھوڑی دیر پہلے گاڑیوں کے اڈہ پر یہ لفظ کیرن ڈیل میرے سننے میں آیا تھا"

"بات یہ ہے کیرن ڈیل اس گاؤں کا نام ہے۔ جو اس نام کے قبیلہ کا مرکز تھا۔ گو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ گاؤں اس خاندان کے نام سے مشہور ہوا۔ یا یہ خاندان اس گاؤں کے نام سے بارہا میں نے اس مسئلہ کو طے کرنے کے لئے پرانے تاریخی کاغذات کی چھان کی ہے۔

لہ ملاحظہ ہو ناول خونی تلوار مترجمہ منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری (دو جلدیں) قیمت مجلد چھ روپے طلب فرمائیے

مگر کسی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچ سکا۔ بہرحال وہ گاؤں جو کیرن ڈیل کے نام سے مشہور ہے وہی اس وقت میری منزل مقصود ہے۔ جیسا کہ آپ نے سنا تھا۔ میں اس علاقہ میں کیل ہول اور خاندان کیرن ڈیل کی اراضی کا قانونی انتظام مدت سے ہمارے خاندان کے سپرد چلا آتا ہے سابق وہ میرے پاس ہے۔ مجھ سے پہلے میرے والد کے سپرد تھا اور اس سے بھی پہلے میرے دادا کے۔ اور شاید یہ بھی ایک وجہ اس بات کی ہے کہ میں ایچ تھنگلن کے سٹرونیاچر سے پوری طرح واقف نہیں ہوں۔"

"اوہ۔ کیا یہ ممکن ہے۔" میں نے آپ ہی آپ ایک نئے خیال سے دہشت زدہ ہو کر پوچھا "کیا یہ ممکن ہے کہ وہ اسے ایچ تھنگلن کی طرف سے قبیلہ کیرنڈیل کے برخلاف اپنی عداوت کو ہمیشہ تک طول دیا جائے کہ وہ سب آدمی دشمن سمجھے جائیں جو۔۔۔ لیکن آہ" میں نے جلدی سے بگڑتے ہوئے کہا "ممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو کہ جو آپ کا تعلق اسی خاندان کیرنڈیل سے ہے۔"

"نہیں میرا خاندان کیرنڈیل سے کوئی تعلق نہیں" مسٹر ڈمکنسی نے جواب دیا "میں دراصل میدانی اضلاع کا رہنے والا ہوں اور میں قبیلہ پرستی کا حامی نہیں۔ رہگیا خاندان کیرنڈیل تو عملی طور پر اس کا بالکل ہی خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس کی ساری جائداد قانون کی آہنی گرفت میں آ چکی ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ موجودہ وارث کیرنڈیل اب کہاں ہے۔ یہ حالت کئی سال سے چلی آتی ہے اور یہی بڑی وجہ اس بات کی ہے کہ ایچ تھنگلن کے دل میں اس خاندان کے برخلاف جو عداوت پہلے تھی۔ وہ بڑی حد تک کم ہو چکی ہے کیونکہ باقی ہی کون رہا ہے جس کے برخلاف عداوت کی جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ آخری کیرنڈیل سردار یعنی سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا انتقال قریباً بیس سال گذرے ہو گیا تھا جس کے بعد اس کا وارث اس کا چھوٹا سا بچہ یعنی موجودہ سر الیگزینڈر رہگیا لیکن وہ نام کا والیٔ ریاست تھا۔ ورنہ اس کی حالت گداگر سے بہتر نہ تھی صرف چند دوست ایسے رہے تھے۔ جو اس کی حمایت و امداد کا دم بھرتے تھے۔ ورنہ۔۔۔ کچھ نہیں۔"

"تاہم آپ کو معلوم ہے کہ آخری کیرنڈیل سٹیئر کا بدنصیب وارث اب تک زندہ اور صحیح سلامت ہے" میں نے جلدی سے کہا۔ "کیونکہ گو آپ نے اس کا ذکر صیغہ ماضی میں کیا تاہم آپ کے استعمال کردہ لفظ "موجودہ" سے پایا جاتا ہے کہ وہ اب تک قید حیات میں ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے"

"آہ میرے عزیز دوست" مسٹر ڈنکنبی نے خوش ہو کر کہا "آپ کے اس فقرہ نے ثابت کر دیا کہ خدا نے آپ کو روشن دماغ عطا کیا ہے۔ مگر سچ کہئے گا آپ کسی وکیل کے دفتر میں تو کام نہیں کرتے؟ نہیں! تو پھر میری رائے میں ضرور آپ کو کرنا چاہئے۔ کیونکہ آپ نے وہ بات کہی ہے جس نے مجھ ایسے ہوشیار وکیل کا واقعی جی خوش کر دیا اور چونکہ سلسلہ گفتگو اس مقام تک پہنچ چکا ہے اس لئے میں اب کوئی بات آپ سے چھپانا بھی نہیں چاہتا اس کے علاوہ چونکہ میں آپ کی تیز دماغت کی قدر کرتا ہوں اس لئے مجھکو یہ بیان کرنے میں عذر نہیں ہے کہ موجودہ مسٹر ایگزیکیوٹر کیرنڈیل واقعی زندہ ہے اور مجھکو معلوم ہے کہ وہ کس جگہ رہتا ہے۔ تاہم یاد رکھئے۔ ایک میں ہی ایسا آدمی ہوں جسے اس کی ہستی اور موجودگی کا علم ہے ورنہ وہ اپنے آپ کو سارے عالم کی نظروں سے پوشیدہ رکھے ہوئے ہے مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے اس کی اپنی شخصیت چھپانے کی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً ایک یہ کہ اپنے خاندانی تکبر کی وجہ سے وہ یہ بات ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ ایک ایسے اونچے قبیلہ کا سردار اس تباہ حالی سے زندگی بسر کر رہا ہے۔ چنانچہ یہی باعث ہے کہ وہ اپنا نام بدل کر دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ایک علیحدہ مقام پر رہتا ہے"

"افسوس!" میں نے حسرت ناک لہجہ میں کہا "کس طرح والدین کی فضول خرچیاں بیچاری اولاد کی تباہی اور بدنامی کا ذریعہ ثابت ہوتی ہیں"

"بالکل صحیح" مسٹر ڈنکنبی نے تسلیم کیا "گو سچ پوچھئے تو بربادی کے اس کام میں اس کے باپ سے پہلے دادا اور پردادا نے بھی کچھ کم حصہ نہیں لیا۔ تاہم اب اس سوال کے متعلق قانونی عدالتوں میں زوردار جدوجہد جاری ہے۔ قریباً بیس سال مقدمہ بازی

کرتے ہو گئے

"اور ابھی نہ معلوم یہ سلسلہ کب تک جاری رہے" میں نے کہا۔

"خیر یہ بات تو نہیں" مسٹر ڈنکنبی نے جواب دیا "کیونکہ معاملہ اب قریب الختم ہے۔ موجودہ سر الیگزینڈر کی طرف سے بنائے دعوے یہ ہے کہ اس کے باپ اور دادا نے جو روپیہ ریاست کی بنا پر قرض لیا وہ ان روئے قانون ناجائز تھا کیونکہ ان لوگوں نے راہبان جماعت کو بعض ایسے اختیارات دیئے جس کے وہ ہرگز اہل نہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ موجودہ سر الیگزینڈر کے والد کے انتقال پر انہوں نے ساری جائداد پر قبضہ کر لیا اور یہیں سے بنائے مقدمہ بازی قائم ہوئی اب غالباً آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ایک طرف میں جائز وارث کے لئے اس کی جائداد واپس لینے کی کوشش کر رہا ہوں اور دوسری جانب راہبان لوگ اپنے دعوے کی حفاظت میں آمادہ پیکار ہیں۔ مقدمہ کی رفتار بالکل سست ہے۔ سال میں ایک دو پیشیاں ہو جاتی ہیں لیکن آخری فیصلہ کی نوبت اب تک نہیں آئی۔ گو قوی امید ہے کہ اب بیس سال کے بعد اس کا فیصلہ عنقریب سنا دیا جائیگا۔"

"اور کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ وہ فیصلہ کس کے حق میں ہوگا؟" میں نے ڈنکنبی سے پوچھا "بشرطیکہ آپ اس سوال پر برا نہ مانیں"۔

"نہ خیر میں تو برا نہیں مانتا" وکیل نے ہنستے ہوئے کہا "تاہم آپ کے اس سوال سے ثابت ہو گیا کہ واقعہ میں اتنے ہوشیار نہیں۔ جتنا پیشتر میں نے سمجھا تھا۔ میرے دوست کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ اگر مجھے اپنے دعوے کی کامیابی کا نصفا نصف یقین نہ ہوتا تو میں کیا اب تک اس مخمصہ میں الجھا رہنا پسند کرتا؟ اس کے علاوہ مقدمہ بازی کے سارے اخراجات بھی ابتک میری گرہ سے ادا ہوتے رہے ہیں اور اگر سچ مچ مجھے ناکامی ہوئی۔ تو پھر میری تباہی میں کیا شک ہے پس میں اپنے اور سر الیگزینڈر کیمنڈیل کیلئے بہترین امیدیں رکھتا ہوں اور فضل خدا سے ضرور کامیابی حاصل کروں گا۔"

یہ کہکر اس نے اپنی ہمت و امید کو برقرار رکھنے کے لئے پھر وہی شراب کی چوتھی
قول نکالی اور منہ سے لگا کے ایک لمبا گھونٹ پیا۔

"لیکن اگر" میں نے اس گفتگو میں دلچسپی لیتے ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھکر پوچھا
کہ میاں پی پی کر آپ کو کامل ہوگئی اور آپ رہن شدہ جائیداد کو مرتہنوں کے حوالہ کرنے
میں کامیاب ہو گئے۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہوگا کہ جن لوگوں نے جائیداد کی کفالت
پر روپیہ قرض دیا تھا وہ سب کچھ ہاتھ سے دے بیٹھیں گے؟"

"بالکل نہیں" مسٹر ڈکنسن نے جلدی سے کہا۔ "دراصل موجودہ سر الیگزینڈر
کیرنڈیل انتہا درجے کے شریف اور دیانتدار آدمی ہے اور خدا نہ کرے کہ میں کوئی ایسا
مشورہ اس کو دوں۔ جو اسے دانستہ طور سے حرفت کرنے کا ذریعہ ثابت ہو اس کا پختہ
ارادہ ہے کہ رہانوں کو ان کا جائز روپیہ کوڑی پیسے سے بے باق کر دیا جائے مگر اسی وقت
جبکہ وہ جائز مقدار میں اس سے زیادہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ ہم لوگ سب سے پہلے
تو اس قدر زیادہ شرح سود مقرر کیے جانے کی ہوش اڑاتے ہیں [illegible] چار سو فیصدی!
چونکہ آخری سر الیگزینڈر کی طبیعت [illegible] اسراف غالب تھا اس نے یہ
نہ سوچا کہ کس طرح میں اپنے [illegible] سے دور ہوں وہ مہاجنی شرطوں
پر روپیہ وصول کر کے اس کو بیجا صرف کرتا رہا۔ زیادہ مصیبت یہ ہوئی کہ اس نے ان معاملات
میں کبھی مجھ سے بھی مشورہ نہ لیا اور جب کو صحیح حالات کا علم اس وقت ہوا جب تباہی کی
لہر کو روکنا غیر ممکن ہو چکا تھا۔ ان حالات میں وہ بدمعاش سود خوار اگر اپنا اصل زر مناسب
شرح سود کے ساتھ واپس حاصل کر سکیں تو یقیناً ان کو نقصان نہیں اور موجودہ سر الیگزینڈر
کیرنڈیل اس کے لئے ہر وقت آمادہ ہے۔"

"صاحب آپ کی داستان نے میرے دل پر بہت اثر کیا ہے" میں نے کہا۔ "اور مجھے
خاندان کیرنڈیل سے غائبانہ اتنی ہمدردی ہو گئی ہے کہ میں دست بدعا ہوں۔ اس معاملہ

ہیں آخری کامیابی سود خواروں کو حاصل نہ ہو۔"

"بالکل ٹھیک بالکل صحیح" مسٹر ڈنکنسبی نے کہا "مگر جیسا میں کہہ رہا تھا۔ مقدمہ بازی شروع ہونے کے بعد اصل کی فراہمی کے لئے سرکاری امین مقرر کر دیا گیا تھا جو اس بیس سال کے عرصہ میں لگان کی رقمیں باقاعدہ وصول کرتا رہا ہے۔ اس سے بیشمار روپیہ جمع ہو چکا ہے جس سے ہر طرح کے اخراجات وضع کرنے اتنی رقم باقی رہ جائے گی۔ جو قرضخواہوں کے جائز مطالبات پورے کر سکے۔ اس طرح گویا مقدمہ کی کامیابی پر جب سر الیگزینڈر کو اس کی آبائی ریاست دوبارہ واپس ملے گی۔ تو اس پر کسی طرح کا بار قطعاً نہ ہوگا۔ یعنی آمدنی اور خرچ برابر۔ تاہم ایک اتنی بڑی ریاست کا بغیر کسی بار کے اصلی وارثوں کو ملنا یہ بھی ایک نعمت ہے۔ کیونکہ آٹھ دس ہزار سالانہ کی آمدنی تو بآسانی سے اس سے ہوتی ہے۔ اور اگر تھوڑی سی محنت اور کی جائے۔ تو پھر اس آمدنی کو اعضاعف بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔" میں نے حیرت آمیز لہجہ میں کہا "کہ جب آپ قرضخواہوں کے جائز مطالبات پورا کرنے کو تیار ہیں۔ تو پھر کس لئے وہ لوگ مقدمہ بازی کرتے اور اس معاملہ کو طول دیتے ہیں؟"

"اس لئے کہ ہم اُن کے صرف جائز مطالبات پورا کرتے ہیں ناجائز نہیں۔" مسٹر ڈنکنسبی نے جواب دیا۔ "رہ گیا یہ سوال کہ وہ اُن جائز مطالبات سے پورا ہونے پر کیوں شاکر نہیں تو اس کا جواب میں کیونکر دے سکتا ہوں۔ یہ تو بالکل ایسا ہی سوال ہے۔ گویا آپ پوچھیں کہ لوگ کس لئے مقدمہ بازی کرتے اور کیوں سالہا سال تک قانونی جھگڑوں میں روپیہ برباد کئے جاتے ہیں؟ آہ میرے عزیز دوست اس سوال کا ایک ہی جواب ممکن ہے۔ یعنی طبع انسانی کی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی حرص و آز۔ یہ نہ ہو۔ تو پھر نہ آپس میں جھگڑے ہوں نہ مقدمہ بازی کی نوبت آئے۔ نہ ہم قانون پیشہ لوگوں کا ذریعہ معاش

باقی رہے۔ بصورت موجودہ قرضخواہوں کی یہ خواہش ہے کہ وہ ایک ہی وقت میں اپنا روپیہ بھی اور اس کے ساتھ جائداد بھی اپنے قبضہ میں لے لیں۔ اور ایک قانون دان کی حیثیت میں میں کہہ سکتا ہوں کہ اس بارہ میں جو کوشش اُن کے وکیل کی طرف سے ہو رہی ہیں وہ کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ مگر جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ شخص . . . قرضخواہوں کا قانونی مشیر اس معاملہ کے اخلاقی پہلو کو بالکل نہیں سوچتا۔ مگر اس کی وجہ شاید یہ ہو۔ کہ قانون اور اخلاق میں بُعد عظیم ہے۔ اور وہ ساتھ ساتھ نہیں چلتے . . . اور اب اس معاملہ میں میں یہ بھی آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ قریباً آدھے گھنٹہ سے ہماری گاڑی سنڑین کیرنڈیل ہی پر چل رہی ہے۔ چنانچہ اس نگاہ تک یہ جتنی اراضی آپ کو نظر آتی ہے۔ وہ سب خاندان کیرن ڈیل کی ہے۔ اتنی وسیع ریاست کے ہوتے ہوئے ایک سمجھدار آدمی جس قدر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا اندازہ آپ خود ہی بہتر کر سکتے ہیں۔ یہ ہموار میدان جو دُور تک غیر آباد ہیں۔ ان میں گاؤں آباد کئے جا سکتے ہیں۔ یہ ویران جنگلیں جن میں خال خال آبادی ہے۔ زیادہ بارونق بن سکتی ہیں۔ یہ سنگلاخ کوہی علاقے جن میں خشک گھاس کے سوا کوئی چیز نہیں اگتی۔ سرسبز بنائے جا سکتے ہیں۔ آپ کچھ ہی دیر دیکھیں جس سے ہم اس وقت گذر رہے ہیں۔ وہ بالکل ویران ہے۔ مگر کیا تھوڑی سی محنت اور ہمت سے اس میں اناج پیدا نہیں ہو سکتا؟ اپنے ارد گرد دیکھئے۔ کیا کوئی بارونق بستی یا کوئی آباد گاؤں آپ کو نظر آتا ہے؟ وہ خوشگوار دیہاتی گرجے۔ وہ مدرسے جو گاؤں کے لڑکوں کی تعلیم کے لئے قائم ہونے چاہئیں۔ وہ کہاں ہیں؟ کہیں نہیں۔ ہر طرف ویرانہ ہی ویرانہ نظر آتا ہے۔ عنقریب ہماری گاڑی موضع کیرنڈیل میں پہنچے گی۔ تو آپ دیکھیں گے کہ جھونپڑیوں اور مکانوں کی حالت کتنی زار اور رعیت کتنی بدحال ہے کس طرح بچے پھٹے ہوئے کپڑے پہنے ننگے پاؤں دوڑتے پھرتے ہیں۔ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ ایک ایسی شاندار ریاست کو جیسی یہ کسی زمانہ میں تھی بے فائدہ قانونی نکتہ

میں ڈالا گیا۔ میرے دوست کا یہ صحیح ہے کہ ایک وکیل کی حیثیت میں مجھے اس مقدمہ بازی سے یقینی نفع حاصل ہوگا۔ تاہم ایک انسان کی حیثیت میں اُس تباہی اور بربادی کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو محض اس مقدمہ بازی سے لاحق ہوئی ہے"۔

اپنی تقریر کے آخری حصہ میں مسٹر ڈنکنسبی نے کچھ ایسی بلاغت کا اظہار کیا تھا اور اس کے ساتھ ہی مجھے اُس کے لفظوں میں کچھ اس طرح کی فیاضی دکھائی دی تھی کہ میں اپنے دل میں اُس کی طبع نیک کی تعریف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اپنی مختصر زندگی کے وسیع تجربات میں شاذ و نادر مجھے کسی ایسے آدمی سے ملنے کا اتفاق ہوا ہوگا۔ جس نے دو گھنٹوں کے عرصہ قلیل میں اتنا دلنشین اور دلربا نمائش اس قدر خوبیوں کا اظہار کیا ہو جتنی مسٹر ڈنکنسبی کی سیرت میں نظر آئی تھیں۔ اور میں اپنے جی میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ اگر اس آدمی کو سچ مچ باشندگان سکاٹ لینڈ کی سیرت کا صحیح نمونہ سمجھا جا سکتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں۔ اس ملک کے رہنے والے ہر لحاظ سے قدر و عزت کے قابل ہیں۔

گفتگو کا سلسلہ تھوڑی دیر کے لئے تھم گیا۔ میرے خیال میں پرتھ سے روانہ ہونے کے بعد یہ اپنی قسم کا پہلا موقعہ تھا۔ بہر حال اب کی بار مسٹر ڈنکنسبی نے برانڈی کی بوتل بھی منہ سے لگانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ دفعتاً اس کے ریا مدار چہرہ پر فکر عظیم کے آثار پیدا ہوئے۔ تھوڑی دیر یہ کیفیت رہی۔ اُس کے بعد پھر وہی بشاشت کی چمک ظاہر ہوگئی۔ اور اُس نے جلدی سے کہا "اچھا امید کرنی چاہیئے۔ کہ جلدی یا دیر میں ریاست کی اصلاح کا عمل ضرور شروع ہوگا۔ یہ علاقہ اپنے جائز مالک کے متصرف میں آنے کے بعد پھر خوشحال ہوگا۔ . . بس میرا سفر ختم ہوا" یہ آخری فقرہ عین اُس وقت اُس کے منہ سے نکلا۔ جب گاڑی ایک ادنیٰ شراب خانہ کے دروازہ پر جو ایک تباہ حال چھوٹے سے گاؤں کے پہلو میں واقع تھا۔ ٹھیری اور معلوم ہوا کہ موضع کیرنڈیل آگیا۔

"وکیل صاحب۔ آپ کو الوداع کہتے ہوئے" میں نے اپنے سابقی سے کہنا شروع کیا "میں نہیں جانتا کس منہ سے آپ کی عنایت و بزرگی اخلاق کا شکریہ ادا کروں۔ سارا رستہ آپ نے مجھ سے اس قدر مہربانی کا سلوک کیا ہے۔ ۔ ۔"

گرمسٹر ڈنمنبی نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے یہ کہکر مجھے اپنا فقرہ ناتمام ہی چھوڑنے پر مجبور کیا "کہ دوست مجھے آپ کے چہرہ پر شروع سے ہی نیکی۔ دیانت اور سچائی کے آثار دکھائی دیئے تھے۔ اس لیئے میں نے سب باتیں آپ کے روبرو بیان کی ہیں۔ اور اب دیکھئے"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی آواز کو پُراسرار طریقہ پر دبایا۔ اور اس کے ساتھ ہی گاؤں سے قریباً ایک میل کے فاصلہ پر ایک باؤنڈ کی طرف اشارہ کیا۔ جس کی چوٹی پر بنی ہوئی عمارت کا صرف ایک پہلو دکھائی دیتا تھا کیونکہ باقی حصہ بہت اونچے چھتنارے درختوں کے سایہ میں چھپے ہوئے تھے۔ اور میں یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوں۔ کہ کیرنڈیل کی وسیع اراضی میں میرے لیئے اس طرح کے اونچے اور شاندار درخت دیکھنے کا یہ پہلا ہی موقعہ تھا۔ "دیکھئے آپ کی نظروں کے سامنے خاندان کیرن ڈیل کی تاریخی عمارت واقع ہے۔ جو افسوس باقی سب چیزوں کی طرح زوال و انحطاط کی منزل میں گرتی چلی جا رہی ہے"۔ پھر سلسلہ تقریر جاری رکھکر "ایک زمانہ تھا۔ جب یہ گھر نوکروں اور مہمانوں سے پُر رہا کرتا تھا۔ مگر اب صرف ایک بڈھا دربان اور اس کی بی بی اس میں رہتے ہیں۔ اور وہی اس کی حفاظت و نگرانی کر چھوڑتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے وہ بیچارے ایک ایسی عالیشان عمارت کی کیا نگرانی کر سکتے ہیں۔ جس کی جھاڑ پونچھ کے لیئے پچاس نوکر بھی تھوڑے ہیں۔ اور وہ درخت جو آپ کو اس عمارت کے پاس دکھائی دیتے ہیں۔ غور کیجئے کتنے شاندار ہیں۔ لیکن وہ سود خوار بدمعاش عدالت کی ڈگری حاصل کر کے ان کو بھی کٹوانا چاہتے تھے۔ مگر میں نے انہیں زک دی۔ ایسی زک دی کہ وہ عمر بھر یاد رکھیں گے"۔ اور یہ

کہتے ہوئے مسٹر ڈنکنسبی نے پھر ایک بار پُر زور قہقہہ لگایا۔

"اچھا امید کرنی چاہئے" میں نے دعائیہ انداز سے کہا: "آپ کی یہ پہلی فتح مقدمہ کی آخری کامیابی کے حق میں فال نیک ثابت ہوگی"

"بہت اچھا خیال ہے" مسٹر ڈنکنسبی نے میرا ہاتھ گرمجوشی سے ہلاتے ہوئے کہا: "مگر کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ آپ اس جگہ کیزنڈیل آرمز کے شراب خانہ میں فقیر کر تھوڑی دیر آرام کریں۔ اور کچھ ماحضر بھی تناول کرتے جائیں۔ نہیں! آپ کو جلدی ہے۔ بہت اچھا میں مجبور نہیں کرتا۔ لیکن اگر کبھی آپ کو ایڈنبرگ آنے کا اتفاق ہو۔ تو ویڈ ڈنکنسبی وکیل کا نام پوچھ لیجئے۔ مجھے آپ سے مل کر بہت خوشی ہوگی"

اس نے پھر ایک بار رخصتی مصافحہ کیا۔ اتنے میں گھوڑے تبدیل ہو چکے تھے۔ مسٹر ڈنکنسبی نے علیحدگی میں چند الفاظ اس گاڑی بان سے جو اس جگہ کہ آیا تھا۔ اور اس سے بھی جسے گاڑی کو آگے لیکر جانا تھا۔ کہے۔ ساتھ ہی اپنی جیب سے بٹوہ نکالا اور دونو آدمیوں کو انعامات دیئے۔ جو میرے خیال میں معقول تھے۔ کیونکہ میں نے دیکھا ان دونو نے بڑے ادب کے ساتھ ٹوپیوں کو چھو کر سلام کیا۔ پھر جب گاڑی آگے چلنے کو تیار ہوئی تو مسٹر ڈنکنسبی نے کھڑکی کے پاس آکر مجھے کہا: "آپ اب گاڑی کا کرایہ ادا کرنے کی زحمت نہ کریں۔ کیونکہ جو کچھ بنتا ہے۔ وہ سب میں نے ادا کر دیا ہے۔ مبادا آپ میرے اس فعل کو حد سے آگے بڑھی ہوئی آزادی اور بے تکلفی پر محمول کریں۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایک بار بٹوہ ہاتھ میں لے لینے کے بعد میرے خیال میں حساب کی زحمت گوارا کرنے سے یہ بہتر تھا کہ پورا چکوتہ کر دیا جائے۔ اس لئے آپ میرے اس فعل سے ناراض نہ ہوں اور اب . . . خدا حافظ!"

اس سے پہلے کہ میں جواب کے طور پر کچھ کہتا۔ وہ تیز چلتا شراب خانہ کے اندر چلا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی گاڑی آگے کی طرف چلی۔ مگر چند ہی میل کے فاصلہ میں رستہ

کی عام حالت اصلاح پذیر ہونی شروع ہوگئی۔ اب اطراف کے پہاڑوں پر خشک گھاس کی بجائے سبزہ لہرا رہا تھا۔ جا بجا مرغزاروں میں صاف ستھری بھیڑ بکریاں دکھائی دیتی تھیں۔ اور بہتی ہوئی ندیوں کے کناروں پر خوش قطع گاؤں آباد تھے۔ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ خوشحال صورت گڈریئے پلی ہوئی بھیڑوں کے ریوڑ لئے ان کو چرا چراتے پھر رہے تھے۔ ہر طرف سبزہ و گل کی بہار تھی۔ اور سو سو کھے ٹھنٹ درختوں کی بجائے شاداب اور سرسبز پودے نظر آتے تھے۔ رستہ میں گاڑی ایک خوشنما چھوٹے سے گاؤں میں سرائے بجانہ کے پاس ٹھیری۔ تو دریافت پر معلوم ہوا کہ یہ انچ تھگن کا علاقہ ہے گاڑی پھر ایک بار چلنے لگی اور مناسب عرصہ کے بعد منزل مقصود پر پہنچ گئی مگر انچ تھگن کا نقشہ میں نہیں جانتا کن لفظوں میں پیش کروں۔ ناظرین چشم تصور سے دیکھیں۔ ایک وسیع و عریض جھیل ہے۔ جس کی چوڑائی قریباً دو میل اور لمبائی حد نگاہ سے باہر اور بے حساب۔ اس کے شفاف نیلگوں پانی آئینہ کی طرح ساکن ہیں۔ اور ساحل پر اگے ہوئے سرخ و خواب پودوں کا تاریک سایہ جھیل کی شفاف سطح پر پڑ کر نظر کو جاں بخش پیدا کرتا ہے۔ سنہرے رنگ کے پتھر۔ ہر طرف مرغزار۔ نیلی پیلی بھیڑیاں اور ان کی پشت پر چھوٹے چھوٹے گاؤں۔ کہیں عشق پیچے کی بیلوں سے ڈھکے ہوئے گرجا کا اونچا کلس۔ کہیں پُر آسائش کوٹھی۔ کہیں کھیت۔ کہیں وادی۔ کہیں جنگل کہیں آبادی اور اس پُر نگوہ منظر کے وسط میں تصویر کے سب سے نمایاں حصہ کے طور پر ایک عالیشان سنگلاخ عمارت جھیل کے عین مرکز میں بلندی کے اوپر بنی ہوئی میرے خیال میں یہ ساری تفصیلات اگر چشم تصور سے دیکھی جانی ممکن ہوں۔ تو پھر اس نظارہ پُر کیف کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ جو انچ تھگن میں پہنچ کر سب سے پہلے میں نے دیکھا مگر اس کے متعلق کچھ تفصیلات اور بھی ہیں۔ جن کو میں نے ہاتھوں بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ پیشتر لکھا گیا ہے کہ اس جھیل کا سب سے چوڑا پاٹ جو میری نظروں کے سامنے

تھا۔ دو میل کے قریب ہوگا۔ مگر اس سلسلہ میں میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ بالمقابل ساحل پر ایک جزیرہ نما۔ قریباً گول ساخت کا جسے ایک تنگ خانہ نے ساحل کے ساتھ ملاتی تھی جھیل کی چوڑائی میں قریباً نصف فاصلہ تک آگے کی طرف نکلا ہوا تھا۔ اور اس جزیرہ نما کی آخری حد اور اس ساحل کے درمیان جہاں گاڑی نے قیام کیا۔ قریباً پون میل کا آبی قطعہ حائل تھا۔ جزیرہ نما کا قطر اندازاً ایک میل ہوگا۔ اور خانہ کے کی لمبائی قریب پانچ سیل۔ اسی جزیرہ نما کے وسط میں جس کے بارہ میں معلوم ہوا کہ اسی اطراف میں اونچ کہا جاتا ہے۔ وہ اونچی قلعہ نما عالیشان عمارت تھی۔ جسے دیکھنے والے اونچ منصفین کا مسکن کہنا چاہئے۔ پختہ اینٹوں اور پتھروں کی بنی ہوئی وہ حیرت انگیز عمارت بظاہر مختلف زمانوں کی تعمیر کا مرکب تھی۔ اس لئے اس میں ہر زمانہ کی تعمیر کے نمونے پائے جاتے تھے۔ اور گو مرمت اور ترمیم کے اس سلسلہ میں جس کا عمل مختلف زمانوں میں جاری رہا تھا۔ کوئی خاص سرشتہ ہم آہنگی پیدا کرنے کی نہ کی گئی تھی۔ تاہم میں چونکہ اس فن کا طالب علم تھا۔ اس لئے زیادہ غور طلب نظروں سے کام نہ لیتے ہوئے بحیثیت مجموعی یہ تسلیم کرنے کیلئے آمادہ ہو گیا کہ فن تعمیر کے مختلف نمونوں کا یہ حیرت انگیز مجموعہ جس میں عمارت کے پہلو کسی ایک طرز کے بنے ہوئے تھے۔ اور مینار کسی دوسری طرز کے جس میں وضع جدید کی کھڑکیاں ایک حصہ میں موجود تھیں۔ اور کھجاری چھاجک کسی دوسرے مقام پر۔ ایک سایہ دار خوشنما برآمدہ ایک طرف دکھائی دیتا تھا۔ اور تکونی ساخت کا دروازہ کسی دوسرے حصہ میں جس میں قلعہ نما فصیلیں ایک طرف بنی ہوئی تھیں۔ اور چپٹی چھت کی نئی ساخت کی چھجت کسی دوسرے مقام پر ان مختلف اور متضاد چیزوں کا حیرت ناک مجموعہ اس میں شک نہیں پُرعظمت اور دلفریب تھا۔

گھاٹی جیسا کہ میں نے پیشتر بیان کیا ہے جھیل کے ساحل پر پہنچ کر ایک چھوٹے سے خوش قطع مکان کے دروازہ پر ٹھیری تھی۔ جس کی ظاہری شکل وصورت بالکل

ویسی تھی جیسی امرائے انگلستان کی جاگیروں میں دربان کی جائے سکونت کی ہوا کرتی ہے اس مکان کے دوسری جانب جھیل کی سمت میں ایک چھوٹا سا گھاٹ پانی کے اندر بنا ہوا تھا۔ اور پانچ چھ بڑی چھوٹی کشتیاں اس گھاٹ کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں۔ گاڑی کی آواز سن کر ایک خوش پوش بلا ہوا مسرور چہرہ اور کسرتی بدن کا آدمی مکان سے باہر نکلا۔ وہ مجھے دیکھ کر کچھ کہنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر کسی خیال سے رک گیا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ اس کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوئے ہیں۔ بظاہر اُسے نئے نوکر کی آمد کی اطلاع دی جا چکی تھی۔ اور اُسے اس کا انتظار بھی تھا۔ مگر جب اُس نے میری شکل و صورت دیکھی۔ اور جب اُس کی نگاہ اُس خوش قطع سوٹ کی طرف گئی۔ جو میرے دوست ولندیزی کپتان نے مجھ کو دیا تھا۔ تو اس کو یہ سوچکر تامل ہوا کہ یہ آدمی وہ نوکر نہیں ہو سکتا جس کا انتظار تھا۔ بہرحال میں نے اُسے بہت عرصہ کشمکش و پیچ میں رکھنا غیر ضروری سمجھا۔ میں نے اُس کو بتایا کہ میں کون ہوں جس کے بعد اس نے میرا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ رخصت ہونے سے پہلے میں نے گاڑیبان کو اپنی طرف سے کچھ انعام پیش کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں آپ سے ایک پائی بھی لینا منظور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ مسٹر ڈنکنسبی نے صرف میرا حق پوری طرح ادا کر دیا تھا۔ بلکہ ساتھ ہی یہ بھی کہا تھا۔ کہ اگر تم ان سے کچھ اور لوگے تو مجھے سخت ناراضگی ہوگی۔ تاہم اُس نے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور اُس کے بعد گھوڑوں کو چابک لگا کے موضع متھگلن کی طرف چلدیا۔ جس کے بارہ میں معلوم ہوا کہ ایک چھوٹا سا پُرفضا گاؤں ہے۔ اور جھیل کے اُسی ساحل پر جہاں میں اس وقت کھڑا تھا قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

ملاح نے جو مسٹر ڈینا چر کا ویسا ہی تنخواہ دار آدمی تھا۔ جیسے امرائے انگلستان کی اراضی کے دربان عموماً ہوتے ہیں۔ ایک چھوٹی سی ڈونگی کھول کر میرا ٹرنک اس

میں رکھدیا۔ اور جیب میں خود بھی اُس میں بیٹھ چکا۔ تو وہ اُسے کھیتا جزیرہ نما کی طرف لے چلا۔ وسط مارچ کی پُر فضا سہانی شام تھی۔ اور سورج مغربی پہاڑیوں کی چوٹی پر آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اطراف کہستان میں چھائے ہوئے چند بادل جھیل کے شفاف پانی میں عکس افگن ہو کر عجیب و غریب سائے پیدا کرتے تھے۔ ہوا میں بھی وہ سردی نہ تھی۔ جس کی بھے اس موسم میں سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ میں امید ہو سکتی تھی۔ البتہ ایک طرح کی راحت افزا خنکی صحت بخش اور جاں پرور اس میں باقی تھی۔ ہماری کشتی جب اینچ کے ساحل کی طرف بڑھی۔ تو اس کے وسط میں اونچے مقام پر بنی ہوئی عالیشان عمارت نیلگوں آسمان کے مقابلہ میں زیادہ پُر عظمت دکھائی دینے لگی۔ پہ دوں میں ہری ہری کونپلیں نکلنے لگی تھیں۔ اور گو کچھ درخت ایسے بھی تھے۔ جن کی بے برگ شاخوں میں سرمائی سختی کے آثار اب تک باقی تھے۔ تاہم وہ برہنہ شاخیں بھی نظارہ کی سنسنانی پیدا نہ کرتی تھیں۔ اور اُن کے مقابل میں حد نگاہ تک پھیلا ہوا سبزہ جو ڈھلوان مقاموں پر عمارت کے سامنے اور اس کے اطراف میں جھیل کی سطح تک پہنچا ہوا تھا۔ بڑا پر کیف نظارہ پیش کرتا تھا۔ کشتی آخر کار ایک اور گھاٹ کے پاس جا کر رُکی۔ جو عین اس گھاٹ کے بالمقابل واقع تھا جس سے ہم چلے تھے۔ اور اس وقت میں نے دیکھا کہ ایک ویسا ہی خوشنما چھوٹا سا مکان جیسا جھیل کے دوسری جانب تھا۔ اس جگہ بھی موجود تھا۔ قریباً ایک درجن کشتیاں چوبی چھت کے نیچے جس کے استادے سطح آب سے اُوپر کی طرف اُٹھے تھے بندھی ہوئی تھیں۔ بعض اتنی وسیع اور عالیشان کہ میرے خیال میں اُن کر چلانے کے لئے کم از کم ایک درجن ملاحوں کی حاجت ہوتی تھی۔ گھاٹ پر اتر کر میں نے اپنا صندوقی شانہ پر رکھ لیا۔ اور عمارت کی طرف چلا۔ جس کا بڑا پھاٹک اُس گھاٹ والے مکان سے جس کے پاس میں جا کر اُترا تھا۔ قریباً پاؤ میل کے فاصلہ پر دکھائی دیتا تھا۔

باب ۴۳

ایچ تھگلن

طرز جدید کی ڈیوڑھی میں بنا ہوا سامنی طرف کا پھاٹک چونکہ بند تھا۔ اس لئے میں نے اس کو کھٹکھٹانا غیر ضروری سمجھا۔ اور عمارت کے پہلو میں چلتا ہوا شاگرد پیشے کی طرف ہو لیا۔ چند منٹ کے سرگردانی میں میں ایک کھلے دروازہ کے پاس جا پہنچا جس کے بھاری چوکھٹ میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی تھی۔ جھک کر آتا دیکھ کر ایک دراز قد نوکر جس نے خوشنما وردی پہنی ہوئی تھی۔ باہر نکلا اور اس نے مجھ سے پوچھا کیا تم ہی وہ نوجوان ہو جس کی آمد کا انتظار تھا؟ میرے ہاں کہنے پر ملاح کی طرح اس نے بھی میرا پر تپاک خیر مقدم کیا۔ اور مجھے اپنے ساتھ ایک فراخ اور اونچی ڈیوڑھی میں لے گیا جس کی دیواروں پر جنگ اور شکار کی مختلف یادگاریں آویزاں تھیں۔ مثلاً پرانی وضع کی ڈھالیں اور جھنڈے جڑاؤ اور باریک پھل کی تلواریں اور خنجر بارہ سنگوں اور سوروں کے سر اور ایسی ہی بہت سی چیزیں ایک مشکیل وجیہ آدمی جس کا قد چھ فٹ دو انچ سے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ سکاٹ لینڈ کے کوہی علاقہ کی پوری وردی پہنے جس کی ٹوپی میں لگے ہوئے سیاہ پر اس کے بائیں شانہ پر لہرا رہے تھے۔ سینہ پر ہاتھ باندھے ہاتھ میں لئے اس کو ٹھیک ٹھاک کر رہا تھا۔ بعد ازاں معلوم ہوا کہ وہ والئے ایچ تھگلن کا تنخواہ دار ملازم تھا۔ اور اس کا کام مختلف اوقات میں بجا کر سنانا تھا۔

نوکر جو میرے ساتھ آیا تھا۔ ڈیوڑھی کے دہانہ میں تھوڑی دیر کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور تعریفی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے کے بعد میری طرف دیکھنے لگا گویا یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس نظارہ نے میرے دل پر کیا اثر پیدا کیا ہے۔ میں نے جیسا کہ

لازم تھا۔ تعریف و خوشامد کے چند الفاظ کہے۔ جس پر نوکر انداز و قار سے مسکرایا۔ میرا خیال ہے اُسے اُس خاندان کی عظمت و عزت سے کاجس میں وہ نوکر تھا۔ کچھ کم تکبر نہ ہوگا۔ غالباً اسی نے اُس کو یہ جان کر بہت خوشی ہوئی۔ کہ میں اس نظارہ سے بیحد متاثر ہوا ہوں۔ بعد ازاں وہ مجھے ساتھ لئے کئی لمبے راستوں اور غلام گردشوں سے گذر کر مکان کے اُس حصہ میں پہنچا۔ جہاں نوکر لوگ رہتے تھے۔ اور جس کی کھڑکیاں عمارت کی پشت پر ایک نہایت وسیع صحن کی طرف کھلتی تھیں۔ ایک بہت لمبی میز اس جگہ بچھی ہوئی تھی۔ جس کو دیکھ کر میں نے اندازہ کیا کہ کم از کم تیس نوکر اس کے ارد گرد بیٹھ سکتے ہوں گے۔ چنانچہ اب بھی دس یا ۱۲ نوکر اور نوکرانیاں اس جگہ بیٹھی آپس میں گفتگو کر رہی تھیں۔ پھر جب اس آدمی نے جو مجھے اپنے ساتھ یہاں تک لایا تھا۔ اُن سے میرا تعارف کرایا۔ تو وہ سب اس قدر محبت اور بے تکلفی سے پیش آئے کہ مجھے کسی طرح کی اجنبیت محسوس نہ ہوئی۔ اتنے میں ایک اور نوکر مسٹر ویچ کو میری آمد کی خبر دینے چلا گیا۔ اور اسی نے چند منٹ بعد واپس آکر اطلاع دی کہ آقا نے اسی وقت تم کو یاد کیا ہے۔ اس پر میں اُس دوسرے آدمی کے ساتھ فراخ صحن سے گذر کر عمارت کے وسطی حصہ میں بنے ہوئے ایک برآمدہ میں پہنچا جہاں سے ہم ایک اور رستہ سے گذر کر بہت بڑے ہال میں جا پہنچے۔ اس کا فرش اور استادے ایک ڈال سنگ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔ ایک چوڑا اور خوشنما زینہ اس جگہ سے اوپر کی طرف جاتا تھا۔ ہم اُس پر چڑھنے لگے۔ اور آخر کار ایک ایسے مقام پر پہنچے۔ جہاں سے کئی رستے مکان کے مختلف حصوں کی طرف جاتے تھے۔ یہیں سے ایک رستہ کمرہ نشست کی طرف بھی گیا تھا۔ یہ کمرہ بجائے خود بہت وسیع اور خوشنما طریقہ پر آراستہ تھا مگر اس سامان آرائش کو دیکھ کر مجھے بے اختیار اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا۔ کہ زمانہ حال کی دلچسپیاں رکھتے ہوئے بھی اس گھر کے مالک کو عہد گذشتہ

کی یادگاریں جمع کرنے کا خاص شوق ہے۔ کمرہ میں جا بجا شیشہ کی الماریوں میں رکھے ہوئے سکاٹ لینڈ کے کوہستانی جنگلیوں کے مومی مورتیں طرز پر تھا۔ حتیٰ کہ آتشدان پر رکھے ہوئے ٹائم پیسوں کے گرد بھی اسی طرح کے بت کھڑے دکھائے گئے تھے۔ لباس کی اس طرز خاص کی کثرت کو دیکھ کر پہلے میرا خیال تھا کہ خود والئے اینچ متعلقین بھی اسی طرح کا لباس پہننے کا عادی ہوگا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی۔ کہ اس نے بالکل اس قسم کا لباس پہنا ہوا تھا۔ جیسا صدر مقام برطانیہ کے کسی ذی استطاعت باشندہ کا ہو سکتا ہے۔

مسٹر دیناجر کی عمر ساٹھ سال کے قریب تھی۔ مگر اس کی کاٹھی اتنی مضبوط قامت اتنی سیدھی۔ رنگت اتنی سرخ۔ دانت ایسے مضبوط اور سیاہ آنکھیں اتنی روشن تھیں۔ کہ کوئی شخص اس کو دیکھ کر بڑی آسانی سے یہ کہہ سکتا تھا کہ وہ پچاس سال یا اس سے بھی کم عمر کا آدمی ہے۔ سر کے بال جو عہد شباب میں سیاہ تھے بقدر نصف سپیدی قبول کر چکے تھے۔ دوسرے لفظوں میں ان کی رنگت لوہے کی بگڑی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر ان کی گنجائی میں فرق آیا۔ اور نہ کسی مقام پر ان کے اڑنے کا نشان تھا۔ اس کے شکیل و وجیہ چہرہ پر گو اس قسم کے آثار بکثرت موجود تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ اسے اپنی دولت عزت اور شوکت پر ناز ہے۔ تاہم ان کے ساتھ ملے ہوئے فیاضی اور رحمدلی کے اثرات ان کی سختی کو بڑی حد تک کم کرتے تھے۔ علاوہ بریں وہ آثار و ہانت جو اس کی کشادہ پیشانی پر موجود تھے۔ وہ اس کے چہرہ کو اور بھی زیادہ دلکش بناتے تھے۔ اس کے انداز خالص امیرانہ ہوتے ہوئے بھی ناجائز دعوت سے پاک تھے۔ اس کی ہر بات سے وقار ظاہر ہوتا تھا تاہم بحیثیت مجموعی وہ ایک مسلمہ صاحب اخلاق اور پر ایک طینت آدمی تھا

اس کا لہجہ ہر چند اُس آدمی سے ملتا تھا۔ جو ہمیشہ حکم صادر کرنے۔ اور اپنے احکام کی تعمیل کرانے کا عادی رہا ہو۔ تاہم انصافاً کہنا پڑتا ہے۔ کہ کسی طرح کی سختی یا سخت گیری نہ اُس کے لہجہ اور نہ انداز میں پائی جاتی تھی۔ اور مطلق العنانی کی خو تو اس میں قطعاً موجود نہ تھی۔ اس کے برعکس وہ بڑا حلیم اور منکسر المزاج آدمی تھا۔ چنانچہ جب اُس نے مجھے مخاطب کیا۔ تو گو اس کا لہجہ اس آدمی سے ملتا تھا۔ جو سمجھتا اور محسوس کرتا ہو کہ وہ شخص ثانی سے بدرجہا افضل و برتر ہے۔ تاہم کیا مجال اس کی گفتگو میں کوئی ایک لفظ بھی ایسا ہو جو مجھ پر اپنی کم حیثیتی ظاہر کرے۔ میرے دل میں ذلت یا شرم کا احساس پیدا کرتا۔ القصہ اس کی گفتگو اس طرح کی تھی جس سے پایا جاتا تھا۔ کہ اپنے آپ کو میرا افسر و حاکم سمجھتے ہوئے بھی وہ مجھ سے برادرانہ شفقت کا برتاؤ کرنا چاہتا ہے۔ اور گو اُس کو معلوم ہے کہ اس کی جائے سکونت کمرہ نشست ہی ہے۔ اور میری شاگرد پیشے کی ادنیٰ کوٹھڑی ہیں۔ تاہم اُس کی طرف سے نوکروں کو قدر و منزلت کے ساتھ رکھنے اور انہیں ہر طرح کا آرام بہم پہنچانے کے معاملہ میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی جا سکتی۔ یہ وہ سرسری اندازہ تھا۔ جو میں نے اپنے اینچ بینچ سے روبرو جا کر تھوڑی سی دیر میں اس کی سیرت کے متعلق قائم کیا۔ اور گو اس کے بعد اُس کی ملازمت کے دوران میں مجھے اس کے متعلق کئی باتیں اور بھی معلوم ہوئیں۔ تاہم اس کی وہ عزت جو یوم اول کو میرے دل میں قائم ہوئی تھی۔ وہ یوم آخر تک کم نہ ہو سکی۔ نہ مجھے اس اندازہ میں۔ جو میں نے اس کی خصلت کے متعلق شروع میں قائم کیا تھا۔ کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔

مگر سلسلہ داستان جاری رکھنے سے پہلے میں ان تین شخصوں کے بارہ میں چند الفاظ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ جو اس وقت والئے اینچ مستمگن کے ملازم تھے۔ جب میں اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جیسا کہ بعد ازاں معلوم ہوا

وہ تین شخص یہ تھے۔ ایک اس کا بیٹا۔ ایک اس کی بھتیجی اور ایک وہ عجیب الوضع بڈھا جس کا پورا نام ڈامنی کلیک مینن تھا۔ مگر جسے سب لوگ ڈامنی کہکر بلایا کرتے تھے میں ان تینوں کا ذکر باری باری کرتا ہوں۔

والئے اینچ مقھگلن کے بیٹے کا نام دینا کس . . . دینا کس دینا چر تھا۔ اور اس کی صورت اپنے باپ کی شکل وصورت سے اتنی ہی مشابہ تھی جتنی ایک سانولا وہ آدمی کی تصویر اس کی عہد شباب کی تصویر سے مشابہ ہو سکتی ہے۔ عمر اس کی تیس سال کے قریب تھی۔ اور اپنی عمر میں جتنے خوبصورت مرد لگتے جو ان میری نظروں سے گذرے ہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ان سب سے افضل و بہتر تھا۔ قامت دراز۔ چھ فٹ کے قریب۔ خط و خال مردانہ مگر اعضا کا تناسب اتنا نفیس جتنا صنف نازک ہی میں پایا جا سکتا ہے۔ میرے خیال میں وہ اپنی جنس کا بہترین اور اعلیٰ ترین نمونہ تھا۔ نہ صرف اس کے چہرہ کی ساخت اپنے باپ کے چہرہ سے ملتی تھی۔ بلکہ اس کے بشرہ کے انداز بھی وہی تھے۔ یعنی تکبر و فیاضی انکسار و عالی حوصلگی اپنی مرکب صورت میں اس کے چہرہ پر موجود تھے۔ سر کے بال پرزاغ کی مانند سیاہ اور قدرتی طور پر بل کھائے ہوئے۔ پیشانی اونچی اور فراخ بھنویں گہری سیاہ۔ جن کی تہ میں جوش شباب کی آتش جھندہ پائی جاتی تھی۔ چمکیلے سیاہ گچھے ٹھڈی کے نیچے اس طرح لٹے ہوئے تھے۔ کہ سامنے سے دیکھیں تو اس کا چہرہ مکمل بیضوی دکھائی دیتا تھا۔ دانت گو کسی قدر چوڑے تھے۔ تاہم ان کی رنگت علاج سے بڑھکر سپید تھی۔ اور جلد بدن کا سرخ و سپید رنگ جو رخساروں کے پاس خصوصیت سے نمایاں تھا۔ ظاہر کرتا تھا۔ کہ یہ شخص گولی کمرہ میں بیٹھکر وقت ضائع کرنا نہیں جانتا۔ بلکہ جھیل پر کشتی چلانے یا وادی اور کچھار میں شکار کا پیچھا کرنے کے مردانہ کھیلوں کا شائق و دلدادہ ہے۔

گہرین نہیں جانتا وہ کون سے الفاظ ہیں جن میں اُس
نازنین کے حسن گلو سوز کی تعریف کی جائے۔ جو ایک صوفے پر [illegible] کی ساخت میں بیٹھی
میں بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ والئے وینج سنتھگلن کی بھتیجی ایمیلین دیا پوری دیکھی ہوئی عورتوں
کی چچازاد بہن۔ دنیا کے سب سے زیادہ خوشنما چھولوں میں ایمیل اور جلم اس میں پایا جاتا
اول پر تھی۔ تاہم اگر انصاف کوئی چیز ہے۔ تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں اس کی ذات سے کہیں
بڑی آسانی سے اس کے بعد دوسرا درجہ دیا جا سکتا تھا۔ [illegible]
اتنی شفاف کہ اُس جگہ کو ہستان سکاٹ لینڈ میں ابھی جہاں [illegible] سے
اور گرمی اس قدر حار سمجھی گئی ہے۔ اس کی پاکیزگی مکمل ترین صورت [illegible]
تھی۔ پھولوں میں کمیلیا کا رنگ اپنی دلکش سپیدی کی وجہ سے کسی معصوم [illegible]
کے حسن سے مشابہ سمجھا جاتا ہے۔ مگر میں کہہ سکتا ہوں کہ ایمیلین کے چہرہ کی سپیدی
اُس ہلکے گلابی نشان کے سوا جو رخساروں کے وسط میں قائم تھا۔ اس پر بھی
فائق اور غالب تھی۔ گہرے نیلے رنگ کی موٹی آنکھیں جن کی تیر خیال انگیز
سکون کی گہری جھلک موجود تھی۔ اور وہ جھلک اُن آثار ذہانت کے عین حسب
حال تھی۔ جو اس کی فراخ سپید پیشانی پر موجود تھے۔ لیکن وہ آثار ذہانت جنہیں
قدرت صرف منتخب اشخاص کو عطا کرتی ہے۔ اس کے اندر میں کسی طرح کی مردانہ
جھلک پیدا نہ کرتے تھے۔ بلکہ اُس سے محض اس طرح کا وقار نسوانی پیدا ہوتا تھا
جسے چہرہ کی نرمی اور معصومیت کم کرتی اور پاک بناتی تھی۔ سر کے بال گہرے
بھورے رنگ کے جن میں ایک دلفریب قدرتی چمک پائی جاتی تھی۔ اور وہ اُس
کے خوشنما چہرہ کے اطراف میں اس کے پُرکیف دلارے شانوں اور گردن کے
پاس جس کی سپیدی بدن کے دوسرے حصوں سے زیادہ واضح اور صاف تھی
بے پاکانہ لٹکے ہوئے تھے۔ اُس کے تر یا توتی ہونٹ اپنے اندر اُس کی نئی رکھتے تھے

ہونٹوں کے اندر موتیوں کی دو لڑیاں بے داغ اور ہموار جن کی چمک
دمک باقی تھی۔ موجود تھیں۔ پلکیں لمبی اور آبنوس کی مانند کالی جس
وں کی گہری نیلی رنگت حقیقت سے زیادہ سیاہ نظر آتی تھی
ی مانند سیاہ تھیں آنکھوں کے اوپر اس طرح صورت کمان
نظریں اُن میں کوئی نقص دریافت نہ کر سکتی تھیں۔ اس دلکش
[illegible] ر تفصیل بیان کرنے کے بعد میں صرف یہ الفاظ اس پر اضافہ
[illegible] کہ تو اُس کے خط و خال نمایاں تھے۔ تاہم اُن میں اس قسم کی نرمی
[illegible] ئی جاتی تھی جسے عہد قدیم کے نامی مصوروں نے اپنی شاہکار تصویروں
[illegible] پیش کیا ہے پھر اُن خط و خال سے زنانہ نزاکت اور دوشیزگی کی معصومیت
اس حد تک ظاہر ہوتی تھی۔ کہ ان کی موجودگی سے وہ اثر وقار جو اُس کی
چوڑی پیشانی پر نمایاں تھا۔ اگر بالکل دبا ہوا نہیں تو کسی حد تک مذبذب ضرور تھا
پہلی بار اُس کی صورت دیکھنے سے اُس کے حسن تازہ کی یہ چند خصوصیات ہی نظر آتی
تھیں۔ لیکن بعد ازاں جب اُس کے خوشنما پاک چہرہ کو مختلف اوقات پر دیکھنے
کا موقعہ ملے۔ تو وہ قدرتی ذہانت بھی جو اُس کی فراخ پیشانی پر قائم تھی پوری طرح
دکھائی دیتی تھی۔ اُس کا چہرہ جب سامنے سے دیکھا جاتا [illegible] ہوئے رخسار کی
کی وجہ سے گداز معلوم ہوتا تھا۔ تاہم اُس کی دودھیا سپید رنگت اور اس رنگت
میں ملی ہوئی ہلکی گلابی جھلک کو مدنظر رکھ کر یہ خیال بھولے سے بھی دل میں نہ لایا جا
سکتا تھا۔ کہ فربہی کے آثار اُس کے حسن کی دلفریبی کو کسی طرح کم کرنے کے لئے موجود
ہیں۔ اس کی قامت درجہ اوسط سے زیادہ بدنی ساخت مکمل اور ان اوصاف
سے پُر تھی۔ جن کی موجودگی میں مناسب وقت گذر جانے کے بعد اس شگوفہ کے
دلفریب کلی کی صورت اختیار کرنے کی پوری امید قائم ہوتی تھی بحیثیت مجموعی

اس کا بدن ہلکا چال چکیلی گردن ہنس راج کی گردن سے ملتی ہوئی اور سر کی ساخت میں بندی اور وقار کی دلفریب آمیزش تھی۔ القصہ انیل سے دوسرے درجہ پر وہ سیری دیکھی ہوئی عورتوں میں سب سے زیادہ نازک اور حسین تھی۔ اور اس قدر نیکی نیک اطواری اور حلم اس میں پایا جاتا تھا کہ روئے زمین پر ایسا کوئی آدمی نہ ہوگا۔ جو ہیلین ویناچر کو دیکھے اور اس کی ذات سے گہری دلچسپی محسوس نہ کرے۔

اس ذکر کو چھوڑنے سے پہلے میں یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ یہ نوجوان خاتون کسی سے یتیم تھی۔ یہاں تک کہ اسے اپنے والدین کے بارہ میں کوئی حال قطعاً معلوم نہ تھا۔ کیونکہ اس کی ماں اس کی ولادت کے چند ماہ بعد ہی مر گئی۔ اور باپ جو شرق الہند میں فوجی افسر تھا اس وقت انتقال کر گیا تھا۔ جب اس کی عمر چھوٹی تھی۔ مشرق کی دور افتادہ سرزمین میں وہ اس مہم میں کام آیا۔ جو بعض دیسی سرداروں کے برخلاف اختیار کی گئی تھی اور اس طرح اپنی اکلوتی بیٹی کو شیرخوارگی میں ہی اپنے بھائی والٹر ایچ مسٹگلن کے زیر سایہ چھوڑ گیا۔ صرف چند ہزار پونڈ کا چھوٹا سا ترکہ اس کی واحد میراث تھا۔ گویا ہیلین کی پرورش شروع سے ہی والٹر ایچ مسٹگلن کے زیر نگرانی ہوئی اور یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس نے اس فرض کو بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مسٹر ویناچر کو ہر طرح کے مکروں سے سخت نفرت تھی۔ خواہ وہ لڑکوں کے لئے ہوں یا لڑکیوں کے۔ پس سولہ سال کی عمر تک ہیلین کی تعلیم ایک سہتانی کے سپرد رہی۔ تاہم اس کی عمر کا تمام تر حصہ جیل کے وسطیں بنے ہوئے اس محل میں ہی بسر ہوا تھا۔ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ ایڈنبرگ اور سکاٹ لینڈ کے بعض دوسرے بڑے شہروں کی سیاحت کر چکی تھی اور تعلیم مکمل کرنے کے بعد قریباً ایک سال سکاٹ لینڈ کے صدر مقام میں رہی تھی۔ اس جگہ بہترین سوسائٹی کے میل جول نے اس کے اطوار میں وہ نزاکت اور صفائی پیدا کر دی تھی۔ جو بہترین تربیت کے باوجود شاذ ہی اس صورت میں کبھی حاصل نہ ہوتی۔ اگر اس کو عمر بھر سکاٹ لینڈ کے پہاڑی علاقہ کی کم مہذب سوسائٹی میں زندگی بسر کرنے پر مجبور رہنا پڑتا۔

تیسرا آدمی جسے میں نے اپنے آقائے نامدار کے پاس بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ڈاکٹر کلیک مینن تھا عمر اس کی، والئے ایچ متھگلن سے دو یا تین سال زیادہ یعنی ساٹھ سال سے اوپر تھی مگر اپنی طرز پر وہ بھی اس عمر و سال کے باوجود اتنا ہی مضبوط و توانا تھا۔ جتنا مسٹر دیا چہ ایک عجیب طرح کی بلوں کی بنی ہوئی ٹوپی جس کی رنگت سن کی ملی رنگت سے ملتی تھی۔ مگر نہایت عمدی ساخت کی اور انتہا درجے متحمل انگیز اس کے سر پر تھی۔ اس کے چوڑے چکلے چہرے پر جو اس قدر فربہ تھا کھڈی کے بل گلے میں بندھے ہوئے رومال کو بالکل چھپاتے تھے۔ گلچھرے کا نشان تک نہ تھا۔ قد پستہ لیکن بدن انتہا درجے فربہ اور اس کی قدرتی لڑکھڑاتی ہوئی چال کو دیکھکر بار ہا ایسا معلوم ہوتا گویا وہ بے حد شراب پیئے ہوئے ہے۔ حالانکہ واقعہ میں وہ بسیار نوش ہرگز نہ تھا۔ عمدہ کھانوں کو وافر مقداریں نوش کرنے کا گو اس کو شوق تھا۔ تاہم شراب کے استعمال میں وہ کبھی صد اعتدال سے آگے نہ بڑھتا تھا۔ وہ صاف دساوہ مزاج کا نیکدل نیک خو آدمی تھا۔ علم دنیاوی حالات سے لاعلم اور برائی کے وجود سے اس قدر بے بہرہ کہ اگر کبھی یہ بات اس کے سننے میں آئی کہ فلاں شخص والئے ایچ متھگلن کے خلاف منشا کوئی کام کرکے اس کو رنجیدہ کر رہا ہے۔ تو وہ لگاتار گھنٹوں احمقانہ حیرت کے آثار منہ پر لئے پُر خیال انداز سے چپ چاپ بیٹھا رہتا اس قسم کی حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار قریباً ہر وقت اس کے چہرہ پر موجود رہتے تھے۔ صحیح معنوں میں وہ کسی وقت بھی گفتگو نہ کرتا تھا۔ مگر اس کی عادت تھی۔ کہ جو کچھ اس کی موجودگی میں کہا جائے وہ اس کے سلسلہ میں سست انداز سے چند مختصر بے جوڑ جملے اظہار رائے کے طور پر کہہ دیتا۔ خصوصیت سے اس طرح کے موقعوں پر جب والئے ایچ متھگلن کے منہ سے کوئی حکم صادر ہو اس وقت وہ اس حکم کی نوعیت سے قطع نظر ضرور اپنے طور پر اس حکم کی تصدیق کر دیتا تھا مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے۔ کہ مسٹر کلیک مینن ٹوڈی یا خوشامدی تھا نہیں وہ اپنے طور پر بڑا آزاد خیال آدمی تھا۔ اور جیسا کہ عنقریب واضح ہوگا۔ اپنے آپ کو ایچ متھگلن کے حلقہ خاندانی کا جزو لازم سمجھا کرتا تھا۔ پھر اس کی گفتگو کے متعلق اگر اس کے منہ سے نکلے ہوئے بے جوڑ

لفظوں کو اس نام سے موسوم کرنا ممکن ہو میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ وہ عادتاً اظہار رائے کے طور پر ضرور کوئی قصہ بیان کرنا شروع کرتا لیکن ہر حال میں اس کو ناتمام ہی چھوڑ دیتا تھا فی الحقیقت جہاں تک مجھکو یاد ہے۔ اس نے کبھی کسی موقعہ پر بھی اپنے بیان کردہ قصہ کو تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ یا تو اپنے ہی خیالات کے انہماک میں اس کا سلسلہ بھول جاتا۔ یا کسی دوسرے آدمی کے گفتگو میں حصہ لینے سے بھی ڑ ک جاتا۔ قدیم لاطینی کتابوں یا درسی کتب کے سوا اسے مطالعہ کا شوق بالکل نہ تھا۔ اور اب کچھ عرصہ سے تو اس نے ان چیزوں کو دیکھنا بھی بالکل ترک کر دیا تھا۔ یونہی آرام و آسائش کی حالت میں چپ چاپ بیٹھا اونگھا کرتا۔ اس کا دستور تھا۔ سوائے ان حالتوں کے جب کھانے کی میز پر بیٹھا ہوا اور اس طرح کی حالتوں میں وہ بڑا تیز و طرار اور چالاک دکھائی دیتا تھا) موسم سرما میں جبکہ آگ کے پاس آرام کرسی پر یا گرمیوں میں صحن کے ساحل پر بیٹھ کر اطمینان سے آنکھیں بند کر لیتا میں نے ہمیشہ اس کے گلے میں سیاہ ربن کا ٹوٹ دیکھا۔ یعنی ورزی کا سلا ہوا ڈریس کوٹ بڑی بڑی جیبوں کی وکٹ لائن میں سے ایک کے اندر بلاس کی ڈبیہ اور دوسری میں تمباکو کا بکس موجود رہتا تھا۔ کیونکہ اسے تمباکو پینے کا بہت شوق تھا اور بدن کے زیرین حصہ میں آہنی برجس اور گیٹر بحیثیت مجموعی اس کی صورت کسی پادری یا ادیب سے ملتی تھی۔ چاندی کی ایک بہت بڑی گھڑی ہر وقت اس کی جیب میں رہتی تھی۔ اور اس کے ساتھ لگی ہوئی سونے کی زنجیر میں لاتعداد کنجیاں اور مہریں آویزاں رہا کرتی تھیں۔

سلسلہ داستان شروع کرنے سے پہلے میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ مسٹر دینا چہ کی دو بار شادی ہوئی تھی۔ پہلی بی بی سے میناکس جو ریاست کا وارث تھا پیدا ہوا اور جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہوا ہے۔ اس کی ماں اس کی ولادت کے تھوڑا ہی عرصہ بعد مر گئی۔ اس کے بعد کئی سال گذر گئے اور اس عرصہ میں والئے ایچ متعلقین نے دوسری شادی نہ کی لیکن بعد ازاں عرصہ دراز گذر جانے پر اس نے پھر شادی کر لی۔ اس سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ مگر دوسرے بیٹے کی ولادت کے تھوڑا عرصہ بعد اس بی بی کا بھی انتقال ہو گیا۔ چنانچہ جس زمانہ

میں ہی سلسلہ ملازمت ارچ تھگلن پہنچا۔ تو ان دو لڑکوں کی عمر جن کے نام آئیرا اور لوکیل تھے بارہ اور دس برس کی تھی۔ معلوم ہوا ڈاسنی کلیک مینن کی آمد سے پہلے لڑکے لیناکس کی تعلیم کے سلسلہ میں ہوئی تھی۔ ذہین اور روشن دماغ نہ ہوتے ہوئے بھی ڈاسنی قدیم ادبیات تاریخ۔ جغرافیہ اور ریاضی کی تعلیم بوجہ احسن دے سکتا تھا۔ اور انہی چیزوں کی دانائے ارچ تھگلن کی رائے میں ایک کوہستانی امیر کے بیٹے کو ضرورت تھی سلسلہ تعلیم مکمل ہونے کے بعد اگر اس طرح کی سرسری تعلیم کو کسی پیمانے سے مکمل سمجھا جا سکتا ہے) گو ڈاسنی کلیک مینن کی خدمات کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔ تاہم دانائے ارچ تھگلن نے پاس وضعداری سے اسکو اپنے ہی پاس رہنے پر مجبور کیا اور عذر یہ رکھا کہ اب آپ آئیرا اور لوکیل کی تعلیم کا فرض اپنے ذمہ لیں چند سال ڈاسنی بیچارہ جس طرح بھی ممکن تھا۔ ان دو لڑکوں کے ساتھ نباہ کرتا رہا۔ لیکن اس طرف کچھ عرصہ سے اس کا بدن اتنا فربہ اور دماغ ایسا کند ہو گیا تھا کہ اس کے لئے ان فرائض کو پورا کرنا کم و بیش محال ہو گیا۔ مسٹر دنیا چرنے یہ حالت دیکھی۔ تو دو نو چھوٹے لڑکوں کے تعلیم کے لئے ایک اور نوجوان اور قابل استاد کی خدمات حاصل کر لیں مگر ڈاسنی کلیک مینن کو پھر بھی اپنے ہی مکان پر رکھا اب گویا وہ ہمیشہ کے لئے اس خاندان کا ایک جزو لازم بن چکا تھا اور ارچ تھگلن نے واقعہ میں ہائی لینڈ کے صحیح آداب میزبانی سے کام لیکر لیکن ظاہراً ڈاسنی کی موجودگی کو چھوٹے بچوں کی حفاظت و نگرانی کے لئے ضروری قرار دے کے اسے اپنے ہی پاس رہنے پر مجبور کیا۔ اس نے پڑھانے معلم پر یہ بات اشارتاً بھی ظاہر نہ ہونے دی کہ وہ جو کچھ اس کے لئے کر رہا ہے وہ محض ازراہ فیاضی ہے بلکہ نمایش یہ کی کہ گھر میں اس کی موجودگی اس قدر ضروری ہے کہ اسے رخصت کی اجازت دی ہی نہیں جا سکتی۔ کلیک مینن بیچارہ کچھ تو طبعاً کند ذہن تھا۔ کچھ اس جگہ رہتے ہوئے عمدہ کھانے اور آرام کی زندگی بسر کرنے سے اور بھی زیادہ کند دماغ ہو گیا۔ پس اس نے بھولے پن سے یہی سمجھا کہ ارچ تھگلن کی بیان کردہ وجوہات صحیح ہیں۔ اور اسی خیال کے اثر میں وہ بخوشی اس جگہ رہنے لگا۔ فی الحال اس قیام کے معاوضہ

میں نہ صرف اس کو رہنے کے لئے اچھی جگہ اور کھانے کو عمدہ اور نفیس غذا میسر تھی۔ بلکہ ڈیڑھ سو پونڈ سالانہ جیب خرچ کے لئے اس کے علاوہ دیئے جاتے تھے۔ مگر اضافہ مسٹر کلیک مین کے بارہ میں بھی یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ اس لئے قیام میں اسے اس خاندان سے گہری محبت ہو گئی تھی۔ اس کی رائے میں ایچ متھگلن روئے زمین کا سب سے بڑا آدمی تھا۔ لیناکس میرو شکار میں سب سے بڑھکر بے خوف اور مردوں کی صف میں سب سے زیادہ خجیل و وجیہ تھا اسی طرح ایمیلین کے بارہ میں اس کا خیال تھا کہ جو نرم دل اور دلنشیں کی روائتی اشکال خوبصورتی اور خوشنمائی میں کبھی اس کی ہم پلہ نہیں ہو سکیں رہ گئے چھوٹے لڑکے تو ان کے بارہ میں بھی اس کی رائے اتنی ہی بلند و ارفع تھی جتنی اس کنبہ کے اور لوگوں کے بارہ میں ان سب باتوں کے علاوہ لائق ڈامنی ایچ متھگلن کے دسترخوان کو بہترین تصور کرتا تھا اور اس کی رائے میں وہ بڑا ہی بدنصیب انسان ہوگا جسے اس دسترخوان سے دیرینی کا فخر حاصل نہ ہوا ہو۔

یہ سارے حالات جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ ایک ہی وقت میں ایچ متھگلن کے حضور میں پیش ہونے کے موقعہ پر مجھکو معلوم نہ ہوئے تھے بلکہ ان کے بارہ میں میری واقفیت نے رفتہ رفتہ ترقی کی تھی۔ تاہم میں نے ان سب کا یکجائی ذکر اس لئے ضروری سمجھا ہے کہ آگے چلکر سلسلہ داستان کو ان تفصیلات کی خاطر روکنے کی حاجت نہ ہو۔ خیر تو میں جس وقت مسٹر دنیا چر کے روبرو پہنچا۔ تو اس نے گہری توجہ سے ملی ہوئی اس قسم کی بلند نظری سے جس کا وہ عادی تھا میری طرف دیکھنا شروع کیا۔ اپنے جی میں میں یہ بات اچھی طرح سمجھے ہوئے تھا کہ گو اول آف منڈی دل نے اپنی منگیتر کے اس عشق کے بارہ میں جو اس غریب کو مجھ سے تھا اشارتاً بھی کوئی بات مسٹر دنیا چر سے بیان نہیں کی۔ تاہم اس کا مجھ کو یقین تھا کہ اپنے خط میں ضرور اس نے میری پرزور سفارش کی ہوگی۔ چنانچہ اس کا حوالہ اس خط میں بھی درج تھا۔ جو اس نے راٹینڈن میں میرے نام بھیجا تھا پس میں نے جان لیا کہ یہ ان سفارشات کا ہی نتیجہ ہے کہ ایچ متھگلن کے نامی اور طاقتور سردار کو میری ذات

سے اتنی گہری دلچسپی ہے۔ ورنہ میں بھی دوسرے نوکروں کی طرح ایک نہایت معمولی نوکر تھا اور مجھ میں کوئی خصوصیت ایسی نہ تھی۔ جو دانستہ آپ کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرنے کی کوشش ثابت ہوتی۔

تھوڑی دیر چپ چاپ میری طرف دیکھتے رہنے کے بعد آخر کار مسٹر دنیا چرنے یہ گہرا سکوت توڑا "نوجوان آدمی۔ مجھے کئی دن پہلے تمہارے آنے کی امید تھی۔"

"جناب مجھکو افسوس ہے کہ میں اس سے پہلے حاضر نہ ہو سکا" میں نے معذرانہ جواب دیا۔ "بہرحال میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی بے جا تساہل نہیں ہوا بلکہ میں جس قدر جلد حالات نے مہلت دی حاضر ہو گیا۔"

"خیر میں تمہارے جواب سے مطمئن ہوں" مسٹر دنیا چرنے کہا۔ "اور اب میں چاہتا ہوں کہ آئندہ تم مسٹر لیناکس کے ساتھ رہکر اسی کی خدمت کیا کرو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اس مقام کی طرف دیکھا جہاں اس کا بیٹا صوفے پر بیٹھا تھا۔ "عام طور پر میں اپنے نوکروں سے یہ بیان کرنا ضروری نہیں سمجھتا کہ تاکہ اگر وہ اپنے کام کو خوش اسلوبی سے کرتے ہیں۔ تو انہیں اس جگہ رہکر کسی تکلیف کی شکایت نہیں ہو سکتی۔ اس صورت میں وہ آرام و اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ قصداً کوئی ایسا فعل کریں جو میری ناراضگی کا موجب ہو۔ تو پھر وہ اس کے نتیجہ کے اپنے آپ ذمہ دار ہیں۔ بہرحال تمہاری بابت چونکہ خاص طور پر سفارش کی گئی ہے اس لئے میں یہ بات خصوصیت سے تم پر واضح کر دینا چاہتا ہوں۔" اور یہ کہتے ہوئے اس نے اس انداز سے میری طرف دیکھا گویا وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں تمہارے معاملہ میں خاص رعایت سے کام لے رہا ہوں۔ "یاد رکھو" اس نے مسند تقریر جاری رکھکر کہا کہ اپنے ہی طرز عمل سے تم مجھے اپنا بہترین دوست یا بدترین دشمن بنا سکتے ہو۔ ورنہ جو لوگ ایک بار اس گھر میں داخل ہوں۔ انہیں اس بات کا اطمینان ہونا چاہئے۔ کہ اس حالت کے سوا کہ کوئی ناقابل معافی خطا ان کی طرف سے سرزد ہو۔ کبھی کوئی موقعہ ان کی علیحدگی یا موقوفی کا پیش نہیں آسکتا

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی کلیک مین نے ملاس کی ایک چٹکی لینے کے لئے آہستگی سے اپنی کرسی پر سیدھا ہوتے ہوئے کہا۔

"جناب مجھکو پوری امید اور یقین ہے" میں نے براہ راست دانے رچ متھگلن کو جواب دیتے ہوئے کہا "کہ آپ مجھے ہر طرح اپنی عنایت اور فیاضی کا مستحق پائیں گے۔ میرے پاس بہترین سندات موجود ہیں..." مگر الفاظ منہ سے نکلے ہی تھے۔ کہ میں ٹھٹھر گیا کیونکہ یاد آگیا میرے سب کاغذات اس صندوق میں بند ہیں۔ جو لندن کے شراب خانہ کراس کیز میں رکھا تھا۔ جس کے فی الحال کئی روز تک اس جگہ آنے کی امید نہ تھی۔

"خیر میں تمہاری سندات دیکھنا نہیں چاہتا" ڈامی سٹر نے ایک ہاتھ لاپروائی سے ہلاتے ہوئے کہا "میرے ایک بہت پرانے اور صادق دوست نے چونکہ تمہاری سفارش کی ہے۔ بس میرے لئے اسی قدر کافی ہے۔"

"بالکل ٹھیک" ڈامنی نے پھر ایک بار کرسی میں حرکت کرتے ہوئے ملاس کی ڈبیا ہاتھ میں لیکر کہا "مجھے ایک قصہ یاد ہے جیک..."

"جو ذرا اب میرے لئے اسی قدر بیان کرنا باقی ہے" رچ متھگلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "کہ مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ اگر تم اپنے آپ کو ان سفارشات کے لائق ثابت کر دگے۔ جو تمہاری نسبت کی گئی ہیں۔ یعنی تم اپنے آپ کو اس بھروسہ اور اعتماد کا مستحق ثابت کر دو جو تم پر کیا جاتا ہے۔"

"والد میرے خیال میں" اس موقعہ پر لیناکس نے کہنا شروع کیا "یہ لڑکا ہر طرح ان خدمات کے اہل ثابت ہوگا۔ جو اس کے سپرد کی جاتی ہیں اور چونکہ اسے ہر وقت میرے ہی ساتھ رہنا ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اگر اس کی صورت سے سیرت کا صحیح اندازہ ممکن ہو سکتا ہے۔ تو مجھے اس کی طرف سے کبھی کسی طرح کی شکایت کا موقعہ پیش نہ آئے گا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے پھر ایک بار ملاس کی چٹکی لیتے ہوئے کہا۔

آدمی کی صورت اکثر حالتوں میں اس کی سیرت کی مظہر ہوتی ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے ایک اور چھوٹا سا قصہ یاد آیا ہے۔۔۔"

اس وقت والئے ایتھ متھگلن نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت ہونے کے لئے کہا اور میں اس نوکر کے ساتھ جو دروازہ کے باہر میری واپسی کا منتظر کھڑا تھا۔ پھر اکیا بتاگرد پیشے کی طرف چلا گیا۔ اتنے میں ساڑھے چھ بج گئے تھے۔ اور رات کا کھانا کمرہ طعام میں رکھا جانے لگا تھا۔ چنانچہ میں جس وقت نوکروں کے کمرہ کی طرف جا رہا تھا تو چھ سات خادمہ بردار نظر آئے۔ جن میں سے ہر ایک ہاتھوں میں بھاری خوان پوش تھے۔ اس سے میں نے اندازہ کیا شائد رات کے کھانے پر کچھ مہمان شریک طعام ہوں گے۔ لیکن بعد ازاں معلوم ہوا۔ یہ خیال غلط تھا۔ دراصل اس قدر کھانا محض گھر کے لوگوں کے لئے تیار کیا گیا تھا جس سے قدرتی طور پر مجھے اس نتیجہ پر پہنچنا پڑا کہ ایتھ متھگلن کے دسترخوان پر ہمیشہ اسی کثرت سے عمدہ اور نفیس کھانا پرسا جاتا ہے۔ یہ بات کہ نوکروں کو بھی کھانے کی مقدار اور عمدگی کے بارہ میں کسی طرح کی شکایت نہ تھی جلدی ہی واضح ہو گئی۔ کیونکہ نو بجے کے قریب نوکروں کے کمرہ میں دسترخوان بچھا تو معلوم ہوا کہ اچھی سے اچھی نعمتیں اس میں شامل تھیں میز کے گرد تین نشستوں کا انتظام تھا اور کئی طرح کا گوشت مرغ و ماہی کے بنے ہوئے سنہ سے اور لاتعداد ناقابل بیان نفاستیں اس کھانے میں شامل تھیں جنہیں کہ اسے دیکھکر مجھے دل ہی دل میں تسلیم کرنا پڑا کہ وہ عمدہ کھانا بھی جو لارڈ ریولس ہل کے مکان پر نوکروں کو ملتا تھا اس کے مقابلہ میں ہیچ اور بے حقیقت تھا۔ میرے سمیت نوکروں کی کل تعداد سولہ تھی۔ ان کے علاوہ باورچی خانہ کی جملوں کی طرز کی وردی پہنا کرتے اور باشندگان ہائی لینڈ کی صحت اور درازی قامت کا بہترین نمونہ تھے۔ اسی میز پر بھیجا کرتے تھے۔ چودہ آدمی ایک طرف اور چودہ ان کے سامنے اور میز کے دونوں سروں پر ایک جانب داروغہ اور دوسری طرف خوان سالار کی نشستیں تھیں۔ ایک اور بات جو میں نے اس جگہ رکھکر دیکھی یہ تھی کہ برتن ملنے والے یا دوسرے

اوقات نوکروں کے لئے بھی کھانے کا علیحدہ انتظام نہ تھا سب آدمی ایک ہی مائدہ پر بیٹھا کرتے اور ان میں بہترین برادرانہ تعلقات پائے جاتے تھے۔ القصہ میں جب اس رات اپنے کمرہ میں سونے کے لئے گیا تو مسٹر لیناکس ویٹا چر کے کمرہ سے بالکل ملحق تھا۔ تو اس نئی ملازمت کے بارہ میں بہترین اثرات میرے دل میں پیدا ہو چکے تھے۔ خوابگاہ میں پہنچکر یہ بھی میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا گھنٹہ اس جگہ ٹنگا ہوا تھا تاکہ جس وقت مالک کو میری خدمات کی ضرورت ہو۔ تو مجھے فوراً طلب کر لیا جا سکے۔

میری گھڑی چونکہ لندن میں مسٹر لیبو ورادر اس کے شیطان سیرت ساتھیوں کی عنایت سے غائب ہو چکی تھی۔ اس لئے بستر پر لیٹتے وقت یہ خیال جی کو پریشان کر رہا تھا کہ ایسا نہ ہو صبح کے وقت اٹھنے میں دیر ہو جائے۔ لیکن مجھے اس کمرہ میں آئے بہت دیر نہ گذری تھی کہ معلوم ہوا کمرہ کے باہر کسی مقام پر ایک دیوار گیر گھڑی لگی ہوئی ہے اور اس کے گھنٹہ کی آواز میرے کمرہ میں سنائی دیتی ہے اس سے وہ تشویش جو پہلے دل کو ہوئی تھی رفع ہو گئی میں ٹہلتے ٹہلتے اٹھا اور اپنے کمرہ کی کھڑکی سے جو عمارت کی پشت پر بنی ہوئی تھی گرد و نواح کا منظر دیکھنے لگا۔ چونکہ والئے رنج متھگلس کا عالیشان محل ایک اونچے مقام پر واقع تھا اس لئے یہاں سے جزیرہ نما کے اکثر حصہ کا نظارہ بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ جس طرف میں نے دیکھا خوشحالی اور فراوانی کے آثار نظر آئے۔ وہ فاصلہ جو عمارت کی پشت پر اس جزیرہ نما کو جھیل کے دوسرے ساحل سے ملاتی تھی۔ گو بہت چوڑی نہ تھی تاہم اتنی وسیع ضرور تھی کہ کھیتیاں بڑی آسانی سے اس پر آجا سکتی تھیں اس مطلب کے لئے ایک پختہ اور ہموار سڑک اس پر بنی ہوئی تھی اور وہی سڑک پھاٹک سے مکان کا طرف کرتی ہوئی عمارت کے چاروں طرف گذرتی تھی جس سے یہ سہولت تھی کہ اگر کوئی آدمی گاڑی پر سوار ہو کر مکان کے پچھلی طرف سے آئے تو دیوار سے بغیر صدر دروازہ تک آسانی پہنچ سکتا تھا۔ اپنے کمرہ کی کھڑکی میں کھڑے ہو کر میں نے دیکھا کہ پچھواڑے کی زمین خدمتگاہ تک زیر کاشت اور عمدہ حالت میں تھی۔ بلکہ دو افتادہ مقامات پر جو گاؤں یا چھوٹے پہاڑیاں

نظر آئیں وہ بھی آسودگی اور خوشحالی کا نمونہ تھیں۔ اس کے مقابلہ میں جب مجھے کیرنڈیل کی خستہ حال تباہ شدہ اراضی یاد آئی۔ تو میرے سینہ سے بے اختیار افسوس کی سرد آہ نکل گئی چاروں طرف جہاں تک نظر کام کرتی تھی ایک متحمکن کی وسیع جاگیر پھیلی ہوئی تھی اور اس کی دست اور زرخیزی دیکھکر یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا کہ گو اس جایداد کا مالک لارڈ یا بیرونٹ نہیں جتنی کہ وہ نامٹ کا خطاب بھی نہیں رکھتا بلکہ نہایت معمولی سٹر کا لفظ اس کے نام کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تاہم دولت سطوت اور اثر کے لحاظ سے اس کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ علاوہ بریں وہ اپنے قبیلہ کا سردار اور ایک نامی والئے ریاست تھا۔ لاتعداد رشتہ دار اور ملازم جس کے حلقہ اثر میں تھے پس صحیح معنوں میں وہ ایک غیر معمولی اثر و رسوخ کا آدمی تھا وہ ایک ذی وجاہت باحیثیت سردار تھا جس کی جاگیر اس کی ریاست تھی اور جس کا گھر اس کا قلعہ۔

اس جگہ کہتے ہوئے یہ بات جلدی ہی واضح ہو گئی کہ کام تھوڑا تنخواہ معقول اور فرصت بحال میں زیادہ تھی۔ فی الحقیقت مسٹر لینکس دنیا چر کی عدمات بجا لانے کے جو فرائض میرے سپرد کئے وہ محض برائے نام تھے میں ایک طرح پر اس کا خادم خاص تھا جس کی موجودگی کام سے بہت زیادہ محض زینت کے لئے تھی۔ کیونکہ مسٹر لینکس آفرا ایک نامی سٹار کا جلیا تھا اور مناسب عرصہ گذر جانے کے بعد وہ اس کو بھی اس درجہ سرداری تک پہنچانا تھا۔ مجھے دردی تو پہنے شکار کھیلنی پڑتی تھی تاہم خدمات جو میرے سپرد ہوئیں وہ ایسی تھیں جو کسی معمولی نوکر کو انجام دینی پڑتی ہیں۔ مثلاً میرا فرض یہ تھا کہ اپنے نوجوان آقا کے کپڑوں کا سکھ رکھا و کروں جب وہ لباس تبدیل کرے تو اسے اس کام میں مدد دوں لیں یہ میرے خاص کام تھے۔ ان کے علاوہ حاضری گو دینی پڑتی تھی تاہم کام عملی طور پر کچھ نہ تھا۔ نہ مجھے دسترخوان پر حاضر ہونا پڑتا تھا نہ دروازہ کھولنے کے لئے جانکی حاجت ہوتی۔ مسٹر لینکس ہی مجھکو اپنے کام کے لئے بلاتا تھا اور وہ کام بھی جب کہ بھیجا جاچکا ہے بہت کم اور بالکل بڑے نام تھے جیسا کہ رفتہ رفتہ معلوم ہوا اس گھر میں نوکروں کی کثرت کی وجہ سے کئی آدمی میرے علاوہ اور بھی تھے جو اسی طرح کاہلی اور آسایش کی زندگی بسر کرتے تھے مثلاً والئے

پنج متھگلن کا خادم خاص بس ایسلین کی دو کنیزیں اکیونکہ گوان میں سے ایک کے لئے ہی کافی کام نہ تھا تاہم مسٹر فیاچر کو اصرار تھا کہ دو سے کم کنیزوں کی موجودگی شان ریاست کے بعید ہے) دو دربان جن میں سے ایک وہ ٹوڈیو جو ہیولوں میں متین تھا اور یہ دونوں ڈیوڑھیاں نوابی اور سنگ مرمری ڈیوڑھیوں کے نام سے موسوم تھیں۔ نیز ان کے علاوہ وہ وردی پوش جوان جسے مختلف موقعوں پر صرف بن بجانے کا فرض ادا کرنا پڑتا تھا۔

والئے پنج متھگلن کا خادم خاص جو میرے اس جگہ پہنچنے کے بعد جلدی ہی میرا گہرا دوست بن گیا قریباً چالیس سال عمر کا آدمی تھا۔ بڑا نیک طینت مگر باتونی جسے اپنے مالک کی ذات پر بے حد فخر تھا اور جو اپنی شخصوں کو اس جہیل یا اس کے وسط میں بنے ہوئے جزیرہ نما اور اس کے اطراف کا نظارہ دکھا کر خاص طور پر خوش ہوتا تھا۔ اس جگہ میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ جتنے زن و مرد اس گھر میں نوکر تھے ان میں ایک میں ہی ایسا تھا جس کی مکونت انگلستان کی تھی۔ ورنہ سب کے سب سکاٹ لینڈ کے رہنے والے تھے لیکن گو عام حالات میں اس بات کا احتمال ہو سکتا تھا۔ کہ وہ لوگ ایک ہی ملک کے باشندے ہونے کی وجہ سے مجھ اکیلے کو نفرت یا کم از کم سرد مہری کی نظروں سے دیکھتے۔ تاہم عملی طور پر ایسا نہ تھا۔ وہ سب مجھ سے گہری محبت کرتے تھے۔ اور میں جلدی ہی ان میں ہر دلعزیز بن گیا۔ انہیں اپنی سست بچہ کی گفتگو کے مقابلہ میں میرے الفاظ کی روانی سے کر حیرت اور خوشی ہوتی تھی اور چونکہ ان میں کوئی آدمی ایسا نہ تھا جسے ہائی لینڈس کی حدود سے باہر جانے یا انگلستان کا سفر کرنے کا اتفاق ہوا ہو اس لئے جب میں ان کے روبرو شہر لندن اور انگلستان کے دوسرے مقامات کا ذکر کرتا تو وہ میرے بیان کو بڑی دلچسپی کے ساتھ سنتے تھے۔ والئے پنج متھگلن کے خاص نوکر کا نام کیمرن تھا اور وہ میرے اس جگہ پہنچنے کے دوسرے دن اپنے ساتھ مجھے سیر کرانے لے گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ اس جزیرہ نما کا ہر ایک حصہ جس کی گولائی تین میل کے قریب تھی۔ پرفضا باغات سے ڈھکا ہوا تھا۔ جا بجا رنگا رنگ کے پھول کھلے ہوئے اور قسم قسم کے پودے موجود تھے۔ عمارت بجائے خود بہت دلچسپ تھی کیونکہ سکونتی مکان کے علاوہ

کئی مستطیل عمارات بھی اس کے گرد و نواح میں بنی ہوئی تھیں کہیں ڈیری فارم تھا کہیں مال خانہ اور گودام اور اصطبل میں چھ سات طرح کی گاڑیاں بھاری بگھی گاڑی سے لیکر ہلکی فٹن تک اور قریباً ایک درجن گھوڑے کئی رنگوں اور نسلوں کے نہایت اچھی حالت میں موجود تھے۔

"اتفاق کی بات ہے کہ تم ایک ایسے دن اس جگہ آئے" کیمرن نے اس وقت مجھ سے کہا جب ہم جھیل کے ساحل پر ان لاتعداد آبی پودوں کے پاس سیر کرتے پھر رہے تھے جن میں موسم بہار کے خوبصورت پھول ابھی سے جابجا خندہ زن ہونے لگے تھے۔ "جب اس محل میں کوئی جلسہ دعوت نہ تھا۔ حالانکہ جیسا کہ تم دیکھو گے۔ عام طور پر ہفتہ میں قریباً پانچ روز اس جگہ دعوتی جلسے منعقد ہوتے رہتے ہیں۔ اور سال کا کوئی حصہ ایسا نہیں جب یہاں مہمان آکر نہ ٹھہرتے ہوں۔ ان میں سے بعض دنوں اور بعض ہفتوں اس جگہ قیام کرتے ہیں۔"

"اس صورت میں میرا خیال ہے" میں نے جواب دیا "کہ اس جگہ رہتے ہوئے بہت کم کسی آدمی کو اداسی کا سامنا ہوتا ہوگا اور سچ پوچھو تو اداسی ہو بھی کیوں؟ جبکہ یہاں سال کے مختلف حصوں میں نظارہ کی مختلف دلفریبیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔"

"اداسی!" کیمرن نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم خیال کرتے ہو کہ ریچ میں رہکر کسی آدمی کو اداسی کی شکایت ہو سکتی ہے جبکہ ہمارے مالک مہمان نوازی کے معاملہ میں اور علمیہ میں ہر وقت عیش و طرب کے سامان مہیا رہتے ہیں۔ دیکھنا مسٹر لیناکس کشتیوں میں سے ایک پر سوار ہو کر سیر کرنے جا رہے ہیں لیکن نہیں ... ان کے پاس مچھلی پکڑنے کی بنسی ہے اور تم دیکھو گے کہ وہ اس چھوٹی سی کھاڑی میں مچھلی جو گاؤں کے اس طرف واقع ہے گھنٹوں ماہی گیری کا شوق کرتے رہیں گے۔"

"بہت اچھے نیک دل اور شریف آدمی ہیں" میں نے کیمرن کی نگاہ کا پیچھا کرتے ہوئے اس مقام کی طرف دیکھکر کہا جہاں لیناکس دنیا چرچی دراز قد صورت مکان سے نکلکر کشتی خانہ کی طرف جاتی نظر آتی تھی۔

"بیشک" کیرن نے جواب دیا" اسی لئے مالک کوان کی ذات پر فخر ہے اور ہم سب لوگ یہ سوچکر بہت خوش ہوتے ہیں کہ زمانہ آئندہ میں وہی ہمارے مالک کے جانشین ہوں گے کیوں جزف تمہاری رائے میں ان کی اور مس ایسلین کی جوڑی کیسی اچھی رہے گی ؟"

"میاں دونوں میں نسبت قرار پا چکی ہے ؟" میں نے پوچھا۔

"یقیناً" کیرن نے اس طرح کے لہجہ میں جواب دیا گویا اسے حیرت تھی کہ ایبنے متھگلس کے مختصر قیام میں کس نے مجھے اس حقیقت سے اب تک آگاہی حاصل نہیں ہوئی" بچپن ہی سے ان کی پرورش اور تربیت اکٹھی ہوتی رہی ہے اور یہ خیال ہر شخص کے دل میں جاگزین ہو چکا ہے کہ قدرت نے ان کو ایک دوسرے کے لئے بنایا ہے میرے خیال میں وہ وقت دور نہیں جب ان کی شادی دھوم دھام سے ہوگی۔ مالک کو مس ایسلین سے اتنی ہی محبت ہے گویا وہ ان کی بیٹی ہو اور انہیں اس کی ذات پر فخر بھی ہے کیونکہ خاندان دنیا چر کا پاک لہو اس کی رگوں میں بہتا ہے۔ غالباً تم کو معلوم ہوگا کہ وہ ہمارے مالک کے چچیرے بھائی کی لڑکی ہے جس کا شرق الہند میں انتقال ہوا تھا۔ سچ کہنا کیا ایسی خوبصورت مخلوق کبھی تمہارے دیکھنے میں آئی ہے ؟"

"بہت کم" میں نے اس مبہم لفظوں میں جواب دیا کہ میری اپنی نظروں میں ایبل سے بڑھکر خوبصورت مخلوق اور کوئی نہ تھی۔

"نہیں بالکل نہیں" کیرن نے فخریہ لہجہ میں کہا" مگر" صبیا کہ تم دیکھ سکتے ہو اس جگہ ایبنے متھگلس میں ہر ایک چیز اعلیٰ ارفع اور خوبصورت ہے مالک کو دیکھو ان سے بڑھکر کوئی دوسرا سردار مائی لینڈ میں نہیں۔ ان کا قلعہ سب سے زیادہ خوش نما اراضی سب سے بڑھکر زرخیز اور ریاست لامحدود ہے پھر ان کا بیٹا کتنا شکیل و وجیہ اور ان کی بھتیجی روئے زمین کی عورتوں سے زیادہ خوبصورت ہے آہ" اس نے اطمینان کی آہ بھرتے ہوئے کہا" ایبنے متھگلس کے زیر سایہ رہنا بجائے خود فخر و عزت کا باعث ہے "

ہر چند میری نظروں میں کیرن کا یہ اظہار مسرت بڑی حد تک مبالغہ آمیز

اور تعریف کی جائز حدود سے آگے بڑھا ہوا تھا۔ تاہم میں چونکہ اس کے جذبات کو مجروح کرنا نہ چاہتا تھا اس لئے میں نے اختلاف رائے کے طور پر کوئی لفظ نہ کہا۔ علاوہ بریں عین اس وقت میری نگاہ ایک اور واقعہ کی طرف گئی جس نے نا دانستہ گفتگو کی رو پھیر دی۔ کیونکہ میں نے دیکھا ایک چھوٹی سی کشتی دور کے ساحل سے چلکر محل کے سامنے والے گھاٹ پر ٹھہری اور ایک شریف آدمی گھاٹ پر چڑھکر لیناکس ویناچر کے پاس پہنچا چند منٹ ان دونوں کی گفتگو ہوتی رہی۔ اس کے بعد وہ آدمی لیناکس کو سلام کرکے جس کا جواب آخر الذکر نے ایک ہلکے تکبر آمیز اشارہ کے ساتھ دیا تیز قدموں سے شہر کی طرف چلنے لگا۔ چونکہ اس موقعہ پر میں اور کیمرن صرف ایک سو گز کے فاصلہ پر کھڑے تھے۔ اس لئے میں نے دیکھا کہ وہ آدمی جو کشتی سے اترا نہ صرف لیناکس کے برابر دراز قد بلکہ شکل وصورت کے اعتبار سے اتنا ہی شکیل تھا۔ گو فاصلہ کی زیادتی کی وجہ سے میں اس کے چہرہ کو اچھی طرح نہ دیکھ سکا۔

"ابھی تم نے کہا تھا" میں نے کیمرن سے مخاطب ہوکر کہا "کہ آج مہمان آنے والے ہیں شاید یہ صاحب ان میں سے ایک ہیں؟"

"وہ بالکل نہیں" کیمرن نے کسی قدر حقارت اور لاپروائی سے جواب دیا۔ "یہ تو مسٹر سٹوارٹ ہے جو چھوٹے صاحبزادوں کو تعلیم دیا کرتا ہے۔ بات یہ ہے گذشتہ ایک دو سال سے ڈاسنی چونکہ اس فرض سے سبکدوش ہو چکا ہے۔ اس لئے یہ کام مسٹر سٹوارٹ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ وہ ہر روز گیارہ بجے کے قریب آتا ہے اور تین چار بجے رخصت ہو جاتا ہے۔ آدمی بیشک اچھا ہے اور اس سے مالک کا سلوک بھی عنایت آمیز ہے تاہم... آخر وہ ایک معمولی استاد ہے"

میں نے کیمرن کے اس لہجہ کو جس میں اس نے مسٹر سٹوارٹ کا ذکر کیا تھا ناپسند کیا۔ فی الحقیقت اس کے بارہ میں کیمرن کا انداز بڑی حد تک حقارت آمیز تھا پس میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا "میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ کوئی بڑا ہوشیار آدمی ہوگا اور اگر واقعی ایسا ہے۔ تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ لیاقت کے مقابلہ میں خاندان کے بلندی یا دولت وغیرہ کوئی اہمیت

نہیں رکھتے۔ علاوہ بریں میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے مالک ڈامنی کلیک مینن سے ایک دوست اور مساوی حیثیت کے آدمی کی طرح سلوک کرتے ہیں۔۔۔"

آہ مگر اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈامنی کا تعلق کلیک مینن اکنش کے نامی خاندان کلیک مینن سے ہے" کیرن نے فخریہ لہجہ میں کہا اور مجھے اس کے منہ سے نکلے ہوئے اس لمبے اور عجیب و غریب لفظ کو سنکر جس کا تلفظ ادا کرنا ہی میرے لئے سخت مشکل تھا بے اختیار ہنسی آگئی مگر اس نے اپنی دھن میں سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا" بیشک یہ صحیح ہے۔ کہ کلیک مینن اکنش کا خاندان کلیک مینن اب کچھ عرصہ سے غریب ہو گیا ہے اور اس سلسلہ میں میں یہ بھی کہہ دینا چاہتا ہوں کہ ڈامنی اپنے رشتہ داروں سے ہمیشہ فیاضی کا سلوک کرتا ہے تاہم اس خاندان کی رگوں میں قدیم اور خالص خون بہتا ہے اس لئے ڈامنی اور مسٹر سٹوارٹ کا کیا مقابلہ ہے فی الحقیقت اگر کوئی پوچھے کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کون ہے؟ تو اس کا جواب یہی ہوگا کہ ایک نہایت معمولی آدمی معمولی ڈونالڈ سٹوارٹ۔ کیونکہ علاقہ ہائی لینڈس کا کوئی پرانا خاندان ایسا نہیں ہے جس سے وہ اپنا شجرہ نسب ملا سکے۔"

"خیر یہ تو معلوم ہوگا کہ وہ کس جگہ رہتا ہے" میں نے گفتگو کا پہلو بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"رہتا ہے" کیرن نے انداز حقارت سے کہا" اوہ وہ اس گاؤں میں پڑا رہتا ہے" کیرن نے سمت مقابل میں جھیل کے ساحل پر بنے ہوئے مچھیروں کے چھوٹے سے خوشنما گاؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں رہنے اور پڑا رہنے میں کوئی بڑا فرق نہیں" میں نے مسکراتے ہوئے کہا" کیونکہ مفہوم دونوں کا ایک ہے۔۔۔"

"غلط بالکل غلط!" ڈامنی کلیک مینن نے جو ناگاہ ہماری بیخبری میں پیچھے سے چلتا قریب آگیا تھا اس موقعہ پر کہا اور اس کے بعد اپنی بلاس کی ڈبیہ نکال کر حماقت آمیز

سنجیدگی کے آثار چہرہ پر لئے ہوئے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہنے لگا "مجھے یاد ہے ایک دفعہ... شاید گلاسگو کا ذکر ہے... یا نہیں یہ ڈن ایڈن کا واقعہ ہے میرے دوست سالٹ کوٹ نے مجھ سے پوچھا تھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں تو میں نے جواب دیا کوگھاس منڈی میں ہیوگلین کیٹ کے مکان پر پڑا رہتا ہوں اس پر سالٹ کوٹ کہنے لگا... لیکن یاد نہیں وہ کیا الفاظ تھے جو سالٹ کوسٹ نے کہے وہ میرے حافظہ سے اتر گئے ہیں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا" اور یہ کہکر وہ اپنی عصا کی لڑکھڑاتی چال سے جھیل کے کنارہ پر بچھی ہوئی ایک بنچ پر جا بیٹھا گیا اور عجیب طرح کی جاذبیت آمیز صورت بنائے اس بل کی مانند جو کسی خاص چیز کی طرف نہ دیکھتا ہو سامنے کی طرف منہ اٹھائے خیالات کی الجھن میں پڑ گیا۔

"واقعی" کیمرن نے میرے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا" وہ بڑا مبارک دن ہوگا جب مسٹر لیناکس کی شادی مس ایملین سے ہوگی۔ کیونکہ ہر شخص کو مالک کے بڑے صاحبزادہ کی ذات پر فخر ہے اور ہر ایک آدمی ان کی بھتیجی سے دلی محبت رکھتا ہے میرے خیال میں تم خود ہی دیکھ چکے ہو کہ وہ کتنی خوبصورت ہے۔ مگر اس میں خوبصورتی کے علاوہ نیک سیرتی کا وصف بھی موجود ہے چنانچہ اچھے موسم میں جب طبیعت صاف ہو تو شاید ہی کوئی دن ایسا گذرتا ہوگا جب وہ کوئی نہ کوئی نیکی یا بھلائی کا کام نہ کرتی ہو۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ کوئی غریب آدمی بیمار ہے تو وہ ضرور اس کی جھونپڑی میں جا کر اس کو روپیہ سے مدد دیتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اور بھی جو آسائشیں ممکن ہوں ہم پہنچانے سے دریغ نہیں کرتی۔ غریبوں سے اس کا سلوک بہت ہمدردانہ ہے اور اگر کبھی ان کاموں سے فرصت ہو تو پھر وہ دیہاتی مدرسہ میں جا کر چھوٹے بچوں کو نیک بننے اور ان کے فرض سمجھانے کی تلقین کرتی ہے"

"بیشک اس کی یہ خوبیاں قابل تعریف ہیں" میں نے دل ہی دل میں کیمرن کے اس بیان کا مقابلہ ان سابقہ تعریفی الفاظ سے کرتے ہوئے کہا جو اس نے اس کی خوبصورتی، ملائمت، ہندی اور خون کی پاکیزگی کے بارہ میں کہے تھے۔ پھر اس کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ مسٹر لیناکس اور

مس ایلین کی ایک دوست سے بہت گہری محبت ہو گئی

اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے؟ کیمرن نے کہا "محبت میں پہلے ہی بیان نہیں کر چکا کہ انکی بچپن سے اچھی پرورش ہوئی ہے"

"مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان میں اس طرح کی محبت ہو جو مرد عورت کے رشتہ کے لئے ضروری ہے" میں نے رائے زنی کرتے ہوئے کہا "ہو سکتا ہے کہ وہ محض اس قسم کی محبت ہو جیسی بھائی بہن یا دو دوستوں میں ہوتی ہے"

"لیکن نہیں" کیمرن نے لہجہ اصرار میں کہا "ان کی محبت میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں چنانچہ ہمارا ایسا ہوتا ہے کہ ہمارے مالک تقریب شادی کے سلسلہ میں چند الفاظ مذاقیہ لہجہ میں کہتے ہیں۔ تو اس وقت جس لمحہ مس ایلین چونکتی اور شرماتی ہے۔ اور جس طرح اس کی چہرہ کی رنگت پیلی پڑ جاتی ہے۔ وہ حالت دیکھنے کے لائق ہوتی ہے"۔ اور اس کے بعد پُریقین لہجہ میں تقریر جاری رکھتے ہوئے "نہیں" اس نے کہا "اس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ مسٹر لینکس کو جتنی محبت اس سے ہے اتنی ہی وہ بھی اس سے کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ہر شخص جانتا ہے کہ ان کی جوڑی ایک دوسرے کے لئے بنی ہے۔ ان کی شادی نہایت مبارک شادی ہوگی۔ چنانچہ آج تک کسی نے اس کے برخلاف کوئی قسم اعتراض نہیں کیا"

میرے خیال میں ان حالات سے جو اس داستان کے سلسلہ میں پیش آ چکے ہیں۔ ناظرین اس حقیقت کو پوری طرح سمجھ گئے ہوں گے کہ بلندی خاندان کا جو تکبر والے رنج تھکلن میں پایا جاتا تھا اس کی وجہ سے اس کے خادم خاص کیمرن کے دل میں رعب و تعریف کا مشترکہ احساس موجود تھا اور ایک اس پر کیا موقوف ہے گھر کے سبھی نوکر اور ان نوکروں کے علاوہ جاگیر کے سارے مزارعین حتیٰ کہ گرد و نواح کے دیہات اور بستیوں کے لوگ بھی یہی خیالات رکھتے تھے۔ یہانتک کہ رنج تھکلن کی ریاست کا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور بھی اس احساس تکبر سے خالی نہ تھا یقیناً یہ احساس بے ضرر تھا تاہم یہ بات سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ محض اس تکبر ہی کا نتیجہ تھا کہ ایک

فروخاص کو نہایت اونچے درجہ پر پہنچکر اس کے متعلقین بت کی مانند اس کی پرستش کرتے تھے مگر اس کے مقابلہ میں بعض فائدوں کو بھی نظر انداز نہ کیا جا سکتا تھا مثلاً یہ کہ والئے اسٹیٹ منتظمان اپنے آپ کو ساری وسعت کا آقا اور ولی نعمت سمجھکر جہاں تک اس کے بس میں تھا ان کی حالت کو راہ اصلاح لانے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اور ان اصلاحات سے ریاست میں خوشحالی پیدا ہوتی تھی۔ اس جگہ میں والئے اسٹیٹ منتظمان کے حق میں انصافاً یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ ایک مالک اراضی کی حیثیت میں اس کی طرف سے کبھی کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہوا تھا جو اس کے نام نیک پر حرف لانے والا ہو اور گورنمنٹ لیڈ مسے اراضی داروں میں سب سے عمدہ مانا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے اپنی جاگیروں کے گلوں کے لئے مزید ستے تیار کرنے کی غرض سے لاتعداد زرخیز زمینیں ویران و تباہ کر دیں۔ تاہم اس طرح کا نقص والئے اسٹیٹ منتظمان کی ذات میں بالکل موجود نہ تھا۔ یعنی اس نے کبھی کوئی ایسا فعل نہ کیا تھا۔ جو اس کو بدنام کرنے والا ہو۔

کئی دن گذر گئے۔ لندن سے میرا کس آپہنچا اور اس کے ساتھ ایک چٹھی بھی جس میرے اخراجات کا بل شامل تھا۔ چونکہ بل کی رقم معمولی تھی۔ اس لئے شراب خانہ کراس کیز کے مالک نے مجھ پر بھروسہ کر کے میرا کس روانہ کرنے میں تامل نہ کیا تھا لیکن اب مجھے یہ فکر لاحق ہوئی۔ کہ اس بل کی رقم ادا کیونکر کی جائے؟ میں نے اس بارہ میں کیمرن سے مشورہ لیا اور اس سے بل کی رقم ادا کئے بغیر چلے آنے کے متعلق کوئی بہانہ کر دیا اس نے بتایا کہ تم موضع منتھگلن میں جا کر اس ساہوکار سے ملو۔ جس سے مالک کالین دین ہے۔ اس کا لندن کی بعض کوٹھیوں سے حساب ہے ان کے ذریعہ سے تمہاری اس رقم کی ادائیگی ممکن ہو گی۔ اس کی نصیحت پر عمل کر کے میں نے رکشتی پر سوار ہو کے جہیل کو عبور کیا اور پہلی مرتبہ منتھگلن کے چبوترے سے خوش نما گاؤں میں پہنچا۔ اس جگہ پچاس ساٹھ گھر آباد تھے مگر سب کے سب نہایت صاف ستھرے اور آرام دہ جن کے مقابلہ میں کیرن ڈیل کی برباد شدہ بستیاں حسرتناک ویرانہ کا منظر پیش کرتی تھیں۔ مکانوں کے سامنے چھوٹے چھوٹے باغ تھے دیواریں پر سپیدی پھری ہوئی اور ہر شخص آسودہ و خوش حال تھا۔ یہیں ایک گرجا تھا جس کی چوٹی پر عشق پیچے کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں یہ اس گاؤں کی سب سے پرانی عمارت تھی۔ گرجا سے ملحق

ایک مدرسہ قائم کی تھی۔ زمانہ حال کی بھی پادری صاحب کے بیٹے کا مکان کسی معمولی کاشتکار کی جھونپڑی سے ملتا تھا اور اس کے صحن میں گھاس اور مرغیاں ایک ہی جگہ نظر آتی تھیں۔ گاؤں سے تھوڑے فاصلہ پر اس ساہوکار کا مکان تھا جس کی جھونپڑی سے دور ایک پرفضا باغ کے وسط میں بنی ہوئی تھی۔ گاؤں سے نکل کر میں اس طرف روانہ ہوا۔ آدمی سن رسیدہ نیک دل اور شریف تھا اور وہ اس کام کے لئے جو میں نے بیان کیا۔ موزوں آدمی ہو گیا۔ ادھر سے فارغ ہو کر میں پھر ایک بار گاؤں سے ہوتا ہوا جھیل کے ساحل پر پہنچا۔ جہاں سے کشتی پر سوار ہو کر محل کی طرف جانا چاہتا تھا۔ اتنے میں سائیس بن کا عمل ہو گیا تھا۔ گھاٹ کے پاس پہنچکر میں نے دیکھا کہ مسٹر سٹوارٹ بچوں کی پڑھائی سے فارغ ہو کر محل سے رخصت ہو رہے ہیں۔

اس جگہ میں یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ گو کیپرن نے مسٹر سٹوارٹ کی مجلسی حیثیت کے بارہ میں بہت کچھ اظہار حقارت کیا تھا۔ تاہم اس کی صورت دیکھکر میں اپنے دل میں اچھی رائے قائم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس کے انداز ظاہر کرتے تھے۔ کہ وہ ہر لحاظ سے نیک سیرت انسان ہے میں نے پیشتر بیان کیا تھا کہ وہ لیناکس دنیا چر کی طرح دماغ قد اور تیکیل تھا اور اس کی عمر بھی کم و بیش اتنی ہی تھی جتنی مسائے ایچ مقنگلن کے بڑے صاحبزادہ کی۔ مگر اس کے چہرہ پر مسٹر لیناکس کے چہرہ کی طرح آثار تکبر موجود نہ تھے۔ اس کے خط و خال زیادہ نازک بالوں کی رنگت سیاہی مائل بھوری۔ آنکھیں قنفاف نیلی اور نگاہ میں عزم و استقلال کے علاوہ کشادہ دلی کے آثار پائے جاتے تھے۔ گو اس کے ساتھ ہی کچھ اس طرح کی افسردگی اس کی آنکھوں کی تہ میں نظر آتی تھی۔ بوقات بعید میں انتہائی اداسی کی صورت اختیار کر لیتی تھی۔ جب سے میں نے اس شخص کو پہلی مرتبہ دیکھا میں اپنے جی میں پوری طرح سمجھ چکا تھا کہ یہ آدمی گو بالطبع فیاض اور بلند خیالات رکھنے والا ہے تاہم اپنی مختاجی کی زندگی کی وجہ سے اس کے جی کو سخت پریشانی لاحق رہتی ہے۔ غالباً وہ اس سطحی اخلاق کو جس سے رامائے ایچ مقنگلن اس سے پیش آتا تھا۔ ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ گو صرف دنیا چر کی طرف سے کتنی ہی عنایت کا اظہار

تاہم مسٹر سٹوارٹ کے لئے یہ محسوس کرنا قدرتی تھا کہ اس کو ایک ادنیٰ آدمی تصور کیا جاتا ہے اس نے گلاسگو یونیورسٹی میں تعلیم پائی تھی۔ اور چونکہ نہ اس کے پاس دولت تھی اور نہ ایسے دوست جو اس کے مددگار ثابت ہو سکتے۔ اس لئے مجبوراً اس کو ہائی لینڈس کے سب سے مغرور سردار کے بچوں کو تعلیم دینے کا ذلت بخش اور بے منت فرض ادا کرنے پر مجبور ہونا پڑا تھا۔

غرض اس طرح کا آدمی مسٹر سٹوارٹ تھا جس سے اس روز شام کے تین اور چار بجے کے درمیان اس وقت میری ملاقات ہوئی جب وہ لڑکوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف واپس جانے کے لئے جھیل سے گذر کر محل کے پاس اتر رہا تھا۔ میں نے یہ بات غور کر کے دیکھی تھی کہ اونچے متمکنوں کے نوکر کبھی اس کو سلام نہ کرتے تھے۔ ان کی نظروں میں کم و بیش اس کی وہی حیثیت تھی۔ جو خود ان کی تھی۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ وہ شائد اسے اپنے مقابلہ میں اس سے بھی حقیر تصور کرتے تھے۔ کہ وہ تو اونچے متمکنوں کے عالیشان محل کی چار دیواری میں رہتے تھے۔ اور یہ بیچارہ کمیرن کے لفظوں میں متمکنوں کے گاؤں میں پڑ رہتا تھا۔ لیکن چونکہ میرا دل کبھی اس طرح کے خیالات سے متاثر نہ ہوتا تھا۔ اس لئے میری عادت تھی۔ کہ جب کبھی اس سے ملنے کا اتفاق ہوتا۔ تو ضرور اس کو سلام کر چھوڑا کرتا۔ کیونکہ میری نظروں میں ذہانت اور طبعی شرافت وہ ایسی چیزیں تھیں جنہیں رہنے اور پڑ رہنے کی ادنیٰ یا بلند یوں سے بالاتر سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اب بھی جس وقت میں نے اسے کشتی سے اترتے دیکھا۔ تو حسب معمول سلام کیا اس پر وہ چلتا چلتا ٹھہر گیا اور اپنے خوشنما ہونٹوں پر آثار تبسم پیدا کر کے جس سے اس کے چمکیلے دانت واضح اور صاف دکھائی دیئے۔ عنایت آمیز لہجہ میں کہنے لگا۔

"میں نے سنا تھا تم انگلستان سے نوکری کرنے آئے ہو۔ کیا یہ ملک تم کو پسند ہے؟"

"جی ہاں مجھے اس بارہ میں کسی طرح کی شکایت نہیں" میں نے جواب دیا۔ "اس جگہ کا نظارہ پہلے ہی بے حد دلکش ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ موسم گرما کے آغاز پر وہ اور بھی دل فریب ہو جائے گا۔"

"معلوم ہوتا ہے تمہیں اچھے نظاروں کا شوق ہے" اس نے گہری توجہ سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور اس کے بعد اس کی نگاہ رفتہ رفتہ جزیرہ نما کے اطراف کا جائزہ لیتی ہوئی ان کوہستانی بلندیوں کی طرف گئی، جو جھیل کے پشت پر جھیل کے اس پار نظر آتی تھیں

"جی بیشک میں نظارہ قدرت کی دلفریبیوں کا دلدادہ ہوں" میں نے جواب دیا "بجز اس دربا منظر کو دیکھنے سے پہلے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ اس سنگلاخ زمین میں بھی ایسی دلچسپیاں پائی جاتی ہیں۔ اس کے برعکس ڈاکٹر سکاٹ کی نظمیں پڑھکر یہ خیال میرے جی میں بیٹھ چکا تھا۔ کہ اس ملک کے سبھی حصے ویران و ناہموار ہیں"۔

"آہ" ڈونالڈ سٹوارٹ نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا تم نے سکاٹ کی نظمیں پڑھی ہیں؟"

"جی ہاں۔ پورے طور پر" میں نے جواب دیا "حتیٰ کہ ان کی ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ مجھکو یاد ہے۔ چنانچہ مارمین کی نظم میں مرکز فلاڈن کی جو کیفیت شاعر نے بیان کی ہے۔ اسکی پرشکوہ اور ولولہ انگیز تفصیل از بر مجھکو یاد ہے اور میرا ارادہ کسی دن اس میدان کو دیکھنے کے لئے جانے کا ہے"

"مگر اس سے پایا جاتا ہے کہ تم نے اچھی تعلیم حاصل کی ہے" مسٹر سٹوارٹ نے جسکی مجھ سے اب رفتہ رفتہ دوستی میں بدلنے لگی تھی۔ مجھ سے کہا "اور اگر ایسا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کس لئے تم نے ... ؟" وہ کہتا کہتا رک گیا کیونکہ اس نے سوچا یہ ایک ایسا سوال ہے جس سے شاید میرے جذبات کو ٹھیس پہنچے۔

"غالباً آپ یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ کس لئے میں نے اس طرح کی ادنیٰ ملازمت اختیار کی؟ مگر مجھے قسمت کی ناہمربانی کا شکوہ نہیں ہے۔ مجھے اس بات کی خوشی ہے۔ کہ میں اپنی محنت کی روزی خود کما کر کھاتا ہوں"

"سچ ہے" مسٹر سٹوارٹ نے خیال انداز نے کہا "اور میں تمہارے ان خیالات کی

قدم کرتا ہوں جس کے بعد وہ اپنے سر کو حرکت دیکر مسکراتا ہوا گاؤں کی طرف چلا گیا

ایک عجیب طرح کی اداسی اس کے تبسم میں پائی جاتی تھی اور کسی وجہ نامعلوم سے مجھے اس کی ذات سے غیر معمولی دلچسپی ہوگئی۔ فی الحقیقت جب سے میں نے اس کا نام اور کام سنا تھا۔ یعنی اس سے پہلے کہ مجھے اس کے صاف اور ایماندار چہرہ کو پوری طرح دیکھنے کا اتفاق ہوا میں اس کے متعلق غائبانہ ہمدردی کرنے لگا تھا کہ اپنے متعلقین نے گھر میں رہتے ہوئے ہر شخص اس سے کہ وحشی فطرت کا سلوک کرتا تھا اور اس نفرت کی صحیح وجہ کیا تھی؟ یہ نہیں کہ وہ غریب تھا اور اسے اپنی روزی کمانے کے لئے محنت کرنی پڑتی تھی۔ بلکہ محض اس لئے کہ اس کا تعلق کسی قدیم اور اچھے خاندان سے نہ تھا۔ یعنی وہ کوئی ایسا شجرہ نسب پیش نہ کر سکتا تھا جس کی ٹہنیوں کو صاف کرنے کے لئے کسی نامی محقق کی ضرورت ہو۔ محض اس بے حقیقت وجہ سے پڑوسی خانماں آلود بیوقوف ڈامنی کو مسٹر ڈیلا چرک کی صحبت کے لائق سمجھا جاتا تھا اور مگر سے سب لوگ اس کی عزت کرتے تھے کہ اس کا تعلق کلیک مینن آکنش کے نامی خاندان کلیک مینن سے ہے لیکن مقابلہ میں ڈین شریف الطبع اور خوش اطوار ڈونالڈ سٹوارٹ کو محض اس لئے حقیر تصور کیا جاتا تھا کہ وہ اپنے اندر خاندانی بزرگی کا کوئی نشان ثابت نہ کر سکتا تھا۔ سرزمین سکاٹ لینڈ میں رہتے ہوئے میں نے اس ملک کے باشندوں کے چال چلن کو جہاں تک دیکھا پسند کیا صرف ایک بات البتہ میرے جی کو نیچے پہنچاتی تھی یعنی یہ کہ ان میں اس طرح کا بے جا خاندانی تکبر موجود تھا اور وہ اس کے سلسلہ میں سخت ناانصافی سے کام لیتے تھے۔

کہ مجھے سلسلہ داستان جاری رکھنا چاہئے۔ عین اس وقت جب میں مکان کی طرف جانے کے لئے کشتی پر سوار ہو رہا تھا تو یاد آیا کہ موضع متھگلن کی طرف جاتے ہوئے میں نے دکانوں کا دیکھا تھا ایک بیچ متھگلن کے ساہوکار سے ملنے اور دوسرے بعض روزانہ ضرورت کی چیزیں خریدنے کا لیکن جب ایک ہی کام کے واپس آیا اور چیزیں خریدنا یاد نہ رہا اس کے ساتھ ہی خیال آیا کہ مکان پر میری موجودگی کی ضرورت شام کے چھ بجے سے پہلے نہ ہوگی جب مجھے مسٹر گلیناگس کو ملنے سے پہلے لباس تبدیل کرنا تھا اور

چونکہ ابھی چار گھنٹے باقی تھے اس لئے مجھے دو گھنٹے کی فرصت حاصل تھی پس میں پھر پکیار گاؤں کی طرف لوٹا۔ [redacted] ایک چھوٹی سی دوکان تھی میں سامان خریدنے کی غرض سے اس کی طرف بڑھا۔ یہ کیا دیکھتا ہوں کہ مس ایلیسن مدرسہ کے پھاٹک سے باہر آرہی ہے میرے کی زبانی مجھے یہ بات پہلے ہی معلوم ہو چکی تھی کہ وہ مختلف اوقات میں بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مدرسہ جایا کرتی ہے پس میں یقیناً اس واقعہ کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کر دیتا اگر عین اس وقت مجھے ایک مرد کی صورت تھوڑے فاصلہ پر بازار کے موڑ کے پاس وقتاً فوقتاً نظر آکے غائب ہوتی دکھائی نہ دیتی۔ اس کا ایک بار آگے آنا اور پھر غائب ہو جانا اتنا غیر معمولی اور تیز تھا کہ اگر میں اس آدمی سے واقف بھی ہوتا تو شاید اس کی صورت نہ پہچان سکتا۔ لیکن یہی ایک واقعہ ایسا نہ تھا جس نے مجھے حیرت زدہ کیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ اس صورت کے نمودار ہونے اور چھپنے کے ساتھ ہی مس ایلیسن نے ایک تیز گھومتی ہوئی نظر اس آدمی کی طرح چاروں طرف ڈالی جیسی مصلحت سے دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ رہنا چاہتا ہو۔ زیادہ صاف لفظوں میں اس نے یہ معلوم کرنے کے لئے ادھر ادھر دیکھا کہ کوئی آدمی اس کی طرف دیکھتا تو نہیں ہے اس کے بعد وہ بھی اسی موڑ کی طرف چلی گئی۔ چونکہ میں جس مقام پر کھڑا تھا اس جگہ دوکان کے دروازہ کے باہر برآمدہ کے طور پر لکڑی کی جالی لگی ہوئی تھی اور اس پر سایہ پڑ رہی ہوئی تھیں اس لئے وہ میری موجودگی سے واقف نہ ہو سکی۔ بہرحال میں نے اس جالی برآمدہ میں کھڑے ہو کر اس کو اور اس سے پہلے اس مرد نما معلوم کو گلی کے موڑ کی طرف جاتے دیکھا تھا۔

خیر جو کچھ مجھے پڑھنا تھا پڑھ کر میں پھر ایک بار صبل کے گھاٹ کی طرف چلا مگر راستہ میں اس واقعہ عجیب کے مختلف پہلوؤں کو سوچے بغیر نہ رہ سکا۔ خیال آیا شاید یہ آدمی اپنی کس دنیا چرہی تھا اور وہ اپنی بچا زاد بہن کو مدرسہ سے باہر آتا دیکھ کر محض اس کو چھیڑنے کی غرض سے گلی کے موڑ پر چھپ گیا لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسا تھا تو اس عورت کو معنی یا نہ جارحانہ طرف دیکھنے کی کیا حاجت تھی؟ بہرحال میں نے یہ سمجھ لینے کی کوشش کی کہ ممکن ہے وہ

وشیزگی کی فرحم سے گاؤں والوں کی نظروں سے پوشیدہ اپنے عاشق سے ملنا چاہتی ہو مگر ان سارے خیالات کے باوجود میں جب کشتی پر سوار ہونے لگا تو ایک عجیب طرح کی بے چینی میرے جی کو لگی ہوئی تھی۔ یعنی دل کسی پہلے سے سمجھائے نہ سمجھتا تھا۔ اور گو میرے شبہات مغرور دانے بیچ سفیدگان کی حسین بھتیجی کی عزت و حرمت پر حرف لانے والے نہ تھے۔ تو بھی ایک دھندلا سا خیال مبہم اور غیر واضح جس کی نوعیت کو میں بالکل نہ سمجھ سکتا تھا۔ خانہ دل میں پیدا ہو چکا تھا۔

سامنے والے گھاٹ پر پہنچکر میں جس وقت خشکی پر اترا تو کشتی خانہ کا محافظ اپنے مکان کے دروازہ پر کھڑا تھا وہ مجھے دیکھکر کہنے لگا "کیسی دلکش سہانی شام ہے"

"واقعی" میں نے خوش ہوکر جواب دیا" پھر اپنے چین کو خوشنما رنگوں سے آراستہ کرنے لگی ہے"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک" ڈاہنی کلیک مین نے جو کشتی خانہ کے سامنے ایک بنچ پر بیٹھا تھا دفعتہً گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا" مجھے یاد ہے انہی لفظوں سے میں نے بیوہ گلن بکٹ کو اس وقت مخاطب کیا تھا جب اس نے لیرڈ آف ٹن ٹوس کو بیش ڈیل کے میرے ہاں شریک دعوت ہونے پر نئی پوشاک پہنی تھی اس وقت اس نے مجھ سے کہا تھا۔۔۔ مگر وہ کیا الفاظ تھے جو اس نے مجھ سے کہے تھے۔۔۔ فی الحال مجھ کو یاد نہیں۔۔۔ میں پھر کسی وقت یاد کرکے بتاؤں گا"

اور یہ کہکر لائق ڈاہنی نے لباس کی ایک بڑی سی چنگی اپنے نتھنوں میں ٹھونس لی اور چہرہ حماقت آمیز سنجیدگی کے آثار پیدا کرکے داستان کے اس حصہ کو سوچنے لگا جو اس کے ذہن سے اتر چکا تھا۔

ساتویں جلد ختم ہوئی

دور اول ختم ہوا

عالم ہمہ افسانہ ما دار دیا ہیچ

جناب مسٹر محمد احسن حیدر آباد دکن ۔ گردش آفاق کے انتظار میں چشم براہ ہوں ۔ بے حد دلچسپ کتاب ہے

جناب پرنس ملند جاہ مرزا محمد عسکری کلکتہ :۔ یہ جو نیا ناول گردش آفاق آپ نے بھیجا ہے میں نے کل اس کو تھوڑا سا پڑھا واقعی خوب لکھا ہے اس عمدہ طور سے مضمون ادا کیا ہے کہ دل بے چین ہو گیا آنسو نکل آئے منشی صاحب کی کون تعریف کر سکتا ہے اس وقت ان کے ترجمہ میں فدا سے وہ بات عطا کی ہے کہ کسی کو ان کے مقابلہ میں مثال کے طور پر بھی پیش نہیں کیا جا سکتا

جناب غفور احمد صاحب حیدر آباد دکن ۔ گردش آفاق کا سلسلہ اس قدر دلچسپ اور پر لطف ہے کہ ایک جلد کے بعد دوسری کا انتظار کرنا نہایت دشوار ہے ۔ گردش آفاق کی کس قدر جلدیں ہیں ۔ اگر سب اور سب نہیں تو جس قدر آپ کے یہاں چھپی ہوئی موجود ہوں ایک ساتھ روانہ کر دی جائیں تو میری مسرت کا باعث ہوگا ۔

جناب محمد نجیب الدین خان صاحب حیدر آباد (دکن) ترجمہ جوزف دلمٹ دیکھکر بے حد مسرت ہوئی ۔ میں نے اس سے قبل بھی جناب کو اس کے ترجمہ کی طرف توجہ دلائی تھی الحمد للہ کہ آج وہی ترجمہ جس کی مدت سے تلاش تھی پیش نظر ہے ۔ وہ کون ہے جو رنیالال دس کے ناولوں کو قدر کی نظر سے نہیں دیکھتا جس قدر ناولوں کے تراجم جناب نے کئے ہیں سب چوٹی کے ناول ہیں ۔ ناول کا انتخاب اور جناب کا ترجمہ کیا کہنے اگر سچ پوچھا جائے تو جناب نے اردو دان پبلک پر بے حد احسان کیا ہے ۔ خصوصاً میں تو جناب کا بے حد احسان مند ہوں میرے یہ الفاظ خوشامدانہ نہیں بلکہ سچے دل سے نکلے ہوئے ہیں کہ اردو زبان جو مر رہی تھی اس کو جناب نے اپنی توجہ اور محنت کے آبحیات سے زندہ کیا ہے ۔

جناب ... از تھانہ چپرولی ضلع میرٹھ ۔ تین حصے ناول گردش آفاق کے آچکے ہیں ۔

دراصل یہ ناول ہے جس سے مصنف اور مترجم کی قابلیت کا اظہار ہوتا ہے جن اصحاب نے رینالڈس کی تصانیف کے ترجمہ کی طرف جناب کو توجہ دلائی ہے۔ میں ان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن جناب اس قدر اختصار اور کنجوسی سے کام لے رہے ہیں کہ چند اوراق کے حصے ارسال فرماتے ہیں براہ مہربانی بقیہ حصے جلد روانہ فرمائیں تاکہ انتظار دور ہو۔

جناب شیخ محمد سعید صاحب قیصر دہلی منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری کے ترجمہ کئے ہوئے کئی ناول میں نے پڑھے ہیں۔ اور اب ان کے ایک اور ناول کا مطالعہ کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے۔۔ بےشبہ یقین ہے کہ ان سے بہتر آج تک کسی مترجم کی کتابیں میری نظر سے نہیں گذریں ادبی دنیا میں واحد مصنف مانے جا چکے ہیں لیکن منشی تیرتھ رام صاحب کو اگر بہترین مترجم نہ کہا جائے تو سراسر ناانصافی میں داخل ہوگا۔ آپ کے ترجمہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ الفاظ پاکیزہ اور زبان بے حد سلیس ہوتی ہے۔ میرے خیال میں اگر آپ اپنے ترجمہ کئے ہوئے ناولوں کو خود اپنی تصانیف ظاہر کریں تو ناممکن ہے کہ کوئی شخص ایک ایک کتاب کو بار بار پڑھنے کے بعد بھی ترجمہ اور تصنیف میں فرق پیدا کر سکے وہ بلا سوچے سمجھے یہی کہہ دیگا کہ یہ کتاب منشی صاحب کی خود اپنی ہی تصنیف کردہ ہے۔

جناب پیارا لال صاحب وثیقہ نویس شہر پشاور۔ سخت انتظار کے بعد بے حد اشتیاق کے ساتھ وی پی کھول کر سب سے پہلے ناول مقدس جو تاڑھا اور ابھی ختم کر کے اٹھا ہوں یہ ناول تو سنہری پھول سے بھی بڑھ چڑھ کر نکلا۔ ہر ایک باب میں نئے سے نیا راز کھلتا ہے پڑھتا منشی صاحب لالہ تیرتھ رام کی عمر دراز کرے کہ ان کے ہاتھوں ایسے نایاب گوہر تاریکی سے روشنی میں آ رہے ہیں۔ جو ظلمات کے اخیر میں گردش آفاق کا اشتہار دیکھکر آج تک اس کا بھی محض انتظار رہا۔ بارے خدا خدا کر کے اس کی شکل دیکھنی بھی نصیب ہوئی۔ میرا نام اس سلسلہ کے مستقل خریداروں میں درج کر لیں۔ کیا ہی اچھا ہو کہ منشی صاحب نازک کتاب کے مصنف کا کوئی اور ناول ترجمہ کریں۔

جناب فضل الٰہی خان صاحب پیشاور شہر۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ میں آپ کے اس سلسلہ ناول کو بہت پسند کرتا ہوں۔ خاصکر منشی تیرتھ رام صاحب کے ترجمہ کو اور اسی لئے سالہا سال سے میں آپ کے اس سلسلہ کا خریدار ہوں اور جہاں تک مجھ سے ہو سکا میں اپنے دوستوں کو بھی آپ کے ناولوں کی خریداری کی ترغیب دیتا اور آپ کے لئے خریدار پیدا کرتا رہا ہوں۔

جناب محمد نجیب اللہ خاں صاحب ریاست بھوپال۔ آپکے ترجمہ کردہ بھی ناولوں کے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور شرط زندگی آئندہ بھی اس کی امید ہے۔ میں بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ جب سے ان ناولوں کو دیکھا۔ دنیا کے تمام ناول میری نظروں میں ہیچ ہو گئے۔ فن ترجمہ کے آپ بادشاہ ہیں۔ حیران ہوں کہ کس ناول کو کس پر ترجیح دوں۔ میں ان کی عام مقبولیت کے لئے جناب کو تہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب اقبال احمد علوی مقام کرادالہ آباد۔ آنکل کاروبار میں کمی ہونے کی وجہ سے روپیہ کی قلت ہو گئی ہے اس سے آپ کا سلسلہ بند کرنا پڑا ورنہ میں نے اگر اور ناولوں میں کسی کو پسند کیا تو وہ آپ ہی کے تراجم تھے۔ خاصکر میری مرحومہ شریک زندگی کو جن کا انتقال گذشتہ ستمبر میں ہو گیا یہ سلسلہ بہت پسند تھا۔ اگر میں بند کرنیوالا بھی ہوتا تو شائد میں اس کی خاطر بند نہ کرتا اور بھی امید ہے کہ جس وقت میں اس قابل ہوا فوراً جناب سے جاری کرنے کی درخواست کروں گا۔

جناب سید عابد شاہ صاحب تحصیلدار بلوچستان۔ منشی تیرتھ رام صاحب اس بیگری کے میدان میں گوئے سبقت لیگئے ہیں۔

جنابہ ممتاز بیگم صاحبہ ملکرامی خلیل آباد۔ بیحد خوشی ہوئی کہ میری عرصکی خواہش پوری ہو گئی یعنی زیانڈس سے ناولوں کا ترجمہ کا انتظام آپ نے پھر سے شروع کیا۔ میں نے فوراً ہی پارسل چڑھا دیا ہے۔

بہترین مشرقی تراجم اور تصانیف

مہاکوی کالیداس

نام کتاب	اصلی نام	مترجم	صفحات	قیمت
پیک ابر	میگھ دوت	پنڈت پرمھودیال مصر عاشق اکبرآبادی	۳۸	۸ر
کمیر سخن	رتوسنگھار	منشی پیارے لال شاکر میرٹھی	۶۸	۸ر
وکرم اروسی	وکرم اروسی	مولوی عزیز مرزا بی اے	...	عہ
شکنتلا	شکنتلا	بابو الشیر چند	۱۶۸	۸ر

کلھن پنڈت

قدیم تاریخ کشمیر	راج ترنگنی	ٹھاکر اچھر چند اور منشی تیرتھ رام فیروزپوری	۱۹۱۹	۱۰ر

شاعر رنبد رناتھ ٹیگور

ترچھی چتون	چکھیر والی	منشی گوری شنکر لال اختر	۲۴۲	عہ
لوکا ڈوبی	لوکا ڈوبی	"	...	۸ر
آہ مظلوم	راج رشی	بابو الشیر چند	...	۱۲ر
گیتا نجلی	گیتا نجلی	مولوی نیاز محمد خاں فتحپوری	...	عہ
نیا چاند	کریسنٹ مون	منشی عبدالمجید سالک بی اے	...	۸ر
کانٹوں کا تاج	مکٹ	بابو الشیر چند	...	۴ر
مقصود ہستی	...	مسٹر جے۔ آر۔ رلئے	۱۴۳	۱۲ر
انارکلی بیگم	...	قاضی احمد میاں اختر	۲۴	۳ر
آشیاں برباد	...	منشی گوری شنکر لال اختر	...	۸ر
چترا	...	منشی عبدالمجید سالک بی اے	...	۱۲ر

ہم سے طلب فرمایئے

مولوی عبدالحلیم صاحب شرر

جنید بغدادی	۱۰	ابوبکر شبلی	۱۰	خواجہ معین الدین	۰۶
عزیزہ مصر	۲۰	حروب صلیبیہ	۰۶	قرۃ العین	۰۲
ملکہ زنوبیہ	۰۳	سکینہ بنت حسین	۰۶	دلگیش نندنی	۱۰
حسن بن صباح	۰۶	دلچسپ	۱۰	حسن انجلینا	۱۰
فضیل و لبنیٰ	۰۲	افسانہ قیس	۰۳	مقدس نازنین	۰۲
میوہ تلخ	۰۴	شہید وفا	۰۵	دلکش	۱۰
شوقین ملکہ	۰۲	ملک العزیز ورجینا	۰۲	رومۃ الکبریٰ	۰۲
فلورا فلورنڈا	۰۲	زمانہ اور اسلام	۰۳	فردوس برین	۱۰
آغا صادق کی شادی	۰۱	بدرالنسا کی مصیبت	۰۳	حسن کا ڈاکو	۰۲
دربار حرام پور کے اسرار	۰۱	خوفناک محبت	۰۲	الفانسو	۰۱
فاتح مفتوح	۰۲	جویائے حق	۱۰	بانک خرمی	۰۲
تذکرہ مشاہیر عالم	۰۲	محذرات	۰۲	ایام عرب	۰۲
فتح اندلس	۰۶	ماہ ملک	۰۶	فلپاتا	۰۲
زوال بغداد	۰۲	لعبت چین	۱۰	نیکی کا پھل	۱۰
طاہرہ	۰۲	یوسف زلیخہ	۰۲	گذشتہ لکھنؤ	۰۲
نثاء اور مضامین	۱۰	آغا زجم سال	۰۲	سیر رجال	۰۲
تاریخی مضامین	۰۲	مینا بازار	۱۰	ادب و تحقیق	۰۲
سیر فنواں	۰۶	منصور موہنا	۱۰	اصلاح قوم	۱۰

حکیم محمد علی خاں مرحوم

رام پاپڑی ۱۰ عبرت ۰۲ حسن سرور ۱۰ اختر حسینہ ۰۶ دیول دیوی ۰۶
جعفر و عباسہ ۰۲ نیل کا سانپ ۰۲ گورا ۰۲

ہم سے طلب کرو

رائے بہادر بنکم چندر چٹرجی

نام کتاب	اصلی نام	مترجم	صفحات	قیمت
راج سنگھ	راج سنگھ	مہاشہ سدرشن	۲۱۶	عہ
کپال کنڈلا	کپال کنڈلا	منشی گوری شنکر لال اختر	۷۹	۱۲ر
زہریلا آبحیات	سیتا رام	مہاشہ سدرشن	۲۰۸	عہ
آنند مٹھ	آنند مٹھ	مہتہ آنند کشور صاحب	۲۱۷	پتہ
مارِ آستین	بش برکش	منشی جوالا پرشاد برق بی اے	۱۳۱	۱۲ر
بنگالی دلہن	دیوی چودہرانی	،،	۲۰۷	۱۲ر
پرتاپ	چندر شکھر	،،	۲۰۸	عہ
رودمنی	رودمنی	،،	۱۴۳	۸ر
سندر اندرا	اندرا	مہرشی شیو برت لال درمن	...	۱۲ر
درگیش نندنی	درگیش نندنی	مولوی عبدالحلیم شرر لکھنوی	۱۰۶	عہ
راد ھا رانی	راد ھا رانی	منشی احمد علی کامل	۴۸	۴ر
قدرت کے کھیل	رجنی	مہاشہ سدرشن	۱۱۴	۱۲ر
مرنالنی	مرنالنی	منشی جوالا پرشاد برق بی اے	۱۶۷	۱۲ر
سندر جوڑی	جوگلانگری	مہرشی شیو برت لال درمن	۸۰	۶ر

بابو رمیش چندر دت سی آئی ای

فاتح بنگال	بنگ وجیتا	لالہ سندر داس بی اے وایل	...	عہ
صبح زندگی	جیون پربھات	منشی بودھ راج دھنا	۱۳۶	۱۰ر
راجپوت جیون سندھیا	جیون سندھیا	سردار بلدیو سنگھ	۱۲۴	۱۲ر
تاج عصمت	لیک آف پامز	بابو الیشور چند	۲۲۹	پتہ

ہم سے طلب فرمائیے

پنڈت رتن ناتھ صاحب سرشار

فسانۂ آزاد ۱۲ر سیر کہسار ۱۲ر بچھڑی دلہن ۶ر
کڑم دہم ۶ر پی کہاں ۶ر مشو ۶ر کامنی ۱۲ر
خدائی فوجدار ۱۲ر جام سرشار ۸ر الف لیلیٰ (طرز نادل) ۵ر

منشی سجاد حسین صاحب مرحوم

احمق الذین ۶ر حاجی بغلول ۸ر پیاری دنیا ۱۰ر وہوکا یا طلسمی فانوس ۸ر
طرحدار لونڈی ۸ر سیٹی چہری ۶ر کایا پلٹ ۱۰ر نوابی دربار ۸ر

منشی جوالا پرشاد برق بی اے

مزالنی ۱۲ر مار آستین ۱۲ر نیرنگی دلہن ۱۲ر
معشوقہ فرنگ ۱۲ر پرتاپ ۸ر رودہنی ۸ر

منشی نرائن پرشاد بیتاب دہلوی

حسن فرنگ ۱۲ر دہم کا تیلہ ۶ر پتنی پرتاپ ۱۰ر
کرشن سداماں ۱۰ر رامائن ۸ر مہابھارت ۱۰ر
نگینہ کی شرارت ۵ر زہری سانپ ۵ر قتل نظیر ۵ر

آغا حشر کاشمیری

سورداس ۱۲ر سفید خون ۸ر خوبصورت بلا ۸ر
یہودی کی لڑکی ۱۲ر خواب ہستی ۸ر بن دیوی ۱۰ر
سلور کنگ ۶ر صید ہوس ۸ر اسیر حرص ۸ر
شکریہ یورپ (نظم) ۳ر ... موج زمزم (نظم) ۱۰ر

منشی نبا نک پرشاد طالب بنارسی

بیل و نہار ۵ر ہرش چندر ۸ر رام لیلا ۱۲ر گوپی چند ۶ر

ہم سے طلب فرمایئے

منشی پریم چند بی اے

مکمل ناول

چوگان ہستی	۲ے	بانہ رحسن	۳ے	گوشۂ عافیت	۲ے
نرملا	۱ے	سوزِ وطن	۱۲ر	رام چرچا	۱ے

مختصر افسانے

پریم پچیسی	۲ے	پریم بتیسی	۱۲ے	پریم چالیسی	۲ے
خواب وخیال	۱ے	فردوسِ خیال	۱ے	خاک پروانہ	۱ے

ہمانہ سدرشن

چشم وچراغ	۱ے	بنگال بتیسی	۱۲ے	صبح وطن	۱ے
چندن	۱ے	قوس قزح	۱۴ر	سدا بہار کے پھول	۱۲ر
بہارستان	۱۲ر	قدرت کے کھیل	۱۲ر	زہریلا آب حیات	۱ے
راج سنگھ	۱ے	عورت کی محبت	۱ے	من کی موج	۱۲ر
آزیری ممبرپیٹ	۲ر	پارس	۱۰ر	طائرِ خیال	۱ے
بیگناہ مجرم	۱ے	چنگیاں	۲ر	وجے سنگھ	۱ے
گلدستۂ سخن	۱ے	محبت کا انتقام	۱ے	ترانۂ قوم	۱ے

کنج عافیت ۶ر

مولوی خلیل الرحمٰن

اخبار الاندلس	۱ے	مولدین	۱ے	خلافت راشدہ	۹ر
عذرا	۱ے	خونِ ناحق	۱۰ر	طلسمات	۱ے

مسٹر ظفر عمر بی اے

نیلی چھتری ۱ے لال کنھور ۱ے چوروں کا کلب ۹ر ہرام کی گرفتاری ۱ے

منشی شمیم الدین بلہوری

باپ کا قاتل ۱ے ابتدائے آرزو ۱۲ے

ہم سے طلب فرمایئے

قواعد خریداری

۵۔ (بقیہ صفحہ) بعض اصحاب کی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ چار پانچ ماہ کے بعد دفتر اطلاع دیتے ہیں کہ ہمیں اس دوران میں ایک بھی پرچہ نہیں ملا۔ ایسی شکایتیں کسی حالت میں بھی قابل غور نہیں سمجھی جا سکتیں۔ کیونکہ اتنی مدت کے بعد شکایت کی تلافی کسی طرح نہیں ہو سکتی۔ اس قسم کے موقعوں پر زیادہ سے زیادہ جو بات ہم کر سکتے ہیں یہ ہے کہ زیر شکایت پرچے اگر دفتر میں موجود ہوں تو عام رفاہی حیثیت پر دوبارہ بھیجا کر دیئے جائیں لیکن یہ ایک اختیاری رعایت ہے جو غیر کوئی وجہ ظاہر کرنے کے واپس لی جا سکتی ہے

۶۔ کچھ اصحاب آغاز سال سے ہی خطوں کا تار باندھ دیتے ہیں جس کا فوری جواب دینا سخت مشکل ہے اس لئے ہم کو گذارش ہے کہ عدم رسید کے خط مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کر کے ہی بھیجے جائیں۔ اس سے پہلے بھیجے ہوئے خطوں کو قابل اعتنا نہ سمجھا جائے گا۔

۷۔ ماہوار اشاعت اس سائز کے ایک سو سے لیکر ڈیڑھ سو صفحوں تک مقرر ہے اور بعض حالتوں میں اس سے بھی زیادہ ہو سکتی ہے مگر اس کمی بیشی کا اختیار کلی اس دفتر کو حاصل ہے

۸۔ قابل توجہ کتابوں کے انتخاب کا حق رئیس التحریر منشی خیر الدین صاحب کو حاصل ہے۔ خریداروں کے مشورے ہر وقت شکریہ کے ساتھ سنے جا سکتے ہیں لیکن دفتر ان پر عمل کرنے کے لئے پابند نہیں اور نہ کوئی صاحب اس بنا پر اعتراض کر سکتے ہیں کہ فلاں کتاب کا تذکرہ کیوں شامل نہیں کیا گیا

۹۔ ان قواعد سے لاعلمی داخل عذر نہ سمجھی جائے گی۔

جارج ڈبلیو ایم رینلڈس کے ناول

ذیل میں رینلڈس کے ناول کی بابت دی ہوئی ہے، قبل ازیں ترجمہ ہو کر شائع ہو چکے ہیں جو بکثرت

کتاب کا نام	انگریزی نام	مترجم	صفحات	قیمت
خانہ زندان (۳ جلد)	مسٹریز آف لندن (جلد اول)	منشی تیرتھ رام صاحب فیروز پوری	۱۶۰۰	
" (۲ جلد)	" (جلد ثانی)	"	۲۹۳۱	
نظام پشاور (۲ جلد)	مسٹریز آف دی کورٹ آف لندن	"	۲۳۱۸	
خونی خزانہ (۲ جلدیں)	میکنگ آف اے مونکر		۸۵۸	
راجہ نالی (۲ جلد)		منشی رحیم الدین صاحب بھوپری	۵۱۲	
انتقام جوانی (۲ جلدیں)	ینگ وائف	منشی زینت رائے صاحب نظر لکھنوی	۶۰۰	
فریب جنس	فامسٹ		۵۵۰	
شام فراق	پوپ جان		۴۴۹	
سودائی عشق	سیسٹرس	منشی زینت رائے صاحب بسمل	۵۲۰	
غریب کش		منشی امداد الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۰۸	
خانہ بدوش دیبی	ویلی بانڈ آف سگر گھاٹ	منشی محمد امیر حسن صاحب	۹۲۰	
مارگریٹ	مارگریٹ	منشی محمد امیر حسن صاحب بی اے	۱۴۴	
خانہ بدوش (۲ جلدیں)	رانی چوس چالاک	منشی محمد امیر حسن صاحب	۱۰۵۶	
سیاہ کی دختر	سوکرس دائٹر	مولوی محمد شہید ت صاحب عابد	۱۴۴	
رونا المبرٹ (۲ جلد)	رونا المبرٹ	منشی بشیر الدین صاحب وفا الہ آبادی	۴۵۶	
بیسوا	لیکی وومین	منشی صدیق احمد صاحب	۴۴۲	
دو کوہا طلسمی فانوس	ہانٹڈ لائٹ ہاؤس	منشی صفا الدین صاحب مرحوم	۵۲۴	
خانہ بدوش	الفرڈ	منشی امجد حسین خاں صاحب	۲۱۰	
رونا کس کی پرچھائیں (۲ جلد)		منشی	۲۸۵	
بیسوا ارجم	ورکنگ آف دی جرم	منشی احمد الدین صاحب بی اے مرحوم	۲۱۰	
دیگر دلسپند	ڈیگیز دی ہیرلڈ	منشی محمد امیر حسن صاحب	۶۳۴	
قدیم بندگی (۲ جلد)	اولڈ لائف ان		۳۱۲	
جیلی کی معشوقہ	فشر میڈ	لالہ دینا ناتھ صاحب	۵۸	

لال برادرس، پارسنیج روڈ لوکھا لاہور

جلد ۸

گردشِ آفاق

حیرت انگیز سوشل ناول

اس سلسلہ میں حسب ذیل بھی ملاحظہ فرمایئے

فسانہ لندن (حصہ اول و دوم) اظہار پرستان خونی تلوار نمبر ۱

مصنف — جارج ڈبلیو ایم رینالڈس

مترجم — تیرتھ رام فیروزپوری

لال پبلشرز

۷۔ پارسنز روڈ انارکلی لاہور

طابع مالک مسٹر پریس چنگڑ محلہ روڈ لاہور میں بہتنام مالک دین محمد پرنٹر چھپا

قواعد خریداری

۱۔ اس سلسلہ کی مستقل خریداری کی سالانہ قیمت بھیجنے ہے جو خواہ بذریعہ منی آرڈر یا وی پی بھیجی آنی چاہئے۔ ماہوار یا ششماہی کوئی حساب نہیں جو صاحب ہمارے سلسلہ سرفراز فرمانی کے بھی مستقل خریدار ہیں وہاں سے بطور رعایت صرف سالانہ لیا جائیگا۔ وصول شدہ روپیہ کسی حالت میں واپس نہ ہوگا۔

۲۔ خریداری کسی ایک جلد سے شروع ہو سکتی ہے۔ لیکن قیمت ہر حال ایک سال کی کنھی وصول کی جائیگی اور اس کے عوض بارہ ماہوار پرچے (یا ان پرچوں کے مجموعے بصورت کے جائیں گے۔

۳۔ سالقہ اداکردہ قیمت کا حساب ختم ہونے پر اگر نئی قیمت کے آغاز سے پہلے خریدار کی طرف سے اطلاع وصول نہ ہوگی تو آئندہ اس سلسلہ کی خریداری جاری رکھنا نہیں چاہتا تو اس کو بلا تاخیر آگاہ کر دینا چاہئے ورنہ نیا پرچہ مزید سالانہ قیمت کے لئے وی پی روانہ خدمت ہوگا جس کو وصول کرنا ہر ایک خریدار کا اخلاقی فرض سمجھا جائیگا۔

۴۔ ہر ایک پرچہ بالعموم مہینے کے وسط تک شائع ہو جاتا ہے اور تمام خریداروں کے نام اکٹھے روانہ کئے جاتے ہیں۔ لیکن ممکن ہے کہ چند پرچے کم و بیش ضائع ہو جائیں لیکن اس صورت میں عدم رسی کی اطلاع اسی مہینہ کے اندر اندر دینا چاہئے بہترین صورت یہ ہے کہ مہینہ کی ۲۰ تاریخ تک انتظار کریں اگر اس وقت تک پرچہ وصول نہ ہو تو ایک اطلاعی خط اس دفتر کے نام روانہ کر دیا جائے اس مہینے کے گزر جانے پر عدم رسی کی شکایت قابل قبول نہ ہوگی سوائے علیحدہ خریداروں کے جو آئندہ ماہ کی پانچ تاریخ تک شکایت روانہ کر سکتے ہیں۔

باقی دیکھو سرورق صفحہ

جملہ حقوق بحق لالہ نرائن دت سہگل محفوظ ہیں

حیرت انگیز سوشل ناول

گردش آفاق

آٹھویں جلد

جارج ڈبلیو۔ ایم رینالڈس کی زبردست تصنیف

جورف ولمرٹ

کا دلکش ترجمہ

تیرتھ رام فیروزپوری

مترجم فسانہ لندن۔ نظارہ پستان۔ انصاف وغیرہ

لال برادرس

۷۔ پارسنز روڈ۔ نولکھا۔ لاہور

انقلاب سٹیم پریس لاہور میں باہتمام ملک دین محمد پرنٹر چھپا

گردش آفاق

دور ثانی

آٹھویں جلد

باب - ۴۴

منزل عشق

واقعات مذکورہ کو ایک ماہ سے زاید عرصہ گذر گیا۔

اواخر اپریل کے ایام تھے اور آمد بہار کے ساتھ نظارہ تابناک اور فرحت بخش ہونے لگا تھا جھیل کا نیلگوں پانی اب زیادہ شفاف۔ فضا اور سبزہ کی محویت زیادہ خیال انگیز اور ہریالی کو پلوں کی کثرت سے منظر کی کیفیت زیادہ شگفتہ و دلفریب تھی جھیل کی گہرائی تہ میں خودرو آبی پودے ترتیب و تدوین کے بغیر اگنے لگے تھے۔ اور سطح آب پر درختوں کی ازاں پتیاں اور شاخیں قدرت کو محو رقص ظاہر کرتی تھیں۔ کناروں پر جنگلی پھولوں کی افراط تھی۔ درختوں کی ٹہنیوں میں خوش گلو پرندے نغمہ سرائی کرتے تھے۔ اور شہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے سے ایک عجیب طرح کا کیف انگیز راگ پیدا ہو رہا تھا۔

مجھے ایچ متھگلن میں آئے قریباً ڈیڑھ مہینہ گذر چکا تھا اور یہاں تک آسایش و آرام کا تعلق ہے مجھے اس ملازمت کے بارہ میں کوئی شکایت نہ تھی۔ بہت کم کام میرے ذمہ تھا۔ اور چونکہ میں بے روک ولے ایچ متھگلن کے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں حاصل کر سکتا تھا۔ اس لئے میرے اوقات فرصت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں بسر ہوتا تھا

حیرت انگیز جاسوسی ناولوں کا سلسلہ

اس دفتر سے پنالدس کے ناولوں کے علاوہ ایک اور سلسلہ بہترین جاسوسی ناولوں کے تراجم کا بھی شائع ہوتا ہے۔ اس مطلب کیلئے دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین کتابیں انتخاب کی جاتی ہیں۔ اور ان کا ترجمہ خاص اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ کے مترجم بھی منشی تیرتھ رام صاحب فیروزپوری مترجم گردش آفاق وغیرہ ہیں۔ پس اگر آپکو عہد حال کے بہترین جاسوسی ناول دیکھنے کا شوق ہو تو ہمارے اس سلسلہ کی بھی مستقل خریداری قبول فرمایئے۔ اس وقت تک اس سلسلہ میں حسب ذیل ناول شائع ہوئے ہیں۔ جو طلب کئے جا سکتے ہیں۔

خونی ہیرا	بحر فنا	گمنام مسافر	مطلبی دنیا	حور ظلمات
انقلاب یورپ	سراب زندگی	لعل شب چراغ	نازک کٹار	تبدیل قسمت
شریف بدمعاش	انمول ہیرا	خنجر بیداد	قاتل ہار	کانا نجات شرکت ہوگر
چلتا پرزہ	نوٹکھا ہار	مصری جادوگر	مہر خموشی	سنہری لاش
خونی چراغ	ہیروں کا بادشاہ	مقدس جوتا	آزادی	کانا نجات آرمین لوپن
نقلی نواب	آتشی کتا	سنہری بچھو	ڈاکٹر نکولا	خونی چکر
منزل مقصود	انصاف	شاہی خزانہ	تلاش اکسیر	کرنی کا پھل

اس سلسلہ کا اگلا ناول زہری بان خصوصیت سے قابل دید ہوگا۔ اور اس کے بعد سلسلہ وار کئی اور دلکش ناول پیلا ہیرا۔ خونی پتلا۔ ستارہ یورپ۔ چڑیا کی تکی وغیرہ شائع ہونگے۔ مخفی نہ رہے کہ یہ ادنیٰ قسم کے ایک یا دو پیسے قیمت کے لچر ناولوں کے ترجمے نہیں۔ بلکہ دنیا کے بہترین مصنفوں کی بہترین تصنیفوں کا نچوڑ ہیں۔

ضرور آپ اس سلسلہ کی قدردانی کریں

گردش آفاق

دور ثانی

آٹھویں جلد

باب - ۴۴

منزل عشق

واقعات مذکورہ کو ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا۔

اواخر اپریل کے ایام تھے اور آمد بہار کے ساتھ نظارہ تابناک اور فرحت بخش ہونے لگا تھا جھیل کا نیلگوں پانی اب زیادہ شفاف۔ فضا اور سبزہ کی محویت زیادہ خیال انگیز اور ہریالی کو پھلوں کی کثرت سے منظر کی کیفیت زیادہ شگفتہ و دلفریب تھی۔ جھیل کی گنگناہٹ تہ میں خودرو آبی پودے ترتیب و تدوین کے بغیر اگنے لگے تھے۔ اور سطح آب پر درختوں کی لرزاں پتیاں اور تھرک شاخیں قدرت کو محو رقص ظاہر کرتی تھیں۔ کناروں پر جنگلی پھولوں کی اوٹ تھی۔ درختوں کی ٹہنیوں میں خوش گلو پرندے نغمہ سرائی کرتے تھے۔ اور مشہد کی مکھیوں کے بھنبھنانے سے ایک عجیب طرح کا کیف انگیز راگ پیدا ہو رہا تھا۔

مجھے ایچ متھگلن میں آئے قریباً ڈیڑھ مہینہ گذر چکا تھا اور یہاں تک آسایش و آرام کا تعلق ہے مجھے اس ملازمت کے بارہ میں کوئی شکایت نہ تھی۔ بہت کم کام میرے ذمہ تھا۔ اور چونکہ میں بے روک والے ایچ متھگلن کے کتب خانہ سے ہر قسم کی کتابیں حاصل کر سکتا تھا۔ اس لئے میرے اوقات فرصت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں بسر ہوتا تھا

لائبریری میں کتابوں کا ذخیرہ بے شمار تھا۔ مگر خود متھگلن یا اس کا بیٹا لینا کس ان کے مطالعہ سے بہت ہی کم فائدہ اٹھاتے تھے۔ میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اخبارات کے سوا کبھی کوئی چیز نہ پڑھتے تھے۔ فی الحقیقت ان کے وقت کا بڑا حصہ مہمانوں کی خاطر مدارات میں یا اچھا کھانے۔ سیر کرنے۔ سواری یا کشتی رانی کے مقابلوں اور ایسی ہی دوسری تفریحوں میں بسر ہوتا تھا۔ اور پچھلے چند ہفتوں سے تو اتنی کثرت مہمانوں کی رہی تھی۔ کہ مس ایملین کو کمسن طلبا کی بہتری کا اس قدر خواہش مند ہونے کے باوجود صرف دو یا تین موقعے مدرسہ تک جانے کے ملے تھے۔ رہ گیا سامان اکل و شرب کی کثرت اور نفاست کا سوال۔ تو اس کے بارہ میں میں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ اپنی عمر میں آج تک میں نے کبھی کسی گھر میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی۔ ادھر ناشتہ کا سامان اٹھتا۔ ادھر لنچ کی تیاریاں شروع ہو جاتیں۔ اور اتنی متنوع اور نفیس چیزیں دسترخوان پر لائی جاتیں کہ خوان یغما کا نظارہ آنکھوں میں پھر جاتا۔ رات کا کھانا تو من و سلویٰ کے مترادف ہوتا تھا اور اسی پر قناعت نہ کر کے گیارہ بجے کے قریب آدھی رات کا کھانا پھر ایک بار پرسا جاتا۔ خود لنچ متھگلن کو عمدہ اور نفیس کھانوں کا شوق تھا۔ اور بسیار نوش نہ ہونے کے باوجود وہ بوتل کا شوق بھی خوب کرتا تھا۔ ڈامنی کلیک مین کی پرخوری کا حال کیا کہنا۔ اگر کسی موقعہ پر مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے دوپہر کا کھانا دو یا تین بار پرسا جاتا تو وہ (مہمانوں کے دل بہلاؤ کے بہانہ سے) ہر موقعہ پر ان کے ساتھ شامل ہو جاتا۔ اور اس پرشوق انداز سے چھری کانٹا چلاتا۔ گویا اس نے صبح سے ایک لقمہ تک نہ کھایا تھا۔

لیکن رفتہ رفتہ وہ وقت آ گیا۔ جب دنیا کی ہر ایک چیز کی طرح لنچ متھگلن کے اس جشن طرب کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ حتیٰ کہ جب مئی کا مہینہ شروع ہوا۔ تو قصر عظیم میں کنبہ کے آدمیوں اور ملازموں کے سوا کوئی اجنبی شخص موجود نہ تھا۔

ایکدن کا ذکر ہے سہ پہر کے قریب مسٹر لیناکس نے مجھے گاؤں جا کر مچھلی پکڑنے کے کانٹے خریدنے کا حکم دیا۔ کیونکہ اس کا موجودہ ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ اس وقت تین بج چکے تھے۔ اور جب میں تھیل کو عبور کرنے کے لئے گھاٹ کے پاس پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ مسٹر سٹوارٹ دو نوجوان صاحبزادوں کی تعلیم سے فارغ ہو کر کشتی پر سوار ہو رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر اس نے کشتی رکوالی اور جیسا اس کی عادت تھی خوش طبعی اور اخلاق کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا "جو خدمت میں امید کرتا ہوں۔ اب تمہیں اس ملک کے نظاروں کو اُن کی بہترین خوشحالت میں دیکھنے کا موقعہ ملے گا۔ ایک مہینہ کے عرصہ میں سبزہ نوخیز کی رنگت زیادہ شوخ ہونے لگے گی۔ اور جس وقت پہاڑوں کے اطراف میں سبز گھاس اگنے لگی تو مجھ کو یقین ہے تم اس منظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہو گے"

"جی اس میں شک نہیں یہ ایک بڑا ہی فرحت بخش مقام ہے" میں نے جواب دیا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سارا علاقہ ہی زرخیز ہے۔ نہ صرف اینچ کے اطراف میں۔ بلکہ اس سے پرے بھی جہاں تک ریاست کے حدود ہیں۔ ہر طرف خوشحالی اور فراوانی کے آثار دکھائی دیتے ہیں۔ کم از کم جو نظارے میں نے اس جگہ آتے ہوئے رستہ میں دیکھے تھے۔ اُن کی بنا پر میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہ ایک بڑی ہی خوشحال ریاست ہے"

"اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کس رستہ سے آئے تھے؟" مسٹر سٹوارٹ نے دریافت کیا۔

"جی میں پرتھ سے ہوتا ہوا آیا تھا" میں نے جواب دیا۔ "رستہ میں یسرنڈیل کی ریاست بھی دیکھی تھی لیکن . . . کیا عرض کروں کتنا بھاری صدمہ میرے دل کو اُس کی زار حالت دیکھ کر ہوا . . . ."

"ایسا ہونا قدرتی تھا" مسٹر سٹوارٹ نے اپنے دستانہ کو اُٹھانے کے لئے جھکتے ہوئے کہا۔ جو اس کے ہاتھ سے کشتی کے پیندے پر گر گیا تھا "مجھے بھی ان اطراف

سے گذرنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اور میرے اپنے دل کو اس ریاست کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اسی طرح سخت صدمہ ہوا تھا۔"

"اے صاحب کس قدر افسوس کا مقام ہے"۔ میں نے بھرحسرت میں کہنا شروع کیا۔ کہ ایک ایسی اچھی جائیداد جو اتنی زرخیز ثابت ہو سکتی تھی۔ محض اس لئے۔۔۔"

"میری اپنی رائے میں ریاست کیرنڈیل کی بگڑی ہوئی حالت دیکھ کر اس کے بدنصیب مالک کو بھی سخت صدمہ ہوتا ہوگا"۔ مسٹر سٹوارٹ نے جلدی سے کہا۔ "میرے کہنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس شخص کو جو اس حالت میں بھی اپنے آپ کو اس جائیداد کا مالک سمجھتا ہے۔"

"میری دلی تمنا یہ ہے"۔ میں نے دعائیہ لہجہ میں کہا۔ کہ اس مقدمہ میں جو ریاست سے برخلاف چل رہا ہے۔ خداوند ایگزینڈر کیرن ڈیل کو دشمنوں پر فتح نصیب کرے۔"

"آہ یہ تمہاری آرزو ہے"۔ مسٹر سٹوارٹ نے حیرت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے۔ "لیکن تمہیں ان سارے حالات کا کیونکر علم ہوا جو اس بدنصیب ریاست سے تعلق رکھتے ہیں؟"

"محض حسن اتفاق سے"۔ میں نے جواب دیا۔ "دراصل میں اس گاڑی پر سوار ہو کر آیا تھا۔ جس میں ان اطراف کے نامی وکیل مسٹر ڈنکنسبی سفر کر رہے تھے۔۔۔"

"آہ میں سمجھا"۔ سٹوارٹ نے کچھ اس طرح کی لاپروائی سے کہا۔ جس سے مجھے خیال پیدا ہوا کہ شاید وہ اس گفتگو کو جاری رکھنا نہیں چاہتا۔ یا اس بارہ میں باتیں کرتے کرتے تھک گیا ہے۔

چنانچہ اس خیال سے میں بھی چپ ہو گیا۔ اس نے مجھ سے کوئی اور سوال نہ پوچھا۔ بلکہ کشتی کے دوسرے گھاٹ پر پہنچنے کے وقت تک دو تین منٹ اپنے ہی خیالات میں غرق رہا۔ کشتی جس وقت کنارہ پر جا کر لگی۔ تو وہ کود کر ساحل پر اتر ا۔

اور جیسا اس کا معمول تھا۔ لہجہ اخلاق میں الوداعی سلام کر کے تیز چلتا گاؤں کی طرف ہو لیا۔ مگر گاؤں کے اندر داخل ہونے کی بجائے وہ بائیں طرف مڑا۔ گویا موضع تھگٹن کے گرد چکر کاٹنا چاہتا تھا۔ جس سے میں نے خیال کیا کہ وہ اس پُرفضا سہ پہر کو تھوڑی دیر کے لئے سیر کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ بہرحال میں سیدھے رستے سے گاؤں میں داخل ہو گیا۔ جو سامان مجھ کو خریدنا تھا لیا۔ اور اس قریبی رستہ سے جو جھیل کے کنارہ کے ساتھ ساتھ آتا تھا۔ واپسی کا ارادہ کر رہا تھا۔ کہ یہ خیال آیا۔ مسٹر لینا کس کو ان کانٹوں کی ضرورت کل صبح سے پہلے نہ ہو گی۔ اس لئے میرے پاس فرصت کا وقت کافی ہے۔ پس کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ میں بھی اسے گاؤں کے باہر ادھر ادھر چہلے سیر و تفریح میں گذار دوں۔ گاؤں کا صرف ایک چھوٹا سا نیم آباد بازار تھا۔ اس کو طے کر کے میں مدرسہ اور گرجا کے پاس سے ہوتا ہوا اس گلی کی طرف مڑا۔ جو شاہراہ سے ایک طرف کو ہٹتی تھی۔ اور اب وفعتاً یاد آیا کہ اسی گلی کے موڑ پر میں نے ایک مرد ناسعلوم کو اس عجیب و غریب طریقہ پر جس کا ذکر باب گذشتہ کے آخری حصہ میں کیا گیا ہے۔ نمودار اور غائب ہوتے دیکھا تھا۔ اس معمولی واقعہ کی یاد جو اس سے پہلے میرے ذہن سے اتر چکا تھا۔ اب پھر اس مقام کو دیکھ کر تازہ ہو گئی اور میں اس کے متعلق اپنے دل میں سوچ ہی رہا تھا۔ کہ گلی میں تھوڑی دور آگے ایک مرد شریف اور خاتون ساتھ ساتھ چلتے نظر آئے۔ میرے لئے ان کو صرف ایک نظر دیکھنا کافی تھا۔ معلوم ہوا وہ ڈونالڈ سٹوارٹ اور ایمیلین دیناچہ ہیں!

میں چلتا چلتا ٹھیر گیا۔ فرط حیرت سے نہیں بلکہ ایک فوری خیال کے اثر سے جو روشنی کی تیز شعاع کی مانند میرے دل میں پیدا ہوا۔ اور اس وقت آن واحد میں سارا حال واضح ہو گیا۔ وہ بات جو بیشتر میرے لئے ایک راز تھی۔ اب بالکل صاف ہو گئی یقیناً مس ایمیلین اور نوجوان معلم کو ایک دوسرے سے عشق تھا۔ نہیں اس بارہ میں

کسی شک و شبہ کی گنجایش نہ تھی۔ کم از کم اُن کی یہ ملاقات محض اتفاقیہ نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ وہ شخص جسے چند ہفتے پیشتر میں نے گلی کے موڑ پر ظاہر و غائب ہوتے دیکھا تھا دراصل مسٹر سٹوارٹ ہی تھا۔ علاوہ بریں میں کیا اس نگاہ کو بھول سکتا تھا جو اس موقعہ پر مس ایلین نے گلی کے موڑ پر چاروں طرف ڈالی تھی؟ پھر اس کے علاوہ آج بھی مسٹر سٹوارٹ کا سیدھا گاؤں میں داخل ہونے کی بجائے۔ اس کے گرد چکر کاٹنے کیلئے جانا غالی از اہمیت نہ تھا۔ غرض یہ ساری باتیں اس ایک خیال کی تصدیق کرنے والی تھیں کہ وہ دونو پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور اسی طرح ملا کرتے ہیں۔ لیکن اگر اُن سابقہ واقعات کے بارہ میں کوئی شبہ میرے دل میں باقی بھی ہوتا۔ تو وہ اُن کی موجودہ حالت دیکھ کر بآسانی رفع ہو سکتا تھا۔ کیونکہ نہ صرف وہ دونو پہلو بہ پہلو چل رہے تھے بلکہ دفعتاً سٹوارٹ نے اس کا نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر ہونٹوں سے لگایا۔ اور اپنا دوسرا ہاتھ اس کی کمر میں ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ حالت دیکھ کر میں جلدی سے ایک درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ کیونکہ میں نہ چاہتا تھا۔ کہ وہ مجھے دیکھ لیں۔ اور خیال کریں کہ میں ان کی جاسوسی کرتا پھر رہا ہوں۔ نہ یہ بات ہی مجھ کو منظور تھی۔ کہ وہ میری موجودگی سے واقف ہو کر مجھ سے درخواست کریں۔ کہ میں اُن کے راز کو پوشیدہ رکھوں بہرحال اپنے دل میں میں اس بات کا پہلے ہی سے پختہ ارادہ کر چکا تھا۔ کہ اس واقعہ کو بالکل پوشیدہ رکھوں گا۔ کیونکہ مغرور و متکبر لیناکس دنیا چرسے مقابلہ میں نادانستہ مجھ کو رقیب و ملنسار مسٹر سٹوارٹ سے اُنس ہو گیا تھا۔ علاوہ بریں میں اس حقیقت سے بھی ناآشنا نہ تھا۔ کہ عشق کسے کہتے ہیں اور اُس میں کتنی زبردست کشش ہوتی ہے۔ پس گو میں غائبانہ اُن سے ہمدردی کرتا اور اُن کی حالت پر دل ہی دل میں رحم کرنا چاہتا تھا۔ تاہم اُن کے راز کو فاش کرنا کسی حال میں مجھ کو منظور نہ تھا۔

میں اس وقت تک درخت کی اوجھل میں کھڑا رہا جتنی کہ گلی کے دوسرے موڑ

کے پاس وہ میری نظروں سے غائب ہوگئے اور اس کے بعد پھر ایک بار گاؤں سے ہوتا ہوا گھاٹ کی طرف چلا آیا میں ایک ایسے راز سے آگاہ ہو چکا تھا جس کے بارہ میں مجھ کو پورا یقین تھا کہ دائے انچ متھگلن کو اس کے متعلق ذرا بھی شبہ نہیں ہے۔ اور گو میں بدنصیب عشاق کی امداد کے لئے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ تاہم یہ سوچکر کہ اُن کی محبت بے ثمر اور لاحاصل ہے میں اُن کی حالت پر رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کیونکہ کوئی امید اس عشق کی کامیابی کی نظر نہ آتی تھی۔ اور بالفرض وہ دونو فرار ہو کر درپردہ شادی کر لیتے تو اس صورت میں بھی یہ ایک فیصلہ شدہ امر تھا۔ کہ ایملین کے مغرور رشتہ دار بلا تامل اس کو اپنے خاندان سے علیحدہ کر دیں گے۔ اور کسی حال میں اس سے ملنا گوارا نہ کریں گے اور گو یہ صحیح ہے کہ اس خاتون کو چند ہزار پونڈ کا ذاتی ورثہ حاصل تھا۔ تاہم مقابلہ میں مسٹر سٹوارٹ کے پاس اپنے ذہنی اوصاف کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی اور ذہنی اوصاف جیسا کہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ اس دنیا میں کبھی مالی ضرورتوں کو پورا کرنے کا ذریعہ ثابت نہیں ہو سکتے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے سوچا۔ کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کے متعلق جس قدر حالات مجھ کو معلوم ہیں۔ ان کی بنا پر وہ اتنا نیکدل اور ذکی الحس انسان ہے اور اس کے ساتھ ہی اس قدر جوش مردانگی اپنے اندر رکھتا ہے کہ وہ کسی حال میں اس نوجوان خاتون کے مستقبل کو تباہ کرنے یا اُسے اُس کے خاندان سے علیحدہ کرنے کا ذریعہ ثابت ہونے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ یہی باعث تھا۔ کہ ان کی بے ثمر محبت کو دیکھتے ہوئے میں تہ دل سے اُن دونو کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔

اس ملاح کی جو جھیل کے خارجی ساحل پر رہتا تھا۔ عادت تھی۔ کہ جب مجھ سے قتاً فوقتاً صدر مقام لندن کی "عالیشان عمارتوں" اور "ہوشربا نظاروں" کے متعلق کئی کئی طرح کے سوالات پوچھا کرتا تھا۔ چنانچہ اب بھی کشتی کھولنے سے پہلے اس نے آدھ گھنٹہ مجھ کو اسی طرح باتوں میں لگا رکھا۔ آخر کار تنگ آکر میں نے کہا۔ کہ بھائی میرے پاس

ضائع کرنے کو وقت نہیں ہے اور میں جلد از جلد دوسرے ساحل پر پہنچنا چاہتا ہوں اتنے میں ایسلین دیناجی بھی اس جگہ آپہنچی۔ مگر اس پہلی نظر سے ہی جو میں نے سوداگر کو سلام کرتے ہوئے اس پر ڈالی۔ معلوم ہوگیا اس کے چہرہ کی رنگت زرد تھی اور ظاہری سکون کے پردہ میں اس کا سینہ جوش انگیز خیالات کا مرکز بنا ہوا تھا۔ اس خیال سے کہ وہ مجھ سے پہلے کشتی پر سوار ہو کے محل کی طرف رخصت ہو جائے۔ میں ادب سے چند قدم ایک طرف ہٹ کے کھڑا ہو گیا۔ مگر اس نے اپنے فطری اخلاق سے ترنم خیز آواز میں مجھے بھی اسی کشتی میں بیٹھ جانے کی اجازت دی اور اس کے ساتھ ہی کہا کہ ایک کشتی کے دو پھیرے کرانے یا ملاح کو بار بار آنے جانے کی زحمت دینے کی کیا حاجت ہے۔ جبکہ یہ کام ایک ہی پھیرے میں بڑی اچھی طرح ہو سکتا ہے۔

مگر اس کے بعد جب کشتی بان ڈونگی کو زور سے کھیتا ہوا محل کی طرف لیجا رہا تھا اور سبک سیر کشتی کسی آبی پرندہ کی مانند سطح آب پر تیر رہی تھی۔ تو میں دیناجی کی چبھتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے نرم آواز سے پوچھا "کیوں جوزف کیا تم گاؤں سے واپس آرہے ہو؟" اور میں یہ معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا کہ بیچینی کے چھپے ہوئے آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہونے کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔

"جی ہاں" میں نے جواب دیا۔ اور اس کے ساتھ ہی بڑی کوشش کی کہ یہ بات کسی طرح میرے چہرہ سے ظاہر نہ ہونے پائے کہ میں اس کے راز سے کسی حد تک واقف ہو چکا ہوں "میں دراصل چھوٹی سرکار کے لئے مچھلی کے کانٹے لانے گیا تھا۔"

میرا خیال ہے کہ اس جواب سے بڑی حد تک اس کا اطمینان ہو گیا۔ بہرحال اس کے بعد کشتی کے دوسرے گھاٹ پر پہنچنے تک اور کچھ گفتگو نہیں ہوئی۔ اس جگہ محل کے سامنے والے اینچ مقفگن اور ڈاہنی کلیک مینن گھاٹ کے پاس کھڑے تھے۔ اول الذکر اس طرح کی فخریہ نظروں سے جو کسی مالک کی آنکھوں میں ہی پائی جا سکتی

ہیں۔ گرد و نواح کا منظر دیکھ رہا تھا۔ اور آخر الذکر جیسا اس کا معمول تھا۔ چہرہ پر آثار حماقت لئے بے مدعا نظروں سے سامنے کی طرف گھور رہا تھا۔

"میری عزیز ایملین" ایچ متھگلن نے اپنی بھتیجی کو بازو کا سہارا پیش کرتے ہوئے کہا: "مجھے یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ کہ تم نے میری نصیحت پر عمل کر کے مدرسہ جاتے ہوئے عملہ کا ایک آدمی اپنے ساتھ لے لیا۔" گویا اس نے مجھے ایملین کے ساتھ ایک ہی کشتی پر سوار دیکھ کر غلطی سے یہ سمجھا کہ میں اس کے ہمراہ گاؤں تک گیا تھا۔ اور اب وہیں سے واپس آرہا ہوں۔

"اوہ! . . . تیرا بھلا ہو!" ایملین نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی آگے جھک کر وہ رومال جو اس کے ہاتھ سے زمین پر گر پڑا تھا۔ میرے آگے بڑھنے سے پیشتر اٹھا لیا۔

تاہم میں نے دیکھا اس کے چہرہ پر شرم کی تیز سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اگر میرا اندازہ بالکل ہی غلط نہیں ہے۔ تو اس نے ایک عجیب طرح کی پر معنی۔ انکسار آمیز التجائی نظر میری طرف بھی ڈالی۔ جو یہ خواہش ظاہر کرتی تھی۔ کہ مجھے اس معاملہ میں دیناچہ کی غلط فہمی۔ رفع کرنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ میرا خیال ہے۔ نوجوان خاتون کا دل اس وقت لاتعداد اندیشوں سے پُر تھا۔ اور اس کے خیالات کچھ اس طرح کی اُلجھن میں پڑے ہوئے تھے۔ کہ اسے قطعاً معلوم نہ تھا۔ وہ کیا کر رہی ہے یا اسے کیا کرنا چاہئے۔

"بس بس۔ یہ طریقہ خوب ہے" ایچ متھگلن نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ایملین میں بارہا تم سے کہہ چکا ہوں۔ کہ میری بھتیجی اور میرے جانشین یعنی آئندہ ایچ متھگلن کی ہونے والی بی بی کی حیثیت میں کبھی تم کو کسی مطلب کے لئے بھی خواہ وہ کام فیاضی اور بنی نوع انسان کی بہتری کے متعلق خود اختیاری ہی کیوں نہ ہو۔ تنہا باہر

نہ جانا چاہئے . . . "

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" اس موقعہ پر ڈامنی کلیک مین نے جو اپنے آقائے نعمت کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہا۔

"میں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ تم اوقات فرصت میں" ایچ ہگن نے اسی سلسلہ میں کہا "مدرسہ جا کر ننھے بچوں کی اخلاقی تربیت کا خیال رکھو اور دیکھو کہ بڑی استانی اپنے فرض کو کس طرح ادا کرتی ہے . . . "

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے ہلاس کی ڈبیہ جیب سے نکالتے ہوئے کہا "اور اب جو میں سوچتا ہوں تو یہی الفاظ تھے جو میرے دوست بلی آڈل ہیڈ سکنہ گلیو گیٹ ایبرڈین نے اس موقعہ پر کہے تھے۔ جب . . . ٹھیرئیے میں سوچ لوں . . . میرے خیال میں یہ اس زمانہ کا ذکر ہے جب . . . لیکن نہیں میرا خیال غلط گیا۔ بالکل بھول گیا۔ اور اب پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا۔"

"بہرحال والئے ایچ ہگن کی بھتیجی" مسٹر دیناچر نے ڈامنی کی اس بے معنی تقریر کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا "ہمیشہ اپنی موجودہ اور آئندہ حیثیت یاد رکھنی چاہئے یعنی یہ کہ وہ موجودہ والئے ریاست کی بھتیجی اور اس کے آئندہ جانشین کی ہونے والی بی بی ہے۔ جس کے پہلو میں بیٹھ کر اسے اس عالیشان جاگیر کی حکومت میں حصہ لینا ہے" اور یہ کہتے ہوئے مسٹر دیناچر نے فخریہ انداز سے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈالی "اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ لاتعداد نوکر ہر وقت اس کی خدمت گذاری کے لئے حاضر ہیں۔ اور اگر کسی موقعہ پر وہ اپنی کنیزوں کو ساتھ لے جانا پسند نہ کرے۔ تو اس صورت میں بھی کسی مرد نوکر کا اس کے ساتھ حاضر رہنا ضروری ہے۔"

"بالکل صحیح! بالکل ٹھیک!" ڈامنی نے پھر ایک بار کہا "مجھے یاد ہے۔ ایسے ہی الفاظ میں نے اس موقعہ پر اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہے تھے۔ جب اس نے ایڈنبرگ

کی گھاس منڈی میں بیواگن بکسٹے کے مکان پر میرے ساتھ مل کر کھانا کھایا تھا۔ یہ اس دن کا ذکر ہے جب میں ایک یابو پر سوار تھا۔ اور جب اس نے ٹھوکر کھائی۔ تو میں اس کے سر پر ہو کر گرا تھا۔ . . نہ دم پر ہو کر . . . لیکن نہیں میرے خیال میں میں اس کے سر پر ہو کر ہی گرا تھا۔ کیونکہ اس کی دم کی طرف میری پیٹھ تھی . . . یا وہ نہیں وہ کیا موقعہ تھا۔ بہر حال کچھ اس طرح کے الفاظ میں نے کہے تھے۔ اور انہیں سن کر سائس کوٹ نے کہا تھا۔ . . لیکن یاد نہیں اس نے کیا کہا تھا۔ میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا . . . "

"اس لئے میری عزیز ایملین" والئے اپنج متھگلن نے اپنے معمولی پر شکوہ لہجہ میں جو کسی حد تک عنایت کا پہلو لئے ہوئے تھا تقریر جاری رکھ کر کہا "تم نے بہت اچھا کیا کہ جوزف کو ساتھ لے گئیں" اور پھر میری طرف مڑ کر "جوزف" اس نے کہا "یاد رکھو جب کبھی اس طرح کے موقعہ پر آپ کو باہر جانے کی حاجت ہو۔ تو ضرور ان کی خدمت میں حاضر رہا کرو۔ سمجھے؟"

اس موقعہ پر ایملین نے بھی منہ پھیر کر میری طرف دیکھا۔ مگر اس کے سر کی حرکت مسٹر ویناچ کی طرح سست اور پر شکوہ نہ تھی۔ بلکہ اس سے فکر و اضطراب ظاہر ہوتا تھا۔ اس کی خوشنما نیلی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی جاتی تھی۔ اور اس کے رخساروں پر سرخی کی جھلک اس طرح ظاہر و غائب ہوتی تھی جس طرح بہتی ہوئی ندی کے ساحل پر اُگے ہوئے درخت کی متحرک شاخوں کا سایہ۔ ایک دفعہ پھر میں اس حقیقت کو معلوم کئے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ نگاہ جو اس نے میری طرف ڈالی دہشت و التجا کے مشترک آثار لئے ہوئے تھی۔ جس کا اظہار سعی ضبط کے باوجود بے اختیار ہوا جاتا تھا۔ اور جس کا احساس ہی اس کے رخساروں کی رنگت کو باری باری سرخ و پیلا کرتا تھا۔

"سرکار میں ہر طرح کی خدمت کے لئے ہر وقت حاضر رہوں گا۔" میں نے وائے
ایچ مھتگلن کو جواب دیا۔ "اور مس دینا چر جو حکم صادر کریں گی۔ اس کی بخوشی تعمیل
کیا کروں گا۔"

اس اثنا میں ایسلین نے پھر اپنا سر دوسری طرف پھیر لیا تھا۔ تاہم میں نے اس
عرصہ قلیل میں ہی دیکھ لیا کہ میرے اس جواب کو سن کر اب اس کے چہرہ کے آثار
تشویش تشکر و اطمینان میں تبدیل ہو گئے تھے۔ گو میرا خیال ہے کہ اپنے دل میں وہ
اس بات پر حضر و حیرت کرتی تھی کہ کس لئے میں نے جھوٹ بولا۔ اور کیوں صاف
صاف نہ کہدیا۔ کہ میں اس موقعہ پر گاؤں میں اس کے ہمراہ نہ گیا تھا۔

"ایچ مھتگلن!" دفعتاً ڈاکٹر کلیک مین نے جو بہت کم لمبی تقریر کیا کرتا تھا اور
کمتر موقعوں پر اپنی طرف سے کسی گفتگو کا آغاز کرسکتا تھا۔ کہا: "میں بارہا یہ سوچ کر حیران
ہوا کرتا ہوں۔ فی الحقیقت مجھے اس سوال پر غور کرتے پندرہ سولہ برس . . . یا اس
سے زیادہ . . . یا شاید کم ہو گئے ہیں۔ کہ کیوں آپ نے اب تک اپنے ایوان سے
لیکر جھیل کے دوسرے ساحل تک پل تعمیر نہیں کرایا . . . ؟"

"کیا پل!" وائے ایچ مھتگلن نے دفعتاً چلتے چلتے ٹھیر کر انداز حیرت سے
کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کڑی نظروں سے ڈاکٹر کی طرف دیکھا: "پل!" اس
نے پھر کہا: "مسٹر کلیک مین کیا تم نے کہا پل؟ . . . "

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" حماقت مآب ڈاکٹر نے جس کے دماغ میں اتنا مادہ
نہ تھا کہ وہ معلوم کرسکتا وائے ایچ مھتگلن اس کی تقریر سے کس قدر غصہ اور جوش
کی حالت میں ہے۔ اپنے معمولی انداز سے جواب دیا: "واقعی اگر اس مقام پر ایک پل
تیار ہو جائے۔ تو ہر شخص کے لئے آمد و رفت میں بڑی آسانی ہو اور ان کشتیوں کی روز
روز کی زحمت سے ہمیشہ کے لئے نجات حاصل ہو جائے۔ اگلے دن کی بات ہے

. . . ہاں اگلے ہی دن کی بات ہے۔ میں اپنے دوست بیلی آڈل ہیڈ سکنہ گیلو گیٹ ایبرڈین کے نام ایک خط ڈالنے جا رہا تھا۔ اور ہلاس کی ڈبیا میرے ہاتھ میں تھی کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا۔ اور جتنی ہلاس ڈبیہ میں تھی اڑ کر آنکھوں میں جا رہی . . میرا خیال ہے وہ آنکھوں میں ہی گری تھی . . . یا شائد منہ میں گری ہو . . . بہرحال مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ میں عنقریب یاد کر کے بتاؤں گا . . . "

"لیکن پل! . . . پل مسٹر کلیک سینن!" مسٹر ویا چرنے تیز تر سخت لہجہ میں کہا "یہ کیا الفاظ ہیں۔ جو میں خاندان کلیک سینن آکنش کے رکن عظیم کلیک سینن کے منہ سے سنتا ہوں!"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک"۔ بڈھے ڈامنی نے احمقانہ سنجیدگی سے کہا۔ اور اس بات سے قطعاً لاعلم کہ اس کے الفاظ والئے ایچ مقصلن کے لئے کتنے سنگ انگیز ثابت ہوئے تھے۔ ہلاس کی ایک بڑی سی چٹکی نتھنوں میں ٹھونس لی۔

"پل! . . . مسٹر کلیک سینن"۔ مسٹر ویا چرنے اس شخص کے انداز سے غصہ میں بھر کر کہا جس کے وقار کو بھاری صدمہ پہنچا ہو۔ "اس قطعہ آب پر پل کی تعمیر ایک ایسی جدت ہو گی۔ جسے کوئی شخص ہائی لینڈز کے طول و عرض میں گوارا نہیں کر سکتا۔ یاد رکھئے مسٹر کلیک سینن اگر ایسا واقعہ پیش آئے۔ تو سارا قبیلہ میرے برخلاف علم بغاوت بلند کرنے کے مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے۔ پل۔ آپ کہتے ہیں! اس سے بہتر تھا کہ یہ کہدیا ہوتا ایک غبارہ تیار رکھا جائے۔ جس میں ہر شخص سوار ہو کے قصبہ کے آر پار جاتا رہے۔ یقین کیجئے اس جگہ پل کی تیاری ایچ کی دیرینہ روایات کو تباہ کرنے والی ثابت ہوگی۔ فی الحقیقت اسے ایچ کہنا ہی غلط ہو جائے گا کیونکہ اگر ان گھاٹوں کو مسمار کر دیا۔ اور ان کشتیوں کی آمد و رفت ہٹا دی جائے۔ تو ایک سڑک . . . کھلی سڑک قصبہ کے آر پار تیار ہو جائے۔ جس کے بعد میں نہیں

جانتا کہ میری عالیشان کشتی اور اُسے کھینچنے والے بارہ ملاحوں کا کیا حشر ہو۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک!" ناداں ڈامنی نے اپنی بات پر اڑتے ہوئے جواب دیا۔ "تاہم خیال فرمایئے کہ اس صورت میں آپ کے اخراجات میں کتنی کمی ہو اور کس قدر زحمت سے نجات ملے۔ مجھے یاد ہے۔ ایک دفعہ میں جب بیوہ گھگن بکٹ کے مکان پر گھاس منڈی میں رہتا تھا۔ تو میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر تم گھگن اور رچا پونڈ کے حساب سے خریدا کرو۔ تو چھٹائی پونڈ خریدنے کے مقابلہ میں بڑی کفایت ہو جائے۔ . . میرا خیال ہے میں نے پونڈ ہی کہا تھا . . . یا ممکن ہے اونس کہا ہو . . ."

"اخراجات۔ مسٹر کلیک مینن!" وائے انچ تھگگن نے شاہانہ انداز سے جواب دیا۔ "کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مجھے اخراجات کی ذرا بھی پرواہ ہے؟ میں وائے انچ تھگگن روپیہ کو ہاتھ کی میل اور ہر طرح کے اخراجات کو ہیچ تصور کرتا ہوں"۔ اور اس کے بعد اس بحث کو جو اس کی شان امارت سے بعید تھی۔ طول نہ دینے کے خیال سے اس نے اپنا بازو پھر ایک بار ایسلین کو پیش کیا۔ اور اس طرح کے انداز شکوہ سے گویا وہ محض ایک جاگیر نہیں بلکہ سارے سکاٹ لینڈ کا مالک ہو۔ نفرت سے بالائی ہونٹ کو خم دے کر چپ چاپ اپنے محل کی طرف چلنے لگا۔

خاکسار میری بامنی رائے میں"۔ سادہ لوح ڈامنی نے جس کا کند دماغ ہر طرح کی فہمائش و سرزنش کے اثرات قبول کرنے سے عاجز تھا۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا: "اس طرح کے پل کی تیاری آپ کی ریاست کی شان کو اور دوبالا کر دیگی دیکھئے وائے انچ تھگگن"۔ اس نے مسٹر دینا چر کی سہمی ہوئی صورت کو مخاطب کر کے کہا۔ "اگر اس جگہ پل بنا ہوا ہوتا تو میں اس دن . . . اگلے روز . . . پندرہ برس پیشتر جھیل کے پانی میں غوطے کھانے سے بچ جاتا۔ جبکہ پہلے میرے ہاتھ سے ہلاس کی ڈبیہ گری اور اس کے بعد اُسے پانے کے لئے میں بھی اس میں کود گیا۔ لیکن نہیں . . .

میرے خیال میں قصور کشتی یا چلانیوالے ملاح کا بھی نہیں تھا... کیونکہ یہ واقعہ جھیل کے دوسرے ساحل کے پاس پیش آیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ میں وہ لمبی چھٹی پڑھ رہا تھا جو میرے دوست لیرڈ آف ٹن ٹرمس کو ونش ڈیل کی طرف سے آئی تھی... شائد اس کی طرف سے... یا ہیلی آول ہیڈ کی طرف سے... یا بیوہ گلن کیٹ کی طرف سے... مجھے ٹھیک یاد نہیں میں یاد کر کے بتاؤں گا۔ تاہم ذکر اس پل کا تھا..."

مگر ولیئے ایچ متھگلن اس اثنا میں کافی دور جا چکا تھا اور جب ڈامنی کلیک مینن نے دیکھا کہ کوئی اس کی گفتگو سننے والا موجود نہیں تو اس نے بھی ہلاس کی ایک بڑی سی چٹکی لیکر احمقانہ انداز سے بے مدعا سامنے کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔

"جزف" والیئے ایچ متھگلن نے تھوڑی دور جا کر میری طرف کو پیچھے مڑتے ہوئے شاہانہ انداز سے کہنا شروع کیا "میں امید کرتا ہوں آیندہ تم اس بات کو ہمیشہ یاد رکھو گے کہ جب کبھی مس ویتا چرچ گارڈن کی طرف جانا ہو تو صبح آٹھ سے پہلے تم اس کے ساتھ گئے تھے اسی طرح آیندہ بھی ضرور ان کے ہمراہ جانا..."

"جی میں اس خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہوں گا" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی میں نے ایک چھپی ہوئی نظر نوجوان خاتون کے چہرہ کی طرف ڈالی جس سے معلوم ہوا کہ اس کی بے چینی کے آثار رفتہ رفتہ حیرت میں تبدیل ہونے لگے تھے۔ اسے اس بات کا تعجب تھا کہ کیوں میں نے اس طرح کے پرسکون لہجہ میں اس کے ساتھ رہنے کے غلط واقعہ کو صحیح تسلیم کیا کیونکہ جیسا ناظرین کو یاد ہے میں گاؤں میں ہرگز ہرگز اس کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس جگہ سے بیچکہ جھیل کے ساحل پر اس کا اشارہ پا کر اس کشتی پر سوار ہوا تھا جس میں وہ بیٹھی تھی۔

"مگر اس پل کے بارہ میں" ڈامنی کلیک مینن کی آواز پھر ایک بار سنائی دی اور جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ہمارے ساتھ ساتھ لڑھکتا چلا آتا تھا

"اس پل کے بارہ میں" والیئے ایچ متھگلن نے غصہ میں بھر کر کہا "میرا آخری فیصلہ یہ ہے کہ خواہ دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے یا آفتاب مغرب سے نکلنے لگے وہ پل تیار نہ ہوگا۔ اس کی بجائے میں خود جھیل کے پانی کو تیر کر عبور کرنا مناسب سمجھوں گا اور حکم دوں گا کہ میرے محل کے

جس قدر آدمی ہیں۔ وہ سب تیر کر گذرا کریں۔ مگر پل بنوانا میں کسی حال میں منظور نہ کروں گی"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جلدی سے کہا "لیکن اپنے باقی ہمکو گو آپ ایسا کرنے پر مجبور کریں۔ تاہم مجھکو نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مجھ میں تیرنے کی قوت اتنی ہی کم ہے جتنی۔ جتنی کسی پتھر میں اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ ایک دفعہ میں نے ہیوہ گلس کمپٹ سے کیا بات کہی تھی اس وقت سینڈی میک و سپیل بھی موجود تھا۔۔۔"

لیکن میں چونکہ تیز چلتا مکان کی پشت کی طرف جا رہا تھا۔ اس لئے لائی ڈامنی کی حکایت کا باقی حصہ مجھکو سنائی نہ دے سکا گو میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ اسے ہرگز مکمل نہ کر سکا ہوگا۔

اس کے بعد کئی دن گذر گئے اور اس ایسلین گھر پر ہی رہی۔ موسم خوشگوار تھا اور ظاہراً کوئی وجہ مانع سیر و سیاحت نہ ہو سکتی تھی۔ تاہم ایسلین کو میں نے دیکھا کہ وہ ہر وقت گھر پر ہی رہتی اور کبھی جیل کے اس پار نہ جاتی تھی۔ میرا خیال ہے وہ اس شش و پنج میں تھی کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے شائد مسٹر ویلا چرنے سابق کی نسبت بہت زیادہ سختی سے تاکید کر دی تھی کہ وہ کبھی اکیلی باہر نہ جائے اور وہ اس حکم کی خلاف ورزی کی جرات نہ کر سکتی تھی یہی بات تھا کہ وہ ہمیشہ اندرونی جزیرہ نما کی کھلی زمین پر سیر کر چھوڑا کرتی اور گو اس جگہ بھی تقریباً تین میل کی گولائی میں وہ بڑی آسانی سے کسی ایسے مقام پر ڈونالڈ سٹوارٹ سے مل سکتی تھی جہاں کوئی ان کی ملاقات دیکھنے والا نہ ہوتا ہم واقعہ مذکور کے بعد ایک ہفتہ گذر گیا اور اس قسم کی کوئی ملاقات دوبارہ آن میں نہ ہوئی بعض اوقات پائیں باغ کی سیر کرتے ہوئے لینا کس اس کے پہلو میں چلتی نظر آتا لیکن الفت کی یہ صحبت ہمیشہ عارضی ہوا کرتی تھی چونکہ انہوں نے بچپن سے ایک ہی جگہ رہکر پرورش پائی تھی اس لئے گو یہ ممکن ہے کہ لینا کس کے دل میں اس کے لئے اس طرح کی محبت ہو جو بھائی بہن میں ہوتی ہو تاہم اس کی صحبت میں اس کے لئے کسی طرح کی خاص کشش یا جدت بالکل نہ تھی۔ علاوہ بریں مجھے اس بات کا

پورا یقین ہے کہ وہ اس کی اعلیٰ خوبیوں کو سمجھنے اور ان کی قدر کرنے کا ملکہ ہی نہ رکھتا تھا۔ کیونکہ اس کی ذہانت اتنی بلند نہ تھی کہ وہ اس نازک خاتون کے اوصاف کی قدر کرتا اس ایک ہفتہ کے عرصہ میں دو تین بار مس دنیا چر کے پاس سے گذرتے ہوئے میں نے اسکے انداز سے معلوم کیا کہ وہ مجھ کو مخاطب کرنا چاہتی ہے مگر وہ ایسا کرنے کی جرات نہیں کر سکی۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی میں نے دیکھا کہ ان ایام میں وہ عموماً افسردہ دل گرفتہ نظر آتی تھی گو اس کی ادا اسی اس طرح کی نہ تھی جیسے لینکس یا مسٹر دنیا چر یا بڈھا احمق ڈاہنی معلوم کر سکتا تاہم وہ اداس اتنی بین اور صاف تھی۔ جیسے کوئی ایسا شخص جو سائی معلوم کر سکتا تھا جو دل کی اس حالت سے واقف ہو جب اسے امید کا سہارا نہیں ہوتا اور وہ یاس میں گھر کر بلوں و محزون رہتا ہے اور شائد یہی وجہ تھی کہ کم از کم میں اس کو اداسی کو محسوس اور معلوم کر سکتا تھا

خیر جیسا بیان کیا گیا ہے ایک ہفتہ کا عرصہ گذر گیا اور اس کے بعد ایک روز صبح کو مجھے اس گول کمرہ میں حاضر ہونے کا حکم ملا جہاں والئے ایچ متھگلن اور مس دنیا چر پاس ہی پاس بیٹھے تھے اور ڈاہنی جیسا اس کا معمول تھا ایک کھلی کھڑکی کے پاس بیٹھا اونگھ رہا تھا

مجھے دیکھکر ایچ متھگلن نے کہا "جوزف مس دنیا چر ایک کام کے لئے گاؤں جانا چاہتی ہیں۔ پس میں حکم دیتا ہوں کہ تم بھی آپ کے ساتھ جاؤ کل نئی درسی کتابوں کا ایک پارسل پرتھ سے آیا تھا تم نے اسے آپ کے ساتھ لے جانا"

میں آداب بجا لاکر واپس آگیا۔ داروغہ نے کتابوں کا ایک بنڈل میرے حوالے کر دیا اور میں مس دنیا چر کی آمد کے انتظار میں ڈیوڑھی میں ٹھہر گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد وہ آپہنچی اور گھاٹ کے پاس جاکر ہم دونوں آگے پیچھے کشتی پر سوار ہوئے کسی طرح کا بے جا تکلف اس خاتون میں بالکل نہ تھا چنانچہ اب بھی کشتی پر سوار ہونے کے بعد اپنے معمولی پر اخلاق لہجہ میں اس نے منظر کی دلفریبی اور موسم کی عمدگی کے بارہ میں چند الفاظ کہے جن کے میں نے رسمی جواب دیئے تاہم ایسا کرتے ہوئے جب مجھے اس سے چار آنکھیں کرنے کا اتفاق ہوا تو میں نے دیکھا

فیرنزہ سکا کہ سابق کی طرح اس موقعہ پر بھی وہ مجھ سے کچھ کہنے کی خواہش رکھتی تھی مگر الفاظ ہر دفعہ نوک زبان پر آکر رہ جاتے تھے۔ اس سے کم از کم یہ بات معلوم ہو گئی کہ وہ کسی نا معلوم وجہ سے مضطرب اور بے چین ہے اس کی اداسی رنج کی حالت تک پہنچی ہوئی تھی جس کا سبب میرے لئے جو اس کے راز عظیم سے واقف تھا معلوم کر لینا بہت مشکل نہ تھا یہی وجہ تھی کہ میں اس کی نگاہ کے ان گہرے اسرار کو بآسانی سمجھ سکتا تھا جن کو دریافت کرنا کسی دوسرے آدمی کے لئے غیر ممکن ہوتا۔

خیر ہم دونوں گھاٹ پر پہنچکر کشتی سے اترے اور گاؤں کی طرف روانہ ہوئے میں ایلین آگے آگے چل رہی تھی اور میں اس کے پیچھے موہبانہ فاصلہ پر کتابوں کا پارسل بغل میں دابے چلا جاتا تھا۔ ایک بار میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک اور کشتی محل کے گھاٹ سے رخصت ہو کر خشکی کی طرف آرہی تھی میں نے دور سے پہچانا کہ نوجوان معلم ڈونالڈ سٹوارٹ اس میں سوار تھا۔ ایلین نے بھی پیچھے کی طرف نظر ڈالی مگر فوراً منہ پھیر لیا اور حالت اضطراب میں آگے کی طرف تیز تر چلنے لگی۔ عزیب لڑکی میں سمجھ سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا خیالات گذر رہے ہیں۔ یقیناً وہ سوچتی تھی کہ اگر میں اس وقت تنہا ہوتی تو اپنے عاشق جانباز سے بآسانی مل سکتی لیکن میں اس کے ساتھ تھا اور وہ اپنے جی میں شاید یہ سوچکر ڈرتی تھی کہ ممکن ہے اس کے اشارتاً کچھ کہنے کے باوجود میں اس کا ساتھ چھوڑنا منظور نہ کروں۔

ہم جب مدرسہ کے پاس پہنچے تو طالبات مدرسہ لڑکیوں میں سے ایک دوڑتی ہوئی آئی اور کتابوں کا بنڈل میرے ہاتھ سے لیکر پھر مدرسہ کے اندر چلی گئی۔ اس وقت میں نے ادب سے سلام کرتے ہوئے بڑی پُرسکون آواز میں مس دینا چرسٹ سے کہا "بانو اب آپ حکم دیں کہ مجھے کس وقت واپسی کے لئے گھاٹ پر حاضر رہنا چاہیے؟"

ان الفاظ کو سنکر ایلین کے چہرہ پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے اس کے رخسار

پر سرخی کی چمک پھیل گئی اور میرا خیال ہے کہ وہ اپنے دل میں اچھی طرح سمجھ گئی کہ میں جانتا ہوں۔ اس کی اپنی خواہش مجھے واپس بھیج دینے کی ہے۔ اس کے بعد دفعتاً اس کے چہرہ کی رنگت پیلی پڑ گئی اور وہ نمایاں طور پر کانپ کر تھرائی ہوئی آواز سے بولی۔

"جوزف کیوں تم یہ سوال پوچھتے ہو؟"

"محض اس لئے بانو" میں نے چہرہ کے آثار سے کوئی بات ظاہر نہ کرتے ہوئے جواب دیا "کہ میرا خیال ہے شائد آپ تھوڑی دیر کے لئے بیماروں اور محتاجوں سے ملنے کے لئے جانا چاہتی ہوں۔ اس طرح کے موقعہ پر یقیناً آپ کو میری خدمات کی ضرورت ہوگی"

اس نے تھوڑی دیر گھورتی ہوئی نظروں سے میری طرف دیکھا اور اس کی حوشنما نیلی آنکھوں میں ایک نئی طرح کی چمک پیدا ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے نمایاں کوشش سے کام لیکر کہا "جوزف تم کو یاد ہوگا کہ اس روز مسٹر دیا چرنے بیس چار دفعہ اس قسم کے الفاظ تم سے کہے تھے جن سے پایا جاتا تھا کہ تم اس دن میرے ساتھ ہی ساتھ رہے تھے حالانکہ ایسا نہیں تھا پس کیا وجہ تھی کہ تم نے . . ." وہ کہتے کہتے رک اور شرما گئی۔ "کیوں تم نے صاف صاف نہ کہدیا کہ میں ان کے ساتھ نہیں تھا؟"

"بانو محض اس لئے" میں نے بلا تامل جواب دیا "کہ آقا کی اپنی خواہش یہ تھی کہ میں آپکے ساتھ رہوں اور میں کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا جو ان کے خلاف منشا ہو کر باعث رنج خاطر ہو"

ایک مرتبہ پھر اس نے تیز متجسس نظروں سے میری طرف دیکھا پھر دفعتاً شرمائی اور کانپنے لگی۔ شائد وہ اس خیال سے ڈر رہی تھی کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں یا میرے جوابات فرضی ہیں لیکن اس کے بعد یکایک لمحہ وقار کا لہجہ اختیار کر کے اس نے کہا "بہت اچھا تم ایک گھنٹہ کے لئے جا سکتے ہو اس کے بعد گھاٹ پر میرا انتظار کرنا"

میں نے جھک کر سلام کیا اور ظاہرا لاپروائی سے ایک طرف کو چلنے لگا جس کے بعد

مس ویبا چرچ مدرسہ میں داخل ہوگئی اور میں اتیاطا ایک ایسے مقام کی طرف ہولیا۔ جو اس گلی سے دور تھا۔ جہاں عشاق ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے کیونکہ ان کی ملاقات کو خفیہ طور پر دیکھنا کسی حال میں مجھکو منظور نہ تھا۔ بعد ازاں گاؤں کے بازار سے ہوتا ہوا میں جیل کی طرف چل دیا اور اس کے ساحل پر تفریحاً ٹہلتا قریباً ایک میل آگے نکل گیا اس کے بعد جب میرے خیال میں کافی وقت گذر گیا تھا۔ تو میں پھر گھاٹ کی طرف مڑا لیکن قریب جاکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ کوئی شخص تیز چلتا میری طرف کو آرہا ہے اور جب وہ بالکل پاس آگیا تو دیکھا کہ لینا کس دنیا چرچ ہے! "آہ جوزف" اس نے مجھے دیکھکر بتیابانہ پوچھا "تم کدھر پھر رہے ہو اور مس دنیا چرچ کہاں ہے؟"

"سرکار وہ مدرسہ میں ہیں" میں نے دلیری سے جواب دیا گو اپنے جی میں میں اس حقیقت سے پوری طرح واقف تھا کہ وہ اپنے عاشق جانباز کے ہمراہ کسی اور ہی مقام پر سیر کرتی پھر رہی ہے۔

"اچھا تو دوڑے جاؤ" لینا کس نے حکم دیا "اور مس دنیا چرچ سے کہو کہ ان کی عدم حاضری میں بہت سے مہمان گھر میں آئے ہیں۔۔۔ یا ٹھہرو میں خود جاتا ہوں میں اس کام کو تم سے بہتر کرسکوں گا"

اور اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا وہ تیزی رفتار سے گاؤں کی طرف چلنے لگا میں حیران و ششدر کھڑا سوچ رہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہیئے ایک بار جی میں آئی کہ گلی میں جاکر ایلین کو خطرہ سے آگاہ کردوں لیکن پھر سوچا کہ اس سے ہمکو اور مسٹر سٹوارٹ دونو کو معلوم ہو جائیگا کہ میں ان کی خفیہ ملاقاتوں کے راز سے واقف ہوں جس کے بعد ممکن ہے وہ مجھے جاسوس تصور کریں لیکن دوسری جانب یہ خیال بھی سوہان روح تھا کہ اگر لینا کس ایلین کو تلاش کرتا اس جگہ جا پہنچا اور اس نے ان دونو کو یکجا دیکھ لیا تو پھر۔۔۔ خدا کو ہی بہتر معلوم تھا کہ کیا ہوگا۔ تھوڑی دیر میں اسی شش و پنج میں کھڑا رہا اس کے بعد کوئی چارہ کار نہ دیکھکر

محض اس امید پر کہ شاید واقعات خود بخود رو بہ اصلاح ہو جائیں یا اس خیال سے گاؤں کی طرف ہو لیا کہ ممکن ہے میری موجودگی کسی طریقہ پر مس ایملین کے لئے فائدہ مند ثابت ہو میں جس وقت مدرسہ کے پاس پہنچا تو لیناکس تیز چلتا باہر آ رہا تھا اور گو اس وقت تک کسی طرح کا شبہ اپنی چچا زاد بہن کے برخلاف اس کے دل میں نہیں تھا تاہم مجھے دیکھکر اس نے مضطربانہ کہا "جزف مس ویا چراس جگہ نہیں ہیں اور مجھ کو بتایا گیا ہے کہ وہ صرف چند منٹ اس جگہ ٹھہری تھیں انہیں اس جگہ سے رخصت ہوئے قریباً پون گھنٹہ گذر چکا ہے"۔

"سرکاران کا ارادہ خیراتی کے سلسلہ میں بعض محتاجوں کے مکانوں پر جانے کا تھا" میں نے جواب دیا "اور میں ان کی واپسی کے انتظار میں کھات پہ کھڑا تھا"

"اوہ کتنی پریشانی!" لیناکس نے بے چین ہو کر کہا "گھر میں مہمان آئے بیٹھے ہیں اور ایملین کا کچھ پتہ نہیں کہ... وہ سامنے سے آتی ہے"۔

اور اس وقت میں نے بھی دیکھا کہ سچ مچ ایملین گلی سے نکلکر مدرسہ کی طرف آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ سوچکر خوف کی تھرتھری میرے بدن میں پیدا ہو گئی کہ اگر مسٹر سٹار بھی اس کے ساتھ ہو تو... کیا ہو گا؟ لیناکس تیز چلتا اس کے پاس گیا لیکن میں جہاں کھڑا تھا وہیں انتظار کرتا رہا۔ ایملین نے چچا کے بازو کا سہارا لے لیا اور لیناکس نے پرزور اشاروں کے ساتھ اس سے کچھ کہنا شروع کیا۔ ابتدائی الفاظ تو فاصلہ کی وجہ سے میرے کانوں میں نہ آ سکے تاہم وہ جب پاس آ گئے تو میں نے لیناکس کی تقریر کا آخری حصہ سنا جو کہہ رہا تھا۔

"کوئی تیرہ چودہ آدمی فرانسیسی ادیکیبل والوں کے رسکے سب آئے بیٹھے ہیں اور وہ بھی اس وقت جب تم گھر سے باہر تھیں، میرے خدا کس قدر حیرانی!... لیکن ایملین یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں سے آئی ہو اور اس گلی میں کیا کرنے گئی تھیں؟ جہاں تک مجھکو معلوم ہے اس سمت میں قریباً دو میل فاصلہ تک کوئی ایک بھی گھر آباد نہیں!"

"آہ تم کہتے ہو گرانہم ادیکیبل والوں کے تیرہ چودہ آدمی آئے ہیں!" ایملین نے سخت

پریشانی کے عالم میں بدحواس ہو کر کہا حالانکہ اس بدحواسی اور اضطراب کی اصلی وجہ ان لوگوں کی آمد نہیں بلکہ کچھ اور تھی جس کو گو میں بہتر سمجھ سکتا تھا تاہم اس کا صحیح حال اس کے عمزاد بھائی کو بالکل معلوم نہ تھا اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اس طرح کی نظر میری طرف ڈالی جو زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ میں تمہاری باتوں اور طریقوں کو بالکل نہیں سمجھ سکتی۔

"ہاں۔ ہاں۔ وہ سب اس وقت محلہ میں موجود ہیں"۔ لیناکس نے جو اپنی دھن میں مست تھا کہا "اور جیسا کہ میں نے ابھی تم سے بیان کیا ہے جب مجھے اس لڑکے جوزف کی زبانی معلوم ہوا کہ تم مدرسہ سے رخصت ہو کر بعض شخصوں سے ملنے گئی ہو تو میں سخت بے چین ہو گیا کیونکہ اندیشہ تھا شاید تمہاری تلاش میں وقت کا سامنا ہو تاہم اچھا ہوا تم مل گئیں ... لیکن پیاری ایملین یہ بتاؤ تم اس وقت کہاں سے آئی ہو؟"

"مگر اہم اور کیمبل والوں کا ہمراہ ایک آدمی ..." خاتون نے لیناکس کے آخری استفسار کو قصداً نظرانداز کرتے کہا "خدا کرے وہ خوفناک نہ ہوں ... لیکن میں امید کرتی ہوں وہ ناراض نہ ہوں گے کیونکہ انہی کے حکم سے میں آج سہ پہر مدرسہ میں آئی تھی۔"

گھاٹ کی طرف چلتے ہوئے ان دونوں میں اسی طرح باتیں ہوتی رہیں۔ میں قصداً چند قدم پیچھے رہ گیا تھا۔ گو اس حالت میں بھی ان کی گفتگو کی آواز برابر میرے کانوں میں آرہی تھی لیناکس نے اس کے بعد بھی تین چار بار ایملین سے پوچھا کہ وہ مدرسہ سے رخصت ہو کر کہاں گئی تھی لیکن وہ ہر بار اس ذکر کو ٹالتی رہی۔ اس خاموشی کی مصلحت کو میں اچھی طرح سمجھتا تھا یعنی ایک طرف وہ جھوٹ بولنا بھی نہ چاہتی تھی اور دوسری جانب اظہار حقیقت بھی غیر ممکن تھا۔ ہمارے ہم لوگ ملاح کی جھونپڑی کے پاس پہنچ گئے اس کے بعد جب لیناکس اس خاتون کو سہارا دیکر کشتی پر سوار کرا رہا تھا اور میں ان دونوں کے آخر میں سوار ہونے کے لئے پاس کھڑا تھا تو اول الذکر نے کسی فوری خیال کے زیر اثر جلدی سے پھر ایک بار کہا "ایملین میں کئی بار پوچھ چکا ہوں کہ تم کہاں گئی ہوئی تھیں مگر افسوس تم نے اب تک میرے اس سوال کا جواب

نہیں دیا۔"

"میں ... سیر کرنے گئی تھی۔" ایسلین نے رومال ہاتھ سے گراتے ہوئے اسے اٹھانے کے لئے آگے کی طرف جھکتے ہوئے کہا جو (میرے خیال میں) بیان کرنے کی حاجت نہیں مبتلائے عشق یا الجھن میں پھنسی ہوئی نوجوان عورتوں کے لئے اپنا اضطراب چھپانے کا سہل ترین طریقہ ہے۔

"لیکن آپ، اگر سیر کرنے گئی تھیں تو اور سڑک میں تجھ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں" اب دفعتاً اس نے جھک کر میری طرف مڑتے ہوئے کہا "تو کیوں پیچھے رہا تھا؟ کیا تجھکو حکم نہ دیا گیا تھا کہ ہر وقت آپ کے ساتھ رہنا؟ کیا والد کی طرف سے اس بارہ میں سخت ترین احکام صادر نہ کئے گئے تھے؟"

"سرکار میں اپنی خطا ماننے پر مجبور ہوں" میں نے انداز ندامت سے گردن جھکا کر جواب دیا "بہ بے شک میرا ہے میں راستہ میں ایک دوکان کے سامنے ٹھہر گیا تھا اور جب اس کے بعد دیکھا تو آپ چونکہ آس پاس نظر نہ آئیں اس لئے میں یہ نہ جانتے ہوئے کہ اب کدھر جانا چاہیئے ..."

"بس خاموش! میں اس بکواس کو سننے کے لئے تیار نہیں ہوں" لیناکس نے کڑی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "آج کی خطا سے میں درگذر کرتا ہوں لیکن آیندہ کے لئے یاد رکھ اگر کبھی تو نے آپ کی خدمت سے غفلت کی یا دوکانوں کے سامنے کھڑے ہو کر وقت ضائع کیا تو میں بلا تنبیہ فوراً موقوف کر دوں گا۔"

"لیناکس ...!" ایسلین نے حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا اور میں نے اس کے چہرہ کے اثاث سے معلوم کیا کہ وہ صرف میرے ناقابل فہم طرز عمل سے متعجب ہے مگر اس کے ساتھ اس لحاظ سے شکر گذار بھی ہے کہ میں نے اپنے آپ کو سرزنش کے لئے پیش کر کے اس کو ہر طرح کی مشکلات سے نجات دلا دی۔ "لیناکس کتنی بخی تم غریب

جرأت پکڑ رہے ہو۔۔۔"

"سختی، ہیلین!" اس کے منگیتر نے تکبر آمیز حیرت کے ساتھ کہا۔ "کیا اس رذیل لڑکے کو جو احکام کی خلاف ورزی کرے فہمائش کرنا سختی ہے؟" اور اس کے بعد اس نے اپنے ہاتھ سے کچھ اس طرح کا اشارہ کیا گویا اس لڑکے کو طول دینا شان امارت سے بعید تصور کرتا تھا۔

بارکشتی دوسرے گھاٹ پر پہنچی اور وہ دونوں آگے پیچھے اس طرح ہم بڑی ڈیوڑھی کی طرف روانہ ہوئے مگر جس وقت مس دیبا چراندر جانے کے لئے سیڑھیوں پر چڑھ رہی تھی تو اس نے ایک بار پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اظہار معذرت کیا۔ بہرحال وہ ایک اس طرح کا رسمی اشارہ تھا جس کا صحیح مطلب میں ہی بہتر سمجھ سکتا تھا اور وہ جس شخص کو اصل حقیقت معلوم نہ ہو اس کی نظروں میں وہ ایک اس طرح کا معمولی اشارہ تھا جس کی تہ میں کوئی خاص معنی پوشیدہ نہ ہو سکتے تھے یعنی ایک ایسا اشارہ جس کے ذریعہ سے وہ محض اس نے سیر اشکریہ ادا کرتی تھی کہ میں اس کے ساتھ ساتھ گاؤں تک گیا۔

پھر آیا مہمان جمع ہوئے اور پھر وہی عیش و طرب کے چلے منعقد ہونے لگے۔ اس سلسلہ میں پھر مس ہیلین کو کئی دن تک گاؤں کے مدرسہ میں جانے کی فرصت نہ مل سکی۔ ان ایام میں سوار عیش و نشاط کا دور تھا۔ کچھ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کرنے چلے جاتے اور کچھ ماہی گیری کرتے تھے کشتیوں کی دوڑیں ہوتیں اور رقص کے خاتمہ پر تکلف کھانوں کے بعد رقص کے چلے منعقد ہوا کرتے تھے۔ ٹھہرے ہوئے مہمان دار دہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز ان کی تعداد دو درجن کے قریب ہو گئی تھی۔ کہنے کی ضرورت نہیں کہ یہ لوگ چونکہ اپنے ساتھ اپنے ذاتی نوکر لے آیا کرتے تھے اس لئے ہم لوگوں کو جو پہلے سے مٹھ کلان کے ملازم تھے مہمانوں کی کثرت سے کسی طرح کی دقت کا سامنا نہ ہوتا تھا اور شاگرد پیشے میں سب لوگ ملتے ہی مطمئن اور مسرور تھے جتنے عالی قدر مہمان مذہب کمردں میں۔ آخر کار مہمانوں کی رخصت کے ایام

قریب آئے اور کوئی پندرہ دن کے عرصہ میں پھر ایک بار ربط تعلق میں وہی دوستانہ قائم ہو گیا۔ اس جگہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ کشتی کے اس واقعہ ناگوار کے بعد جس کا ذکر پیشتر کیا جا چکا ہے شروع میں چند روز مسٹر لینکس کا سلوک اسی طرح کی سختی اور تکبر کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ جسے کسی حال میں نظر انداز نہ کیا جا سکتا تھا چنانچہ ان ایام میں جب کبھی اس کو مجھے کسی کام کے لئے کہنا یا کسی اور سلسلہ میں مخاطب کرنا ہوتا اس کا انداز ویسا ہی تھا جیسا کسی مالک کا اپنے زر خرید غلام سے ہو سکتا ہے اور میں سچ عرض کرتا ہوں کہ یہ محض ان حالات مخصوص کی وجہ سے تھا ورنہ میں اس کا نشانہ عتاب بننا پڑا کہ میں نے اس کی ہر ایک سختی کو سرسری سمجھ کے نظر انداز کر دیا ورنہ اگر معاملہ فقط میری ذات کے لئے ہوتا تو میں کبھی ترک ملازمت سے دریغ نہ کرتا لیکن بعض خاص باتیں تھیں جن کو پیش نظر رکھکر میں ایسا کرنے سے باز رہا۔ ایک تو یہ کہ میں اپنے کسی فعل سے مسٹر لینکس کے ذہن میں اس سہ پہر کے واقعات کی یاد تازہ کرنا نہ چاہتا تھا جو غریب ہیلین کے لئے اسقدر آزمایش طلب تھی۔ دوسرے یہ بھی مجھکو معلوم تھا کہ اس کی سختی عارضی اور وقتی ہے ورنہ اس کے دل میں کوئی برائی بالکل نہیں اور واقعی عملی طور پر اس کی یہ سختی رفتہ رفتہ زائل ہوتی گئی۔ تیسری بڑی بات جو مجھے ترک ملازمت سے روکنے کا باعث ثابت ہوئی یہ تھی کہ میں اس لڑکی سے ہر طرح مطمئن تھا نیز میں اس بازی عشق کا انجام دیکھنے کی خواہش رکھتا تھا جس میں حالات نے ناداستہ مجھکو شریک کیا تھا چنانچہ بارہا میں سوچا کرتا کہ ممکن ہے کچھ اس طرح کے واقعات پیش آئیں جب میری موجودگی عاشق و معشوق کی امداد کا ذریعہ ثابت ہو۔ ڈونالڈ سٹوارٹ کے لئے میرے دل میں گہری عقیدت پیدا ہو چکی تھی اور وہ بھی جب کبھی مجھ سے ملتا تو بڑی نرمی سے پیش آتا تھا۔ گاؤں کے آخری واقعہ کے بعد بارہا میں نے دیکھا کہ ہیلین کی طرح وہ بھی اپنے طور پر کوئی بات مجھ سے کہنا چاہتا ہے مگر کہنے کی جرات نہیں کر سکتا۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ میں دالنے اپنے مخدوم کے خادم خاص کیمرون سے باتیں کر رہا تھا کہ دفعتاً اس نے پر اسرار لہجہ میں مجھ سے کہا" اس گفتگو سے جو میں نے آج صبح مالک کی

زبانی سنی تھی پایا جاتا ہے کہ مسٹر لینا کس اور مس ایملین کی شادی کی رسم عنقریب ادا ہو جائیگی"

"کیا۔ واقعی!" میں نے اس معاملہ کو جس سے باطن میں مجھے گہری دلچسپی تھی۔ سرسری طاہر کرکے نظر انداز کرتے ہوئے کہا اور کیا یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ یہ رسم کب تک ادا ہونے والی ہے؟"

"بڑے دنوں سے پہلے" کیمرن نے جواب دیا۔

"اوہ۔ بڑے دنوں کی آمد میں ابھی کئی مہینے باقی ہیں" میں نے اس اطلاع سے دل ہی دل میں کسی قدر خوش ہو کر کہا کیونکہ مجھکو خیال آیا کہ اس سات ماہ کے عرصہ میں جو بڑے دنوں میں باقی تھا کئی واقعات ایسے پیش آسکتے ہیں جن سے ممکن ہے حالات میں انقلاب پیدا ہو جائے۔ گو اس کے ساتھ میں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہ کر سکتا تھا کہ مسٹر سٹوارٹ اور ایملین کی ظاہری حیثیتوں کے اختلاف کو دیکھتے ہوئے ان کے تعلقات کے بہتر صورت اختیار کرنے کی بہت ہی کم امید ہے۔

"ہاں یاد آگیا" کیمرن نے ایک اور ذکر چھیڑتے ہوئے کہا" آج میں نے پرتھ شائر کے ایک اخبار میں یہ خبر پڑھی تھی کہ کیرن ڈیل والے مقدمہ کی پیشی اس سال پھر ہوگی اور مرتہنوں کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ وہ جیت جائیں گے سچ کہنا یہ فتح کتنی مبارک ہوگی؟"

"مبارک!" میں نے دبے ہوئے جوش کی حالت میں کہا" کیا مطلب . . . ؟"

"مطلب یہ ہے کہ اگر وہ لوگ جن کے پاس کیرن ڈیل کی جاگیر گروی رکھی گئی تھی۔ واقعی کامیاب ہو گئے اور انہیں ریاست کا قبضہ مل گیا تو پھر وہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے فروخت کر دیں گے اور اس موقعہ پر ہمارے مالک بھی چند ہزار ایکڑ اراضی اپنی جائداد میں شامل کرنے کے موقعہ کو ہاتھ سے نہ دیں گے خیال کرو جوزف" کیمرن نے جو ہر چند اپنے متعلقین کا ایک معمولی ملازم تھا تاہم اپنے دل میں اتنا ہی جوش طرفداری رکھتا تھا جتنا کسی برابر کے حصہ دار کو ہو سکتا ہے" خیال کرو ہمارے مالک کو اس سرسبز زمین پر قدم رکھکر کتنی خوشی ہوگی جو لاتعداد صدیوں سے ان کے دشمن جانی کے قبضہ میں چلی آتی تھی"

"کیمرن اگر انصاف کی پوچھتے ہو" میں نے اس موقعہ پر صدق دل سے جواب دیا" تو مجھے

اس معاملہ میں مسرت و اطمینان کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا۔ اس طرح کی نسلی عداوتیں میرے لئے بعید از فہم ہیں فرض کرو تمہارے باپ کا میرے باپ سے کوئی جھگڑا ہوتا تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ہم بھی ایک دوسرے کے دشمن بنے رہیں اور اس دیرینہ عداوت کو جاری رکھیں ؟"

شروع میں میرے الفاظ سنکر کیرن کے چہرہ پر غصہ اور جوش کی سرخی پھیلی تھی لیکن اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ زائل ہونے لگی اور اس نے کسی قدر اضطراب اور کسی قدر حقارت کے لہجہ میں کہا۔

"میں بھول گیا تھا کہ تم انگریز ہو اور ہمارے ملک کے رسم و رواج کو بالکل نہیں سمجھ سکتے ؟"

"معاف کرنا کیرن میں اس ملک کے رسم و رواج کو اچھی طرح سمجھتا ہوں اور بعض پہلوؤں سے ان کی قدر بھی کرتا ہوں" میں نے جواب دیا" تاہم میں اس عداوت تک جانا منظور نہیں کر سکتا ..."

اس موقعہ پر میں نے دیکھا کہ خود دائے اینچ متھگلن اس مقام کی طرف آرہے تھے جہاں میں کیرن سے باتیں کرتا تھا اور جہاں سے ایوان بالکل قریب تھا۔ حسن رسیدہ ڈمنی حسب معمول ان کے ساتھ تھا اور اپنے آقائے نعمت کی پشت پر دھیری لڑھکتی ہوئی چال سے چل رہا تھا۔ میں نے کبھی اس کو اینچ متھگلن کے پہلو میں برابر ٹھہر کر چلتے نہیں دیکھا چنانچہ اب بھی مسٹر دینا چر کی دراز قد و جیہہ صورت کی پشت پر ڈمنی کی ٹھگنی فربہ قامت اور سرخ چہرہ کو دیکھکر عجیب طرح کا مضحک نظارہ پیدا ہوتا تھا۔

"جوزف" اینچ متھگلن نے مجھ سے کہا" ادھر آؤ میں ایک بات تم سے کہنا چاہتا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے اس نے مجھے اشارہ سے اپنی طرف بلایا اور کیرن تیز چلتا مکان کی طرف خفا ہوا دائے اینچ متھگلن تھوڑی دیر چپ چاپ گہری فکر میں آگے آگے چلتا رہا ڈمنی اس سے دو قدم پیچھے گیند کی طرح لڑھکتا چلا جاتا تھا اور میں ان دونوں کے آخر میں مودبانہ فاصلہ پر چلتا تھا۔ یکایک اینچ متھگلن چلتے چلتے ٹھہر گیا معلوم ہوتا تھا وہ جس سوال کے مختلف پہلوؤں کو سوچ رہا تھا اس کے بارہ میں کوئی خاص فیصلہ اس نے اپنے جی میں قائم کر لیا ہے۔ چنانچہ "جوزف" اس نے کہنا شروع کیا" میں ایک ایسا فرض تمہارے سپرد کرتا ہوں جس میں تھوڑی سی تدبیر اور حکمت عملی

کی ضرورت ہے تاہم میرا خیال کہ تم اس کو بوجھ محسوس کرو گے اول اس لئے کہ تم میرے خیال میں ایک حد تک ذہین ہو" مسٹر دیاچر کی عادت تھی وہ کبھی کسی شخص یا کسی چیز کی پوری تعریف نہ کرتا تھا بجائے اپنی ذاتی شان و شوکت یا اپنے متعلقین کے اوصاف کے باقی ہر ایک چیز کے متعلق اس کی تعریف ہمیشہ جزوی ہوا کرتی تھی" دوم اس لیے بھی" اس نے تقریر جاری رکھکر کہا" کہ تم انگریز ہو اور جو حالات میں تحقیق کرنا چاہتا ہوں تم انگریز کے متعلق استفسار کرو تو کسی کے دل میں بیشتر پیدا نہ ہوگا کہ تم میری طرف سے کوئی بات پوچھ رہے ہو"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے تمباکو کی پڑی سی چٹکی لیتے ہوئے کہا" مجھ کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار ... میرے خیال میں بیس سال کا عرصہ گزرا ... میں کاک برمنر پاٹھ میں اپنے دوست پاوہی مکل لوز کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ ..."

"ذرا جو میں تمہارے ذہن کو آسان کرنا چاہتا ہوں یہ ہے" والے ایچ متھگلن نے ڈامنی کی شخصیت اور اس کی حکایت کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ تم سادہ کپڑے پہنکر اصطبل سے ایک گھوڑا لو اور اس پر سوار ہو کے سیدھے کیرن ڈیل چلے جاؤ ..."

"یہ جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں ٹھیک ہے" ڈامنی نے پہلی مرتبہ اپنے تئیں متکلم کو نظر انداز کر کے کہا" لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس لڑکے کو کیرن ڈیل کا راستہ بھی معلوم ہے؟"

"جی ہاں مجھکو معلوم ہے" میں نے جواب دیا" پرتھ سے اس طرف کو آتے ہوئے میں اسی راہ سے گذرا تھا"

"بہت خوب" والے ایچ متھگلن نے کہا" پس میں چاہتا ہوں تم موضع کیرن ڈیل جاکر ایک چھوٹی سی سرائے میں جو کیرن ڈیل آرمز کے نام سے مشہور ہے قیام کرو اور ہاں ... اس سلسلہ میں ایک بات اور بھی تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں جو یہ ہے کہ گاؤں میں داخل ہونے سے پہلے تم انگریزی سے گرد آدھ چکر کاٹ کر اس سڑک پر چلنے لگو جو پرتھ شائر سے آتی ہے تو زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ اس صورت میں سرائے دار یا اس کے آدمی یہ سمجھیں گے کہ تم اس طرف سے آئے ہو اپنے

بارہ میں اگر کوئی تم سے پوچھے تو کہہ دینا کہ میں اس ملک میں سیر و تفریح کے لئے آیا ہوں اور ان اطراف کے مناظر دیکھنے کے لئے ایک دو روز یہاں ٹھہروں گا ... خیر تو سرائے میں قیام کرنے کے بجائے موقعہ تم نے ایوان کیرنڈیل میں جانا اور جو لوگ اس کے محافظ ہیں ان سے ملکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنا کہ اس جائیداد کے متعلق ان لوگوں کا کیا ارادہ ہے جو عنقریب اس پر قبضہ کرنے والے ہیں۔ شاید تم کو معلوم نہ ہو لیکن واقعہ یہ ہے ریاست کیرن ڈیل کے متعلق ایک مدت سے مقدمہ چل رہا ہے ...“

”سرکار اس کا حال بھی میں پیشتر سن چکا ہوں“ میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا گو میں نے یہ بیان کرنے کی حاجت نہ سمجھی کہ وہ حالات کیونکر مجھ کو معلوم ہوئے تھے۔

”بس یہ اور بھی اچھا ہے“ والئے ایچ متھگلن نے خوش ہو کر کہا اور اس کے بعد انداز تکبر سے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ”مجھکو پورا یقین ہے کہ جس قدر آدمی میرے ہاں ملازم ہیں وہ ضرور اس مقدمہ کی رفتار سے دلچسپی لیتے ہوں گے کیونکہ مرتہنوں کی کامیابی کی صورت میں میرے لئے چند ہزار ایکڑ اراضی اپنی ریاست میں شامل کر لینا سہل ہوگا۔“

”بالکل صحیح بالکل ٹھیک“ ڈامنی نے اس موقعہ پر پھر کہا ”مجھکو اچھی طرح یاد ہے جب لینگ بنیئر قصاب کا مکان جو میوگلن بکٹ کے مکان سے ملحق تھا برسات میں گر گیا تو میں نے اسکو ... میرا مطلب ہے میوگلن بکٹ کو مشورہ دیا تھا کہ تمہارے لئے اپنی عمارت کی توسیع کا یہ نہایت اچھا موقعہ ہے لیکن میرے دوست سالٹ کوٹ نے ... غالباً وہ سالٹ کوٹ ہی تھا ... تاہم میں اس کے متعلق صحیح کیفیت یاد کر کے بتاؤں گا“ اور یہ کہکر اس نے پے در پے دو تین چٹکیاں ہلاسن کی غالباً اپنی بھولی ہوئی یاد کو تازہ کرنے کے لئے چڑھائیں۔

”بہرحال جیسا میں بیان کر رہا تھا“ مسٹر دینا چرنے چڈامنی کی اس نہ ختم ہونے والی بکواس کا عادی ہو چکا تھا تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ”پرتھشائر کے اخبارات میں یہ اطلاع شائع ہوئی ہے کہ وہ لوگ جن کے پاس کیرن ڈیل کی ریاست گروی رکھی گئی تھی حال میں اس جگہ کا معائنہ

کرنے گئے تھے اور چونکہ انہیں مقدمہ کی آخری کامیابی کا پورا یقین ہے اس لئے انہوں نے ریاست کے مستقبل کے بارہ میں بعض خاص تجویزیں سوچی ہیں مگر مجھکو پوری امید ہے اپنی قدرے قلیل ذہانت کی وجہ سے تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ گئے ہوگے کہ میرے لئے براہ راست ان تجویزوں کی صحیح کیفیت معلوم کرنا غیر ممکن ہے کیونکہ میں براہ راست مرہٹہ لوگوں سے خط و کتابت نہیں کر سکتا۔ وہ پیشہ ور سود خوار ہیں اور ممکن ہے میری چھٹی پاکر اپنے جی میں یہ سمجھیں کہ میں بجائے خود ان سے روپیہ قرض لینا چاہتا ہوں حالانکہ والئے انچ مٹھگلن" اس نے فاخرانہ انداز سے گردن اٹھا کر کہا "کبھی کسی سے قرض نہیں لیتا"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے پھر کہا" میں نے خود اپنی عمر میں صرف ایک بار قرض لیا تھا اور وہ بھی نقد نہیں بلکہ ایک گدھے کی صورت میں جس کے بارہ میں آپ کو یاد ہوگا کہ اس نے مجھے اپنے کے اوپر سے زمین پر گرا دیا تھا۔۔۔ یا شائد دم کے اوپر سے۔۔۔ مجھے صحیح طور پر یاد نہیں۔۔۔ تاہم میں۔۔۔"

"جو ہو" مسٹر دیناچرنے مجھ کو مخاطب کر کے کہا" مجھے پختہ امید ہے کہ اس قدر حالات سننے کے بعد تم جان گئے ہوگے کہ میں تم سے کیا خدمت لینا چاہتا ہوں پرتھ کے اخبارات نے لکھا تھا کہ مرہٹہ لوگ دو روز ایران کیرنڈل میں رہے اور مجھے پورا یقین ہے کہ ان بڈھے محافظوں نے جو اس مکان میں رہتے ہیں ضرور ان کی گفتگو کا کچھ نہ کچھ حصہ سنا ہوگا پس میری خواہش یہ ہے کہ تم ان محافظوں سے یا گاؤں کا گشت کرتے ہوئے کسی اور ممکن ذریعہ سے وہ معلومات فراہم کرو جنہیں میں حاصل کرنا چاہتا ہوں یہ لو اخراجات کے لئے کچھ روپیہ میں دیتا ہوں۔ گھوڑا اصطبل سے لے لو اور جاؤ"

یہ کہتے ہوئے مسٹر دیناچرنے تین چار پونڈ میرے ہاتھ پر رکھ دیئے میں نے وردی کے کپڑے اتارے اور سادہ لباس پہن کے گھوڑے پر سوار کیرن ڈیل کی طرف چل دیا۔

باب ۴۵

کیرن ڈیل

اپنے سبک رفتار گھوڑے کا رخ محل کی پشت کی طرف پھیر کر میں خاکستری کو عبور کر کے خشکی پر پہنچ گیا اور وہاں سے جھیل کے کنارے کنارے چلنے لگا۔ قریباً تین میل فاصلہ طے کرنے کے بعد میں اس مقام پر جا پہنچا جہاں اس جھیل کا پانی ختم ہوتا تھا اور اس کے بعد اس کی چوڑائی کا طواف کر کے تھوڑی دور دوسرے ساحل پر پیچھے کی طرف مڑا اور بعد ازاں اس راہ کی طرف ہو لیا جو موضع کیرن ڈیل کی طرف جاتی تھی۔

تاہم اپنے جی میں میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ یہ کتنا عجیب واقعہ ہے کہ تقدیر نے مجھی کو جسے سر الیگزینڈر کیرنڈیل اور مرتھنوں کی مقدمہ بازی سے اتنی دلچسپی تھی اس فرض کی ادائیگی کے لئے منتخب کیا لیکن صحیح کہا جا سکتا ہے والٹر متھگلن کو کوئی شبہ اس بارہ میں بالکل نہ تھا کہ مجھے بدنصیب ہیرونٹ والے کیرن ڈیل سے کسی طرح کی ہمدردی ہے یا میں سودخواروں کے مطالبات کو ناجائز تصور کرتا ہوں پھر بھی یہ ایک نہایت عجیب اتفاق تھا۔ اس نے اس طرح کی جاسوسی کا فرض میرے ذمہ ڈالا کیونکہ حقیقت میں وہ کام جسے میں کرنا چاہتا تھا ایک طرح کی جاسوسی ہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی مجھے یہ سوچکر حیرت بھی ہوئی کہ ایک ایسے مرد تنگ نے ایک اس طرح کے فعل پر آمادگی ظاہر کی جو واقعہ میں بہت اونچا تھا اور یہ ظاہر ہونے دیا کہ وہ اپنے خاندانی دشمن سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کی تباہی سے فائدہ حاصل کر کے اس کی ریاست کا کچھ حصہ اپنی جائداد میں شامل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن پھر یہ بھی خیال آیا کہ ذہن انسانی کی قدرتی بلندی اور عالی حوصلگی۔ جو دو صفات والٹر متھگلن میں بوجہ احسن پائی جاتی تھیں اس طرح کی خاندانی عداوتوں کے موقعہ پر عموماً مدوجا پا کرتی ہیں۔ ناظرین کو یہ بتانے کی میرے خیال میں کوئی حاجت نہیں کہ گو والٹر متھگلن کے روبرو میں نے اس فرض کو اپنے ذمہ لینے سے انکار نہ کیا تھا تاہم

اپنے دل میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو گا میں سر انگلز نیڈ رکیرن ڈیل کے معاملات کی گہری چھان بین سے احتراز کروں گا اور اگر مجھے اس کے برخلاف کسی طرح کے حالات معلوم بھی ہوئے تو انہیں واپس آکر اپنے متعلقین کے روبرو ظاہر نہ کروں گا۔ گیا سفر تو اس سے میرے دل کو ایک طرح کی خوشی تھی کیونکہ ایک تو اس ذریعہ سے مجھے سیر و تفریح کا موقعہ مل گیا اور دوسرے چونکہ مجھے سر انگلز نیڈ رکیرن ڈیل کے معاملات سے دلچسپی تھی اس لئے یہ خیال بھی آیا کہ مجھے کیرنڈیل کے والیان ریاست کے اس آبائی مکان کو دیکھنے کا موقعہ ملیگا جس کے بارہ میں میری دلی آرزو تھی کہ وہ جس قدر جلد ممکن ہو پھر اسکے اپنے جائز مالک کے قبضہ میں چلا جائے۔ مالبتہ ایک خبر ایسی تھی جس نے میرے حوصلہ کو کسی قدر پست کر دیا تھا یعنی یہ کہ مرتہان جائداد مقدمہ میں کامیابی حاصل کرنے کی امید پر ابھی سے اس کی نیلہ رہائت کا فیصلہ کرنے لگے تھے۔

بہرحال جیسا بیان کیا گیا ہے میں ایک خوش وضع اصیل گھوڑے پر سوار متبدیل لباس ضروری کپڑے اور روزانہ ضرورت کی چند چیزوں کا پارسل فنراک سے باندھے کیرنڈیل کی طرف چلا۔ جون کے ابتدائی ایام تھے۔ موسم خوشگوار تھا اور کوہستان سے ٹھنڈی فرحت بخش ہوا نہایت آفتاب کو کم کر دیتی تھی۔ کیرنڈیل کا فاصلہ اسچ متعلقین سے اندازاً بیس میل تھا۔ کم و بیش تین گھنٹے کی زین سواری کر کے جب میں نے ایک گڈریئے سے پوچھا کہ کیرنڈیل کتنی دور ہے تو اس نے ایک جھرکان کے قریب فاصلہ بیان کیا۔ یہ معلوم کرنے کے بعد میں نے شاہراہ کو چھوڑ اور اسچ متعلقین کی ہدایت کے مطابق کیرنڈیل میں دوسری طرف سے داخل ہونے کے لئے آدھا چکر کاٹ کے سمت مقابل میں جا پہنچا۔ اپنے جی میں میں نے اس بات کا فیصلہ کر لیا تھا کہ ایک جاسوس کا فرض ادا کرتے ہوئے بھی کوشش کروں گا کہ کوئی مجھے جاسوس تصور نہ کرے۔ اور اس مقصد کو پیش نظر رکھکر میں اپنے آپ کو جہاں تک ممکن ہو عوام کی نظروں سے چھپائے رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن جس وقت میں کیرنڈیل آرمز کی سرائے کے دروازہ پر پہنچکر گھوڑے سے اترا۔ تو ایک پہچانی ہوئی آواز کا مسرور قہقہہ کانوں

میں پہنچا اور اس کے بعد میرا ہاتھ مسٹر ڈنکنبی نے بڑی مضبوطی سے پکڑ لیا۔ یہ وہی نامی وکیل تھا جس کے ہمراہ میں نے ایک منحنگلن کی طرف آتے ہوئے گاڑی میں سفر کیا تھا اور جس کے سرخ و سپید چہرہ پر اب پھر ایک بار مجھ سے ملکر راحت و اطمینان کا تبسم پیدا ہو چکا تھا۔

"آہ میرے دوست" اس نے خوش ہو کر کہا "کیا آپ اب تک سکاٹ لینڈ ہی میں ہیں میرا خیال تھا واپس چلے گئے ہوں گے۔ کہئے کب تک ان اطراف میں ٹھہرنے کا ارادہ ہے؟ ... ایک یا دو دن اوہ!... خوب۔ مجھے یہ سنکر بہت خوشی ہوئی ہے میں بھی اتفاق سے ابھی ابھی ایڈنبرگ سے آیا ہوں بہرحال اندر آجایئے مرغ پک رہا ہے اور ساگ گوشت بھی تیار ہے۔ چند منٹ کے عرصہ میں کھانا پروسا جائے گا... آپ یقیناً کھانا کھا کر نہیں آئے؟ ... تو بس آیئے مل کر کھائیں گے"

اس طرح کی گفتگو کرتے ہوئے ڈنکنبی مجھے اپنے ساتھ سرائے کے چھوٹے سے کمرہ میں لے گیا جس کی اندرونی حالت سرائے کی بیرونی حیثیت کے مقابلہ میں ہرطرح سے عمدہ تھی۔ علاوہ بریں مجھے یہ دیکھکر خاص طور پر خوشی حاصل ہوئی کہ اس میں صفائی کا پورا اہتمام تھا میز پر بے داغ سپید چادر بچھی ہوئی اور برتن صاف اور چمکتا ہوا تھا ہی میرے لئے زائد چھری کانٹے کا انتظام کر دیا گیا اور اس کے تھوڑی دیر بعد کھانے کا دور شروع ہوا جس گھنٹہ کے سفر نے میری بھوک خوب چمکا دی تھی اور مسٹر ڈنکنبی کے بالمقابل بیٹھکر میں نے خوب ہی پیٹ بھر کر کھایا۔

"تاہم یہ فرمایئے آج آپ کا اس جگہ کیونکر آنا ہوا؟" اس نے تیسری یا چوتھی بار مجھ سے پوچھا کیونکہ اس سے پہلے میں اس کے سوال کو قصداً ان سنا کر تا رہا تھا" آہ۔ یاد آگیا ہمارے اس پہلے سفر کے موقعہ پر آپ نے اس مقدمہ میں جو اس ریاست کے برخلاف چل رہا ہے بہت دلچسپی لی تھی اور اس لئے مجھے آپ سے غیر معمولی انس ہو گیا تھا میرے خیال میں آپ اس وقت ان اضلاع کو بچشم خود دیکھنے آئے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہی میرا ارادہ ہے" میں نے جواب دیا "تاہم اس مقدمہ کا حال کہئے۔ وہ اب کس منزل میں ہے؟"

"آہ! میرے عزیز دوست" مسٹر ڈنکنبی نے کہا "قانون اپنی غیر معین رفتار کے لئے مشہور ہے اس لئے اس بارہ میں کوئی خاص رائے ظاہر کرنا دور اندیشی سے بعید ہوگا۔ تاہم جیسا میں نے ایک بار پیشتر آپ سے کہا تھا اگر مجھے اس مقدمہ کی کامیابی کا پورا یقین نہ ہوتا تو یقین جانئے مسٹر الیگزینڈر کیسنڈیل کی دوستی کے باوجود میں دس بارہ ہزار روپیہ اس پر صرف کرنا منظور نہ کرتا اب اس مقدمہ کی اگلی پیشی بڑے دنوں سے پہلے ہوگی اور گو خدا کو ہی بہتر معلوم ہے کہ عدالت کا فیصلہ کیا ہوتا ہم ایک بات میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں اور وہ یہ کہ اس پیشی میں عدالت اپنا آخری فیصلہ سنا دے گی۔"

"اور اس طرح یہ معاملہ خواہ آپ کے حق میں یا برخلاف طے ضرور ہو جائے گا" میں نے کہا۔

"ہاں۔ خواہ ہمارے حق میں۔ یا ہمارے برخلاف" ڈنکنبی نے جواب دیا "لیکن یاد آگیا آپ اس اگلی ملاقات کے موقعہ پر ایچ تھگلن جا رہے تھے۔ میرا خیال ہے اس جگہ رہتے ہوئے آپ نے اس دیرینہ عداوت کا حال سنا ہوگا جو دو خاندانوں میں چلی آتی ہے؟"

"بے شک میں نے اس بارہ میں بعض حالات سنے تھے" میں نے تسلیم کیا "تاہم میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان حالات کو سننے کے بعد گو میں نے الفاظ یا اشارہ سے کوئی بات ایسی ظاہر نہیں کی جو فریق ثانی کے جذبات کو ٹھیس لگانے والی ہوتی تاہم رائے کیرنڈیل سے میری ہمدردی میں ذرا فرق نہیں آیا۔"

"شاباش میرے نوجوان دوست شاباش!" مسٹر ڈنکنبی نے خوش ہو کر کہا "میں اس پہلے سفر کے موقعہ پر ہی جان گیا تھا کہ آپ ایک صاف دل منصف مزاج آدمی ہیں لیکن ... اب جو میں سوچتا ہوں تو یاد آتا ہے کہ مجھے اس وقت تک آپ کا نام معلوم نہیں ہوا شائد

اس پہلے موقعہ پر مجھی کو پوچھنا یاد نہیں رہا۔ یا آپ ہی بتانا بھول گئے؟"

"جوزف ولسٹ میرا نام ہے" میں نے جواب دیا اور اپنے جی میں سوچ لیا کہ مسٹر ڈنکنسی کو محض میرے نام سے یہ بات ہرگز معلوم نہ ہو سکے گی کہ میں ایچ متھگلن کے ہاں اونٹے ملازم ہوں۔ اپنے طور پر میں اس حقیقت کو اس خیال سے واضح کرنا نہ چاہتا تھا کہ پھر وہ یقیناً مجھ کو جاسوس سمجھنے لگے گا اور اس کو پورا یقین ہو جائے گا کہ خاندان کیرنڈل سے میری ہمدردی محض ظاہری اور لفظی ہے۔ علاوہ بریں خود مجھے اس شخص مسٹر ڈنکنسی سے ایک طرح کا انس ہو گیا تھا اور اب جبکہ حالات نے پھر ایک بار ہمیں ایک دوسرے سے ملا دیا تو میں ہرگز اس کی نظروں میں حقیر ثابت نہ ہونا چاہتا تھا۔

"اچھا تو مسٹر ولسٹ آپ کا ارادہ ایک یا دو دن اور اس جگہ ٹھہرنے کا ہے؟" اس نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "میں خود کل سہ پہر رخصت ہونے کا ارادہ رکھتا ہوں لہٰذا میری خواہش ہے کہ اگر آپ انگلستان واپس جاتے ہوئے ایڈنبرگ کی راہ سے گذریں۔ تو ضرور غریب خانہ پر قدم رنجہ فرمائیں۔ مجھ کو پورا یقین ہے کہ ایچ متھگلن میں رہتے ہوئے آپ نے خوب دعوتیں اڑائی ہوں گی کیونکہ وہ اپنے ایچ متھگلن کی مہمان نوازی مشہور ہے یہ بھی میں نے سنا ہے کہ اس کا بیٹا جیمس خوشکیل جوان ہے اور اس کی بھتیجی ایملین بہت ہی خوبصورت ہے چہرس کے دو چہرے لڑکے ..."

"جی ہاں۔ وہ بھی بہت اچھے ہیں" میں نے اپنی طرف سے اضافہ کیا "یعنی حوصلہ مند اور پرجوش۔ اس کے علاوہ وہ بگڑے دل بھی نہیں ہیں .. لیکن شاید ہکی وجہ ہو" میں نے رکتے ہوئے کہا کہ وہ ایک بڑے قابل شخص مسٹر سٹوارٹ کے زیر تعلیم ہیں ..."

"اوہ۔ کیا مسٹر سٹوارٹ ان کا معلم ہے؟ .. میں نے سنا تھا ایک صاحب ڈامنی اس فرض کو ادا کرتے ہیں"

"ہاں مسٹر کلیک مینن .. جن کا تعلق مشہور خاندان کلیک مینن آکنش سے ہے"

"اوہ۔ کتنے عجب نام ان باشندگان ہائی لینڈس کے ہوتے ہیں" مسٹر ڈنکنسی نے کہا "جنہیں ہم لوگ نشیبی مقامات کے رہنے والے صحیح طور پر ادا بھی نہیں کر سکتے۔ خیر میں امید کرتا ہوں اینچ متھگلس میں آپ کا وقت بڑی خوشی سے گزرا ہوگا لیکن ہاں یہ تو کہئے" اس نے ہنستے ہوئے پوچھا "کہیں آپ کو بھی تو اینچ متھگلس کی خوبصورت بھتیجی سے عشق نہیں ہو گیا؟ اگر ایسا ہو تو پھر یقیناً آپ کو مایوس ہونا پڑے گا کیونکہ جہاں تک میں نے سنا ہے یہ بات طے کر دی جا چکی ہے کہ اس کی شادی والئے اینچ کے صاحبزادہ لیناکس کے ساتھ ہوگی گو مجھے ذاتی طور پر کبھی اینچ جانے کا اتفاق نہیں ہوا تاہم میں نے سنا ہے کہ اینچ متھگلس کا محل بڑا شاندار ہے۔ کل میں آپ کو کیسر نڈیل کا محل دکھانے لے جاؤں گا مگر مجھ کو افسوس ہے" اس نے جھجکتی ہوئی افسردگی کے ساتھ کہا "کہ آپ اس جگہ کو اس کی موجودہ حالت میں دیکھ نہ پائیں گے جیسا والئے اینچ متھگلس کا محل تھا میری اپنی آمد کی وجہ اس موقعہ پر محض یہ تھی کہ وہ سوداگر لوگ جن سے قبضہ ریاست کے بارہ میں مقدمہ بازی ہو رہی ہے اس جگہ آ کر طرح طرح کے احکام صادر کرتے رہے ہیں شاید اپنے زعم میں وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ان کو ابھی سے پوری ریاست کا قبضہ حاصل ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ بعض پیمائش کنندوں کو اپنے ہمراہ لائے تھے تاکہ ان سے مشورہ لیں کہ فروخت سے پہلے ریاست کو کس قدر حصوں میں تقسیم کرنا چاہئے گاؤں والوں کو جو کیسر نڈیل کے نام پر جان دینے کو تیار ہیں جس وقت معلوم ہوا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن سے تنازعہ جاری ہے تو وہ ان کے مقابلہ میں مرنے مارنے کو تیار ہو گئے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ان لوگوں کو اس جگہ سے رخصت ہوتے ہی بنی۔ دراصل ان شخصوں کو یہاں آنا ہی نہ چاہئے تھا محل کی حفاظت کا فرض ایک بڈھے میاں بی بی گے سپرد ہے جنہیں سرکاری طور پر اس جگہ کا نگراں مقرر کیا گیا تھا اور اتفاق سے جس شخص نے ان کو مقرر کیا وہ میرا دوست ہے اور اس کی طرف سے مجھے اس بات کا اختیار حاصل ہے کہ لوگوں کو جو ہدایت میں چاہوں دیتا رہوں اور یہی خاص وجہ میرے گاہ بگاہ اس جگہ آتے رہنے کی ہے گو اس کے علاوہ"

اتنا کہکر مسٹر ڈنکنسبی دفعتاً رک گیا۔ شاید اس کو خیال آیا کہ معاملہ صاف گوئی کی حد انتہا تک نہ پہنچنا چاہئے۔ بہرحال میرے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ثابت ہوا کہ وہ اس سے آگے کیا کہنا چاہتا تھا۔ آخر کار جب وہ ہسکی کے تین چار گلاس ختم کر چکا اور سونے کا وقت ہو گیا تو ہم رات بھر کے لئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے لیکن اس سے پیشتر ہمارے درمیان یہ بات طے پا گئی کہ علی الصبح اٹھکر ناشتہ کرتے ہی ایوان کیرنڈیل کا معائنہ کرنے چلیں گے۔

دوسرا دن تو کامل تھا کہ ہم اس طرف روانہ ہوئے میں پیشتر کسی موقعہ پر بیان کر چکا ہوں کہ یہ عمارت گاؤں سے قریباً ایک میل فاصلہ پر ایک بلند مقام پر واقع تھی گراس کے باغ کی حد گاؤں کے بالکل قریب یعنی قریباً دو سو گز کے فاصلہ تک پہنچتی تھی درمیان کے رہنے کے لئے جو مکان بنا ہوا تھا وہ سالہا سال سے خالی پڑا تھا اور اس میں شکست و ریخت کے آثار نمایاں تھے ایوان کی طرف جانے کے لئے جو پختہ سڑک بنی ہوئی تھی وہ اب گھاس سے ڈھکی ہوئی اور دبیز سبزہ زار میں اہل دیہہ کی بھیڑیں گھاس چرتی پھر رہی تھیں آگے گئے تو ایک چوڑا تالاب نظر آیا جو کسی زمانہ میں اس منظر کی دلفریبی میں اضافہ کیا کرتا ہوگا مگر اب اس کے کنارہ پر لمبی گھاس اُگی ہوئی تھی اور تالاب کی سطح پر سبز رنگ کی چھپکی کائی کا تختہ جما تھا۔ تاہم میں نے دیکھا کہ وہ درخت جو اس باغ میں جا بجا اُگے ہوئے تھے اور جن میں بعض صدیوں کے پرانے معلوم ہوتے تھے خوش نما اور سرسبز تھے اور جس وقت ہم اس بلندی کی طرف چڑھ رہے تھے جس پر عمارت واقع تھی تو درختوں میں چھپا ہوا عالیشان محل بڑا ہی پرشکوہ نظر آیا آخر کار ہم پھاٹک کے پاس پہنچ گئے۔ سامنے ایک بہت کشادہ ڈیوڑھی تھی اور وہاں تک پہنچنے کے لئے فراخ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں مگر ایوان میں سے ہر ایک پر وقت کے نہ مٹنے والے اثرات سبزہ و بیدگی کی صورت میں دکھائی دیتے تھے اس وقت پہلی مرتبہ میں نے اس عمارت کو پوری طرح دیکھا جو نہایت وسیع اور کشادہ تھی اور مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ اندرون عمارت کی صفائی پر امید سے بہت زیادہ توجہ دی گئی تھی۔ کھڑکیوں کے شیشے صاف تھے البتہ تختوں پر مدت سے تازہ رنگ نہ پھیرا

"مجھے آپکے منہ سے یہ الفاظ سنکر بہت خوشی ہوئی ہے" میں نے اس پر کہا "یہی سوال میں کل رات آپ سے پوچھنا چاہتا تھا مگر اس لئے رہگیا کہ شاید آپ مجھے گستاخ تصور کریں یا میرے استفسار کو رفع حیرت کی ادنیٰ خواہش پر محمول فرمائیں"

"اوہ یہ آپ کیا کہتے ہیں" میرے دوست وکیل نے جواب دیا "آپکے بارہ میں اس طرح کے خیالات کو دل میں جگہ دینا غیر ممکن ہے۔ علاوہ بریں میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس معاملہ میں آپ کی سچی ہمدردی کس کے ساتھ ہے۔ آہ مسٹر ولمٹ کیا آپ خیال کرتے ہیں کہ مجھے وہ پیشتر جب ہم خالی کمروں سے گزر رہے تھے جن کی ہوا اس وقت بھی جب باہر آفتاب پوری آب و تاب سے چمکتا تھا میرے سینہ میں سردی پیدا کر رہی تھی تو پتہ نہ لگی ہوگا اور نہ آپ نے دیکھا تھا؟ نہیں میرے دوست عرصہ قلیل کی واقفیت کے باوجود میں آپ پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں اور میں آپ کے وہ الفاظ بھی نہیں بھولا جو کل اس ہار میں آپ نے کہے تھے کہ ایسے متعفن میں بطور مہمان رہتے ہوئے بھی آپ نے کسی طرح کے حالات کو اپنی آرزوؤں اور خواہشوں پر سایہ افگن ہونے نہیں دیا"

"صاحب میں آپ کو پورا یقین دلاتا ہوں" میں نے جوش میں بھر کر کہا کہ "گو میں مسز اگزینڈر کیرنڈیل کو نہیں جانتا اور میں اتنا ہی ان سے ناواقف ہوں جتنا وہ مجھ سے ہیں حتیٰ کہ اپنے علم کے مطابق کبھی مجھکو ان کی صورت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا..."

"خوب بہت خوب" مسٹر ڈنکنسبی نے کہا "اپنے خیالات کو مشروط بیان کرنا بہرحال میں محفوظ تاہم ہے تاہم نکتے... اپنے علم کے مطابق کبھی آپ کو ان کی صورت دیکھنے کا بھی اتفاق نہیں ہوا"

"جی ہاں۔ تاہم جس قدر حالات آپ کی زبانی سننے میں آئے ہیں ان کی بنا پر مسز اگزینڈر کو دیکھے یا ان سے ملاقات کئے بغیر بھی میں ان کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوں"

"اور خدا کرے آپ کی یہ آرزو بر آئے" مسٹر ڈنکنسی نے پرجوش لہجہ میں کہا "لیکن یاد آگیا کل رات میں جس وقت آپ سے باتیں کر رہا تھا تو چند الفاظ میری نوک زبان پر آکر رہ گئے تھے جس سے ممکن ہے یہ خیال آپ کے دل میں پیدا ہوا ہو کہ مجھے آپ پر بھروسہ نہیں ہے خیر اب میں آپ کو بتا تا ہوں کہ وہ کیا الفاظ تھے جو میں اس وقت کہنے لگا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ذکر میرے گاہ بگاہ کیرنڈیل آنے کا تھا اور اس وقت میں نے آپ سے بیان کیا تھا کہ میری آمد دو وجوہ سے ہوتی ہے ایک اس شہر کے محافظوں کو ضروری ہدایات دینے کے لیے اور دوسرے . . ." اس نے ذرا سا رک کے پر معنی انداز سے کہا "سر الیگزینڈر کیرنڈیل سے ملنے کے لئے"

"کیا! . . . سر الیگزینڈر کیرنڈیل کیا ان نواحات میں آس پاس ہی کسی جگہ رہتے ہیں؟" میں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا

"جی۔ وہ اس جگہ سے ایک سو میل کے دائرہ کے اندر اندر موجود ہیں" مسٹر ڈنکنسی نے جواب دیا "اور میں گاہ بگاہ ان سے خط و کتابت کے ذریعہ اوقات مقرر کر کے گاڈنی کی سڑک میں ملاقات کرتا ہوں"

"حالانکہ میرے خیال میں" میں نے رکتے ہوئے کہا "ہمارے اگلے سفر کے موقعہ پر آپ نے کہا تھا . . ."

"بے شک" مسٹر ڈنکنسی نے تسلیم کیا "اس وقت میں نے کہا تھا کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا صحیح پتہ میرے سوا کسی کو معلوم نہیں اور یہی امر واقعہ ہے کیونکہ فی الحال وہ ایک فرضی نام اختیار کر کے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اپنا صحیح نام اس وقت تک اختیار نہ کریں گے جب تک وہ اس مقدمہ میں فتح پا کر پھر ایک بار دنیا کے روبرو ظاہر نہ ہوں۔ آہ مسٹر ولمٹ۔ موجودہ سر الیگزینڈر کی عمر بہت چھوٹی تھی جب ان کے والد نے انتقال کیا اور یہ جائداد قانونی مخمصوں میں پڑ گئی۔ اپنی کم سنی کی وجہ سے اس زمانہ میں ان کو دیس نکالا ملنے کا بہت رنج نہیں ہوا اور گو سب رشتہ دار ایک ایک کر کے ان کا ساتھ چھوڑ گئے تاہم کچھ دوست ایسے تھے جنہوں نے اس حال میں بھی

ان کی امداد کو اپنا فرض سمجھا اس کے بعد سالہا سال کا عرصہ گذر گیا اور جب آخر کار سر الگزینڈر کو دوبارہ اپنی ریاست میں آنے کا اتفاق ہوا تو عہد شباب کا آغاز ہو چکا تھا ان حالات میں یہ کس طرح ممکن تھا کہ کوئی شخص بدلی ہوئی صورت اور بدلے ہوئے نام کی تہ میں ریاست کیرنڈیل کے مالک کی شخصیت پہچان سکتا اور گروہ وقت دور نہیں جب خدا کے فضل و کرم سے یہ ریاست پھر اپنے جائز مالک کے قبضہ میں چلی جائیگی۔ تاہم سر دست الیگزینڈر کی آمد اس گاؤں کی سرائے میں محض اجنبی کی حیثیت میں ہوئی ہے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ ایک فرضی اور معمولی نام کی تہ میں ایک اتنی عالی قدر شخصیت چھپی ہوئی ہے مسٹر ولسٹ یہ راز آج تک میرے ہی سینہ میں محفوظ تھا آج آپ کے روبرو محض اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس سے ثابت ہو گا مجھ آپ پر کتنا اعتماد اور بھروسہ ہے اور میں سر الگزینڈر کیرنڈیل سے آپ کی مہربانی کی کتنی قدر کرتا ہوں"

میں نے اس عنایت کے لئے مسٹر ڈنکنبی کا شکریہ ادا کیا اور چونکہ اس اثنا میں ہم گاؤں کی سرائے کے قریب پہنچ چکے تھے اس لئے یہ گفتگو یہیں رہ گئی ایوان کیرنڈیل کے معائنہ میں کافی وقت صرف ہو چکا تھا اور چونکہ مسٹر ڈنکنبی کا ارادہ اس دن سہ پہر کو رخصت ہو جانے کا تھا اس لئے فوراً ہی کھانا منگا لیا گیا اس کے بعد ہمارے درمیان محض رسمی باتیں ہوئیں اور چونکہ جیسا پیشتر بیان کیا جا چکا ہے مسٹر ڈنکنبی کو دوسروں کی باتیں سننے سے بہت زیادہ خود گفتگو کرنے کا شوق تھا اس لئے اس نے مجھ سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کیا تم سیدھے ایچ متھگلن سے اس جگہ آئے ہو یا کسی دوسرے مقام سے؟ نہ یہی اس نے دریافت کیا کہ کیوں تم سمت مقابل سے گاؤں میں داخل ہوئے تھے؟ اور نہ یہ کہ کب تمہارا ارادہ اس جگہ سے رخصت ہونے کا ہے؟ البتہ روانہ ہونے سے پہلے اس نے پھر ایکبار زور دے کر کہا کہ جب آپ واپس جاتے ہوئے ایڈنبرگ سے گذریں تو ضرور مجھ سے ملیں اور اس کے بعد وہ گاڑی پر سوار ہو کے رخصت ہو گیا۔

اس کے دوسرے دن صبح کو میں بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کے ایچ متھگلن کی

طرف لوٹا اور دوپہر کے قریب اس جگہ جا پہنچا۔ وائے متھگلن کے بارہ میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میری عدم حاضری میں کچھ اور مہمان آئے تھے اور اس وقت سب لوگ جھیل پر تفریحاً کشتی چلاتے ہیں۔ میں نے اپنے کمرہ میں جا کر سادہ کپڑے اتار دیئے اور روزمرہ پہنکر گھاٹ کی طرف چلا اس جگہ پہنچکر دیکھا کہ دو کشتیاں تھوڑے فاصلہ پر پاس ہی پاس جھیل میں چل رہی ہیں ایک میں وائے ایچ متھگلن مسٹر لینکس اور چھ سات عورتیں سوار ہیں اور دوسری میں مس ایلین وائے ایچ متھگلن کے دو چھوٹے لڑکے آپریٹر اور کیپٹن اور چار پانچ مہمان ہیں۔ دونوں کشتیوں کو سواریاں ہی کھیتی تھیں کیونکہ محض تفریح کا سوال تھا اور اسی لئے وائے ایچ متھگلن نے اپنے دردی پوش ملاحوں کو ساتھ نہ لیا تھا۔ بڈھے ڈامنی کلیک مینن کو چونکہ پانی سے ایک حد کی نفرت تھی اس لئے وہ گھاٹ کے قریب ایک بنچ پر بیٹھا دھوپ میں سینکتا اور غالباً اپنی آخری ناتمام حکایت کا نتیجہ یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

میں جس جگہ گھاٹ پر کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا وہاں سے ایک نہایت خوشگوار منظر دکھائی دیا جھیل کا شفاف پانی دھوپ میں جھلمل جھلمل کرتا تھا اور دو کشتیاں تیزی رفتار میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کے لئے پہلو بہ پہلو چل رہی تھیں یہیں مسٹر سٹوارٹ بھی مجھ سے آملا اور اس نے حسب معمول اخلاق آمیز لہجہ میں مجھ سے کہا "میرے شاگردوں کو آج کے لئے چھٹی ہے اس لئے میں بیکار ہوں تم شائد کہیں باہر گئے ہوئے تھے کیونکہ میں نے کل اور پرسوں تمہیں نہیں دیکھا"

"جی میں ایچ متھگلن کے ایک کام پر باہر گیا ہوا تھا" میں نے جواب دیا گو اس کام کی نوعیت مصلحتاً بیان نہیں کی کیونکہ میرا خیال تھا کہ وائے ایچ متھگلن کی اپنی خواہش یہ ہے کہ اس کام کی نوعیت کسی کو معلوم نہ ہو۔ علاوہ برین مسٹر سٹوارٹ کی نیک طبعی کو جانتے ہوئے مجھے اس بات کا بھی یقین تھا کہ وہ کیپٹن ڈیل کی مصیبتوں کو تفتیش و تجسس کا ذریعہ بنائے جانے یا ایچ متھگلن کے ان سے فائدہ اٹھانے کے سوال کو لازمی طور پر ناپسند کرے گا

"دیکھنا میرے شاگرد کس زور سے کشتی چلاتے ہیں" یکایک ڈونالڈ سٹوارٹ نے مجھ سے کہا "اپنی عمر کے لحاظ سے وہ دونوں بہت اچھی صحت رکھتے ہیں۔ آیور کی عمر ۱۲ سال کے قریب اور لوئیل کی دس سے صرف چند مہینے اوپر ہے۔"

"میرے خیال میں آپ کو اپنے شاگردوں کی ذات پر بڑا فخر ہے" میں نے کہا۔

"اس لئے کہ وہ نہ صرف ذہین ہیں بلکہ مجھ سے گہری محبت بھی کرتے ہیں" مسٹر سٹوارٹ نے جواب دیا "لیکن دیکھا ۔ اب دوڑ ختم ہوگئی اسی کشتی نے فتح حاصل کی ہے جسے میرے شاگرد چلاتے تھے اور اب دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف پلٹیں گی۔"

واقعی ایسا ہوا دونوں کشتیاں گھاٹ کی طرف لوٹنی شروع ہوئیں اور وہ جو دوسری سے پیچھے رہ گئی تھی یعنی وہ جس میں وائے ایچ متھگلن سوار تھا سب سے پہلے گھاٹ پر پہنچی۔ دوسری نسبتاً آہستہ چپتی تیچھے تیچھے آرہی تھی۔ کیونکہ کامیابی کی مسرت ہمیشہ طبع انسان میں کسل پیدا کر دیتی ہے۔ پہلی کشتی سے گھاٹ پر پہنچ جانے کے بعد وائے ایچ متھگلن مسٹر لینا کس اور مہمان خشکی پر اترے اور اس جگہ کھڑے ہو کر دوسری کشتی کی آمد کا انتظار کرنے لگے اتنے میں وہ بھی گھاٹ کے پاس آگئی اور قریب تھا کہ وہ لوگ جو اس پر سوار تھے بخفاظت خشکی پر اتر جاتے کہ دفعتاً آیور اور لوئیل نے اپنی طفلانہ عادات سے مجبور ہو کر کشتی کے چپو اس زور سے چلائے کہ وہ گھاٹ کی طرف آکر بڑے زور سے ایک چوبی بلم کے ساتھ ٹکرائی اس صدمے کے اثر سے عورتوں نے دہشت زدہ ہو کر چیخیں ماریں اور مضطربانہ اٹھ کھڑی ہوگئیں اسی جگہ میں کشتی الٹ گئی!

ایک لمحہ کے عرصہ میں ہیلین ایچ متھگلن کے دو نو چھوٹے لڑکے اور وہ سب مہمان جو اس کشتی میں سوار تھے پانی میں گر پڑے۔ دہشت و اضطراب کی تیز چیخیں حاضرین میں سے ہر شخص کے منہ سے نکلیں اور اس کے ساتھ ہی ڈونالڈ سٹوارٹ جو میرے پہلو میں کھڑا تھا بجلی کی تیزی رفتار سے جھپٹا۔ پانی میں کود پڑا اس کے لمحہ بھر بعد میں نے بھی اس کی تقلید کی کیونکہ مجھے تیرنا خوب آتا تھا۔ میرے بعد لینا کس اور مہمانوں میں سے ایک صاحب اسی طرح پانی میں

کودے لیکن والئے ایتھ تھگلن وہیں خشکی پر کھڑا شور مچاتا رہا "میرے بیٹے! میرے عزیز بیٹے!
میری بھتیجی! خدا کے لئے ان کو بچاؤ کسی طرح ان کو بچاؤ"

اس جوش کا حال جو اس سانحہ کے بعد حاضرین میں پھیلا لفظوں کی صورت میں بیان کرنا غیر ممکن ہے۔ گھاٹ پر کھڑا ہوا ایتھ تھگلن اپنے عزیزوں کے لئے دیوانہ وار آہ و بکا کرتا تھا۔ عورتیں جو پہلی کشتی سے اتر کر اس کے پہلو میں کھڑی تھیں زور زور سے چیخیں مار رہی تھیں اور مرد ان کو چپ کرانے کی کوشش میں مشغول تھے۔ گھاٹ سے تھوڑی دور یعنی میل گز کے فاصلہ پر جہاں جھیل کا پانی بہت گہرا تھا اس طرح ہاتھ پیر مارنے اور جد و جہد کرنے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ گویا کئی بہت بڑی مچھلیاں پانی کے اندر کھیلیں کود رہی ہوں۔ جگر دوز چیخوں کی آواز ان آوازوں سے ملی ہوئی خشکی پر کھڑے ہوئے آدمیوں کے منہ سے نکلتی تھیں ڈوبنے والوں کی چیخوں سے مل کر سنائی دیتی تھیں۔

سب سے پہلے لیناکس ایک طاقتور کو سہارا دیئے ساحل کے پاس پہنچا اس کے ایک لمحہ بعد ڈلٹ سٹوارٹ اپنی جان سے پیاری ایلین کی ظاہر بے جان صورت کو پانی میں کھینچتا ہوا گھاٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ میرے ہاتھ میں خوش قسمتی سے آیور کا بازو آگیا اور میں بھی اسے خشکی پر نکال لایا اس کے بعد باری باری کچھ لوگ اور بھی غرق ہوتی ہوئی خاتونوں کو بچا کر کنارے پر لے آئے یہ سب کام جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے۔ صرف چند لمحوں کے عرصہ میں ہو گیا لیکن جب اس کے بعد والئے ایتھ تھگلن نے گھاٹ پر کھڑے ہو کر ان لوگوں پر ایک گھومتی ہوئی نظر ڈالی جنہیں غرقابی سے بچا کر ساحل عافیت پر لایا جا چکا تھا اور اسے ان میں اپنا سب سے چہیتا بیٹا لوکیل نظر نہ آیا تو ایک تیز چیخ درد اذیت سے بھری ہوئی اس کے منہ سے نکلی۔
"لوکیل میرا عزیز بچہ لوکیل افسوس وہ کہیں نظر نہیں آتا" اس نے دیوانہ وار کہا اور اس سے پہلے کہ کوئی اس کے ارادہ سے واقف ہو سکتا وہ جھٹ سے جھیل کے پانی میں کود گیا۔

لیکن اسے تیرنا نہ آتا تھا اور یہ بات اس کے بیٹے لیناکس سے پوشیدہ نہ تھی پس

باپ کو پانی میں کودتا دیکھکر وہ بھی فوراً اس کے پیچھے کود گیا اور اس کے پیچھے ڈونالڈ سٹوارٹ بھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد لیناکس باپنے باپ کو پانی سے نکال کر ساحل پر لے آیا مگر ڈونالڈ غرق شدہ بچہ کی تلاش میں پانی کو کھوندتا پھرتا رہا۔ ساحل پر پہنچنے کے بعد تھوڑی دیر والٹر اینگ مقگلن نیم بے ہوشی کی حالت میں رہا لیکن جونہی اس کے حواس بجا ہوئے اس نے اپنا بازو بیٹے کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پھر ایک بار دیوانہ وار چلانا شروع کیا۔

"مجھے جانے دو! لیناکس مجھے چھوڑ دو! میں تمہیں حکم دیتا ہوں... ہائے میرا عزیز بچہ لوکیل ڈوب گیا۔ میں بھی اس کے بغیر زندہ نہ رہوں گا خدا کے لئے کوئی اسے بچائے میں اسے منہ مانگی مراد دوں گا!" اس وقت یاس سے گھبرایا ہوا باپ اپنا سارا تکبر نظر انداز کر چکا تھا اور اس کے چہرہ پر رحم و التجا کے آثار نمودار تھے۔ لیناکس نے اپنے دونوں بازو باپ کی کمر کے گرد ڈالے ہوئے تھے لیکن وہ آنکھ بچا کر پھر ایکبار پانی میں کود جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً خشکی پر کھڑے ہوئے کئی شخصوں کے منہ سے آواز سنائی دی "وہ بچ گیا! خدا کا شکر ہے کہ وہ بچ گیا!" اور جب اس کے ایک لمحہ بعد متعجب نگاہیں پانی کی طرف گئیں تو دیکھا کہ ڈونالڈ سٹوارٹ جو زر و سال لوکیل کا سر پانی کی سطح سے اوپر نکالے اس کو سہارا دیئے خشکی کی طرف لا رہا ہے۔

"افسوس وہ مر چکا! وہ اب زندہ نہیں ہے!" اینگ مقگلن نے لوکیل کی ظاہر بے جان صورت دیکھکر اب ایک نئی دہشت کے زیر اثر فریاد کرنا شروع کیا۔

"نہیں وہ زندہ ہے!" سٹوارٹ نے ساحل پر آکر ہانپتے ہوئے کہا اور اس کے ایک لمحہ بعد لوکیل اپنے باپ کے بازوؤں میں لپٹا ہوا تھا۔

لیکن گو ڈونالڈ سٹوارٹ جان پر کھیل کر خورد سال بچہ کو جھیل کی گہرائی سے نکال لایا تاہم یکے بعد دیگرے دو بار پانی میں کود نے غوطہ لگانے اور تیرنے کی کوشش سے

یہ عالم اس کے ضعف نقاہت کا ہو گیا تھا کہ وہ خطکی پر قدم رکھتے ہی بیہوش ہو کر گر گیا یہ حالت دیکھتے ہی ایلیین جو اس اثنا میں ہوش میں آ چکی تھی۔ نہ درد و رنج و شہ برندام و دڑتی ہوئی اس بقا کی طرف گئی جہاں عاشق جانباز فرش زمین پر بے ہوش پڑا تھا۔ وہشت و یاس کی شدت سے اس نے اپنے اعضا اکڑے ہوئے اور ہونٹ نیم باز تھے۔ بیخودی کے عالم میں اس نے پاس جا کر ڈینالڈ کے سر کو سہارا دیکر اٹھایا اور چھاتی سے لگایا مگر کوئی لفظ اس کے منہ سے نہیں نکلا اس کا دل اس مضبوطی سے یاس کی اذیت ناک گرفت میں آ چکا تھا کہ اظہار جذبات کی طاقت بالکل ہی اس سے خارج ہو چکی تھی۔ مگر ایلین اس وقت بیشتر اس سے جو محض بیہوش تھا مگر جس کو ایلین اپنے پر جمے ہوئے اندیشوں کی وجہ سے مردہ سمجھ چکی تھی۔ آنکھیں کھول دیں اور ان خوش نما آنکھوں سے جو اس کے اوپر جھکی ہوئی تھیں پیار کرتے ہی میٹھا تبسم اس کے ہونٹوں پر پیدا ہو گیا۔ گھاٹ پر کھڑے ہوئے لوگوں میں چونکہ واقعات حال کی وجہ سے سخت جوش پھیلا ہوا تھا اس لئے کسی کی نظر اس واقعہ کی طرف نہ گئی تاہم دو شخص ویسے تھے۔ جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا ایک میں اور ایک ... یعنی کس دیناچر خوف کی ٹھرتھری بے اختیار میرے بدن میں پھر گئی جب میں نے سوچا کہ اس واقعہ عجیب کو دیکھکر نہ معلوم میناکس دیناچر کے دل میں کیا خیالات پیدا ہوں گے اور دہشت کا احساس میرے دل میں اور بھی تیز ہو گیا جب میں نے سایہ تاریک اس کے چہرہ پر پھیلتے ہوئے دیکھا اس کے فوراً بعد ایک بالکل ہی نئی کیفیت میناکس کے چہرہ پر نمودار ہوئی۔ جس سے پایا جاتا تھا کہ یا تو اصل حقیقت یا اس حقیقت کا شبہ اس کے دل میں پیدا ہو گیا ہے یا اس کا ہوش تکبر اس خیال سے بھڑک اٹھے کہ اس کی منگیتر خاتون ایک اس طرح کے کم حیثیت معلم کی ذات سے جیسا کہ ڈینالڈ سٹوارٹ تھا اتنی گہری دلچسپی لیتی ہے چند ثانیوں کے عرصہ تک وہ کچھ اس طرح کی حالت میں چپ چاپ کھڑا رہا گویا نہیں جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے اور کہا نہیں اس کے بعد آگے بڑھ کر سختی سے گستاخانہ لہجہ میں کہنے لگا "ایلین جانتی ہیں اس شخص کی حالت دیکھنے کے لئے موجود ہوں جانتی ہیں جا کے بھیگے ہوئے کپڑے بدل لے ورنہ سردی لگنے کا اندیشہ ہے؟"

ان الفاظ کو سنکر مسٹر سٹوارٹ جھٹ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کی حالت اس شخص سے ملتی تھی

جو دفعتاً خطرہ کی صحیح نوعیت سے واقف ہو یا جس کی آنکھ یکایک خواب راحت دیکھنے کے بعد کھل جائے جلدی سے اٹھ کھڑا ہوتے ہوئے اس نے شکریہ کے چند الفاظ میں دیا چرسے بھی لیکن اس کے ساتھ ہی ایسیلین کی آواز دبے ہوئے لہجہ میں کہتے ہوئے سنائی دی۔

"آپ میرے محسن ہیں۔ آپ ہی نے میری جان بچائی ہے اس لئے شکریہ کے الفاظ آپ کو نہیں بلکہ مجھے کہنے چاہئیں۔" اس کے بعد اس خیال سے کہ شاید اینا کس اس کے صحیح جذبات سے واقف ہو جائے وہ جلدی سے ایک طرف کو مڑی اور ان سب لوگوں کی طرح جو پانی میں گرنے کے بعد تبدیل لباس کیلئے محل کی طرف جا رہے تھے وہ بھی اسی طرف کو چل دی۔

لوکیل اس اثنا میں پوری طرح ہوش میں آ چکا تھا اور مسز رہاب اپنے دونو چہیتے بچوں کو باری باری سینے سے لپٹا تا چلا اس کے بعد دفعتاً اس کی نگاہ مسٹوارٹ کی طرف گئی اور اس نے جوش سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"آہ مسٹر مسٹوارٹ۔ الفاظ میں طاقت نہیں کہ میرے احساس شکر گذاری کو ظاہر کر سکیں۔ آپ نے میری عزیز بھتیجی اور میرے عزیز بچے کی جانیں بچائی ہیں۔ لیناکس جاؤ مسٹر مسٹوارٹ کو اپنے ساتھ محل میں لے جا کر لباس تبدیل کراؤ۔ تمہارا بھی حرج ہے۔" پھر اس نے میری طرف مڑ کر کہا۔ "میں آج کے واقعہ کے لئے کچھ کم شکر گذار نہیں ہوں۔"

میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اپنی متھگلن سے پہلے اپنی عمر میں کبھی اس قدر جوش ظاہر نہ کیا ہوگا جتنا اس وقت اس کے لفظوں میں پایا جاتا تھا۔ تاہم نہ اس نے میرا اور نہ غریب ڈونالڈ مسٹوارٹ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لینے کی پرواہ کی بہرحال وہ اپنے طور پر ہم دونو کا شکر گذار تھا یعنی اتنا ہی جس قدر اس کی معزز طبیعت اجازت دے سکتی تھی اور اس سلسلہ میں از راہ انصاف یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ جس وقت وہ اپنے دونو چہیتے بچوں کو ساتھ لئے ایوان کی طرف جا رہا تھا تو ایک لحظہ کے لئے ٹھہر کر اس نے کہا۔ "مسٹر مسٹوارٹ۔ میں نے اس شخص کو جو لوکیل کی جان بچائے منہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا وہ وعدہ اب بھی مجھ کو یاد ہے اور مزید پورا کیا جائیگا۔"

"آیئے آیئے مسٹر مشوارٹ" لیاکس نے کچھ اس طرح کج اخلاق ہو کر کہا کہ ایک مہ
کی حیثیت میں میں اپنے جی میں آزردگی محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ "میرے ساتھ آیئے جس چیز کی ضر
ہوگی مہیا کر دی جائے گی۔"

یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ سارا واقعہ کشتی کے اسٹیمر سے لیکر اس وقت تک جس کا ذکر
ابھی کیا جا رہا ہے صرف چند ثانیوں کے عرصہ میں ختم ہو گیا تھا۔ اور میں کہہ سکتا ہوں کہ کبھی کسی موقعہ پر
حتیٰ کہ کسی معرکہ جنگ کے گھمسان میں بھی اس قدر عجیب اور اتنے متضاد و متنوع جذبات کا اظہار
قلیل عرصہ میں نہ ہوا ہوگا۔ جتنا اس موقعہ پر ہوا۔ اس جگہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بیچارے ڈامنی
اور تو کچھ نہ ہو سکا اس نے وہیں ساحل پر کھڑے ہو کر اس قدر جوش ظاہر کرنا شروع کیا جس کی عام حا
میں اس سے بہتر کم توقع ہو سکتی تھی۔ چنانچہ جس وقت ڈوبنے والوں کی امداد و حفاظت کے سلسلہ م
ساحل پر کھڑے ہوئے لوگوں میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔ تو وہ کسی دیوانی بطخ کی مانند بھدی چال
ادھر ادھر دوڑتا پھرتا تھا۔ ایک دو بار اس نے خود سال بچوں کی طرح رونا بھی شروع کر دیا اور آخر
اپنی طرف سے امداد کا اور کوئی ذریعہ مہیا نہ کر سکتے ہوئے اس نے اپنی بلاس کی ٹوپی دور سے جیب
میں پھینک دی۔ گویا حالات پیش آمدہ میں وہ اس کی ذات کی بوجہ احسن قائمقامی کر سکتی تھی۔
جب بعد ازاں اس کو معلوم ہوا کہ ہر شخص کو زندہ اور صحیح سلامت بچا لیا گیا ہے تو اس کی خوشی کا
بھی عجیب طریقہ پر ہوا یعنی اس نے ساحل کے پاس ہٹھکر اپنی ہیٹ ایک طرف کو پھینک دی
سے بالوں کی ٹوپی اتار کے اس نے چہرہ کا پسینہ اور آنسو پونچھنے شروع کر دیئے۔

باقی ہر شخص کی طرح میں بھی گیلے کپڑے اتارنے اور دوسرا لباس پہننے کے خیال سے
چلتا اپنے کمرہ کی طرف جا رہا تھا کہ ڈامنی نے آگے بڑھکر مجھے بازو سے پکڑ لیا اور میں نے
سے بالوں کی ٹوپی سر پر رکھتے ہوئے کہنے لگا۔ "جوزف۔ آج ٹھیک تم نے بہادری کا ثبوت د
آہ۔ کتنا طمانک اور بھیانک نظارہ تھا جس کو دیکھکر میرے دل میں ایک ایسے ہی اور واقعہ کی
تازہ ہوتی ہے۔ جو کئی سال پہلے اس زمانہ میں پیش آیا تھا۔ جب میں بیوہ گن بیٹ کے مکان پر

تھا اور میرا دوست سالٹ کوٹ فضل خانہ کے قصبہ میں گرا تھا . . "

"صاحب معاف کیجئے" میں نے پاجامہ چڑھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "میرے کپڑے چونکہ تر ہیں اس لئے میں . . ."

"بالکل صحیح - بالکل ٹھیک" ڈاسن نے اپنے چہرہ پر اس طرح کے آثار حماقت نمودار کرتے ہوئے کہا گویا اسکو تعجب تھا کہ جہیل میں گرنے سے اس کے کپڑے کیوں بھیگ گئے "تاہم جیسا کہ میں کہہ رہا تھا . . . لیکن ہمیں اس وقت بھول گیا . . . میں پھر کسی وقت یاد کر کے بتاؤں گا"

میرے پاس فی الحال اس کی بیہودہ حکایات سننے کے لئے وقت نہ تھا پس میں جس قدر تیزی رفتار سے ممکن تھا . اس تبدیلی کرنے محل کی طرف چلا .

واقعات مذکورہ کے قریباً ایک گھنٹہ بعد کیرن مجھ سے ملا اور اس نے لاتعداد سوالات مجھ سے اس بارہ میں دریافت کرنے شروع کئے . اسکی ہر بات کا جواب دینے کے بعد آخر کار میں نے پوچھا .

"کیا گھر کے لوگ لنچ کھا کے فارغ ہو چکے ؟"

"ہاں وہ ابھی کھا کے اٹھے ہیں" اس نے جواب دیا "اور میرا خیال ہے کہ اس موقعہ پر نہایت نازک مزاج خاتونوں نے بھی سردی سے محفوظ رہنے کو تھوڑی سی چیری پر لنڈی ضرور نوش کی ہوگی"

"غالباً" میں نے تسلیم کیا "مگر مسٹر سنوارٹ . . . کیا وہ بھی لنچ کھانے کے لئے ٹھہرے تھے ؟"

"کیا ! . . . اہل خانہ کے ساتھ ؟" کیرن نے غضبناک ہو کر حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "یقیناً نہیں ! میلا کیس طرح ممکن ہے کہ وہ لنچ تمھگن ایک ایسے کم حیثیت شخص کو اپنے دسترخوان پر جگہ دیں ؟ البتہ انہوں نے ازراہ عنایت میری زبانی مسٹر سنوارٹ کو کہلا بھیجا تھا کہ تمہارے لئے لنچ کا سامان لائبریری کے کمرہ میں رکھوا دیا جائے گا"

"ازراہ عنایت !" میں نے طنز سے ساتھ کہا ۔

"ہاں ہاں" کیمرن نے میرے الفاظ اور لہجہ کی اہمیت کو محسوس نہ کرتے ہوئے کہا۔ "مگر مسٹر سٹوارٹ نے انکار کیا۔"

"اور اسے ایسا ہی کرنا چاہئے تھا" میں نے اس پستول کو سوچکر جو غریب معلم سے روا رکھی گئی تھی۔ غصہ میں بھر کر کہا۔

"کیا! ایسا ہی کرنا چاہئے تھا؟" کیمرن نے بڑھتی ہوئی حیرت کے ساتھ پوچھا۔ "کیوں کس لئے؟ میری اپنی رائے میں وہ چونکہ بہوکا نہ تھا اس لئے اس نے انکار کر دیا ہوگا کیونکہ اس قدر جوش اور تھکن کے بعد اس کی بھوک زائل ہو جانا قدرتی تھا۔"

"لیکن اگر مسٹر سٹوارٹ کی جگہ میں ہوتا" میں نے جوش کے ساتھ کہا "اور بھوک سے میری جان لبوں پر آ رہتی تو میں اس حالت میں اپنی جان سلامت رکھنے کے لئے بھی ایک لقمہ تک نہ سنبھال کرنے کے لئے تیار نہ ہوتا۔"

سکت کی سی حالت کیمرن پر طاری ہوگئی۔ اس کے چہرہ کے آثار سے پایا جاتا تھا کہ وہ یہ بات سمجھنے سے قاصر ہے کہ کیوں میں اس طرح کے منویانہ خیالات کا اظہار دانستہ ایچ متھگلن کی فیاضی اور مہمان نوازی کے برخلاف کر رہا ہوں۔ اس کی رائے میں نہ صرف ہائی لینڈس میں بلکہ سارے عالم کے طول و عرض میں سب سے بڑا رئیس تھا۔ خیر اس رنجیدہ گفتگو کو لمبا نہ کرنے کے خیال سے میں علیحدگی سے ایک طرف کو مڑا لیکن جس وقت میں کیمرن کو حیران و ششدر چھوڑ کر رخصت ہو رہا تھا تو بڑبڑاتی ہوئی آواز میں اس کے الفاظ میرے کانوں میں آئے "یہ بیچارہ انگریز ہے۔ اور اس ملک کے حالات کو بالکل نہیں جان سکتا۔ تاہم اس طرح کے خیالات۔ ایچ متھگلن کے برخلاف ظاہر کرنا... کیا میرے کان صحیح سنتے ہیں؟ یا میری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے؟"

باب ۴۶

ڈامنی کلیک مینن کی باتیں

اس روز والے ینگ تھنگن نے میرے سفر کیرنڈیل کا حال پوچھنے کے لئے مجھے طلب نہیں کیا میرا خیال یہ ہے کہ ہمیل کے ساحل پر جو پرجوش واقعات پیش آئے تھے ان کی وجہ سے میرے سفر کا خاطر بالکل ہی اس کے ذہن سے اتر گیا تھا۔ مجھے اس روز پھر ایمین سے ملنے کا اتفاق ہوا البتہ اس کے وہ سب عہدے دار اور سامان سڑکیاں کہ جو کمرۂ نشست میں بیٹھے جیل کے پانی سے لگاؤ دی سے سمندر کے جھونکوں کا مزا لے رہے تھے جس میں ینگ تھنگن کے وسیع باغات کے پھولوں کی خوشبو ملی ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ مسٹر لیما کس دبے پاؤں محل کے بغلی دروازہ سے نکلکر بڑی بیتابی اضطراب میں باغ کے ایک دور افتادہ سایہ دار مقام کی طرف ہو لیا میں خود اس وقت ینگ کے ایک حصہ میں ٹہلتا پھر رہا تھا لیکن یا تو اس نے مجھے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا تو میری موجودگی کو نظر انداز کر دیا اور اس سے یہ خیال میرے دل میں اور بھی مضبوطی کے ساتھ جم گیا کہ کسی طرح کا بوجھ ضرور اس کے دل پر پڑا ہوا ہے جس کی وجہ سے وہ گرد و نواح کے حالات کو دیکھنے یا ان کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر ہے کیونکہ اگر یہ حالت نہ ہوتی تو میرا خیال تھا وہ میری اس خدمت کے صلہ میں جو میں نے اس کے ننھے بھائیوں میں سے ایک کو غرقابی سے بچانے میں سر انجام دی تھی ضرور رسمی اور علامت کے ایک دو لفظ کہتا۔

خیر میں قصداً اپنے سے ہٹ کر باغ کے دوسرے حصہ کی طرف چلا گیا اور اس طرح چلتے ہوئے لاتعداد خیالات میرے دل میں پیدا ہونے شروع ہوئے جن میں اینیل کا تصور سب پر غالب تھا ایک سایہ دار کنج میں بنچ پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے خیالات پر غور کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہلکی گدگدی اس کے بعد کسی کے پیروں کی چاپ میری طرف کو آتی سنائی دی ایک دفعہ تو تم ہو گئی اس کے بعد پھر سنائی دینی شروع ہوئی تھی کہ میں نے معلوم کیا کہ وہ شخص نامعلوم

چل رہا تھا۔ کنج کے پاس پہنچکر ایک درخت کے سہارے کھڑا ہو گیا ہے۔ باغ کے اس حصہ میں کئی اور بڑے درخت تھے اور ان کے درمیان گلاب اور یاسمن کے چھوٹے اور خوش نما پودے اور بیلیں اس کثرت سے موجود تھیں کہ سبزہ و گلزار کا ایک پردہ سا تنا ہوا تھا جس کے ایک طرف کھڑا ہوا آدمی بیشتر کے حالات سے بالکل واقف نہ ہو سکتا تھا۔ علاوہ بریں درختوں کی جھکی ہوئی ٹہنیاں اس پردہ کو اور بھی زیادہ مکمل اور محفوظ بناتی تھیں۔ اس خیال سے کہ شاید یہ آواز مسٹر لینا کس دیا کے پیروں کی ہو اور وہ سیر کرتے کرتے اس طرف آ گیا ہو میں اس جگہ سے اٹھکر رخصت کی تیاری کرنے لگا لیکن شخص نامعلوم درخت کے تنے سے ساتھ اس طرح لگا کھڑا تھا کہ میں اگر اس کے پاس سے گذرتا تو وہ یقیناً میری موجودگی سے خبردار ہو جاتا مجبوراً مجھ کو بھی اسی جگہ ٹھہر گیا تاہم اس درخت کی شاخوں کے سرسراہٹ سے میں نے معلوم کیا کہ شخص مذکور سخت جوش کی حالت میں اس کا سہارا لئے کھڑا ہے

"آہ۔ وہ نظریں جو میں نے دیکھی تھیں" ایک آواز جسے میں نے فوراً پہچان لیا کہ مسٹر لینا کس کی ہے کہتے سنائی دی "کیا وہ سچ مچ کوئی خاص معنی رکھتی تھیں یا محض گرد و ہوا کا ہوا ہے؟ تاہم کتنا جوش انگیز دلدوز خیال پیدا کرنیوالا خیال ہے۔ اگر وہ بے معنی نہ تھیں تو وہ مرد حقیر جس کا خاندان ہے اور نہ دولت۔ اگر واقعی اس نے اپنی امیدوں کو اس قدر اونچا کیا ہے۔۔۔ لیکن نہیں یہ خیال ہی مضحکہ انگیز ہے۔ شاید یہ میرا وہم ہو کہ میں اس نگاہ کو اتنی اہمیت دے رہا ہوں نہیں یہ میری شان استغنا سے بعید ہے کہ میں اس معاملہ پر سنجیدگی سے غور کروں میرے لئے اس بارہ میں دو راہ سے کچھ کہنا میری اپنی کم ظرفی کا ثبوت ہوگا اس لئے یہ خیال ہی دل سے نکال دینا چاہیے تاہم میں نگرانی جاری رکھوں گا میں ضرور نگرانی رکھوں گا حالانکہ۔۔۔ یہ بھی ایک فعل معیوب ہے لیکن خدا کرے۔۔۔ اس جوش رقابت کا تو میں ہو۔ کاش وہ میرے سینہ میں پیدا ہوتا!"

اتنا کہکر لینا کس دیا پھر دیکھنے لگا شخص نامعلوم یقیناً وہی تھا تیز چلتا ایک طرف کو رخصت ہو گیا اور جلدی ہی اس کے ہٹتے ہوئے پیروں کی آواز فاصلہ پر سنائی دینی بند ہو گئی۔ تاہم اتفاقی طور پر بغیر کسی کوشش یا ارادہ کے مجھے اس کے خیالات سے واقف ہونے کا موقعہ مل گیا تھا یہ بھی

مجھکو معلوم ہو گیا تھا کہ جھیل کے ساحل کے اس نظارہ کو دیکھکر جس میں ڈونالڈ سٹوارٹ فرش زمین پر بے ہوش پڑا تھا اور ایلین اس کا سر اپنی گود میں لے بیٹھی تھی۔ لیناکس کے سینہ میں حسد و رشک کی تیز آگ شدت سے بھڑک اٹھی ہے اس میں شک نہیں ایک طرف وہ اپنے جذبات تکبر کی وجہ سے اس خیال کو بھی دل میں لانا قابل نفرت سمجھتا تھا لیکن دوسری جانب کوئی نہ جانی ہوئی طاقت اسے اپنی جکڑ میں لئے ہوئے تھی اور مسٹر سٹوارٹ کی حرکات کی جاسوسی پر اکسا رہی تھی۔ آہ اے عاشقان ناکام کتنی رنجدہ اور افسوسناک تمہاری حالت ہوتی ہے! یہ سوچے بغیر کہ وہ سنگدلانہ مشکلات ہر لحظہ نمایاں طور پر بڑھتی جا رہی ہیں تاہم اپنے جی میں اپنے اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا کہ اگر میری جذبات کسی لائق ہوئیں تو میں ان کے ذریعہ سے مسٹر سٹوارٹ اور مس دیاچر کی امداد سے کبھی دریغ نہ کروں گا۔

اس سے دوسرے دن صبح کو میں جب لیناکس دیاچر کے تبدیل لباس کے بعد اس کے کمرہ میں داخل ہوا تو اس کا چہرہ ستا ہوا اور زرد رنگ اور شب گذشتہ کی بے تابی اور اضطراب کے آثار اس پر اب تک نمودار تھے دیر سے آنے سے پہلے ہی بیدار ہو چکا تھا اور ابھی ابھی اٹھ کر منہ دھو کر فارغ ہوا تھا۔

"آہ۔ جوزف" اس نے مجھے دیکھکر اس طرح کے لہجہ اضطراب میں جو اس کی ذہنی بے تابی کا مظہر تھا کہا "کل تم نے بڑی ہمت کی کہ آپریشن کو بچا لیا۔ اس کے لئے میں تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں"

"صاحب میں خود آپ کی دیرینہ نوازی کا ممنون ہوں" میں نے جواب دیا "حادثہ اس میں شک نہیں بڑا سخت تھا تاہم خدا نے بڑی عنایت کی کہ کسی جان کا نقصان نہیں ہوا"

اس کے بعد تھوڑی دیر سکوت رہا۔ لیناکس کے چہرہ سے پایا جاتا تھا کہ وہ کسی فکر میں ہے اس کے بعد دفعتہً ایک فوری خیال کے اثر سے اس نے پھر کہا "جوزف میرے خیال میں والد نے تم کو سختی سے حکم دیا تھا کہ مس دیاچر کی خدمتگذاری میں تن دہی سے کرنا جس طرح میری لیکن اگر اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی وجہ سے میں تم سے ناراض ہوا تو ایسا ہونا قدرتی تھا۔ بہرحال اس وقت میں اس واقعہ کا ذکر اس لئے نہیں کرتا کہ مجھے اس کی یاد نا خوشگوار کو تازہ کرنا منظور ہے بلکہ۔۔۔ محض اس لئے۔۔۔"

وہ کہتا کہتا رک گیا اور میں نے دیکھا ایک عجیب طرح کی ذہنی کشمکش اس کے سینہ میں

جاری تھی، ایک طرف جوش رقابت اس کو بعض ہدایات جاری کرنے پر اکساتا تھا دوسری جانب طبعی فیاضی اور احساس تکبر اس فعل رذالت کی راہ میں مزاحم تھے افسوس طبع انسانی کی کمزوریاں سبا دفعات آدمی کے ذہنی اوصاف پر غالب آجاتی ہیں جب عشق کا غلبہ تیز قلب انسانی میں جاگزین ہوتا ہے تو پھر تکبر کا احساس بھی جوش رقابت میں دب جاتا ہے۔

"جزف میں یہ کہنا چاہتا تھا" لینا کس نے اس طرح جلد جلد بولتے ہوئے کہا گویا ایک فرض ناخوشگوار کو جس سے وہ دانستہ میں شرما رہا تھا جلد تر ادا کرنا چاہتا ہے "کہ تم والد کی ہدایت کے مطابق آن اوقات میں جب مس دنیا چر کسی کام کے لئے گاؤں جائے اور مجھے اس کے ہمراہ جانے کی فرصت نہ ہو ضرور اس کے ساتھ جاؤ کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم گاؤں تک جاکر واپس آجاؤ۔ بلکہ مس دنیا چر کو جہاں کہیں جانا ہو اس کے ساتھ ساتھ جاؤ کیا تم میرا مطلب سمجھ گئے؟ میں امید کرتا ہوں آئندہ تم اس موقعہ کی نسبت جب میں نے تمہیں آوارہ پھرتے دیکھا تھا اور تم مس دنیا چر کو چھوڑ کر ایک دوکان کے پاس پہنچ گئے تھے زیادہ احتیاط سے کام لوگے"

"جی سرکار میں ہمیشہ تعمیل ارشاد کرتا رہوں گا" میں نے جواب دیا۔

اس واردات دن کے گیارہ بجے کیمرون نے مجھ سے کہا کہ بڑی سرکار نے ایک اشد ضروری کام کے لئے فوراً تم کو یاد کیا ہے اور وہ لائبریری میں تمہارا انتظار کر رہے ہیں چنانچہ میں سیدھا اس طرف کو گیا کھلے دروازہ کھٹکھٹایا تو معلوم ہوا کہ مسٹر دنیا چر ڈونالڈ سٹوارٹ سے باتیں کر رہے ہیں میں یہ دیکھکر لوٹا تو پیچھے سے آنا چاہتا تھا مگر دانے اپنے مختصر گفتگو نے کہا "ٹھہرو جزف مسٹر سٹوارٹ سے میری گفتگو قریباً ختم ہو چکی ہے"

میں نے دروازہ پھیر دیا اور خود اس گفتگو کے خاتمہ کے انتظار میں اس کے پاس کھڑا ہو گیا مسٹر دنیا چر وسطی میز کے پاس بیٹھے تھے اور مسٹر سٹوارٹ اس میز کے دوسری جانب کھڑا تھا معلوم ہوتا تھا اول الذکر نے نوجوان معلم سے بیٹھنے کے لئے نہیں کہا علاوہ اس طرح کی تھی گویا مسٹر سٹوارٹ ایک تعلیم یافتہ مرد شریف ہونے کی بجائے گھر کا معمولی نوکر تھا یا یہ ایک اس طرح کا سین تھا

میں یہ دو شخص۔ ایک جن میں سے دوسرے کا مربی تھا اپنے اپنے پارٹ کو اس طریقہ پر ادا کر رہے تھے مراد اول الذکر آخر الذکر کے مقابلہ میں اپنی وجاہت اور اہمیت کو بالارادہ اس کے جذبات کو ٹھیس لگانے کے لئے نہیں بلکہ عادتاً واضع کر رہا ہے۔ تاہم میں نے دیکھا کہ گوڈونالڈ سٹوارٹ کے انداز مودبانہ تھے تاہم اس کے چہرہ سے اس طرح کے آثار کمتری و وقار ظاہر تھے جو کسی مرد شریف کے چہرے پر ہی پائے جا سکتے ہیں۔ زیادہ صاف لفظوں میں مسٹر سٹوارٹ کی حالت ظاہر کرتی تھی کہ گو ڈالئے ایچ تھنگلن کو اپنی دولت کا عزہ ہے تو اسے اپنے ذہنی اوصاف پر ناز ہے اور اپنے جی میں وہ اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس پہلو سے وہ اگر اس پر فائق نہیں تو اس کا ہم پلہ ضرور ہے۔

"مسٹر سٹوارٹ" والئے ایچ تھنگلن نے مجھے دروازہ کے پاس ٹھہرنے کا حکم صادر کرنے کے بعد سلسلہ تقریر جاری رکھکر کہا" جو وعدہ میں نے کیا تھا میں ہر وقت اس کا پابند ہوں آپ نے میری بھتیجی اور سب سے چھوٹے بچے کو غرقابی سے بچا کر جو احسان مجھ پر کیا ہے میں کبھی اس کو فراموش نہیں کر سکتا اور اس کے لئے پھر ایکبار شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میری رائے میں خالی شکریہ کے الفاظ اس مطلب کے لئے کافی نہیں ہیں میں نے اس شخص کو جو میرے لئے وکیل کو بھیجنے کا منہ مانگی مراد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مانگئے آپ کیا مانگنا چاہتے ہیں کیونکہ میری خواہش اس قرضہ اخلاقی کے بوجھ سے جلد تر سبکدوش ہونے کی ہے فی الحال میں ایک طرح پر آپ کا مقروض ہوں حالانکہ ایچ تھنگلن" اس نے فخریہ لہجہ میں کہا" کبھی کسی کا مقروض نہیں رہنا منظور نہیں کر سکتا۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" دفعتہً ڈامنی کی آواز کمرہ کے دور افتادہ حصہ سے آئی سائی دی چونکہ وہ ایک کھڑکی کے پاس صوفے پر دبکا سٹا بیٹھا تھا اس لئے میں نے پیشتر اس کو نہ دیکھا تھا" ہر ایک شریف آدمی کو چاہیئے کہ مقروض بنکر نہ رہے۔ چنانچہ یہی الفاظ میں نے اس شخص سے کہے تھے جو میرے قریب بیوگلن بکٹ کے مکان پر رہتا تھا اور جس پر دو مہینہ کے تین گنگ چھ پنس آتے تھے ... میرا خیال ہے دو مہینہ ہی کے تھے ... یا شاید تھال کے

ہوں... مگر صحیح حال میں سوچکر آپ کو بتاؤں گا۔"

"اس نے مسٹر سٹوارٹ" ڈائے ایچ متھگلن نے ڈامنی کلیک مینس کی بکواس کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ آپ اس سلسلہ میں طلب کرنا چاہتے ہوں کیجئے۔ مجھے اس کو پورا کرنے سے قطعاً دریغ نہ ہوگا۔"

"لیکن مسٹر دینا چر" سٹوارٹ نے جواب دیا" فی الحال کوئی خاص چیز ایسی نہیں ہے جو میں آپ سے طلب کرنا چاہوں..."

"مہربانی سے مجھے ایچ متھگلن کہکر مخاطب کیجئے" مسٹر دینا چر نے اپنا سر سنجیدگی سے اٹھاتے ہوئے کہا۔

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے پھر کہا" میرا اپنا قریبی رشتہ دار توکس ہی ڈاؤن آرڈر اگر آج رخصت کر جائے تو پھر لوگوں کا فرض ہوگا کہ وہ مجھے کلیک مینس اکنڈش کہکر مخاطب کریں۔ چنانچہ یہی بات میں نے ایک روز سالٹ کوٹ سے کہی تھی جب..."

"تاہم کہئے آپ کیا کہنا چاہتے تھے؟" ایچ متھگلن نے سٹوارٹ کو مخاطب کرکے پوچھا۔

"جی میں نقطۂ یہ عرض کرنا چاہتا تھا" نوجوان مسلم نے لہجہ و عبارت جواب دیا" کہ فی الحال چونکہ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو میں آپ سے طلب کرنا چاہوں اس لئے اگر آپ مجھے اس بات کی اجازت دیں کہ زمانہ آئندہ میں کسی موقعہ پر میں جب کوئی چیز اس سلسلہ میں مانگوں..."

"میں سمجھا" ایچ متھگلن نے سنجیدگی سے کہا" آپ میرے وعدہ کی مہلت بڑھانا چاہتے ہیں بہت اچھا۔ اگر آپ کو اصرار ہے تو مجھے انکار نہیں۔ کیونکہ کل کے واقعہ کے بعد میرے لئے اس بات پر زور دینا کہ آپ اپنا سوال فوراً ہی پیش کریں۔ یقیناً فیاضی سے بعید ہوگا۔ مجھے آپ کی خاطر منظور ہے اور میں اپنے وعدہ کی مہلت بڑھانا اس شرط کے ساتھ قبول کرتا ہوں کہ وہ غیر معمولی لمبی نہ ہونی چاہئے۔ یہ کہدینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا یہ وعدہ بعض شرطوں سے محدود ہے مثلاً یہ کہ آپ کا سوال اس قسم کا ہونا چاہئے کہ میرے لئے اسکو معقولیت کے ساتھ پورا کرنا ممکن ہو..."

"اطمینان فرمائیے اسی طرح ہوگا" سٹوارٹ نے جواب دیا "میں وہی چیز آپ سے مانگوں گا جس کا دینا جائز طور پر آپ کے اختیار میں ہو"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاکٹر نے جلدی سے کہا "یہ بات شروع میں ہی طے ہو جانی چاہئے کہ آپ کا سوال حد معقولیت سے باہر نہ ہوگا مثلاً آپ ایچ متھگلن سے آپ کے رہنے کا محل نہ مانگیں گے نہ ان کی جاگیر۔ نہ آپ ان کی بھتیجی سے شادی کی درخواست پیش کریں گے۔ نہ یہ کہیں گے کہ ان کے دو چھوٹے وحشی جانور سے آپ کی جان بچایا کریں۔ نہ یہ کہ میں آپ کو کشتی پر سوار کر کے جھیل کے پار لیجاؤں۔ کیونکہ اگر ایسا ہو۔ تو پھر ہم دونوں کا تہ نشین ہو جانا یقینی ہے۔ چنانچہ یاد آگیا اسی طرح ایک دفعہ سالٹ کوٹ نے۔۔۔"

"مسٹر کلیک سین نے اپنی عمر میں پہلی بار ضد انگیز بات کہی ہے" دانے ایچ متھگلن نے اپنے درمیانی لفظوں پر زور دیکر کہا "یقیناً مسٹر سٹوارٹ میرا وعدہ اس طرح سے جامع از معقولیت سوالات کے متعلق نہیں ہے۔ جو مسٹر کلیک سین آف کلیک سین آکنش نے بیان کئے ہیں"

حالانکہ آپ ڈاکٹر کے بے خبری میں مسٹر سٹوارٹ کے ایسین سے شادی کرنے کا ذکر چھیڑنے سے نوجوان مسلم کے رخساروں پر تیز سرخی پھیل گئی تھی کیونکہ الفاظ کی بغیر کسی ارادہ کے کہے گئے تھے تاہم وہ اپنے اندر واضح اہمیت رکھتے تھے۔ گو اس اہمیت کا حال اس وقت نہ پڑھے ڈاکٹر اور دانے ایچ متھگلن کو معلوم تھا چنانچہ مسٹر سٹوارٹ نے سرسری طور پر پھر ایک بار کہا "جی بے شک میں سمجھ گیا" اور اس کے بعد چپ ہو گیا۔ رہ گئی اس کے چہرہ کی سرخی تو اسے یا تو ایچ متھگلن نے دیکھا ہی نہیں یا اگر دیکھا تو اس کا مطلب کچھ اور سمجھ کے اسکو نظر انداز کر دیا چنانچہ اس کے بعد مسٹر سٹوارٹ مورہاؤس سلام کر کے لائبریری سے رخصت ہو گیا مگر جانے سے پہلے جیسا اس کا معمول تھا اس نے میری طرف دیکھکر اپنے چہرہ پر آثار تبسم پیدا کئے اور اس کے ساتھ ہی سر کو ذرا سا خم دیا۔

"اب جو دن" دانے ایچ متھگلن نے مجھ کو تکنے تانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا "تم

اپنے سفر کیرنڈیل کے حالات بیان کرو۔

"سرکار اس بارے میں میرا بیان نہایت مختصر ہے" میں نے جواب دیا۔ "جہاں تک میں نے دیکھا اور معلوم کیا مقامی رائے عامہ کے پرتھ شائر کے اخباروں نے ظاہر کیا تھا مرتنوں کے حق میں نہیں بلکہ خود کیرنڈیل کی عنایت میں ہے چنانچہ حال میں جب مرتن لوگ موضع کیرنڈیل گئے تو اہل دیہہ کی مخالفت کی وجہ سے ان کو قوراً ہی رخصت ہو جانا پڑا۔"

"گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مرتن لوگوں کے ارادوں کا حال جاننے میں بالکل کامیاب نہ ہو سکے" ایچ متھکلن نے جس کے چہرہ پر اب اضطراب نمودار ہو چکا تھا کہا۔ "یعنی اس صورت میں کہ معاملہ ان کے حق میں فیصل ہو۔"

"میرے آقائے نامدار جیسا خود خیال فرما سکتے ہیں" میں نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔ "اہل دیہہ کی اس علانیہ مخالفت کے بعد مرتن لوگ اپنے ارادوں کے اظہار پر کمر آمادہ ہو سکتے تھے"

"میں سمجھا" ایچ متھکلن نے بڑھتی ہوئی پریشانی کے ساتھ کہا "بہرحال تم سے کوئی شکایت نہیں۔ تم نے جہاں تک ممکن تھا اپنی طرف سے پوری کوشش کی۔۔۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاہنی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "اور اب اگر مسٹر لگزمنڈ کیرن ڈیل اپنے حقوق حاصل کرنے میں واقعی کامیاب ہو گیا۔۔۔"

"حقوق، مسٹر کلیک مینن!" ایچ متھکلن نے غصہ میں بھر کر ڈاہنی کی طرف مڑتے ہوئے کہا "آپ کن حقوق کا ذکر کرتے ہیں؟ اس شخص کو کوئی حقوق قطعاً حاصل نہیں ہیں۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک!" ڈاہنی نے ازراہ حماقت دہی دہرا دیا۔ اپنے ہوئے کہا۔

"حقوق نہیں میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اپنے فرائض حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر اس میں جرف بیچارے کا کوئی قصور نہ ہوگا۔"

جرف والے ایچ متھکلن نے جسے ڈاہنی کلیک مینن کے سابقہ فقرہ کی وجہ سے سخت غصہ آگیا تھا بدستور جوش میں بھر کر کہا "کل تم نے میرے عزیز بیٹے کی جان بچائی تھی۔ اس لیئے

ہیں۔ واسطے ایچ متھگلن فی الحال تمہارا مقروض ہوں۔"

"عالی جاہ۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں" میں نے اس واقعہ کو یاد کر کے جلدی سے کہا کہ واسطے ایچ متھگلن کو لفظ مقروض سے کتنی سخت نفرت ہے "میں نے جو کچھ کیا۔ وہ آپ کے ادنیٰ نمک خوار کی حیثیت میں اپنا فرض سمجھ کے کیا تھا۔۔۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے قطع کلام کر کے کہا "جس طرح میرے دوست بیلی آڈمل ہیڈ کا یہ فرض تھا کہ وہ چلتے چلتے تالاب میں گر گیا۔۔۔ لیکن نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس کا فرض تھا کہ اس نے بدمعاش دہل بنکی کو اس جرم میں جیل خانہ بھجوایا کہ اس نے ٹھوکر کر بیلی آڈل ہیڈ کو تالاب میں گرایا تھا۔۔ میرے خیال میں وہ تالاب ہی تھا۔۔ یا شاید سمندر بہرحال میں سارا واقعہ یاد کر کے بتا دوں گا اور وہ حافظہ کی تقویت کے خیال سے سلسل دو منٹ ملاس چڑھاتا رہا۔

"سنو جرف" ایچ متھگلن نے کہنہ شدہ ایچ کیا "تم خواہ مانو یا نہ مانو میں بہرحال اپنے آپ کو تمہارا مقروض سمجھتا ہوں۔ اور اس قرضہ کو ادا کرنا میرا فرض ہے پس یہ لو اس تھیلی میں پچاس پونڈ ہیں۔ انہیں اس قرضہ کی بے باقی میں وصول کر دینا۔ میں اس بارہ میں کسی طرح کا اعتراض سننا نہیں چاہتا۔ یہ ایچ متھگلن کا حکم ہے اور ضرور تم کو اس کی تعمیل کرنی پڑے گی۔"

اس کے بعد میرے لئے کچھ کہنا غیر ممکن ہو گیا اور گو یہ صحیح ہے کہ میرے نقطہ خیال سے ایک بنی نوع انسان کی جان بچانا اس طرح کا مقدس فرض تھا جس کا معاوضہ زر وجواہر کی صورت میں ہرگز ادا نہیں ہو سکتا تاہم والئے ایچ متھگلن کی ناراضگی کے خوف سے میں نے روپیہ کی تھیلی چپکے سے اپنے ہاتھ میں لے لی اور اس کے بعد شکریہ ادا کر کے رخصت کی تیاری کر رہا تھا کہ ایچ متھگلن نے کوئی بات یاد کر کے پھر مجھکو بلایا۔

"جرف" اس نے کہا "حال کے واقعات کے بعد میں تم کو ملامت کرنا نہیں چاہتا تاہم اس ہدایت کی یاد تمہارے ذہن میں تازہ کرنا میرا فرض ہے جو پیشتر میں نے اس بارہ میں تم کو

دی تھی۔ کہ جب کبھی میری بھتیجی مس دنیا چرگاؤں کو جانا چاہے تو ضرور تم نے اس کے ساتھ جایا کرنا۔ مگر ان حالات سے جو میرے سننے میں آئے ہیں پایا جاتا ہے کہ آخری مرتبہ جب تم اس کے ساتھ گئے تھے تو تم نے اس فرض کی ادائیگی میں بڑی غفلت کی تھی۔ یاد رکھو میں اس غفلت کے لئے تم کو ملامت نہیں کرتا۔ صرف یاد دہانی کے طور پر کہتا ہوں کہ آئندہ جب کبھی تمہیں اس کے ساتھ جانے کا اتفاق ہو۔ تو رستہ میں دوکانوں کے دروازوں یا کھڑکیوں کے پاس منہ پھاڑ کر دیکھنے کے لئے کھڑے نہ ہو جانا بلکہ جیسا تمہارا فرض ہے۔ مس دنیا چرکے ساتھ ساتھ رہنا سمجھے؟"

اور اس کے بعد میرے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے مجھے ہاتھ کے اشارہ سے رخصت ہونے کے لئے کہا جیسا کہ سمجھا جا سکتا ہے میں ایک لفظ تک کہے بغیر چپ چاپ باہر آ گیا تاہم اس واقعہ سے ڈوڈلڈ سٹوارٹ کے برخلاف لیڈی مس دنیا چر کے بڑھے ہوئے جوش رقابت کا اور بھی مکمل ثبوت مل گیا کیونکہ ظاہر تھا اسی نے بعض اس طرح کی باتیں شکایت کے طور پر اپنے باپ سے کہی تھیں جن کی بنا پر والئے ریچ متھگلن نے اس موقعہ پر اپنی سابقہ ہدایات کو ترہی ہوئی سختی کے ساتھ دہرانے کی ضرورت سمجھی ہے۔

ایک دو روز سے موسم کی حالت تبدیل ہونے لگی تھی اور اس دن چونکہ چھاجوں پانی برس رہا تھا اس لئے سارے مہمان گھر میں ہی رہے۔ موسم کی یہ ناخوشگوار حالت چار پانچ دن قائم رہی اور جب آخر کار مطلع صاف ہوا تو سب مہمان یکے بعد دیگرے رخصت ہونے لگے اور پھر ایک بار ریچ متھگلن میں درسکون قائم ہو گیا۔ اسی اثنا میں میرے پاس دافر نقدی جمع تھی اس نے خیال آیا کہ جو روپیہ میں نے والٹر ڈم کے دلسوز پٹھان سے فوری اخراجات کے لئے دست گرداں لیا تھا وہ اس کو واپس بھیج دینا چاہئے اس مطلب کے لئے پھر ایک بار موضع متھگلن کے قریب مسٹر دنیا چر کے ساہوکار کی کوٹھی پر جانے کی ضرورت پیش آئی اور مطلع صاف ہو جانے اور مہمانوں

کے رخصت ہونے کے بعد میں ایک روز سپہر کو اس مطلب کے لئے گاؤں جانے کا ارادہ کر رہا تھا کہ مسٹر ڈیا چرا ویلیناکس دونوں نے چونکہ خاص طور پر اس بات کی تاکید کی تھی کہ جب کبھی ایلین کو گاؤں جانا ہو تو ضرور اس کے ہمراہ جایا کرنا اس لئے ایک دو گھنٹے کی غیر حاضری سے پہلے لیا یہ دریافت کر لینا واجب نہ ہوگا کہ مس دیا چر کو فی الحال میری خدمات درکار ہیں یا نہیں یہ سوچکر میں گول کمرہ میں گیا اور اس جگہ دیکھا کہ مس دیا چر ایک کتاب لئے بیٹھی ہے۔ دائے رنج مقتحگلن اخبار دیکھ رہا ہے اور ڈاہی ایک کونے میں صوفے پر بیٹھا اونگھتا ہے۔ لیناکس کے بارہ میں پہلے ہی مجھکو معلوم تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کے باہر گیا ہوا ہے۔

"پادری یہ دریافت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں" میں نے مس دیا چر سے مودبانہ کہا۔ "کیا آج سہ پہر آپ کو میری خدمات درکار ہوں گی؟"

الفاظ گو نرم لہجہ میں کہے گئے تھے تاہم وہ دو لئے رنج مقتحگلن کے کانوں تک بھی پہنچ گئے اس نے عنایت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھا پھر کہنے لگا "ہرگز نہیں تم بڑے ہی فرض شناس نوکر ہو" اور پھر اپنی بھتیجی کی طرف مڑکر "ایلین" اس نے کہا "کئی دن سے تم کو باہر جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ اس لئے میرے خیال میں تم اگر گاؤں تک سیر کر آؤ۔ تو خوب ہوگا۔ مجھے لیناکس کی غفلت پر سخت غصہ آتا ہے کہ وہ تمہیں اپنے ساتھ کیوں نہ لیگیا؟"

"لیناکس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لئے کہا تھا" مس دیا چر نے جواب دیا "لیکن میری طبیعت چونکہ ناساز تھی۔۔۔"

"آہ۔ اگر ایسا ہے تو پھر ضرور تم کو سیر کے لئے باہر جانا چاہئے" رنج مقتحگلن نے کہا "کیونکہ اس سے یقیناً تم کو فائدہ ہوگا۔ علاوہ بریں میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ جب اس سے پہلے میں نے ایک موقعہ پر تمہیں تنہا جانے سے روکا تھا۔ تو اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ تم گاؤں کے حدود میں جانا بالکل ہی ترک کر دو۔"

"بہت اچھا آپ چونکہ حکم دیتے ہیں۔ اس لئے میں چلی جاتی ہوں" مس دیا چر نے کہا

اور اس کے بعد میری طرف مڑ کر حسب معمول عنایت آمیز لہجہ میں اس نے کہا "جوزف۔ دس منٹ ٹھہرو میں ابھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوتی ہوں"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاسنی نے کہا" اور میں خود بھی اس موقعہ پر مس امیلین کے ساتھ گاؤں تک جاؤں گی کیونکہ وہ لباس جو میں پچھلی بار خرید کر لایا تھا۔ اچھی طرح سے نہیں سی گئی اگر میرا دوست سالٹ کوٹ اس جگہ ہوتا۔ تو میں اسی کی ڈبیا سے ایک آدھ چٹکی لے لیتا۔ اور اس سلسلہ میں یہ بھی یاد آگیا کہ میں..."

لیکن اس حکایت کا باقی حصہ مجھکو معلوم نہ ہو سکا۔ کیونکہ مجھے مس دنیا چر کا انتظار کرنے کے لئے ڈیوڑھی میں حاضر ہونا تھا۔ اس کے چند منٹ بعد وہ جب اس جگہ آئی۔ تو میں نے دیکھا کہ ڈاسنی عجیب طرح کی صورت بنائے اس کے پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا۔ میرا خیال ہے وہ اس حکایت کو یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو اس نے تھوڑی دیر پہلے بیان کرنی شروع کی تھی غیر ہم تینوں گھاٹ کی طرف گئے اور کشتی پر سوار ہوئے۔ راستہ میں مسٹر کلیک مین کو اس حکایت کے عوض جو اس نے ناتمام چھوڑی تھی وہ تجویز یاد آگئی۔ جو اس نے پھیل پر پل بندھوائے جانے کے بارہ میں پیش کی تھی۔ چنانچہ مس دنیا چر سے مخاطب ہو کر اس نے کہا۔

"کیوں مس امیلین۔ کیا اگر اس جھیل پر ایک پل تعمیر کرا دیا جائے تو آپ کی رائے میں اس روز روز کی کشتیوں کی زحمت کے مقابلہ میں فائدہ مند نہ ہوگا؟ کم از کم مجھے اس کی تیاری سے بہت خوشی ہوگی اور اسی طرح میرے دوست سالٹ کوٹ کو بھی۔ اگر وہ کبھی مجھ سے ملنے کے لئے اس جگہ آئے۔ لیکن یاد آگیا۔ اس روز کشتی کے حادثہ کے موقعہ پر کئی شخصوں نے کئی دوسرے شخصوں کو غرقابی سے بچایا۔ تو مجھے اس بات کی حسرت باقی رہ گئی کہ میں اس وقت کسی کو نہ بچا سکا۔ کاش میں ننھے لوکیل کو ہی بچا لیتا اور اس سلسلہ میں مجھے ایک حکایت اور یاد آگئی ہے..."

لیکن کیوں مسٹر کلیک مین مس دنیا چر نے مسکراتے ہوئے پوچھا "کیوں آپ کو یہ

خواہش پیدا ہوئی ہے کہ آپ بھی کسی کو بچاتے ؟"

" بالکل صحیح ۔ بالکل ٹھیک " ڈامنی نے جواب دیا " مس ایلین ایپ کا سوال بیشک پر معنی ہے ۔ تم کیا آپ کو بھول گیا کہ دانے ایچ متھگلن نے وعدہ کیا تھا کہ جو شخص لوکیل کو بچائے گا ۔ میں اسے منہ مانگی مراد دوں گا ۔ اب اگر میں لوکیل کو بچانے میں کامیاب ہو جاتا ۔ تو لازمی طور پر یہی درخواست پیش کرتا کہ اس جیل پر ایک بم گرا دیا جائے ۔ لیکن میری قسمتی سے لوکیل کو مسٹر سٹوارٹ نے بچا لیا اور ہاں یاد آگیا میں نے اس واقعہ کی اطلاع اپنے دوست مسٹر سالٹ کو بھی دی تھی ۔ اور بیلی آزل ہیڈ کو بھی ۔ اور میں یقیناً بیوہ گلس بکٹ کو بھی دیتا اگر وہ زندہ ہوتی ۔ ۔ ۔ "

اتنا کہکر ڈامنی کلیک مشین ہاس چڑھانے کے لئے ٹھہر گیا اور اس وقفہ میں میں نے دیکھا کہ اس واقعہ کے سلسلہ میں ڈونالڈ سٹوارٹ کا ذکر آنے سے ایلین کے رخساروں پر جوش رحمت کی سرخی پیدا ہو گئی تھی ۔

" افسوس مجھ سے کیسی بھول ہوئی " دفعتہ ڈامنی نے سر اٹھایا ۔ اپنی نگاہ کو عام نظر انداز کر کے کہنا شروع کیا " اس روز جب دانے ایچ متھگلن مسٹر سٹوارٹ سے کہہ رہے تھے کہ جو کچھ آپ کو بطور انعام طلب کرنا ہو مجھ سے کہیئے ۔ اور مسٹر سٹوارٹ نے کہا تھا کہ میں فی الحال کوئی چیز طلب کرنا نہیں چاہتا تو کیا ہی اچھا ہوتا اگر میں یاد دہانی کے طور پر مسٹر سٹوارٹ سے کہہ دیتا کہ آپ ایچ متھگلن سے پل کی تیاری کی درخواست کریں ۔ میری اپنی رائے میں اگر اس طرح کا موقعہ میرے دوست بیلی آزل ہیڈ سکنہ گیلو گیٹ کو حاصل ہوتا ۔ تو وہ ہرگز اسے ہاتھ سے نہ دیتا ۔ خیر مجھ سے بھی غلطی ہوئی کہ وقت پر یاد دہانی نہ کر سکا ۔ میں نے مسٹر سٹوارٹ سے کئی چیزوں کا ذکر کیا تھا ۔ جو اسے ایچ متھگلن سے طلب کرنی چاہیئں ۔ مگر یہ کہنا بھول گیا کہ اسے کیا طلب کرنا چاہیئے ۔ اور ہاں یاد آگیا مس ایلین ۔ میں نے مسٹر سٹوارٹ سے یہ بھی کہا تھا کہ آپ کو اس دیدہ دلیری کا مرتکب نہ ہونا چاہیئے کہ مس ایلین سے شادی کی درخواست پیش کریں ۔ ۔ ۔ "

"آہ۔ دیکھئے مسٹر کلیک مین" مس وینا چر نے شرما کر مضمون بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا: "اس جگہ جھیل کے وسط سے ایچ کا نظارہ کتنا دلفریب ہے۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک"۔ ڈامنی نے تسلیم کیا "لیکن وہ اور بھی زیادہ دلفریب ہے اگر اسے پل پر کھڑا ہو کر دیکھا جائے" اور اس کے بعد از راہ حماقت پھر اسی رنجیدہ مضمون کی طرف آتے ہوئے "میں نے ڈونالڈ سٹوارٹ سے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ وہ آپ سے شادی کی درخواست پیش نہ کرے کیونکہ اس کا خاندان اونچا ہے اور نہ اس کے پاس دولت ہے۔ نیز مجھ کو علوم ہے کہ آپ کو اپنے منگیتر لینکس سے اتنی ہی گہری محبت ہے جتنی کسی نوجوان خاتون کو ہونی چاہئے اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ ایک دفعہ میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہا تھا۔۔۔"

لیکن ڈامنی بیچارہ اتنا ہی کہنے پایا تھا کہ ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور اس کی کھلی ہوئی ڈبیا کی ساری ہاس ڈامنی کے منہ پر جا پڑی۔ کئی منٹ تک وہ اپنے منہ اور آنکھوں کو رومال سے صاف کرنے کی کوشش کرتا رہا اور جب آخر کار اس کام سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا اس کی آنکھیں سرخ اور آبگوں تھیں۔ اپنے دل میں میں مس وینا چر کے لئے رحم محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا جسے احمق ڈامنی کی باتوں سے یقیناً ذہنی تکلیف ہوئی ہوگی اور اس پہلو سے مجھے یہ دیکھکر خوشی ہوئی کہ ہاس اڑنے کا واقعہ نا خوشگوار کم از کم ایلین کے حق میں رحمت ثابت ہوا کیونکہ اس کے بعد یہ مضمون ڈامنی کے ذہن سے بالکل اتر گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد کشتی ساحل کے پاس جا لگی۔ مسٹر کلیک مین نے مس وینا چر کو اپنے بازو کا سہارا دیکر اتارا اور میں حسب معمول مودبانہ فاصلہ پر ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ گاؤں میں پہنچکر ڈامنی تنباکو فروش کی دکان پر جانے کیلئے ہم سے علیحدہ ہو گیا۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد جب اس کی صورت نظروں سے اوجھل ہوئی۔ تو میں نے دو قدم بڑھکر مس ایلین سے کہا "بانو اگر آپ اجازت دیں۔ تو

میں آدھ گھنٹہ کے لئے اپنا ایک کام کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جس جگہ حکم دیں حاضر ہو جاؤں گا۔"

وہ تھوڑی دیر متحیرانہ میری طرف دیکھتی رہی۔ اس اثنا میں اس کے چہرہ کی رنگت کبھی سرخ کبھی پیلی ہو جاتی تھی۔ تاہم میں نے کسی طرح کے آثار اپنے چہرہ پر نمودار نہ ہونے دیئے کیونکہ میں اپنے کسی فعل کے ذریعہ سے اس خاتون پر یہ بات ظاہر نہ کرنا چاہتا تھا کہ میں اس کے گھر کا اور اس کا ذکر اس کے رازِ عشق سے واقف ہوں۔ اور اپنے کام کا بہانہ پیش کر کے دراصل اسے اپنے دلدار سے ملنے کا موقعہ دینا چاہتا ہوں۔

"جو حرف" اس نے ہکی بکی گھبرائی ہوئی آواز سے کہا "کیا تم بھول گئے کہ تمہیں اس بارہ میں سختی سے تاکید کی گئی تھی کہ۔۔۔"

"جی بیشک میں ان ہدایات کو بھولا نہیں ہوں" میں نے جواب دیا "تاہم اس وقت میں چونکہ آپ کے تابع فرمان ہوں۔ اس لئے آپ ہی کی ہدایات میرے لئے افضل ہیں۔ پس میں درخواست کرتا ہوں کہ از راہ عنایت مجھے آدھ گھنٹہ کی مہلت عطا فرمایئے۔ میں گاؤں کے ساہوکار کی معرفت کچھ روپیہ روانہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"تو بہت اچھا جاؤ" اسیلین نے جواب دیا "بعد ازاں جبکہ اپنے کام سے فارغ ہو جاؤ تو گاؤں کے گرجا کے پاس میرا انتظار کرنا۔"

اس کے بعد میں رخصت ہو گیا۔ اپنے جی میں مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ مسٹر سٹوارٹ ہم سے تھوڑی دیر پہلے تلہ سے رخصت ہوا تھا ضرور اس موقعہ کا منتظر ہوگا اور اس سے فائدہ حاصل کرنے سے دریغ نہ کرے گا۔ ساہوکار کے مکان پر جا کر میں نے اپنی ضرورت اس سے بیان کی اور وہ سابق کی طرح فوراً میری امداد کے لئے آمادہ ہو گیا۔ اس کی نیکی اور شرافت کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ کس لئے تم اڑھائی سو روپیہ روانہ کر رہے ہو۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں پھر ایکبار گاؤں

کی طرف مڑا اور وہ خط جس میں میں نے دلنڈیزی کپتان کو ترسیل زر کی اطلاع دی تھی ڈاک خانہ میں ڈالا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ اس خط میں میں نے کپتان مذکور کا اس کی عنایات کے لئے پھر ایک بار تہ دل سے شکریہ ادا کیا تھا لیکن جس وقت ڈاک خانہ سے باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ مسٹر ڈنکنسبی وکیل سامنے سے چلا آرہا ہے۔ اس نے جس وقت مجھے کو دل کی دردی پہنے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں فرط حیرت سے کھل گئیں اور مجھ کو اس قدر شرم و ندامت محسوس ہوئی کہ جی چاہتا تھا زمین میرے قدموں میں پھٹ جائے اور میں کھڑا کھڑا اس میں سما جاؤں۔ خیالات جو اس موقعہ پر میرے دل میں پیدا ہوئے یہ تھے کہ مسٹر ڈنکنسبی کو یہ سر چکر سخت غصہ آئے گا کہ میں نے جو ایک حقیر دائے لوکر تھا دو بار اپنے آپ کو سرو شتہ ربیعہ کی صورت میں پیش کر کے علمی حیثیت سے اپنے آپ کو اس کے برابر ظاہر کیا۔ علاوہ بریں قدرتی طور پر وہ یہ بھی سمجھے گا کہ دائے ایچ تھگسن کا نوکر نیک ادنے جاسوس تنکہ کیرن ڈیل اور اس کی ریاست کے بارہ میں حالات تحقیق کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ تھوڑی دیر وہ حیرت آمیز نظروں سے میری طرف دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہ سے خوش طبعی کے آثار غائب ہو گئے۔ اور ان کی جگہ سختی کی جھلک نظر آنے لگی اس کے بعد اس نے کہا "آہ۔ کیا تم وہی جوزف رامسٹم ہو جو ایچ تھگسن کے ایوان میں مہمان بن کے ٹھہرا تھا؟" اور اس نے اپنے فقرہ کے آخری حصہ پر خاص طور سے زور دیا۔

"مسٹر ڈنکنسبی" میں نے مشکل سے اوسان بحال کرتے ہوئے کہا "میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ جلدی سے کوئی رائے میرے برخلاف قائم نہ کریں۔ اس میں شک نہیں کہ حالات میرے خلاف ہیں۔۔۔"

"بے شک خلاف ہیں" وکیل نے تند نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "میں خیال کرتا تھا تم ایک صاف باطن ایماندار نوجوان ہو اور میں چاہتا ہوں کہ اب بھی مجھے اس رائے میں تبدیلی نہ کرنی پڑے۔"

"جی ہنس۔ مجھکو پورا یقین ہے کہ ایسا نہ ہوگا" میں نے پرجوش لہجہ میں کہا "میں آپ کی عنایتوں کو بھولا نہیں ہوں اور میری اپنی خواہش یہ ہے کہ وہ نیک رائے جو آپ نے میری نسبت قائم کی تھی۔ آئندہ بھی قائم رہے"

"بس۔ بس۔ میں خود بھی یہی چاہتا ہوں" مسٹر ڈنکنسی نے کہا "تم اگر ایچ متھگلن کے نوکر ہو اور اپنے آپ کو مرد شریف ظاہر کرتے رہے ہو تو مجھے اس کی پروا نہیں لیکن اگر یہ بات ثابت ہوگئی کہ تم نے دھوکے سے میرا اعتماد حاصل کر کے راز کی باتیں دریافت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو اس صورت میں . . . تاہم اندر آجاؤ۔ میں پہلے تمہارا بیان سننا چاہتا ہوں"

یہ کہکر وہ تیز چلتا گاؤں کی سڑک میں داخل ہوگیا اور میں بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر گیا۔ ایک علیحدہ کمرہ میں بیٹھکر اس نے مجھے کرسی پیش کی اور اس کے بعد اشارہ سے حالات بیان کرنے کے لئے کہا۔

"مسٹر ڈنکنسی آپ کو یاد ہوگا" میں نے کہنا شروع کیا "ہماری پہلی ملاقات پرتھ میں ہوئی تھی۔ اور اس وقت آپ نے تجویز پیش کی تھی کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی گاڑی پر کیرنڈیل تک سفر کروں۔ اس وقت یہ الفاظ میری نوک زبان پر تھے کہ میں ایک ادنیٰ خدمت گذار آپ کے ساتھ مل کر . . ."

"اچھا خیر میں سمجھ گیا" ڈنکنسی نے قطع کلام کر کے کہا "تم یہ بات کہنا چاہتے تھے لیکن اس خیال سے رہ گئے کہ تھوڑی دور کا سفر ہے۔ اس کے بعد پھر شاید ایک دوسرے سے ملنا ہو یا نہ ہو۔ بے شک اس میں ہرج کی کوئی بات نہ تھی۔ علاوہ بریں جہاں تک مجھ کو یاد ہے وہ سفر بڑے آرام سے طے ہوا تھا اور تمہاری باتیں . . . میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری باتیں ایسی ہی تھیں جو کسی مرد شریف کی ہونی چاہئیں"

"آہ مسٹر ڈنکنسی۔ میری تربیت ایک شریف زادہ کی طرح ہوئی تھی" میں نے عہد ماضی کے حالات یاد کر کے حسرت ناک لہجہ میں کہا اور میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو

بھر آئے۔

"عظیم دین کوئی ایسی بات کہنا نہ چاہتا تھا جو تمہاری دلآزاری کا موجب ہو" نیک دل وکیل نے نرم لہجہ میں کہا۔ "علاوہ بریں اگر کوئی آدمی اپنی روزی محنت سے کماتا ہے۔ تو میں اس کو برا نہیں سمجھتا۔ کیونکہ ہر شخص کو اپنے اپنے طور پر محنت کر کے ہی روزی کمانی پڑتی ہے۔ تاہم میں جو بات پوچھنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ اس روز جب تم کنگز ہیل میں مجھ سے ملے تھے ... تو کیا اس وقت تم ایچ متھگلن کے ہاں ملازم نہ تھے؟"

"جی ہے شک اس زمانہ میں بھی میں ایچ متھگلن کا ہی ملازم تھا" میں نے سٹرڈ لکنسبی کی متجسس نگاہ کا مقابلہ کرتے ہوئے جواب دیا۔ "تاہم اصل حقیقت جو کچھ تھی میں اپنے آپ کو مجبور پاتا ہوں۔ دراصل مسٹر ونیا چرنے مجھے بعض استفسارات کے سلسلے میں کیرنڈیل بھیجا تھا۔ اور گو مجھے طبعاً اس کام سے نفرت تھی۔ تاہم ایچ متھگلن کے ملازم کی حیثیت میں میں تعمیل حکم سے انکار نہ کر سکا۔ اس کے ساتھ ہی میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے جی میں اس بات کا مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ واپس جا کر کوئی ایسی بات مسٹر ونیا چر سے بیان نہ کروں گا جو سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے اغراض و مقاصد کے برخلاف ہو۔ فی الحقیقت میرا ہرگز ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ سر الیگزینڈر کے نجی معاملات میں بیجا دخل اندازی کروں۔ چنانچہ واپس جا کر میں نے ایچ متھگلن سے محض اس قدر بیان کرنا کافی سمجھا کہ سر الیگزینڈر کے مقدمہ میں فتحیاب ہونے کے امکانات واقعی اتنے بعید نہیں جتنا پرتھشائر کے بعض اخبارات نے ظاہر کیا تھا۔ نیز یہ کہ اتنی ہر دلعزیزی سر الیگزینڈر کو اپنی رعیت میں حاصل ہے کہ سب لوگ اس کے نام کی پرستش کرتے ہیں۔"

میرے اس بیان کو سنکر نیک دل مسٹر ڈنکنسبی کی آنکھوں سے شک و شبہ کے آثار بالکل غائب ہو گئے۔ اس نے مسرور نظروں سے میری طرف دیکھا۔ پھر خوش ہو کر کہا "بس بس۔ اب میرا اطمینان ہو گیا۔ میں مانتا ہوں کہ جو کچھ تم بیان کرتے ہو۔ بالکل صحیح ہے"

"اے صاحب میں پورے دل سے آپ کو یقین دلاتا چاہتا ہوں کہ مسز انگیز نیڈر سے جو مہربانی غائبانہ مجھکو ہو چکی تھی۔ وہ اس واقعہ کے بعد اگر ممکن سمجھا جا سکے۔ تو پہلے کی نسبت زیادہ مضبوط ہو گئی ہے۔ فی الحقیقت مجھے ان خاندانی عداوتوں سے جو سرزمین سکاٹ لینڈ سے مخصوص ہیں سخت نفرت ہے۔ چنانچہ بارہا لیچ تھگلن کے دوسرے نوکروں کے روبرو میرے منہ سے جوش بے اختیاری میں ایسے الفاظ بھی نکلے ہیں جن سے یقیناً ان کے دلوں کو صدمہ پہنچا ہوگا۔ تاہم میں مجبور ہوں۔ اس ملک کے باشندوں کے لاتعداد اوصاف کی قدر کرتے ہوئے میں پھر ایک بار کہتا ہوں کہ ان کی دو باتیں مجھے بالکل ناپسند ہیں۔ ایک ان کا خاندانی تکبر۔ دوسرے ان کی خاندانی عداوتیں۔"

"میرا اپنا یہی خیال ہے" مسٹر ڈنکنسبی نے کہا "اس میں شک نہیں ہائی لینڈس کے باشندے بڑے شریف نہایت شجاع اور پورے مہمان نواز ہیں۔ تاہم یہ دو کمزوریاں ان میں پائی جاتی ہیں۔ بہرحال تمہارے اس بیان سے میرے دل کو پورا اطمینان حاصل ہو گیا۔ اب ہم تم پھر ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ میرے اپنے دل میں کسی طرح کا بے جا تکبر بالکل نہیں ہے پس اگر تم ایک گلاس شراب کا مجھ سے مل کر پینا قبول کرو۔۔۔"

"میں اس عنایت کا شکر یہ ادا کرتا ہوں" میں نے جواب دیا "تاہم فی الحال مجھے ٹھہرنے کی فرصت نہیں ہے اس کے ساتھ ہی میرے دل کو اس خیال سے بے حد خوشی ہوئی ہے کہ اب میرے برخلاف کوئی بدگمانی آپ کو نہیں اگر ہوتی تو یقین کیجئے میں سخت ہی غمزدہ ہوتا۔"

"میرے نوجوان دوست۔ خدا تم کو برکت دے" مسٹر ڈنکنسبی نے پرجوش لہجہ میں کہا "سچ جانو کہ وہ رائے جو میں نے پیشتر تمہاری نسبت قائم کی تھی۔ اس واقعہ کے بعد اور بھی اچھی ہو گئی ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں محکمہ اس جگہ موضع تھگلن میں

دیکھکر ضرور حیرت ہوئی ہوگی۔ تاہم ... ایک کام کے سلسلہ میں میری تھوڑی سی ضروری تھی اور میں چاہتا ہوں کہ تم ہوچ متعلقین کے روبرو اس واقعہ کا ذکر بالکل نہ کرو کہ وہ وکیل جو سر الیگزینڈر کیرنڈیل کی طرف سے مقدمہ کی پیروی کر رہے ہے اس جگہ آیا تھا۔"

"اطمینان رکھیے کہ میں آپ کی اس تاکید کے بغیر بھی ہرگز ہرگز ذکر نہ کرتا۔"

میں نے جواب دیا "اور اب اگر آپ اجازت دیں تو میں رخصت ہونا چاہتا ہوں ..."

"تاہم ٹھہرو" وکیل نے قطع کلام کرکے کہا "میں اس گفتگو کے سلسلہ میں یہ بھی تم کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ مقدمہ کی موجودہ رفتار کیا ہے۔ مرتھن لوگ اس بات پر اڑے ہوئے ہیں کہ لیں گے تو سب کچھ لیں گے اور مصالحت کسی حال میں قبول نہ کریں گے۔ خیر ہم ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں۔ میری امید نہ پہلے کی نسبت کمزور ہے۔ نہ مضبوط۔ بہرحال چند ماہ کے عرصہ میں بات ایک طرف ہو جائے گی یا ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف۔ اور اس کی اطلاع یقیناً تمہارے کانوں تک بھی پہنچ جائے گی۔"

"خیر تو میری دعا یہی ہے کہ وہ فیصلہ آپ لوگوں کے حق میں ہو" میں نے صدق دل سے کہا۔ "کیونکہ یقین کیجئے میرے دل کو اسی صورت میں خوشی حاصل ہوگی۔"

اس کے بعد ہم مصافحہ کرکے جدا ہوئے اور میں گاؤں کی سڑک سے باہر نکل آیا مجھے معلوم تھا جو سڑک علیحدہ ہوئے ایک گھنٹہ گذر گیا تھا اس لئے سابق انتظام کے مطابق میں سیدھا کرجا کی طرف ہو لیا۔ مگر وہ اس جگہ نہیں تھی۔ اس خیال سے کہ وہ شاید دوسری جانب ہو میں نے عمارت کا طواف کیا اور اس وقت دیکھا کہ لیناکس گھوڑے پر سوار اس سڑک پر چلا آرہا ہے جس سے وہ گلی ایک طرف کو مڑتی تھی۔ جہاں عشاق ایک دوسرے سے ملا کرتے تھے اس کو دیکھتے ہی میرا دل اس خیال سے دھک دھک کرنے لگا کہ اگر وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر اس طرف کو تکتے نظر آگئے۔ تو لیناکس یقیناً ان کو دیکھ لے گا اور اس کے بعد ... ایلین اور رونالڈ سٹوارٹ۔ دونوں کا خدا حافظ۔ آن واحد

یں اس جوش رقابت کی یاد میرے دل میں تازہ ہوئی جو لیناکس کے سینہ میں پیدا ہو چکا تھا اور میں اس سوچ میں پڑ گیا کہ اس نازک وقت میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ کیا میں واقعات کو ان کی رفتار پر چلنے دوں اور لیناکس کو انہیں یکجا دیکھنے کا موقعہ دیدوں یا انہیں وقت پر خبردار کر کے اس شرمناک حقیقت سے آگاہ ہونے دوں۔ کہ میں ان کے راز سے واقف ہوں؟ مگر آخری فیصلہ جس پر میں پہنچا یہی تھا کہ دوسری صورت بہتر ہے۔ پہلی میں کوئی امید عاشقان ناکام کے لئے باقی نہ رہے گی۔ حالانکہ دوسری میں۔ گو ان کو شرمندگی محسوس ہوگی۔ تاہم خطرہ کا امکان بالکل نہ ہوگا مگر وقت نہایت تنگ تھا اس فیصلہ پر پہنچتے ہی میں ایک پگ ڈنڈی سے گذر کر گلی کی طرف دوڑا۔

اندیشے جو میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔ صحیح نکلے۔ ڈونالڈ سٹوارٹ اور ایملین دیناجر پاس ہی پاس گلی میں ٹہلتے پھر رہے تھے۔ اور جس مقام پر وہ اس وقت چل رہے تھے۔ وہ سڑک کے موڑ سے صاف دکھائی دیتا تھا۔ خوش قسمتی سے لیناکس اپنے گھوڑے کو بڑی آہستگی سے چلا رہا تھا۔ عاشقان جانباز نے پہلے تو مجھ کو نہیں دیکھا اور نہ اس شور کو ہی سنا جو میں نے ان کو اپنی موجودگی سے واقف کرنے کے لئے جھاڑیوں کی پشت پر تصدا پیدا کیا تھا۔ ایملین صنف نازک سے ڈونالڈ کے بازو کا سہارا لئے چلتی تھی۔ جسے اس نے اس کی نازک کمر کے گرد ڈالا ہوا تھا اور وہ دبے لفظوں میں اس سے کچھ کہہ رہا تھا۔ میرے خیال میں اس طرح کے سمت افزا الفاظ جو یاس کے اندھیرے میں بھی ذریعہ امید ثابت ہو سکتے ہیں۔ بہرحال یہ نظارہ تھا جو میں نے جھاڑیوں کی پشت پر کھڑے ہو کر دیکھا۔

دفعتاً ایک بیجانی ہوئی آواز قریب ہی کہتے سنائی دی۔ "بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" اور جب میں چونک کر پیچھے مڑا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ڈامنی کلیک مین سڑک کے موڑ سے گھوم کر گلی میں داخل ہوا ہے!

عین اس وقت عاشق و معشوق نے ہم دونوں کو دیکھ لیا۔ خیال کی تیزی کے ساتھ ڈونالڈ سٹوارٹ نے ٹوپی اتار کے مس دنیا چر کو سلام کیا اور گلی میں سامنے کی طرف تیز تر چلنے لگا میں فوراً ایملین کے پاس پہنچا۔ اور جوش سے تھرائی ہوئی آواز میں اس سے کہا "بابو مسٹر لینا کس گھوڑے پر سوار سڑک پر چلے آرہے ہیں!"

گھبراہٹ اضطراب کے آثار ایملین کے چہرہ پر نمودار تھے۔ لاتعداد بدگمانیاں میرے برخلاف اس کے دل میں تازہ ہوگئی تھیں۔ لیکن فوراً ہی سنبھل کر اس نے نہ خزانہ انداز سے گردن اٹھائی اور سخت آمیز غصہ کی تیز نظروں سے میری طرف دیکھا کیونکہ سب سے پہلا خیال جو اس کے دل میں پیدا ہوا قدرتی طور پر یہ تھا کہ مجھے اس کی حرکات کی جاسوسی لئے مقرر کیا گیا ہے لیکن اس کے بعد جب وہ الفاظ جو اوپر درج ہوئے ہیں میرے منہ سے نکلے تو اس کے انداز میں ایک فوری تبدیلی واقع ہوئی کیونکہ نہ صرف ان کی معنوی اہمیت واضح اور صاف تھی۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی میں نے جو نظر اس کے چہرہ پر ڈالی وہ ظاہر کرتی تھی کہ میں ایک دوست کی حیثیت میں اس کو لینا کس دنیا چر کی موجودگی سے خبردار کرنے آیا ہوں۔ ان دو باتوں سے اسکو پورا یقین ہوگیا کہ میری آمد جاسوس کے طور پر نہیں بلکہ ایک مددگار کی صورت میں ہے اور اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اس کے لئے میرا شکریہ ادا کیا۔

یہ سارا واقعہ جو میں نے اس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے صرف پانچ منٹ کے عرصہ میں پیش آگیا تھا۔ اور اتنے میں لینا کس دنیا چر گھوڑے پر سوار اس مقام کے پاس سے گذر گیا جہاں گلی اور سڑک کا اتصال تھا۔ نہ صرف اس نے اپنے خیالات کی معیت میں گلی کی طرف نہیں دیکھا بلکہ میں نے معلوم کیا کہ اس مقام سے گذرتے ہوئے اس کی نگاہ سمت مقابل کی طرف پھری ہوئی تھی۔ بغتہ اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور پختہ سڑک پر ٹاپوں کی پرشور آواز گاڑیوں کی سمت میں گونجتی سنائی دی۔ ڈامنی

کلیک مین اس مقام سے جہاں پیٹرڈونالڈسٹوارٹ اور ایملین ایک دوسرے کے ساتھ پھر رہے تھے تقریباً بیس گز کے فاصلے پر ٹھہر گیا تھا اور جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ اس نظارہ عجیب سے متاثر ہو کر حیران و ششدر رہ گیا تھا میں نے اس کی بے در پے ہچکیاں تھنوں میں ڈھلتی رہا تھا۔

"جوزف" آخر کار مس ونیا چرنے جس کے رخساروں پر اب تک شرم و اضطراب کی سرخی پھیلی ہوئی تھی۔ بے تابانہ کہا "تم میری نسبت کیا خیال کرو گے۔۔۔"

"بانو میری نظروں میں آپ نیکی اور شرافت کا مجسمہ ہیں" میں نے ادب سے گردن جھکا کر جواب دیا۔

"جوزف۔ آج تم ایک ایسے راز سے واقف ہوئے ہو۔۔۔" اس نے ڈرتے ہوئے رک رک کر کہنا شروع کیا۔

"جو عرصہ دراز سے مجھے معلوم تھا" میں نے جواب دیا

"آہ" اس کے منہ سے سرد ہوئی آواز نکلی اور اس کے ساتھ ہی اس کے چہرہ پر اس طرح کے آثار نمودار ہوئے گویا ایک نئی روشنی اس کے ذہن میں پیدا ہوئی ہو اور کئی باتیں جو پیشتر اس کے پردہ راز میں چھپی ہوئی تھیں، روشن و واضح ہو گئی ہوں۔ کیونکہ اب آئی واقعہ میں وہ میرے سابقہ افعال کی اہمیت کو پوری طرح سمجھ گئی

"مس ونیا چر" میں نے کہا "میری وفاداری کا بہترین ثبوت یہ ہے کہ میں نے آج تک اس بارہ میں ایک حرف تک منہ سے نہیں نکالا اور نہ گھر کے آدمیوں اور نوکروں کو اس بارہ میں کسی طرح کا حال معلوم ہے"

"یہ صحیح ہے" مس ونیا چر نے انداز ممنونیت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا "میری وجہ سے تم نے ہر طرح کی سختیاں جھیلیں اور ملامتیں برداشت کی ہیں۔ اور اب یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تمہارے طرز عمل کی بعض باتیں جو پر اسرار تھیں ان کی تہ میں کونسے خیالات کام کر رہے تھے"

یہ کہتے ہوئے پھر اکیبارس نے آنکھوں سے میرا شکریہ ادا کیا۔ اور اس کے بعد داہنی کی طرف پھیرا ہوا اشارہ کر کے اس نے کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مسٹر کلیک مینن کا اس طرف کیونکر آنا ہوا؟"

"بانو میں خود اس سے لاعلم ہوں" میں نے جواب دیا "میں جس وقت گرجا کے پاس کھڑا آپ کی آمد کا انتظار کر رہا تھا تو مسٹر لیاکس کو گھوڑے پر سوار گلی کے موڑ کی طرف آتے دیکھا محض اس خیال سے کہ وہ اس طرف نہ آنکلیں میں دوڑا ہوا پگڈنڈی کی راہ سے آپ کو خبردار کرنے چلا آیا۔ زرد خواہ کچھ ہو تاہیں بعید ترین اشارہ سے بھی یہ بات ظاہر نہ ہونے دیتا کہ آپ کا راز مجھ کو معلوم ہے۔ محض یہ سوچکر کہ حالات پیش آمدہ میں بہترین صورت یہی ہے کہ آپ کو وقت پر آگاہ کر دیا جائے میں اس طرف آگیا۔۔۔"

"جو ذرا میں سارا حال سمجھ گئی" اس نے کہا "اور اس بروقت امداد کے لئے تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں لیکن اب مسٹر کلیک مینن کے بارے میں۔۔۔ میں نہیں جانتی کہ کیا کرنا چاہیے۔ ظہر میں اگر کوئی بہانہ اس کی تسلی کے لئے پیش کر دوں تو اس کی وجہ سے کہ کہیں میرے راز سے واقف تو نہیں ہو گیا"

میں سمجھ گیا۔ وہ ڈونلڈ سٹوارٹ کے بازو کے سہارے کے متعلق کوئی بہانہ پیش کرنا چاہتی تھی مگر اس کے ساتھ ہی جھوٹ کہتے ہوئے ڈرتی اور شرماتی تھی۔

مس دنیا چر سے میری یہ گفتگو جو دو یا تین لفظوں میں ہوئی تھی اس سے بہت کم عرصہ میں ختم ہو گئی۔ جتنا مجھے اس کو صفحۂ تحریر میں لاتے ہوئے لگا ہے۔ اس اثنا میں سن رسیدہ ڈاہنی شکل سے بیس گز کے فاصلہ پر ایک ہاتھ میں لباس کی دھیا لئے چہرہ پر مضحکہ انگیز اور حماقت پیدا کئے داہنے ہاتھ میں انگوٹھے اور پہلی انگلی کے درمیان لباس کی پنکی تھامے حیران و ششدر کھڑا تھا۔ اس گفتگو کے بعد مس دنیا چر اس کی طرف گئی اور میں بھی ایک ایک قدم اس کی پشت پر چلنے لگا۔

"لایئے مسٹر کلیک مینن" اس نے اس سے نرم لہجہ میں کہا "اپنے بازو کا سہارا مجھکو

دیکھے کیونکہ میں چلتے چلتے گر پڑی۔۔۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاہنی نے مشکل سے اوسان بحال کر کے اپنی تصویر مناجات کو ترک کرتے ہوئے کہا" میرا پہلے ہی یہ خیال تھا کہ کوئی ایسی بات ہوئی ہوگی۔ کیونکہ یاد آگیا ایک روز جب میں ایڈنبرگ کی گھاس منڈی میں بیوہ گلن بکٹ کے مکان پر گیا تو دیکھا تھا کہ وہ لائق خاتون میرے دوست سالٹ کوٹ کے بازو کے سہارے کھڑی تھی۔ چنانچہ میں جب اندر گیا تو اس نے کہا۔۔۔ یا شاید سالٹ کوٹ نے کہا۔۔۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں بہرحال کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کا۔۔۔ بیوہ گلن بکٹ کا پیر فرشی قالین میں اٹکا اور وہ منہ کے بل اس کے پاس گر پڑی۔ چنانچہ میں نے جب اسے دیکھا تو اس کے رخسار بالکل سرخ تھے۔"

میرے خیال میں یہ پہلی لمبی اور مکمل حکایت تھی جو لائق ڈاہنی کلیک مینن نے بیان کی اور اپنے احمقانہ طریقہ پر وہ اس کامیابی پر اتنا خوش ہوا کہ جھوم رہا تھا۔ چنانچہ طاس کی وہ چٹکی جو اس کے ہاتھ میں تھی ناک میں چڑھائے اور دوسرے ہاتھ سے ڈبیا جیب میں ڈالتے ہوئے اس نے جلدی سے اپنا بازو مس دیناچر کو پیش کر دیا۔

"آہ مسٹر کلیک مینن" المیلین نے مسلسل تقریر جاری رکھکر کہا۔ "خوشی قالین میں پیر اٹک کر گرنا تو ایک بات ہے۔ میرا پاؤں اس جگہ پختہ سڑک پر ٹھوکر کھا گیا اور شاید سخت چوٹ آتی۔۔۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" بڈھے ڈاہنی نے تسلیم کیا" آپ کو بے شک چوٹ آتی اگر مسٹر سٹوارٹ اتفاق سے سہارا دینے کو پاس موجود نہ ہوتے"

میں نے دیکھا اس دیناچر کی نگاہ دزدیدہ طور پر مسٹر کلیک مینن کے چہرہ کی طرف گئی شاید وہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ کیا وہ طنزاً ایسا کہتا ہے یا جیسا اس کی عادت تھی۔ از روئے حماقت لیکن میری اپنی رائے میں اسے اتنی زحمت اٹھانے کی بالکل حاجت نہ تھی۔

"کیونکہ ڈامنی کا دماغ اتنا کند اور اس کا مزاج اتنا سادہ تھا کہ طنز و تضحیک کی گنجائش اس میں بالکل ہی نہیں تھی۔

"تاہم کیس طرح ممکن ہوا" اس نے پر خیال انداز سے پوچھا "کہ مسٹر سٹوارٹ بھی عین موقعہ پر اس جگہ پہنچا؟"

"بات یہ ہے مسٹر سٹوارٹ اس طرف سیر کرتے پھر رہے تھے" ایلین نے جواب دیا۔

"تاہم کیا یہ بہتر نہ ہوگا" اس نے التجائی نظروں سے ڈامنی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کہ آپ اس واقعہ کا ذکر قلعہ میں پہنچکر کسی سے نہ کریں۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے تسلیم کیا "کیونکہ اس صورت میں لیڈی متھگلن کو ناحق تشویش ہوگی اور اس سلسلہ میں یہ بھی مجھکو یاد ہے کہ کرنل وینش ایسا ہی واقعہ ہیوگلن بکٹ کی حالت میں پیش آیا تھا۔ شروع میں میرا خیال تھا کہ وہ جوٹ کھا کر نیم مردہ ہوگیا ہے لیکن جب پانچ منٹ کے بعد میں نے دیکھا تو وہ بالکل ایسی مٹی کو یا کرنل حادثہ پیش ہی نہ آیا ہو۔ میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ سے کہا۔۔ مگر وہ کیا الفاظ تھے جو میں نے سالٹ کوٹ سے کہے تھے۔ فی الحال مجھکو یاد نہیں۔ میں پھر کسی وقت سوچکر بتاؤں گا۔"

اس کے بعد ہم تینوں گاؤں سے گذر کر گھاٹ کی طرف ہولئے لیکن اس جگہ پہنچکر بڈھے ڈامنی کے دماغ میں پھر ایک بار روشنی کی کرن پیدا ہوئی اور اس نے جلدی سے میری طرف مڑتے ہوئے کہا "کیوں جوزف۔ مجھے یہ پوچھنا تو یاد ہی نہ رہا کہ تم اس جگہ جھاڑیوں کی پشت پر کیا کرتے پھر رہے تھے؟"

"میں۔۔ میں مسٹر کلیک میٹن پھول چننے لگا تھا" میں نے جواب دیا" اور میں دیا چہ کو ٹھوکر کھاتے دیکھکر جلدی سے ان کی مدد کے لئے دوڑا لیکن خوش قسمتی سے مسٹر سٹوارٹ جو اس جگہ سیر کرتے پھر رہے تھے۔ مجھ سے پہلے ان کی مدد کے لئے آگئے۔"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے کہا "اور ایک معلم کی حیثیت میں مسٹر سٹوارٹ کا

یہ فرض تھا کہ وہ ایسا کرتا۔ اب تو خیر مس ایملین چونکہ یہ چاہتی ہیں کہ میں اس واقعہ کا ذکر کسی تعلق سے نہ کروں۔ اس لئے میں ان کی تعمیل ضروری سمجھتا ہوں اور نہ میری اپنی خواہش یہ تھی کہ اس معاملہ کو ان کی نظروں میں لاکر اس بروقت امداد کے لئے مسٹر سٹوارٹ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے کہتا۔"

ہم تینوں کشتی پر سوار ہوئے لیکن مس ڈیناچر سارا راستہ متفکر اور اداس رہی۔ میرا اپنا خیال یہ تھا کہ اس کے حزن و ملال کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے کہ اسے ڈامنی کلیک مین کے روبرو جھوٹ بولنا پڑا۔ خیر کشتی دوسرے گھاٹ پر پہنچکر ٹھہر گئی اور ہم قلعہ کی طرف روانہ ہوئے معلوم ہوا مسٹر لینکس ڈیناچر اس وقت تک سیر کرکے واپس نہیں آیا جس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ وہ چونکہ گھوڑے پر سوار تھا اس لئے اسکو جھیل کا چکر کاٹ کے خانگنائے کی راہ سے آنا پڑتا تھا۔

اس کے دوسرے دن سہ پہر کو جس وقت مسٹر سٹوارٹ وقت مقررہ پر تعلیم سے فارغ ہو کر رخصت ہو رہا تھا تو مجھے اس سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس نے بڑے اخلاق کے ساتھ مجھ سے گفتگو کی مجھ پر شرافت تو وہ اس سے پہلے ہی ثابت ہو چکا تھا۔ تاہم اس روز میں نے دیکھا کہ اس کے انداز بدرجہ غایت دوستانہ تھے۔ اس سے مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ اس کا دن کے وقت تنہائی میں مس ڈیناچر سے ملنا اور اس کی زبانی سارے حالات معلوم کرنا ایک غیر ممکن سی بات تھی۔ بہرحال کسی نہ کسی طریقہ پر اس کو معلوم ہو چکا تھا کہ میں دشمن کی طرف سے ان کے فعلوں کی نگرانی کرنے والا جاسوس نہیں بلکہ ان کی حمایت و امداد کرنے والا دوست ہوں۔ میں نہیں جانتا اس کا ذریعہ معلومات کیا تھا ممکن ہے اس نے اپنے طور پر محض خیال سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو کیونکہ گذشتہ کے واقعہ کا ذکر قلعہ میں بالکل نہ ہوا تھا میرا اپنا خیال یہی ہے کہ اس نے اس خاموشی کی بنا پر سمجھ لیا تھا کہ میں قصداً چھپ رہا ہوں اور رسوائی کو ٹھیلا اور پھسلا کر چھپا رہنے کے لئے آمادہ کر لیا گیا ہے۔

بہرحال یہ قیاسات تھے جس نے مسٹر سٹوارٹ کے حد سے بڑھے ہوئے دوستانہ رویہ کو دیکھکر اپنے دل میں قائم کئے

باب ۔ ۴۷

بڑھتی ہوئی الجھن

اس کے بعد دو ماہ کا عرصہ گذر گیا اور اس دوران میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا جوش رقابت کے اثر سے لیناکس و نیا چران ایام میں اپنی حسین چچازاد بہن کے ساتھ پہلے سے بہت زیادہ میل جول کرنے لگا تھا۔ چنانچہ جب کبھی اس کو گھوڑے پر سوار ہوکر باہر جانے کا اتفاق ہوتا تو ضرور اسے اپنے ہمراہ لے جاتا۔ اسی طرح گاؤں کے مدرسہ میں جانے کے موقعوں پر بھی وہ خود اس کے ہمراہ جایا کرتا اور جہانتک میرا خیال ہے اس سارے عرصہ میں دنیا چر کو کوئی ایک موقعہ بھی ایسا نہ ملا جب وہ تنہا یا میرے ساتھ موضع متھگلس میں گئی ہو اس کے علاوہ یہ بات اب ہر شخص کی زبان پر تھی کہ لیناکس اور نیا چران کی شادی یقینی طور پر اوائل ماہ دسمبر میں ہو جائے گی اور چونکہ اب ستمبر کا آغاز تھا۔ اس لئے اس واقعہ کے پیش آنے میں جس نے بدنصیب خاتون کی قسمت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا دینی تھی صرف تین ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ بارہا جب میں سوچتا کہ وہ ان ایام میں کتنی بے تاب اور پریشان ہوگی جب میں مسٹر سٹوارٹ سے اس کی سچی محبت کے حالات پر غور کرتا اور جب ان کے مستقبل کی تاریکی میری نظروں کے سامنے پہاڑ بن کر ٹھہر جاتی تو خوف کی تھرتھری بے اختیار میرے بدن میں پیدا ہوتی اور میں اس بدنصیب جوڑے کی حالت کو قابل رحم سمجھنے لگتا تھا۔ بارہا میرے دل میں خیال آتا کہ مسٹر سٹوارٹ ان ایام میں سارے حالات سے واقف ہوتا ہوا کیا سوچتا ہوگا وہ کیا امیدیں تھیں جو اس زمانہ میں اس کے دل کو ڈھارس دیتی ہونگی؟ اور وہ کیا ارادے تھے جو اس نے مستقبل کے بارہ میں سوچے

کھے ہو گئے؟ پھر یہ بھی میں نے دیکھا کہ جوں جوں دن گذرتے جاتے ایلین کی رخساروں کی زردی ترقی کرتی جاتی اور اس کی نگاہوں سے بڑھتی ہوئی پریشانی کا اظہار ہونے لگتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا معلوم ہوتا کہ یاس عظیم نے مسٹر سٹوارٹ کی طبیعت پر غلبہ پا لیا ہے۔ کبھی کبھی وہ پرجوش دکھائی دیتا۔ لیکن عام طور پر اسکی حالت اس شخص سے ملتی تھی جس کے حواس باختہ اور خیالات بہت دور پہنچے ہوئے ہوں۔ چونکہ ان ایام میں وہ کئی بار مجھ سے ملا اور ہر موقعہ پر اپنے معمولی پر اخلاق لہجہ میں گفتگو کرنے کے لئے ٹھہر گیا۔ اس لئے مجھے اس کے مزاج کا صحیح اندازہ کرنے کا کافی موقعہ ملتا رہا۔

اس دو ماہ کے عرصہ میں جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کئی مہمان آئے، گئے اور رخصت ہوئے لیکن باسبر کی آمد کے ساتھ مہمانوں کی آمد و رفت کا سلسلہ بالکل ختم گیا اور اپنے متعلقین کے ایوان عظیم میں پھر ایک بار دو سکون قائم ہوا۔ ایک دن کا ذکر ہے صبح کے وقت جب مطلع صاف اور موسم خوشگوار معمول عمدہ تھا تو دو اپنے متعلقین نے کشتی پر سوار ہو کر جھیل کی سیر کی میں اس کے آخری سرے تک سیر کرنے کی تجویز پیش کی یکسر صاد ہونے کی دیر تھی۔ اسی وقت شاہی بجرا تیار ہوا اور بارہوں دردی پوش کہیوئے حاضر ہو گئے۔ سارے کنبہ کو حکم دیا گیا کہ سیر کرنے چلو۔ آلیور اور کونسل کو ساتھ لیجانے کا فرض مسٹر سٹوارٹ کے سپرد ہوا اور مجھے اور کیمرن کو اسلئے ساتھ لیا گیا کہ جب کشتی جھیل کے ساحل پر پہنچے تو اس خیمہ میں جو پہلے سے اس جگہ نصب کروایا گیا تھا ناشتہ پہنچنے میں مدد دیں۔ ہم جس وقت روانہ ہوئے تو دس کا عمل تھا۔ شاندار بجرے کی گدے دار نشستوں پر دو اپنے متعلقین بن رسیدہ ڈامی۔ لینکس اور ایلین اور مسٹر سٹوارٹ آلیور اور کونسل کے ہمراہ بیٹھے تھے۔ مجھے اور کیمرن کو کشتی کے سرے کے پاس جگہ دی گئی جہاں سے ہم بیٹھے تھے۔ وہاں سے وہ سب باتیں جو ان لوگوں میں ہوتی تھیں بخوبی ہمارے کانوں میں آ رہی تھیں۔ میرے اپنے متعلقین آنے کے بعد یہ موقعہ تھا کہ تو وہ مسٹر سٹوارٹ کو سارے کنبے کے ہمراہ بیٹھنے کا موقعہ ملا اور میں بخوبی سمجھ سکتا تھا کہ

عاشق و معشوق کی ذہنی کیفیت اس موقعہ پر سخت ہی پریشان کن ہوگی۔ وہ ایک دوسرے سے آنکھ ملانے کی جرات نہ کر سکتے تھے۔ انہیں اپنے الفاظ و افعال میں خصوصیت سے محتاط رہنا پڑتا تھا اور معاملہ کا سب سے زیادہ نازک پہلو یہ تھا کہ جس وقت لینا کس ایلیین کی دلجوئی کے لئے کچھ کہتا تو وہ کوئی کلمہ اعتراض زبان سے نکال سکتی اور یسٹوارٹ کو کسی طریقہ پر اظہار جذبات کا موقعہ ملتا۔ وہ چپ چاپ بیٹھا سب کچھ دیکھنے اور برداشت کرنے پر مجبور رہتا۔

تھوڑی دیر سکوت رہا اس کے بعد دائے ایچ متھگلن نے شاہانہ انداز سے ایک گھومتی ہوئی نظر چاروں طرف ڈال کر اس شخص کی مانند جو محسوس کرتا ہو کہ وہ اس سرزمین کا جو حد نگاہ تک پھیلی ہوئی تھی مالک ہے ہماری پر رعب آواز سے کہنا شروع کیا "آج اس خوشگوار موسم میں گرد و نواح کا منظر کتنا دلفریب ہے ماس سے زیادہ پر فضا نظارہ کہیں میرے خیال میں ہائی لینڈس میں نہ دیکھا گیا ہوگا"

"آپ کا فرمانا بالکل صحیح ہے" لینا کس نے اس شخص کے انداز سے جس کو یقینی طور پر معلوم ہو کہ وہ ہر ایک چیز جس پر نگاہ ٹھہر سکتی ہے جلدی یا دیر میں اسی کے قبضہ میں آنی ہے تسلیم کیا۔ "ہماری ریاست زرخیز اور وسیع ہے اور اگر حالات نے یاوری کی۔ تو وہ اور بھی زیادہ وسعت حاصل کرے گی"

"ہماری ریاست یقینی طور پر زیادہ وسعت حاصل کرے گی" دائے ایچ متھگلن نے بیٹے کے الفاظ کو پر معنی انداز سے دہراتے ہوئے کہا "اگر ہمیں کینڈیل کی اراضی کا کچھ حصہ اس میں شامل کرنے کا موقعہ مل گیا" اور اس کے بعد دفعتاً ایک طرف مڑ کر مسٹر سٹوارٹ" اس نے کہا "آپ عموماً اخبارات دیکھا کرتے ہیں۔ کیا مقدمہ کینڈیل کے بارہ میں تازہ ترین حالات کیا شائع ہوئے ہیں؟"

"حضور کوئی خاص طور پر قابل ذکر بات میرے پڑھنے میں نہیں آئی" ڈونالڈ سٹوارٹ

نے جواب دیا اور اس کے بعد ذرا ٹھہر کر" سوائے اس ایک اطلاع کے کہ مقدمہ کی آخری پیشی ماہ اکتوبر میں ہونے والی ہے "

" تو اس کا مطلب یہ ہے"۔ ڈائے ایچ متھگلن نے پر رعب آواز سے کہا" کہ یہ معاملہ چند ہفتوں کے عرصہ میں یقینی طور پر طے ہو جائے گا۔ مگر کیا کسی کو معلوم ہے کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل ان دنوں کہاں ہے ؟"

" بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی کلیک منین نے جواب دیا" کسی کو یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہے بعض کہتے ہیں کہ وہ انگریزی فوج میں کسی فرضی نام سے چھوٹے درجہ کا افسر بنکر کام کرتا ہے۔ اور اس نام کی تبدیلی کے سلسلہ میں مجھے یاد آگیا کہ میرے دوست لیرڈ آف مِن ٹوس لوئیس ڈیل نے حال میں نیا درثہ پانے کے بعد اپنا نام شینک سینڈرلز رکھ لیا ہے۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع بذریعہ خط اپنے دوست سالٹ کوٹ کو دی تھی۔ جس کے جواب میں اس نے لکھا تھا ... لیکن یاد نہیں کیا لکھا تھا میں تھوڑی دیر تک یاد کر کے بتاؤں گا"!

" لیکن بعض حلقوں میں یہ بھی سنا گیا ہے" ایچ متھگلن نے کہا" کہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل درحقیقت کہیں باہر نہیں گیا۔ وہ اسی جگہ سکاٹ لینڈ میں چھپا ہوا مقدمہ کی رفتار دیکھ رہا ہے چھپے ہوئے سے میرا مطلب یہ ہے کہ اس نے ایک فرضی نام اختیار کر رکھا ہے گو یقینی طور پر اس کا معزز دل یہ سوچ کر بھر آتا ہوگا کہ اسے اس گمنامی اور افلاس میں جس میں وہ ان دنوں ڈوبا ہوا ہے۔ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہونا پڑتا ہے "

" مگر قیاس کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ اب اس کا دل غرور سے بالکل خالی ہو چکا ہو" لیناکس دنیا چرنے رائے دی" کیونکہ اس کی پرورش اب تک محض اس روپیہ سے ہوتی رہی ہے۔ جو اس کے دوستوں نے خیرات کے طور پر اکٹھا کر کے دیا تھا "

" بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جواب دیا" جس آدمی کے پاس اپنا روپیہ

باقی نہ رہے اسے دوسروں کی خیرات پر ہی پلنا پڑتا ہے اور یہ ایک ایسی ہی مین صداقت ہے جس طرح یہ کہنا کہ جو آدمی جیل میں گرے اس کا بھیگ جانا ضروری ہے اور اب جو میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ آپ لوگوں کو" اس نے خصوصیت سے آئیرلینڈ اور کیتھولک کو مخاطب کر کے کہا" آج چپو ہاتھ میں لینے کا خیال بالکل دل میں نہ لانا چاہیے کیونکہ اگر کشتی بیچ منجدھار میں الٹ گئی تو بڑی آفت ہوگی میں اس پرجوش نظارہ کو جو تین مہینے گذرے پیش آیا تھا۔ اب تک نہیں بھولا ہوں اور نہ اس واقعہ کو بھولوں گا کہ مسٹر سٹوارٹ نے اس موقعہ پر سب سے پہلے پانی میں کود کر مس ایلین کو اور اس کے بعد ننھے کو کیل کو بچایا تھا"

لیناکس دنیا چرکے چہرہ پر غصہ کی شفق نما سرخی پھیل گئی۔ ڈونالڈ سٹوارٹ کے اس کارنامہ شجاعت کا ذکر سنکر وہ آپے میں نہ رہ سکا۔ پیچ و تاب کھاتے ہوئے کہنے لگا۔ "خدا کے لئے مسٹر کلیک مین اس جھک جھک کو چھوڑیئے۔ ناخوشگوار واقعات کی یاد تازہ کرنا ہمیشہ ناخوشگوار ہوتا ہے"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈاسنی نے پھر کہا" لیکن میرے اس ذکر کو تازہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ مسٹر سٹوارٹ کی بدولت اس سانحہ نے بہ ایں صورت اختیار کر لی"۔ اسگلہ دن کی بات ہے کہ میں جیل کے کنارے بنچ پر بیٹھا ہوا کم و بیش تین گھنٹے اس نظارہ کو یاد کرتا رہا میسٹر سٹوارٹ میں آپ کی تعریف منہ پر نہیں کرتا مگر واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اس موقعہ پر بڑی بہادری کی تھی اور گو اس دوڑ دھوپ میں مجھے اپنی پوشاک کی ڈیزیہ کا نقصان برداشت کرنا پڑا جس کا مجھے اس لئے سخت افسوس ہے کہ وہ میرے دوست مسکل نوز کی پیش کردہ چیز تھی... یا شائد نہیں وہ میرے عزیز رشتہ دار لوک می ڈاؤن آرڈر نے مجھے دی تھی"

"مسٹر کلیک مین میں پھر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس گفتگو کو چھوڑیئے" لیناکس نے غضبناک ہو کر کہا" مسٹر سٹوارٹ اپنے منہ پر اس طرح کی تعریفیں سنکر خوش نہیں ہو سکتے"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" احمق ڈامنی نے پرجوش ہوتے ہوئے کہا" اور اس سلسلہ میں یاد آگیا کہ آپ نے رچ تھگلن ابھی تک وہ وعدہ پورا نہیں کیا جو اس روز آپ نے مسٹر سٹوارٹ کو سنہ مانگی مراد دینے کے بارہ میں کیا تھا۔"

"میرے خیال میں مسٹر سٹوارٹ اس معاملہ میں آپ کی سفارش کے محتاج نہیں ہیں۔" والٹر رچ تھگلن نے خاموشانہ لہجہ میں کہا" ان کو اچھی طرح معلوم ہے کہ حد درجہ معقولیت کے اندر وہ جو سوال جس وقت چاہیں پیش کریں میں اسکو ضرور پورا کروں گا۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے پھر کہا" اور اگر میں مسٹر سٹوارٹ کی جگہ ہوتا تو یقینی طور پر آپ سے جھیل پر پل بنوانے کی درخواست کرتا۔۔۔"

"مسٹر ٹکیک منین" والٹر رچ تھگلن نے سخت لہجہ میں کہا" یہ آپ کس طرح کی باتیں کرتے ہیں۔۔۔"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے جواب دیا" اسی طرح کی باتیں مجھکو یاد ہیں۔ ایک روز میرے دوست سالٹ سرٹ نے کی تھیں جب۔۔۔ لیکن میں بھول گیا وہ کیا موقعہ تھا۔۔۔ تاہم ذکر مسٹر سٹوارٹ کی خدمات کا ہے جن کے بارہ میں۔۔۔ اب مجھے یاد آگیا انہوں نے ویسی ہی خدمت ایک موقعہ پر بھی انجام دی تھی۔۔۔ کیوں مس ایملین آپ کو یاد ہوگا۔۔۔"

دہشت کی تھرتھری نوجوان خاتون کے بدن میں پھر گئی اور اس کا خوشنما چہرہ بڑھتے ہوئے اضطراب کی وجہ سے باری باری سرخ و سپید ہونے لگا اس کے ساتھ ہی لیناکس دیناچہ کی آنکھوں میں جس کا باصرہ حسد اور جوش رقابت کی وجہ سے عقاب کی مانند تیز ہو چکا تھا حیرت و بدگمانی کے آثار پیدا ہو گئے۔

"تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو پیش آئے کافی عرصہ گذر گیا" ڈامنی نے ہاس کی ایک بڑی سی چسکی چڑھاتے ہوئے کہا" اور گرہنے کے حادثہ کے باوجود کسی طرح کے برے نتائج پیدا نہیں ہوئے۔۔۔"

"مسٹر کلیک مین" ایلین نے جلدی سے کہا اور میرا خیال ہے کہ اسے اوسان بحال کرنے کے لئے انتہائی کوشش سے کام لینا پڑا ہوگا" آپ اپنی ڈبیہ کو سنبھالئے کیونکہ ہوا تیز چلنے لگی ہے ایسا نہ ہو ساری ہلاس اڑ کر آپ کی آنکھوں میں جا پڑے . . ."

"ایلین کیا کہتی ہو؟" لینا کس نے جس کے چہرہ پر غصہ کے دبے ہوئے آثار پائے جاتے تھے. طنز کے ساتھ کہا "کیسی ہوا. اس وقت تو پتہ تک ہلتا نظر نہیں آتا"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈاسی نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا" تاہم جیسا کہ کہہ رہا تھا. بڑی خوش نصیبی ہوئی کہ اس وقت جبکہ جوزف جھاڑیوں کے پیچھے پھول چنتا پھر رہا تھا . . گو میرا اپنا خیال یہ ہے کہ وہ اس جگہ چھپا ہوا کھڑا تھا . . . اور یاد آگیا ایلین اس وقت آپ بھی مسٹر لینا کس گلی کے سرے کے پاس سے گذرے تھے مگر آپ نے ان واقعات کو نہیں دیکھا . . . بہر حال جیسا میں نے اپنے دوست سالٹ کوٹ کو لکھا تھا . . ."

"جہنم میں گیا سالٹ کوٹ" لینا کس نے جھونجل میں آکر کہا" یہ کیا الف لیلہ کی سی داستان ہے جو آپ بیان کر رہے ہیں" اور اسکی نگاہ وہ ہوئے غصہ اور جوش کی حالت میں ڈاسی کے چہرہ سے ہٹ کر ایلین کی طرف گئی. اور اس کے بعد سٹوارٹ کے چہرہ پر ہوتی ہوئی دوبارہ ایلین کی طرف پھر گئی.

خدا گواہ ہے اگر میرا بس چلتا تو میں اس وقت اس منحوس ڈاسی کو یا تو گردن سے پکڑ کر جھیل کے سرد پانی میں دو چار غوطے دیتا یا اس کی لعنت زدہ ڈبیہ کو چھین کر ساری ہلاس اس کی آنکھوں میں گرا دیتا. اس کی حماقت کا اس سے بہتر ثبوت کیا ہوگا کہ پیچھے بیٹھائے وہ ذکر چھیڑ دیا جس سے خدا معلوم کیا کیا نتیجے پیدا ہو سکتے تھے. صاف نظر آتا تھا کہ ایک طوفان عظیم اٹھا چاہتا ہے جس میں لینا کس دنیا چر کا غصہ قہر و عتاب کے زہریلے تیر برسائے گا. خود والنے لچ تھکلن کے چہرہ پر سنجیدگی سے لئے ہوئے سختی کے آثار نمودار تھے. مسٹر سٹوارٹ کے چہرہ کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا. اور اس کی آنکھوں میں بے چینی کی تیز چمک پائی جاتی تھی

"میرے عزیز لینا کس" ڈاہنی نے حیرت آمیز نظروں سے اپنے سابقہ شاگرد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر آپ میرے دوست سالٹ کوٹ سے واقف ہوتے تو کبھی اس کے حق میں اس طرح کے سخت الفاظ استعمال کرتے اگر کبھی موقعہ ہو اور آپ نے اس کے ساتھ ملکر شراب کی ایک بوتل نوش کی تو یقیناً آپ ہمیشہ اسے یاد رکھیں گے لیکن میں بھول گیا وہ کیا ذکر تھا جو ہم اس وقت کر رہے تھے . . ."

"کسی جگہ مس ویبا چر کے گرنے کا" لینا کس نے حسد اور جوش کے ملے ہوئے لہجہ میں کہا" اور آپ میری بابت کہہ رہے تھے کہ جس وقت وہ واقعہ پیش آیا تو میں گھوڑے پر سوار گلی کے پاس سے گذرا تھا . . ؟"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈاہنی نے جواب دیا اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ جو واقعہ میں نے دیکھا اس سے خود مجھکو بڑی حیرت ہوئی تھی۔ تاہم جس وقت میں نے گھوڑے کی ٹاپ سنی اور پیچھے مڑکر دیکھا تو آپ پاس سے گذرے جا رہے تھے۔ گو آپ کا منہ اس وقت دوسری طرف کو پھرا ہوا تھا۔ ممکن ہے آپ یہ سوچ رہے ہوں کہ رات کے کھانے پر کیا کچھ کہنا چاہئے کیونکہ میں خود بھی بارہا اسی طرح سوچا کرتا ہوں۔ اور میرے دوست سالٹ کوٹ کی بھی یہ عادت ہے . . ."

"مسٹر کلیک مین خدا کے لئے اس منحوس سالٹ کوٹ کا ذکر چھوڑ دیجئے اور سیدھی طرح بتا دیجئے کہ اس کے بعد کیا ہوا؟" لینا کس نے بگڑ کر پوچھا۔

"ٹھہریئے میں عرض کرتا ہوں" دفعتہً ڈوانا لڈ سٹوارٹ سنانداز دقار سے دیکھتے ہوئے پرسکون لہجہ میں کہنا شروع کیا" جس واقعہ کا ذکر مسٹر کلیک مین کر رہے ہیں اس کی کیفیت مختصر ہے۔ دراصل مس ویبا چر گاؤں کے پاس ایک گلی میں سیر کرتی پھر رہی تھیں۔ کہ ناگاہ ان کے پاؤں میں ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑیں جس اتفاق سے میں اس وقت پاس سے نکلا جا رہا تھا . . ."

"خوب! حسن اتفاق سے!" لینا کس نے منہ چڑاتے ہوئے کہا" اور کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ میز وف کہاں مر گیا تھا؟"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" داسنی نے کہا" وہ میری نظروں کے سامنے ایک جھاڑی کے پیچھے سے نکلا تھا میں اس واقعہ کا ذکر اپنی زبان سے کرتا لیکن مس ایلین نے یہ کہکر مجھے روک دیا کہ انہیں یہ حال سنکر فکر لاحق ہوگی تاہم اب چونکہ اس واقعہ کو بیس آٹھ سال کافی عرصہ گذر گیا ہے اور آپ خدا کے فضل و کرم سے بالکل تندرست ہیں۔۔۔"

"لیکن مسٹر کلیک میں آپ اپنی حیرت کا ذکر کر رہے تھے" لیا کس نے وفعتاً سالبہ گفتگو یاد کرکے کہا "کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس نہایت معمولی واقعہ پر آپ کے حیرت زدہ ہونے کی کیا وجہ تھی؟" اور میں نے دیکھا کہ اس کی لہجہ تضحیک سے بھرا ہوا اور آواز خوفناک اور پولی تھی۔

"آہ مگر اس کی وجہ یہ تھی" ہیوقوف داسنی نے پھر ایکبار اپنا تکیہ کلام چہرہ کر تہذیبی تقریر کے بعد ہاس کی چکیاں لیتے ہوئے اور یہ نہ جانتے ہوئے کہ اس کی تقریر سے کیا فتنہ پیدا ہوگا۔ کہنا شروع کیا" میں نے جب ایک اونچے خاندان کی خاتون کو ایک تنخواہ دار معلم کے بازو کا سہارا لیتے ہوئے دیکھا تو صحیح حالات نہ جانتے ہوئے میرا حیرت زدہ ہونا قدرتی تھا۔ تاہم اس کے بعد جب صحیح کیفیت معلوم ہوئی تو ثابت ہوگیا کہ ایک نہایت معمولی بات تھی۔۔۔"

"معلوم ہوئی۔۔۔ کس کی زبانی معلوم ہوئی؟ کیا مس ویبا چرکی؟" لیا کس نے تیز تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جانے دو اس ذکر کو چھوڑ دو" ایچ متھکلف نے وفعتاً سختی کے ساتھ کہا اور معلوم ہوتا تھا وہ اس انکشاف کو تو دل نے پسند کرتا ہے۔

لنچ میں کشتی جیل کے سرے پر پہنچ گئی تھی اس جگہ سب لوگ اترے ملاحوں نے سامان وغیرہ کے خیمہ کے اندر رکھا اور کیمرن اور میں دسترخوان بچھانے میں مشغول ہوگئے مگر جب ہم اس کام میں لگے ہوئے تھے تو میرے ساتھی نے وفعتاً پوچھا "جو ذکر یہ کیا واقعہ تھا جس کا ذکر داسنی نے کیا تھا؟"

"ایک نہایت معمولی بات تھی" میں نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

"حالانکہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر لیناکس اسے معمولی نہیں سمجھتے" کیرن نے کہا" مگر میرے خیال میں ان کا حسد کرنا فضول ہے کیونکہ ایک مفلس و محتاج مسلم کی کیا ہستی ہے کہ وہ ایک عالی قدر خاتون کو جیسی کہ مس امیلین ہے آنکھ بھر کر دیکھے... خیر اب جاکے اطلاع کر دو کہ کھانا تیار ہے"

میں جس وقت خیمے سے باہر نکلا تو مسٹر سٹوارٹ اپنے دونوں شاگردوں کے پاس کھڑا جھیل کے آب ساکن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ خود وائے اینچ متھگلن اور کلیک مینن ایک طرف ٹہلتے پھر رہے تھے۔ اور لیناکس اور امیلین سمت مقابل میں ٹہل رہے تھے۔ لیناکس کے بازو ایک دوسرے کے بازو میں پڑے ہوئے نہ تھے اور ان کی ظاہری حالت سے یہ بھی پایا جاتا تھا کہ ان میں کسی طرح کی گفتگو نہیں ہوتی۔ میں نے سب سے پہلے وائے اینچ متھگلن کو اور اس کے بعد مسٹر سٹوارٹ کو کھانے کی تیاری کی اطلاع دی اور اس کے بعد لیناکس اور امیلین کی طرف گیا جو کسی قدر فاصلہ پر تھے اور اس وقت میں نے دیکھا کہ مسٹر لیناکس کے چہرہ پر حاسدانہ غصہ اور تکبر کے ساتھ ملے ہوئے جوش رقابت کے آثار تھے اور امیلین فکرمند اور مایوس تھی۔

"سرکار کہا نا تیار ہے" میں نے پاس جاکر کہا۔

"اچھا" لیناکس نے جوش آمیز لہجہ میں مگر کسی حد تک وحشیانہ انداز سے کہا "جاؤ ہم آتے ہیں"

تاہم واپس آنے سے پہلے میں نے مس دیناچ کے چہرہ پر اس وحشیانہ سلوک کے لئے ہمدردی کے آثار پیدا ہوتے دیکھے اس کے چند منٹ بعد ساری جماعت خیمہ میں پہنچ گئی جہاں ایک لمبی میز کے گرد مسند دار کرسیاں بچھا دی گئی تھیں۔ ہر ایک آدمی ان پر چپ چاپ بیٹھ گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حال کی گفتگو نے ہر ایک آدمی کے دل پر اداسی سی گرا دی ہے صرف ڈاکٹر کلیک مینن اور دو چھوٹے لڑکے التبہ اس کلیہ سے خارج تھے۔ اول الذکر اس لئے کہ احمق تھا اور آخر الذکر اپنے عہد طفولیت کی وجہ سے اس خرابی کی وسعت کو سمجھنے سے قاصر تھے

جو پیش کر دی جا چکی تھی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد مسٹر کلیک مین نے ایک بڑا سا پھولا ہوا سنہرا سا اپنی طرف کو کھینچ لیا اور جب اس کو کھولنے پر معلوم ہوا کہ اس میں کئی طرح کے گوشت اور مصالحے بھرے ہوئے تھے تو اس کے منہ سے "بالکل صحیح بالکل ٹھیک" کے مقررہ الفاظ بے اختیار نکل گئے۔

دفعتہً لیناکس دنیا چر کی آواز اس گہرے سکوت کو چیر کر جو طاری ہو چکا تھا کہتے سنائی دی" مسٹر سٹوارٹ جس وقت گھر کے آدمی کھانے سے فارغ ہو کر اٹھ جائیں گے تب آپ کی باری آئے گی"

نوجوان معلم جو کھانے کی میز کے پاس بیٹھا کبھی چہری کانٹا ہاتھ میں لینے لگا تھا سخت غصہ اور جوش کی حالت میں اٹھ کھڑا ہو گیا۔ دبے ہوئے جوش کی سرخی اس کے چہرہ پر نمودار ہوئی اور میرے خیال میں قریب تھا کہ وہ اس کے جواب میں کوئی چبھتا ہوا فقرہ اپنی طرف سے کہتا لیکن اگر واقعی یہ اس کا ارادہ تھا تو وہ غور کرنے کے بعد رک گیا۔ چنانچہ لیناکس کو جواب دینے کی پروا نہ کر کے اس نے اپنے متھگلن کو مخاطب کر کے کہا" صاحب کیا آپ مجھے میری پیرزنی کرنے کو غلام کی حیثیت میں اس جگہ اپنے ساتھ لائے تھے؟"

"میرا اپنا خیال یہ تھا" والئے اپنے متھگلن نے شانہ سلوت سے کہنا شروع کیا کہ ایک اس طرح کے موقعہ پر رسمی آداب تکلفات کو نظر انداز کر کے آپ کو ایک ہی دسترخوان پر جگہ دی جا سکے گی لیکن اگر یہ بات میرے ولیعہد کو ناپسند ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس نے لیناکس کی طرف دیکھا" تو اس صورت میں۔۔۔"

"عمو جان" امیلین نے جوش کی حالت میں کہہ کر کہا اور اس موقعہ پر اس کا جوش ضبط کی ساری پابندیوں پر غالب آگیا" کتنی بری بات ہے کہ اس طرح کا ستک آمیز سلوک اس شخص کے ساتھ روا رکھا جاتا ہے جو ہر چند کسی معزز نام یا کثیر دولت کا مالک نہیں تاہم جہاں تک طبعی شرافت کا تعلق ہے۔ بھائی لیناکس سے کسی طرح پیچھے نہیں"

"ایلین بیٹھ جاؤ" والے ایچ متھگلن نے بھاری آواز سے حکم دیا "مجھے تمہارے منہ سے اس طرح کے الفاظ سنکر سخت حیرت ہوئی ہے"

"بے شک آج حیرتوں کا دن ہے" لیناکس نے جس کے چہرہ پر غصہ اور طنز کے ملے ہوئے آثار تھے کہا "آج کوئی بات ایسی نہیں جس پر تعجب کیا جا سکے"

"بہرحال اگر میری موجودگی کسی صاحب کے لئے بار خاطر ہوتی ہے" مسٹر سٹوارٹ نے آخر کار کہا "تو میں رخصت کے لئے تیار ہوں۔ تاہم میں مس دیناچر کا ان کی اس فیاضانہ حمایت کے لئے شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔"

"بس بس" لیناکس نے سخت غصہ کی حالت میں کہڑے ہو کر کہا "خبردار جو تم نے مس دیناچر کا نام پھر اپنے منہ سے لیا۔ یہ ایسا نام نہیں ہے۔ جسے ایک اس طرح کے کنگلے فقیر کے منہ سے سنا جائے جیسے تم ہو"

والٹر سٹوارٹ کے چہرہ پر جوش کی سرخی پھیل گئی۔ اس نے سخت سے گردن اٹھائی اور حقارت سے لیناکس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "مسٹر لیناکس جو الفاظ آپ نے کہے ہیں بے حد سخت ہیں اور اگر وہ اس سے مختلف حالات میں کہے گئے ہوتے تو آپ یقیناً ان کا مزا دیکھ لیتے میں اگر اپنی روزی ایمانداری کی محنت سے کماتا ہوں تو میرے لئے اس میں شرمسار ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے"

"بالکل صحیح۔ بالکل ٹھیک" ڈاسن نے جو اپنے طور پر دل کا بُرا آدمی نہ تھا اس موقعہ پر کہا "میں رائے دیتا ہوں کہ آپ مسٹر سٹوارٹ کو دسترخوان پر بیٹھکر اس سنہرے کا تھوڑا سا حصہ نوش کرنے کی اجازت دیں اگر میرا دوست سالٹ کوٹ اس وقت موجود ہوتا۔۔۔"

"خاموش مسٹر کلرک مین!" والے ایچ متھگلن نے پرعب لہجہ میں کہا "مسٹر سٹوارٹ میں اسی وقت تم کو ملازمت سے علیحدہ کرتا ہوں۔ تمہاری آج تک کی تنخواہ جو کچھ بنتی ہے تمہارے مکان پر بھیج دی جائیگی"

"بڑی عنایت، بڑی مہربانی۔ بے شک آپ نے وہی بات کہی ہے جو آپ کے بیٹے کے ہتک آمیز سلوک کے بعد میں خود اپنی طرف سے کہتا اگر آپ مجھے ملازمت سے علیحدہ کرتے ہیں تو مجھے کوئی شکوہ نہیں کیونکہ اس طرح کی ملازمت جو انسان کی خودداری کے برخلاف ہو شرمناک ہے" اور یہ کہتے ہوئے ڈونالڈ سٹوارٹ نے اس طرح مکمنت و وقار سے گردن اٹھائی، گویا اپنی ذہنی قابلیت کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو ہائی لینڈس کے سب سے زبردست والئے ریاست سے بھی اعلیٰ و ارفع سمجھتا تھا اور میں کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت جب اس نے اپنی دراز قامت کو پوری طرح سیدھا کیا ہوا تھا اور جوش کی سرخی اس کے خوشنما چہرہ پر چھائی ہوئی تھی۔ تو وہ اتنا شکیل معلوم ہوا کہ اس سے پہلے کبھی میرے دیکھنے میں نہ آیا تھا۔

"یہ گستاخی، یہ بے عزتی!" لیناکس دینا چرنے جوش سے مٹھیاں کستے ہوئے کہا۔

مگر ڈونالڈ سٹوارٹ نے اس کے الفاظ و حرکات کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ اس نے والئے ایچ تھگلن کو سرد مہری سے سلام کیا اور اس کی نگاہ حاضرین کے چہروں پر پھرتی ہوئی ایک لحظہ کے لئے الوداع کہنے کے لئے مجھ پر اور ایک لمحہ کے لئے ایملین کے چہرہ پر ٹھہر کر ڈامنی کی طرف پھر گئی۔

"خدا حافظ" مسٹر کلیک مینن اس نے کہا اور پھر آیور اور لوکیل کی طرف مڑ کر "میرے عزیز شاگرد و خدا تمہیں شاد رکھے اور تم دنیا میں ترقی حاصل کرو۔"

"الوداع مسٹر سٹوارٹ" ایملین نے کہا اور وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف جانا چاہتی تھی کہ لیناکس نے جلدی سے آگے بڑھ کر اس کا بازو پکڑ لیا اور وحشیانہ جوش سے اس کو روکنے کی کوشش کی۔

"چھوڑ دو میں حکم دیتی ہوں میرا ہاتھ چھوڑ دو" خاتون نے انداز تکبر سے کہا اور اپنے چچازاد بھائی کے اس بیجا ظلم کے خلاف اس کے دلیرانہ رویہ کا اثر اتنا حیرت انگیز ثابت ہوا کہ لیناکس نے جھٹ اس کا ہاتھ چھوڑ دیا بالکل اس طرح گویا اس کے بازو میں رعشہ پڑ چکا تھا۔

"الوداع مسٹر سٹوارٹ" ایملین نے پھر ایک بار نوجوان مسلم کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور اس نے ہی دو قدم آگے بڑھکر اس کا پھیلا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا عاشق و معشوق کی نگاہیں ایک لحظہ کے عرصہ خفیف کیلئے ایک دوسرے سے ملیں گو اس ایک نگاہ میں بھی دفتر معانی پوشیدہ تھا اس کے بعد ڈونالڈ سٹوارٹ اس خیال سے کہ کسی طرح کا شبہ ایملین کے برخلاف ترقی نہ کرے تیز قدمی خیمہ سے رخصت ہو گیا۔

اس کے چلے جانے کے بعد مس ویبا چرچ جس کا چہرہ زرد اور بدن زرد زرد سے کانپ رہا تھا جس کا اضطراب حد انتہا کو پہنچا ہوا اور رنج و غم کا اظہار مشکل سے رکا ہوا تھا اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئی لیناکس دیبا چرچ بھی جس کے چہرہ پر جسد اور جوش رقابت کے آثار تھے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ والئے رنج متھگلن کا اپنا چہرہ بھی اس وقت زرد تھا اور اس کی نگاہیں سختی کے آثار پائے جاتے تھے۔ دونو چہرے لڑکوں کے چہروں پر رنج و حسرت کے آثار تو موجود تھے۔ تاہم وہ حالات پیش آمدہ کی اہمیت کو سمجھنے سے قاصر تھے محض اتنی بات ان کے ذہن میں آسکتی تھی کہ ان کا ہر دلعزیز استاد ہمیشہ کے لئے ان سے جدا ہو گیا ہے۔

"افسوس" آخر کار ٹوہنی کلیک مینن کی آواز اس گہری خاموشی کو جو حاضرین میں سے ہر شخص کے لئے موجب تکلیف و پریشانی ثابت ہو رہی تھی قطع کلام کرتے سنائی دی" افسوس مسٹر سٹوارٹ نے اس سفر سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ جو بہت ہی عمدہ اور نفیس بنا ہوا ہے۔ اور ہاں اس سلسلہ میں یاد آگیا" اس نے رنج متھگلن کی طرف مڑتے ہوئے کہا" آئندہ کے لئے آپ مہربانی سے اپنے باورچی کو ہدایت کر دیں کہ بیوگلس بکٹ کی طرح وہ بھی تھوڑے سے ادرک کے چھلے ضرور اس میں ڈال دیا کرے۔ کیونکہ جیسا میرے دوست سالٹ کوٹ نے کہا تھا۔۔"

"مسٹر کلیک مینن" والئے رنج متھگلن نے جھڑک کر کہا" یہ شراب کی بوتل لیجئے اور سالٹ کوٹ کا ذکر تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دیجئے"

"بالکل صحیح بالکل ٹھیک" ڈامنی نے شیری کا ایک گلاس پر کرتے ہوئے کہا۔

"ایمیلین" والے ایچ متھگلن نے اس طرح کے سرد لہجہ میں گویا اس کے خیالات کی رو بہت دور پہنچی ہوئی تھی کہا "تم بتاؤ تمہیں کیا پیش کروں ؟ لینا کس کتنے افسوس کی بات ہے کہ تم اس کی ذرا خاطر نہیں کرتے "

"جی نہیں مجھے کوئی چیز درکار نہیں" نوجوان لیڈی نے اس طرح کی بھرائی ہوئی آواز سے جواب دیا گویا وہ اپنے آنسوؤں اور سسکیوں کو مشکل سے ضبط کر سکتی تھی۔

"تاہم کچھ نہ کچھ ضرور کھانا چاہیئے" لینا کس نے اپنی طرف سے کہا مگر اس کی آواز خوفناک اور پولی تھی کیونکہ حسد اور جوش رقابت کا تیر یقینی طور پر اس کے سینہ میں بیٹھ چکا تھا۔

خیر کھانے کا عمل شروع ہوا اور والے ایچ متھگلن لینا کس دو نوخیز و سال لڑکوں اور ڈاہنی کلیک منین نے اپنے اپنے طور پر اس میں کم و بیش حصہ لیا دونوں لڑکوں کی بھوک پر ان کی طفلانہ معصومیت کی وجہ سے کسی طرح کا اثر پیدا نہ ہوا تھا اور ڈاہنی کی حالت میں تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ ان لوگوں کی کسر پوری کرنی چاہتی ہے جنہوں نے بالکل کچھ نہ کھایا تھا۔

آخر کار کھانا ختم ہوا اور جب باری باری سب لوگ میز سے اٹھ کر کھڑے ہوئے تو لینا کس نے رسمی طور پر کہا "ایمیلین کیا تم میرے ساتھ سیر کرنے چلو گی ؟"

"نہ بس میں شکریہ ادا کرتی ہوں" اس نے سرد لہجہ میں جواب دیا "میں روانگی کے وقت تک کشتی ہی میں بیٹھوں گی میں ایک کتاب اپنے ساتھ لیتی آئی تھی اسی کو پڑھنا چاہتی ہوں "

"مگر وہ سپ بہت تیز ہے" لینا کس نے اپنا ہونٹ جو دبے ہوئے غصہ کی وجہ سے بالکل سپید پڑ گیا چباتے ہوئے کہا۔

"میرے پاس چھتری موجود ہے" خاتون نے جواب دیا "اور اگر ضرورت ہوگی تو میں ملاحوں سے کہکر چادر تنوالوں گی "

اس سرد مہری کے بعد لینا کس براہ راست بنا کہے ایک طرف کو چلا گیا اس نے ایمیلین کو کشتی تک ساتھ لیجانے کی بھی پروا نہ کی۔

"مجبوراً" والے لنچ تھکگن نے یہ فرض خود ہی پورا کیا اور وہ روانگی کے وقت تک وہیں کشتی میں بیٹھا ہوا اپنی بھتیجی سے باتیں کرتا رہا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد جب ڈاہنی کلیک مین سب سے پیچھے کھانے سے فارغ ہو کر اٹھا اور ملاحوں کے بیٹھنے کی باری آئی تو کیمرن نے دبی آواز میں مجھ سے کہا "جوزف آج کا واقعہ کتنا رنجدہ تھا"

"بیشک" میں نے تسلیم کیا۔

"لیکن قصور سر لیسٹر ڈونالڈسٹوارٹ کا تھا" کیمرن نے کہا۔

"یہ غلط ہے۔ قصور مسٹر لینا کس دیناچر کا تھا" میں نے جواب دیا اور اس کے ساتھ اس بحث کو طول نہ دینے کے خیال سے میں چپ چاپ کھانا کھانے کی میز کے پاس بیٹھ گیا۔

جس وقت کشتی محل کی طرف واپس جا رہی تھی تو حاضرین میں بہت ہی کم گفتگو ہوئی۔ البتہ دوسروں کی اس خاموشی سے فائدہ اٹھا کر ڈاہنی کلیک مین نے اپنی نامکمل حکایتوں کا دفتر کھول دیا اور ان کو خوب ہی بے روک بیان کیا۔ دانستہ لنچ تھکگن کے چہرہ پر فکر و سنجیدگی کے آثار نمودار تھے میں نہیں جانتا کشتی کی روانگی سے پہلے اس کی اپنی بھتیجی سے کیا باتیں ہوئی تھیں۔ تاہم اتنا میں نے دیکھا کہ اس گفتگو نے اس کے مزاج کی پرلغو خندگی میں کوئی اصلاح پیدا نہ کی۔ رہگیا لینا کس تو اس کا سلوک اپنی چچازاد بہن سے تغافل اور سرد مہری کا تھا اور جب کبھی وہ بولتا تو اس کے الفاظ طنز و تضحیک کی بولیاں ہوتے تھے۔ ایک دو مرتبہ وہ ڈاہنی کے منہ سے کوئی احمقانہ حکایت سنکر ہنسا بھی۔ مگر اس ہنسی کی آواز پوچی اور خوفناک تھی۔ نائٹلی لاپروائی کے باوجود اس کے حرکات و سکنات سے فکر و تشویش کے آثار نمودار تھے۔ ایلین نے سارا رستہ کتاب آنکھوں سے لگا رکھی۔ گو میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہرگز ہرگز اسے پڑھنے میں مشغول نہ تھی کیونکہ اس نے صرف دو یا تین بار ورق گردانی کی اور ان دو تین صفحوں پر بھی ایک ہی مرتبہ دس دس بارہ ورق الٹ ڈالے۔

آخر کار کشتی گھاٹ کے پاس جا کر ٹھیر گئی۔ اور سب لوگ خشکی پر اُترنے لگے وقد پھر ایک بار ینیاکس نے گھاٹ کی سیڑھیوں پر ایسلین کو سہارا دینے کے لئے اپنا بازو پیش کیا۔ مگر وہ اس کی موجودگی کو بالکل ہی نظر انداز کر کے چپ چاپ اوپر چڑھ گئی۔ بعد ازاں جب سارے آدمی خشکی پر پہنچ چکے۔ تو ینیاکس بے تابانہ ایک طرف کو مڑا۔ اور اکیلا ہی رخصت ہو گیا۔ اور والے اینج مقگلن اپنے بازو کا سہارا دے کر ایسلین کو محل کے اندر لے گیا۔ اس کے تھوڑا ایک گھنٹہ بعد مجھے بتایا گیا۔ کہ والے اینج مقگلن نے تم کو لائبریری کے کمرہ میں یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ میں فوراً وہاں گیا۔ وہ تنہا اس جگہ بیٹھا تھا۔ اور مگر اس نے اپنے اضطراب کو نخوت کے پردہ میں چھپانے کی بہت کوشش کی تاہم اس کے چہرہ سے آثار دیکھ کر یہ معلوم کرنا سہل تھا۔ کہ اس کی پریشانی حد انتہا سے زیادہ بڑھی ہوئی ہے

"جوزف" اس نے کہا "تھوڑا عرصہ پیشتر جو واقعہ پیش آیا تھا۔ اُسے تم نے دیکھا ہے اور اُس کے متعلق ساری گفتگو بھی سُنی ہے مجھ والے اینج مقگلن کیلئے یہ بات سخت ہی موجب تکلیف ہے" اس نے غائرانہ لہجہ میں کہا "میں ایک اونی نوکر سے کسی طرح کے سوالات پوچھوں۔ مگر حالات پیش آمدہ میں ایسا کرنا ضروری ہے۔ اس لئے میں تم سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ وہ کیا واقعہ تھا جس کا ذکر مسٹر کلیک سینن نے کیا تھا؟ یعنی وہ گلی کا واقعہ جو اس ساری بدمزگی کا موجب ثابت ہوا؟"

"سر کار میں عرض کرتا ہوں" میں نے اینج مقگلن کی تیز متجسس نگاہ کا پوری طرح مقابلہ کرتے ہوئے جواب دیا "میں حسب معمول مس دیناچ کے ساتھ ساتھ اُن کی پشت پر تھوڑے فاصلہ سے چل رہا تھا۔ اور اُن کے حسب حکم جھاڑیوں کے پیچھے پھول چننے گیا تھا۔ کہ دفعتاً کسی کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ میں دوڑ کر باہر نکلا اور اس وقت دیکھا کہ مسٹر سٹوارٹ نے جو سمت مقابل سے آ رہے تھے۔ آگے بڑھ کر مس دیناچ کو سہارا دیا۔ اور اُٹھا لیا۔ عین اس موقعہ پر مسٹر کلیک سینن گلی میں داخل ہوئے

اور اس کے چند منٹ بعد مسٹر لیناکس دیناچ گھوڑے پر سوار گلی کے موڑ کے پاس سے گذرے مسٹر سٹوارٹ نے مس دیناچ کو سہارا دے کر اٹھانے کے بعد مؤدبانہ سلام کیا۔ اور اس کے بعد رخصت ہو گیا"۔

اس سارے عرصہ میں کہ میں یہ سچ اور جھوٹ کی ملی ہوئی حکایت بیان کر رہا تھا ولیے ڈیچ مقصگلن نے ایک لحظہ کے لئے اپنی نگاہ میرے چہرہ سے نہ ہٹائی تھی بظاہر وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ کیا وہ بیان جو میں اس کے روبرو دے رہا ہوں۔ صحیح ہے۔ اور کیا الفاظ میرے دل سے نکلے ہوئے ہیں؟ کسی نہ کسی طریقہ پر وہ میری روح کے اندر تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ میں نے یہ فرضی حکایت بہت وضاحت ہو کر بیان کی تھی۔ اور اپنے چہرہ پر کسی طرح کے اضطرابی آثار بالکل ظاہر نہ ہونے دیئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی میں نے یہ کہہ کر اپنے دل کو سمجھایا۔ کہ ایک اس طرح کے موقعہ پر جب کسی عالی قدر خاتون کی عزت و ناموس کی حفاظت کا سوال ہو۔ جب سچ کہنے سے اُسے اپنے رشتہ داروں کے عتاب کا نشانہ بننا پڑے تو اس طرح کا دروغ مصلحت آمیز بڑی حد تک قابل معافی سمجھا جا سکتا ہے۔

"بس کافی ہے"۔ سارا حال سننے کے بعد مسٹر دیناچ نے کہا: "جاؤ"۔

اس روز سہ پہر کو میں جب رات کے کھانے سے تھوڑی دیر پہلے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ میرے لائق کوئی خدمت تو نہیں ہے۔ مسٹر لیناکس کے کمرہ میں گیا۔ تو وہ انتہائی سرد مہری بلکہ جاہلانہ وحشت کے ساتھ پیش آیا۔ مگر میں نے اس بدسلوکی کو قصداً نظر انداز کر دیا۔ بلکہ اگر ممکن سمجھا جائے۔ تو اپنی طرف سے قولاً اور فعلاً پہلے سے بھی زیادہ اخلاق کا ثبوت دیا۔ اس نے (اس معاملہ کی نسبت جس کے بارہ میں اس کے باپ نے استفسارات کئے تھے۔ کوئی بات نہیں پوچھی۔ ایک عجیب طرح کا دبا ہوا غصہ اور جوش اُس کے سینہ میں موجود تھا۔ اس نے مجھے بہت دیر روکا بھی نہیں۔ بلکہ

جلدی ہی اس طرح دھتکار کے رخصت کر دیا۔ مگر یادہ مجھے کتے سے بھی بدتر خیال کرتا تھا میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اگر اس کا بس چلتا۔ تو وہ مجھے اسی وقت ملازمت سے علیحدہ کر دیتا۔ مگر محض اس ڈر سے کہ باپ کی ناراضگی کا نشانہ نہ بننا پڑے۔ وہ ایسا کرنے سے باز رہا

بحیثیت مجموعی میں جس نتیجہ پر پہنچا یہ تھا۔ کہ گراس کا باپ میرے بیان کو لفظ بلفظ صحیح تصور کرتا ہے۔ تاہم لیناکس اس حسد اور رقابت کی وجہ سے جو اس کے سینہ میں جاگزیں تھا۔ یہی سمجھے ہوئے ہے۔ کہ ایلین اور ڈونالڈ سٹوارٹ کی اس ملاقات میں میرا برابر کا شریک سازش مجرم ہوں۔

خیر اس کے بعد ایک ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ اور اکتوبر کے دن آ گئے۔ اس ایک ماہ کے عرصہ میں لیناکس دیناچہ کا سارا کچھ سے تکبر، سرد مہری اور حقارت ہی کا رہا لیکن میں نے جس خیال سے اس کی ساری بدسلوکیاں اب تک برداشت کی تھیں اسی خیال کو مدنظر رکھ کر میں اب بھی اُن کو بدستور سہتا رہا۔ یعنی میں چاہتا تھا۔ کہ اس قصہ عشق کا انجام اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔ جس میں قدرت نے مجھ کو میرے ارادہ کے بغیر اُلجھا دیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں ہر قسم کی سختیاں سہتا ہوا بھی حرف شکایت زبان پر نہ لاتا تھا۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے کہ حنیہ کے واقعہ ناخوشگوار کے بعد فوراً ہی ڈونالڈ سٹوارٹ کسی طرف کو رخصت ہو گیا تھا۔ ایلین ان دنوں بہت ہی کم باہر جاتی تھی یعنی وہ سیر و تفریح کے لئے تھوڑی سی دیر کو باغ میں نکل آتی اور اس کے بعد پھر اپنے کمرہ میں چلی جاتی تھی۔

ان ایام میں لیناکس بارہا اس کے ساتھ دیکھا گیا۔ تاہم میں اُن کے برتاؤ کا اس سے زیادہ کوئی حال معلوم نہ کر سکا۔ کہ ایلین زرد رو اور متفکر اپنی پریشانیوں کو چھپانے کی بہت ہی کم کوشش کرتی تھی۔ اور لیناکس دبے ہوئے جوش کو سینہ میں لئے کسی طرح اس کی خوشنودی مزاج حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اس ایک مہینہ کے بعد ایک دن صبح کو ایک خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر میرے لئے بالکل نئی تھی۔ بعد ازاں جب میں نے اُسے کھول کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ میرے دوست مسٹر ڈنکنبی وکیل کی بھیجی ہوئی چٹھی ہے۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

ایڈنبرگ

۳ر اکتوبر ۱۸۳۹ء

میرے نوجوان دوست۔

میں یہ خط یہ معلوم کرنے کے لئے لکھتا ہوں۔ کہ کیا تم اب تک ایسے متعفن گلن ہی میں رہتے ہو۔ یا اب تمہارا قیام کسی دوسری جگہ ہے۔ مجھے تمہاری ذات سے جو اُنس ہو چکا ہے۔ اس کا ذکر محتاج تفصیل نہیں۔ تاہم اگر کبھی خدانخواستہ تمہیں حالات کی تبدیلی سے کسی طرح کی مشکلات کا سامنا ہو۔ تو میں یقین دلانا چاہتا ہوں کہ تم ہر وقت مجھے اپنا دوست اور مددگار سمجھ سکتے ہو۔ اپنی اس دوستی کے ثبوت میں میں ایک چھوٹا سا تحفہ تمہیں بھیجنا چاہتا تھا۔ لیکن یہ نہ جانتے ہوئے کہ کونسی چیز تم کو مقبول ہوگی۔ یہ دس پونڈ کا نوٹ روانہ کرتا ہوں۔ امید ہے تم اسے قبول کروگے اور کسی ناراضگی کے خیال کو دل میں جگہ نہ دوگے۔

تمہارا خیر خواہ

ڈنکن ڈنکنبی

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ میرے محترم دوست وکیل نے میری ناچیز شخصیت کو اس قدر یاد رکھا۔ چنانچہ میں اسی وقت اس کے خط کا جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ اور اپنی چٹھی میں موزوں طریقہ پر اُس کی عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ بعد ازاں وہ خط میں نے اپنے ہاتھ سے گاؤں کے ڈاکخانہ میں لے جا کر لیٹر بکس میں ڈال دیا۔ یہ احتیاط اس لئے ضروری تھی۔ کہ مبادا گھر کے آدمیوں یا دوسرے نوکروں میں سے

کسی کو معلوم ہو جائے کہ میں مقدمہ کیرنڈیل کی پیروی کرنے والے وکیل کے ساتھ خط و کتابت کر رہا ہوں۔ مجھ کو اچھی طرح معلوم تھا۔ اگر یہ راز کسی پر ظاہر ہو گیا۔ تو یہی سمجھا جائیگا۔ کہ میں وشنن کے جاسوس کی حیثیت میں اس جگہ رہ کے سارے حالات معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

قریباً ایک ہفتہ بعد ایک اور خط میرے نام موصول ہوا جس کی تحریر ظاہر کرتی تھی کہ حروف قصداً بگاڑ کر لکھے گئے ہیں۔ میں نے جب اسے کھولا۔ تو ایک بند لفافہ اور اس کے اندر سے نکلا۔ جس پر مس ویناچر کا نام درج تھا۔ اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا رقعہ ڈونالڈسٹوارٹ کا لکھا ہوا میرے نام ملفوف تھا۔ میں اس کو بعینہٖ درج کرتا ہوں۔

پرتھ

۱۰ اکتوبر ۱۸۳۹ء

جرزف

مجھے پورا یقین ہے کہ وہ اندازہ جو شروع میں میں نے تمہاری نیکی اور طبعی فیاضی کے بارہ میں قائم کیا تھا۔ غلط ثابت نہیں ہوا۔ بہرحال میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ وہ کیا جذبات تھے۔ جن کے زیر اثر تم نے بادقات مختلف میری اور مس ویناچر کی خدمات انجام دیں۔ مجھے قوی امید ہے کہ عنقریب میری حالت میں خوشگوار اصلاح پیدا ہو جائے گی۔ اور مگویں سردست اس بارہ میں پورا حال بیان نہیں کر سکتا۔ تاہم اپنی امیدوں کو مس ویناچر تک پہنچا دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ہی اس بات کا اطمینان دلا دینا چاہتا ہوں۔ کہ میری وہ امیدیں فرضی اور موہوم نہیں۔ پختہ اور یقینی ہیں۔ فی الحال میری یہ خواہش ہے۔ کہ تم اس بند خط کو جو میں نے مس ویناچر کے نام لکھا ہے۔ اس کے ہاتھوں تک پہنچا دو

اور اگر اس کی طرف سے کوئی جواب بھیجا جانا ہو۔ تو یہ بھی میری خواہش ہے کہ تم اس جوابی خط کو اپنے ہاتھ سے ڈاکخانہ میں ڈال دو۔ جرزف میرے عزیز وہ وقت آنے والا ہے۔ جب میں اپنی شکر گذاری کا مکمل ثبوت پیش کر سکوں گا۔ اس اثنا میں بس اتنا ہی لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ تمہارے احسانات کی یاد کبھی میرے دل سے محو نہ ہوگی

ڈونالڈ سٹوارٹ

اس خط کو پڑھ کر مجھے اس خیال سے اور بھی زیادہ خوشی حاصل ہوئی کہ ایک ایسے مرد شریف نے جیسا کہ مسٹر ڈونالڈ سٹوارٹ تھا۔ میری خدمات کی اتنی قدر کی اور مجھے اس درجہ لائق اعتماد سمجھا۔ میں نے احتیاطاً وہ خط اپنے صندوق میں بند کر لیا۔ اور دوسرا لفافہ جو مس دینا چر کے نام تھا جیب میں رکھ کر اس خیال سے باغ میں ٹہلا کہ وہ اگر سیر کرتی ہوئی مل جائے۔ تو اس کے حوالہ کر دوں۔ حسن اتفاق سے اس طرح کا موقع جلدی ہی مل گیا۔ یعنی اس کے تھوڑی دیر بعد میلین سیر کرنے آگئی اور میں نے دیکھا کہ خوش قسمتی سے دینا کس دینا چر اس کے ساتھ نہ تھا میں نے بڑی احتیاط سے چاروں طرف دیکھا۔ اور جب معلوم ہوا کہ کوئی شخص آس پاس موجود نہیں ہے۔ تو جلدی سے اس کے پاس جا کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اور وہ لفافہ اس کے حوالے کرتے ہوئے دبی آواز سے کہا "یہ خط مسٹر سٹوارٹ نے آپ کے نام بھیجا ہے"

آن واحد میں جوش راحت کے ساتھ لئے ہوئے فکر و تشویش سے آثار اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار ہوئے۔ راحت اس لئے کہ وہ خط اس کا بھیجا ہوا تھا جسے وہ اپنی جان سے بڑھ کر عزیز سمجھتی تھی۔ اور فکر و تشویش اس لئے کہ نہ معلوم اس خط کا مضمون کیا ہو۔ اور اس میں کونسی نئی خبر درج ہو۔ یہ سارے احساسات اتنی ہی وضاحت سے اس کے خوشنما چہرہ پر نمودار تھے۔ گویا ان کا اظہار الفاظ کے ذریعہ سے کیا گیا ہو۔

"جرزف" آخر کار اس نے جوش سے تھرائی ہوئی آواز سے کہا "میں اس عنایت

کے لئے تہ دل سے تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں"۔

"بانو کسی شکریہ کی حاجت نہیں"۔ میں نے جواب دیا۔ "اس خط کے ساتھ مسٹر سٹوارٹ نے ایک چھوٹا سا رقعہ میرے نام بھی بھیجا تھا۔ جس میں انہوں نے یہ بات تحریر کی تھی کہ اگر آپ اس خط کا جواب لکھیں۔ تو میں اسے اپنے ہاتھ سے ڈاک کے لیٹر بکس میں چھوڑ آؤں۔ اور میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں اس فرض کو بڑی خوشی کے ساتھ پورا کروں گا پس آپ جس وقت چاہیں میری خدمات اس مطلب کے لئے حاضر ہیں"۔ اپنے دل میں مجھے اس بات کا پورا یقین تھا کہ وہ اس خط کا جواب ضرور لکھے گی۔ بہرحال اتنا کہکر میں وہاں سے چلا آیا۔

قریباً تین گھنٹے بعد مس دینا چر پھر مجھے باغ میں ملی۔ اور اس نے دبے ہوئے اشارہ سے مجھے اپنے پاس بلایا۔ قریب پہنچا تو معلوم ہوا کہ اس کے چہرہ پر آثار مسرت نمودار تھے۔ صرف ایک بار اس نے مضطرب نظروں سے چاروں طرف دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس بات کا اطمینان کرنا چاہتی ہے۔ کہ اس کا حاسد چچازاد بھائی تو کہیں آس پاس موجود نہیں ہے لیکن دور و نزدیک کوئی شخص موجود نہ تھا۔ اس نے ایک بند خط جلدی سے میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اور میں اس کا مطلب سمجھ کر وہ خط جیب میں ڈالے وہاں سے چلا آیا۔ پہلے میرا ارادہ اس کو اسی طرح ڈاک میں ڈال دینے کا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ ایسا نہ ہو وہ بڑھیا جس کے سپرد گاؤں کے ڈاکخانہ کا انتظام تھا۔ رفع استعجاب کے خیال سے خط کھولنے یا کھولنے کی کوشش کرے۔ پس میں نے اس بند لفافہ کو ایک اور لفافہ میں ڈالا اور اس کے ساتھ چند سطریں اس مضمون کی اپنی طرف سے لکھ کر شامل کیں کہ میں آپ کی خدمت گذاری کے لئے ہر وقت ہر طرح حاضر ہوں اور آپ جس وقت چاہیں اُن سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اس لفافہ کو بند کر کے میں خود اُسے موضع متھگلن کے ڈاک خانہ میں ڈالنے گیا۔ اور اس دن کے بعد میں نے دیکھا کہ ایسلین کے چہرہ پر

سکون و اطمینان کے آثار پیدا ہو گئے

اکتوبر کے آخری ایام تھے کہ اخبارات کے ذریعہ سے انچ متھگلن میں یہ اطلاع موصول ہوئی۔ کہ مقدمہ کیمنڈیل کی آخری سماعت شروع ہو گئی۔ اپنے طور پر اخبار والوں نے اس مقدمہ کی مختصر کیفیت درج کرتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ وہ سالہا سال سے چل رہا ہے۔ اور اس کے فیصلہ پر لاکھوں روپے کی جائیداد کے اِدھر سے اُدھر ہو جانے کا دارومدار ہے۔ اخبارات میں یہ بھی درج تھا کہ سکاٹ لینڈ کے بہترین اور قابل ترین وکلا فریقین کی طرف سے پیروکار ہیں۔ نیز یہ کہ صدر مقام سکاٹ لینڈ کی عدالت عالیہ میں کبھی کسی دیوانی مقدمہ سے اتنی دلچسپی نہیں لی گئی جتنی اس سے لی جا رہی ہے آخر میں یہ بھی لکھا تھا۔ کہ عوام کی ہمدردی سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کے ساتھ ہے۔ لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ خود اس وقت کہاں ہیں؟ ہر شخص پوچھتا ہے کہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کدھر گئے؟ لیکن کوئی اس کا تسلی بخش جواب نہیں دے سکتا۔ کم از کم یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ وہ زندہ اور صحیح سلامت ہیں۔ اور اُن کے معزز وکیل مسٹر ونکنسی کا بیان ہے کہ مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں صادر ہونے پر وہ یقیناً اُس پردہ راز سے باہر نکل آئینگے جس میں وہ اب تک چھپے ہوئے تھے۔

میں نے دیکھا کہ ان ایام میں ساکنان انچ متھگلن میں سے ہر ایک کے دل میں (مسز ایبلین کے واحد استثنا کے ساتھ) ایک عجیب طرح کا جوش بے تابی پایا جاتا تھا۔ وہ نیکدل خاتون البتہ اس معاملہ سے بالکل بے تعلق تھی۔ یا تو اس نے کہ اس قسم کے خاندانی جھگڑوں اور دیرینہ عداوتوں سے کوئی دلچسپی اس کو نہ تھی۔ (حالانکہ قبیلہ انچ متھگلن کے اور لوگ اس مقدمہ کی رفتار سے اتنی ہی دلچسپی لے رہے تھے۔ گویا اس کا فیصلہ ان کے ذاتی نفع نقصان سے تعلق رکھتا ہو) یا اس لئے کہ ڈونالڈ سٹوارٹ کی نسبت حال اور مستقبل کے تفکرات ہی اس کے لئے کافی تھے۔ بہر حال جیسا

کہ بیان کیا گیا ہے اس کی ذات واحد کے سوا گھر کے سب آدمیوں کی یعنی ولیم ایچ مقفگلن۔ لیناکس وینا چر۔ گھر کے نوکروں چاکروں حتی کہ بڈھے ڈامنی کی اپنی خواہش بھی یہ تھی کہ مقدمہ کا فیصلہ سر ایگزینڈر کیرنڈیل کے برخلاف صادر ہو۔ یہی وجہ تھی کہ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں ہر روز ایڈنبرگ سے آئے ہوئے اخبارات کا مطالعہ غیر معمولی انہماک کے ساتھ ہوتا تھا۔ اور چونکہ اخبارات کی رائے میں مرتہنوں کا پہلو محفوظ تھا۔ اس لئے ایچ مقفگلن والوں کی امیدیں فلک ہفتم پر پہنچی ہوئی تھیں۔ لیکن جوں جوں وقت گذرتا گیا۔ اور آخر کار عالیہ کے وکیل کی بحث شروع ہوئی۔ تو یہ بات واضح ہونے لگی کہ وہ امیدیں جو پیشتر اس مقدمہ کے بارہ میں قائم کی گئی تھیں۔ فرضی اور نقش برآب تھیں۔ اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ مسٹر ڈنکنسبی نے مقدمہ کی تیاری غیر معمولی احتیاط کے ساتھ کی ہے۔ اور اس نے کوئی پہلو ایسا نہیں چھوڑا۔ جسے کمزور سمجھا جا سکے۔ مختصر لفظوں میں اس نے عدالت عالیہ کے روبرو اس مضمون کی زبردست شہادت پیش کی تھی۔ کہ سر ایگزینڈر آبجانی یعنی موجودہ سر ایگزینڈر کے باپ کو اس بات کا قطعاً کوئی اختیار حاصل نہ تھا کہ وہ اپنی ریاست کے رہن یا قبضہ کی بنا پر مرتہنوں سے کسی قسم کا قرضہ وصول کرتا۔

مقدمہ کی سماعت دس روز تک جاری رہی۔ اور جب آخر کار اس کے آخری فیصلہ کی اطلاع ایچ مقفگلن میں پہنچی۔ تو تو سر کے دوسرے ہفتہ کا آغاز ہو چکا تھا۔ اور وہ فیصلہ ایچ مقفگلن والوں کی امیدوں کے سراسر برخلاف۔ سر ایگزینڈر کیرنڈیل کے حق میں تھا! جسے اس کی آبائی ریاست پر پھر ایک بار قبضہ مل گیا۔ اور وہ سارے حقوق جو پیشتر اس کے آباؤ اجداد کو حاصل تھے۔ دوبارہ اس کو دلا دیئے گئے۔ اب گویا وہ بڑی آسانی سے اس قعر گمنامی سے نکل کر جس میں وہ اب تک چھپا ہوا تھا۔ اور اپنے اس فرضی نام کو ترک کر کے جس میں اس نے اپنی شخصیت کو چھپایا ہوا تھا بغیر کسی شرم و ندامت

کے اپنی اصلی رئیسی شان میں ظاہر ہو سکتا تھا۔

جس وقت اس فیصلہ کی اطلاع اینج متحصلان پہنچی تو جو پریشانی اور مایوسی اُن لوگوں کو لاحق ہوئی جو اس فیصلہ کی بنا پر بڑی بڑی امیدیں قائم کئے بیٹھے تھے اس کا حال بیان کرنا عبث ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عدالت عالیہ کے اس فیصلہ کے برخلاف ایک آخری اپیل دارالامرا کے روبرو دائر کی جا سکتی تھی۔ تاہم اس فیصلہ کے ساتھ ساتھ اخبارات میں یہ اطلاع بھی درج تھی۔ کہ گو عدالت نے اپنے فیصلہ کی رو سے سرالیگزینڈر کیرنڈیل کی ذات کو اس کے متوفی باپ کے قرضوں سے قطعاً سبکدوش قرار دیا۔ اور جاگیر کے وہ سارے محاصل جو اس وقت تک سرکاری امین کی تحویل میں جمع ہوتے رہے تھے اُس کے سپرد کر دیئے تھے۔ تاہم خود سرالیگزینڈر نے بڑی فیاضی اور منصف مزاجی سے کام لیکر مرتہنوں کو اس شرط پر اُن کے مطالبات کا جائز حصہ دینا قبول کر لیا ہے کہ وہ اس مطلب کی تحریر دے دیں۔ کہ اُن کی طرف سے اس فیصلہ کے برخلاف کوئی اپیل دائر نہ کیجائے گی۔ اور چونکہ انہوں نے اس شرط کی پابندی قبول کر لی ہے۔ اس لئے ایڈنبرگ کی عدالت عالیہ کا یہ فیصلہ آخری اور حتمی سمجھا گیا ہے۔

میرے لئے یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا۔ کہ اس فیصلہ کی اطلاع پاکر میرے اپنے دل کو کس قدر خوشی حاصل ہوئی۔ مجھے شروع سے ہی ہیرونٹ کی ذات سے ہمدردی تھی۔ چنانچہ مقدمہ کی سماعت کے دوران میں میں فریقین کی بحثوں کو نہایت دلچسپی کے ساتھ اخبارات میں پڑھا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ میرے لئے اس مقدمہ کی سماعت اسی قدر اہمیت رکھتی تھی جتنی کسی محاربہ عظیم کی خبریں شریک جنگ طاقتوں کے وزراء کے لئے ہو سکتی ہیں فیصلہ کی اطلاع پانے کے بعد ایک بار میرے جی میں آئی تھی۔ کہ مبارکباد کا ایک خط مسٹر ڈنگنیس کے نام لکھوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ شاید میری طرف سے اس قسم کی تحریر اس موقعہ پر ناموزوں ثابت ہو۔ اور اسے کسی اور نیت پر محمول کیا جائے۔ علاوہ بریں یہ بھی مجھ کو

معلوم تھا کہ اپنی موجودہ بڑھی ہوئی مصروفیتوں میں اُسے اس طرح کی نجی خط و کتابت کے لئے فرصت بھی کم ہوگی۔ پس میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

عدالت عالیہ کے فیصلہ کی اطلاع پانے کے دو یا تین دن بعد میرے نام ڈونالڈ سٹوارٹ کی طرف سے ایک اور خط موصول ہوا جس کا پتہ حسب معمول بگڑے ہوئے خط میں درج تھا۔ اور جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پرتھ

۱۰ نومبر ۱۸۳۹ء

جورف

میں پھر ایک بار تمہاری اس وفاداری اور نیک نیتی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس سے تم نے وہ فرض پورا کیا۔ جو تھوڑا عرصہ پیشتر تمہارے ذمہ ڈالا گیا تھا۔ اس سے بھی زیادہ میں تمہارے اس وعدہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو تم نے میری آئندہ امداد کے بارہ میں کیا ہے۔ اگر میری یاد غلطی نہیں کرتی۔ تو ان دو یا تین موقعوں پر جب ہماری گفتگو ہوئی تھی۔ تم نے اس مقدمہ کے متعلق جو اس زمانہ میں زیر سماعت تھا اور جس کا فیصلہ حال میں صادر کیا گیا ہے۔ پُرجوش طریقہ پر فریق ثانی کی حمایت کی تھی۔ دوسرے لفظوں میں میرا مطلب یہ ہے۔ کہ تم نے سر الیگزینڈر کیمڈیل کی کامیابی کے متعلق اظہار خیالات کیا تھا۔ یہ تو خیر تم کو معلوم ہو چکا ہوگا۔ کہ اس مقدمہ کا فیصلہ سر الیگزینڈر کیمڈیل کے حق میں صادر کیا جا چکا ہے۔ بہرحال میں جو اطلاع تمہیں دینا چاہتا ہوں یہ ہے کہ سر الیگزینڈر موصوف میرے محسن بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ میرے بڑے مہربان دوست ہیں۔ اور اس مقدمہ میں ان کی کامیابی سے میری وہ امیدیں بھی جن کا حوالہ میں نے اپنے سابقہ خط میں دیا تھا۔ پوری ہو گئی ہیں۔ چونکہ تم ان معاملات سے گہری دلچسپی لیتے رہے ہو۔ اس لئے میں یہ خبر بھی اطلاعاً لکھنا چاہتا ہوں کہ میری سب سے بڑی کوشش ان دنوں پنچ تھگلن

اور کیرولڈیل والوں کے اس عناد و باہمی کو جو صدیوں سے قائم چلا آتا تھا۔ رفع کرنے کی ہے سر ایگزینڈر کی طرف سے میں اس بات کا یقین دلانا چاہتا ہوں۔ کہ انہیں ہر طرح کی خاندانی عداوتوں سے نفرت ہے۔ خصوصاً اُن سے جن کی حالات موجودہ میں کوئی وجہ خاص باقی نہ ہو۔ اور جنہیں محض ایک طرح کی جاہلانہ روایت کی یاد سمجھا جائے۔ پس تمہیں یہ سن کر اور بھی خوشی حاصل ہوگی۔ کہ میں نے اسی ڈاک میں ایک اور خط اس سلسلہ میں والئے ارنج مسٹر گلن کے نام لکھا ہے۔ جس کی نقل میں تمہاری واقفیت کے لئے اسی خط کے ساتھ بھیجتا ہوں۔

اس کے ساتھ ہی میری درخواست ہے کہ وہ دوسرا خط جو میں نے اس چٹھی کے ساتھ بھیجا ہے سابق کی طرح مس دیناچ کر دے دینا۔ اور مجھے ہمیشہ اپنا ہی خواہ سمجھنا۔

ڈونالڈ سٹوارٹ

اس خط کے ساتھ دو پیپر ہیں اور تھیں۔ یعنی ایک وہ بند لفافہ جو ایملین کے نام بھیجا گیا تھا۔ اور دوسرے اُس خط کی نقل جس کا حوالہ مسٹر سٹوارٹ نے اپنی چٹھی میں دیا تھا۔ اس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

پرتھ

۱۰ اکتوبر ۱۸۳۹ء

جناب من

غالباً آپ کو اس شخص کی طرف سے خط و کتابت شروع ہونے پر حیرت ہوگی جو بعض ناخوشگوار حالات میں آپ کی ملازمت سے علیحدہ ہوا تھا۔ تاہم میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ کسی طرح کی رائے قائم کرنے سے پیشتر آپ اس خط کا مطالعہ ضرور فرمائیں۔ غالباً آپ بھولے نہ ہونگے۔ کہ ایکدفعہ میں نے ایک چھوٹی سی خدمت آپ کی سرانجام دی تھی۔ جس کے لئے آپ نے ازراہ عنایت وعدہ کیا تھا۔ کہ اس کے

معاوضہ کے طور پر جو چیز تم مجھ سے مانگو گے، اُسے حد معقولیت کے اندر قبول کرنے سے مجھے انکار نہ ہوگا۔ وہ وعدہ جیسا آپ کو یاد ہوگا۔ بعض حالات کی وجہ سے اب تک پورا نہیں ہوا تاہم آپ کی بلند سیرت کا جو حال مجھ کو معلوم ہے۔ اس کو جانتے ہوئے میں اپنے دل میں پورا یقین رکھتا ہوں کہ اس واقعہ ناخوشگوار کے باوجود جو میری علیحدگی کا موجب ثابت ہوا تھا۔ آپ خدانخواستہ اپنے اس کئے ہوئے وعدہ سے منحرف نہ ہونگے۔ اور اُسے اب بھی پورا کرنے سے انکار نہ کریں گے۔ اس یقین کو دل میں لیکر میں وہ درخواست پیش کرتا ہوں۔ جو مجھے اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرنی ہے۔

سب سے پہلے میں آپ کی واقفیت کے لئے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ بعض حالات نے میرے تعلقات سر ایگزینڈر کیرن ڈیل سے پیدا کر دیئے ہیں۔ وہ میرے محسن اور دوست ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ سے یہ بھی مجھ کو معلوم ہوا ہے۔ کہ ایک عجیب طرح کی خاندانی عداوت لاتعداد صدیوں سے نسلاً بعد نسلاً آپ کے اور ان کے خاندانوں کے درمیان قائم چلی آتی ہے۔ وہ عداوت کن حالات میں شروع ہوئی تھی اور کیوں اب تک قائم رہی۔ میں سردست اس سوال پر بحث کرنا نہیں چاہتا۔ مدعائے گذارش یہ ہے کہ اس معاملہ میں سر ایگزینڈر کے خیالات اپنے آباؤ اجداد سے مختلف ہیں۔ یعنی اس عداوت کو جو اُن کے نزدیک بیہودہ لایعنی اور بیسود ہے اپنے دل میں جگہ دیئے رکھنے کی بجائے وہ آپ سے راہ و رسم پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے مقدمہ میں فتحیاب ہونے کے بعد وہ عنقریب آپ کے ہمسایہ بن کر رہیں گے اور ان کی دلی خواہش یہ ہے۔ کہ بذات خاص آپ کے اور بالعموم خاندان ایچ ہتھگلن کے ساتھ ان کے تعلقات ہمیشہ دوستانہ اور پُرامن رہیں۔

پس جو درخواست میں اس وعدہ کے سلسلہ میں آپ سے کرتا ہوں یہ ہے کہ اپنی طرف سے آپ بھی خاندان کیرن ڈیل کے برخلاف ہر طرح کے جوش منافرت کو

دل سے نکال دیں۔

مجھے پورا یقین ہے کہ آپ میری اس ناچیز درخواست کو حد معقولیت سے باہر نہ سمجھیں گے۔ کیونکہ اس میں آپ کا کوئی نقصان نہیں۔ بلکہ اس میں بھلائی اور نیکی کا جذبہ کام کرتا ہے۔ یقین فرمائیے کہ اگر آپ نے میری اس درخواست کو شرف قبول بخشا۔ تو اس سے امن اور تہذیب کی ترقی مقصود ہوگی نہ کہ کچھ اور۔ اگر آپ کا جواب اثبات میں ہو۔ تو میں سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کی طرف سے یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ کہ وہ بذات خود جس قدر جلد ممکن ہوگا خود آپ کے دربار دولت پر حاضر ہو کر اس قبیلہ کے محترم سردار کی حیثیت میں جس سے وہ دوستانہ تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں آداب بجا لائیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ تعلقات آشتی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کوئی ایسی بات کرنا نہیں چاہتے۔ جس سے آپ کی شان ریاست میں فرق آنے کا احتمال ہو۔ حتیٰ کہ اس دوستی کے معاملہ میں بھی وہ خود سر نیاز خم کرنا چاہتے ہیں۔ اتنی خواہش اُن کے دل میں آپ سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے کی ہے۔ کہ وہ اپنے منہ سے اس رعایت کے لئے جسے وہ ذاتی احسان تصور کرتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکریہ عرض کریں گے۔

بالفرض آپ میرے اس خط کا براہ راست میرے نام کوئی جواب بھیجنا پسند نہ کریں۔ تو پھر آپ اس کے متعلق ایک خط براہ راست سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کے نام بھیج سکتے ہیں۔ جن کا پتہ اسی قدر کافی ہوگا۔ معرفت مسٹر ڈنکنسبی وکیل ایڈنبرگ

میں ہوں آپ کا نیاز کیش

ڈونالڈ سٹوارٹ

بنام والئے اینچ متھگلن وغیرہ وغیرہ

مجھے اس خط کا مضمون پڑھ کر بے حد خوشی حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ اس سے

نہ صرف سر ایگزینڈر کیرن ڈیل بلکہ مسٹر سٹوارٹ کے اوصاف حسنہ پر بھی نہایت اچھی روشنی پڑتی تھی۔ تاہم میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ سر ایگزینڈر کیرنڈیل اگر واقعی اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کا محسن اور مربی ہو اور اس کے دائے اینچ متھگلن سے دوستانہ تعلقات بھی قائم ہو جائیں۔ تو اس سے یہ کیونکر ممکن ہوگا۔ کہ غریب ڈونالڈ کے پاس اتنی دولت جمع ہو جائے یا اس کی مجلسی حیثیت میں اتنی بلندی واقع ہو کہ وائے اینچ متھگلن اپنی بھتیجی کی شادی اس سے کرنا منظور کرے؟ لیکن پھر سوجھ آئی کہ شاید مسٹر سٹوارٹ محض اس وقت کے انتظار میں ہو۔ کہ وہ گذارہ لائق روپیہ جمع کر کے آزادی کی زندگی بسر کرنے کے لائق بن جائے۔ جس کے بعد اس کا ارادہ ممکن ہے ایملین کر اپنے ساتھ کسی دور افتادہ مقام پر لیجا کر اس کے رشتہ داروں کی رضامندی کے بغیر شادی کر لینے کا ہو۔ خود ایملین کے پاس ذاتی ورثہ کے طور پر چند ہزار پونڈ موجود تھے۔ اور اگر سر ایگزینڈر کیرن ڈیل کی اعانت و امداد سے ڈونالڈ سٹوارٹ کو چند سو پونڈ سالانہ کی آمدنی شروع ہو جائے۔ یعنی وہ اُسے اپنا معتمد خاص یا مینیجر یا ایسا ہی کوئی عہدیدار مقرر کرے۔ تو پھر کوئی ممکن وجہ نہ تھی۔ کہ وہ دو تو شادی کر کے آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرنا شروع نہ کریں۔ بہر حال یہ خیالات تھے جو اُن چٹھیوں کو پڑھ کر میرے دل میں پیدا ہوئے اور اس کے بعد خیال آیا۔ کہ جس قدر جلد ممکن ہو۔ مجھے ڈونالڈ سٹوارٹ کی بھتیجی مس دیانا چرچینڈ سے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مگر اس کا موقعہ جلدی ہی مل گیا۔ اور اس کے دو یا تین گھنٹے بعد اس خاتون نے اپنا جواب لکھ کر بھی میرے حوالہ کر دیا۔ تاکہ میں اُسے سابق کی طرح اپنے لفافہ میں بند کر کے ڈونالڈ سٹوارٹ کو بھیج دوں۔ تاہم میں نے دیکھا کہ اُس روز وہ پہلے سے بھی زیادہ خوش تھی۔ چنانچہ جس وقت اپنا جوابی خط اُس نے میرے حوالہ کیا۔ تو اس کے رخسار شگفتہ پھولوں کی مانند سرخ تھے۔ اور دلی مسرت کی چمک دوشیزگی کی حیا سے ملی ہوئی اس کی

آنکھوں میں پائی جاتی تھی۔

شام کو جس وقت میں گاؤں کے ڈاکخانہ میں خط ڈال کر واپس آیا، تو کیمرن سے ملنے کا اتفاق ہوا جس کے چہرہ پر کچھ اس طرح کی علامات پُراسرار پائی جاتی تھیں گویا وہ کسی غیر معمولی اہمیت کے واقعہ سے واقف ہے اور اس کے اظہار کے لئے بیتاب۔

"جوزف" اس نے مجھے دیکھتے ہی کہا۔ "کیا تم نے وہ نئی خبر سنی ہے۔ جو میں امید کرتا ہوں۔ تمہارے لئے بھی ہر لحاظ سے دل خوش کن ثابت ہوگی؟"

"نہیں تو" میں نے جواب دیا "وہ کیا خبر ہے۔ مجھے بھی واقف ہونے دو۔"

"خوشخبری یہ ہے" اس نے پُراہمیت انداز سے کہا۔ "کہ اینچ تھنگلن اور کیمرن کے خاندانوں میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی اس کا خاتمہ آج ہو گیا۔"

"کیا واقعی!" میرے منہ سے نکلا۔ اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے چہرہ پر خوشی کی چمک پیدا ہوتی معلوم ہوئی "دوست کیمرن صبح صبح میں اس خبر کو سن کر بہت ہی خوش ہوا ہوں۔"

"جوزف" کیمرن نے کہنا شروع کیا "اینچ تھنگلن کا حکم ایسا نہیں کہ ہم تم اس پر اعتراض کریں۔ جو بات اُن کو پسند ہو۔ وہ ہم سب کو پسند کرنی پڑتی ہے۔ اور جس چیز کو وہ اچھا سمجھیں۔ وہ یقیناً ہم سب کے لئے اچھی ہے۔ پس اعتراض یا شکوہ فضول اور حق گیری ہم لوگوں کی ہمت سے باہر ہے۔ اس لئے کہتا ہوں مبارک فیصلہ ہوا ہے اور اب کل اینچ تھنگلن قبیلہ کے سربرآوردہ لوگ اس سوال پر غور کرنے کے لئے ایوان میں جمع ہوں گے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دائے اینچ تھنگلن کے اس بارہ میں فیصلہ کن رائے قائم کر لینے کے بعد تمہارے لوگوں سے مشورہ لینے کی کیا حاجت ہے؟" میں نے کہا۔

"آہ تم سمجھے نہیں" کیمرن نے جواب دیا "دراصل یہ محض ضابطہ کی کارروائی

ہوگی۔ وائے اینچ متھگلن بظاہر اپنے قبیلہ کے سرداروں سے اس معاملہ کی نسبت رائے طلب کریں گے۔ لیکن چونکہ وہ اس بارہ میں اپنی رائے کا اظہار سب سے پہلے اقتصاحی تقریر کے موقعہ پر ہی کردیں گے۔ اس لئے اس کے بعد کسی کو بارائے دم زون نہ ہوگا۔ فی الحقیقت" کیمرن نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ کارروائی عمل میں لائی جانی ضروری ہے کم از کم مالک نے یہی خیال اس کے متعلق ظاہر کیا تھا۔ ۔ ۔ "

"تاہم وہ کیا خیالات تھے جو حضور نے اس بارہ میں ظاہر کئے تھے؟" میں نے اس معاملہ کی نسبت انتہائی لاعلمی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

"سنو جو حالات مجھ کو معلوم ہیں وہ تم سے بیان کرتا ہوں" کیمرن نے کہا "میں آج صبح مالک کے کمرہ میں حسب معمول حاضر تھا۔ بعض اوقات وہ میری موجودگی میں بھی کچھ طور پر باتیں کئے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ آج صبح ایک چٹھی اُن کے ہاتھ میں تھی اور میں نے دیکھا کہ اس کے مضمون کا اُن کے دل پر بہت ہی گہرا اثر ہوا کئی منٹ تک وہ خاموش اور متفکر دکھائی دیئے۔ بعد ازاں انہوں نے اس خط کو پھر پڑھا۔ اور اس کے بعد مجھے حکم دیا۔ کہ فوراً جاکر مسٹر لینا کس کو بلالاؤ۔ میں جب کہ انہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ چونکہ اس کے بعد بھی بعض خدمات کے لئے میرا اس کمرہ میں حاضر رہنا ضروری تھا۔ اس لئے میں وہیں ایک طرف سٹ کے کھڑا رہا۔ اور اُن کی آپس میں جو باتیں ہوئیں وہ سب میں نے سنیں۔ معلوم ہوا وہ خط مسٹر سٹوارٹ نے بھیجا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ ایکدفعہ آپ نے مجھ کو منہ مانگی مراد دینے کا جو وعدہ کیا تھا۔ وہ میں اب آپ سے مانگتا ہوں۔ اور جو زف تم یہ سن کر حیران ہوگے کہ وہ منہ مانگی مراد یہ درخواست تھی۔ کہ خاندان اینچ متھگلن اور کیرن ڈیل کی باہمی عداوت رفع کرکے آپس میں دوستانہ تعلقات پیدا کئے جائیں"

"خوب" میں نے سارا حال سن کر کہا "پھر اس درخواست کے متعلق وائے اینچ متھگلن اور لینا کس میں کیا کیا باتیں ہوئیں؟"

"ایچ متھگلن نے یہ کہا کہ میں نے جو وعدہ کیا تھا۔ وہ ضرور پورا ہونا چاہیئے" کیمرن نے جواب دیا۔ "لیکن مسٹر لینا کس کی رائے اس سے مختلف تھی۔ چنانچہ انہوں نے غصہ میں بھر کر سختی سے مخالفت کی اور ڈونالڈ سٹوارٹ کی اس بیجا مداخلت کے بارہ میں سخت سست بھی کہا۔ میری اپنی رائے میں اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کو کوئی حق حاصل نہ تھا۔ کہ وہ ایک اس طرح کے خاندانی معاملہ کو اپنی دخل اندازی کا ذریعہ بناتا۔ تاہم والئے ایچ متھگلن کا کیا ہوا وعدہ کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور یہ درخواست جو مسٹر سٹوارٹ نے پیش کی تھی۔ حد معقولیت سے باہر بھی نہ تھی۔ چنانچہ یہی الفاظ خود مالک نے اس بارہ میں کہے تھے۔ پھر اس کے علاوہ یہ بھی انہوں نے کہا۔ کہ چونکہ سر الیگزینڈر کی تجویز یہ ہے۔ . . . اور یہ تجویز اس نے ڈونالڈ سٹوارٹ کی معرفت پیش کی ہے جس کے بارہ میں میرا اپنا خیال ہے کہ وہ ضرور سر الیگزینڈر کا معتمد خاص ہوگا۔ ورنہ دوست تو کیا ہو سکتا ہے . . ."

"خیر وہ کچھ ہو" میں نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "تم سارا واقعہ بیان کرو۔ کیونکہ مجھے اس حکایت سے بہت دلچسپی ہے۔"

"ترجیبا میں بیان کر رہا تھا" کیمرن نے سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "چونکہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل نے اس شخص ڈونالڈ سٹوارٹ کی معرفت یہ تجویز پیش کی ہے کہ وہ خود ایچ متھگلن میں آکر آداب بجا لائے گا۔ اور اس دیرینہ خاندانی عداوت کو ترک کرنے کے لئے زبانی شکریہ ادا کرے گا۔ اس لئے مالک کا اس نہایت معمولی رعایت کو منظور کر لینا چنداں حیرت خیز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس تجویز کے یہ معنی ہیں۔ کہ سر الیگزینڈر خود آکر معافی مانگے گا۔ اور بخش دینا چونکہ بزرگوں کا کام ہے اس لئے اس تجویز کے منظور کئے جانے سے ایچ متھگلن کی شان میں کوئی فرق نہیں آتا۔ کم از کم مالک کی اپنی رائے یہی ہے کہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل بذات خود حاضر ہو کر اپنے آباؤ اجداد

کی طرف سے معافی کا خواستگار رہوگا۔ اور ایچ مقتگلن اپنے قدیم خاندان کے قائم مقام کی حیثیت سے اس معافی کو قبول کرکے عداوت کا خیال دل سے نکال دے گا۔ چنانچہ یہ سب باتیں انہوں نے مسٹر لینا کس کے روبرو اس کو سمجھانے اور راہ راست پر لانے کے لئے کہی تھیں۔ اس کے بعد مسٹر لینا کس کا رضامند ہو جانا بہت مشکل نہ تھا۔ کیونکہ وہ طبعاً فیاض ہیں۔ اور میں نے ایک دو مرتبہ انہیں اپنے والد سے یہ کہتے بھی سنا ہے کہ اس طرح کی خاندانی عداوتیں محض جہالت کی یادگار ہیں۔ میری رائے میں وہ اس سوال پر ہرگز کسی قسم کا اعتراض نہ اٹھاتے۔ اگر یہ تجویز مسٹر ڈونالڈ سٹوارٹ کی درخواست کی صورت میں پیش نہ ہوتی۔ خیر جیسا میں نے بیان کیا ہے آخر کار مسٹر لینا کس کا اطمینان ہوگیا۔ خصوصاً مالکہ کے اس بات کا وعدہ کر لینے پر کہ قبیلہ کی مجلس شوریٰ کے بعد وہ اس معاملہ میں مسٹر سٹوارٹ سے نہیں۔ بلکہ براہ راست سر الیگزینڈر سے خط و کتابت کریں گے۔ بس یہ اس سارے معاملہ کا نچوڑ ہے۔"

"خیر صاحب، مجھے یہ جان کر بیحد خوشی ہوئی ہے کہ دو خاندانوں کی دیرینہ عداوت کا آخر کار خاتمہ ہوگیا۔" میں نے سارا حال سننے کے بعد کہا۔ "مگر کیمرن کیا تمہارا خیال ہے کہ قبیلہ کے باقی لوگ اس سوال کی نسبت والئے ایچ مقتگلن کی رائے سے کوئی اختلاف نہ کریں گے؟"

"بالکل نہیں۔ مجھے اس بات کا پورا اطمینان ہے۔" اس نے جواب دیا۔ "مگر کل تم اپنی آنکھوں سے دیکھ ہی جو لوگے۔"

اس کے دوسرے دن اندھیرے منہ سے ہی اہل قبیلہ کی آمد شروع ہوگئی جو دیر تک جاری رہی۔ اس عرصہ میں دو تو گھاٹوں کے درمیان کشتیوں کی آمد و رفت مسلسل جاری تھی اور جو لوگ گاڑیوں پر آئے تھے۔ اُن کی شاندار سواریاں خانگاہ کی راہ سے مکان کے ایک حصہ کا طواف کرکے سامنے کی ڈیوڑھی پر پہنچ رہی تھیں

معلوم ہوا۔ یہ مجلس اس بڑی ڈیوڑھی میں منعقد ہوگی۔ جس کے بارہ میں پیشتر ہم کسی جگہ لکھا ہے۔ کہ اس میں جنگ اور شکار کی یادگاریں جا بجا سجی ہوئی تھیں۔ اس موقعہ پر وہ تنخواہ دار بین نواز جس کی خدمات اس طرح کے موقعوں کے لئے مخصوص تھیں۔ اپنی قوم کا روایتی لباس پہنے پر دار ٹوپی سر پر لئے بین بجاتا پُر شکوہ انداز سے ادھر اُدھر پھر رہا تھا۔ اور رنگا رنگ خیز آوازیں ایوان کے ہر حصہ سے آتی تھیں۔ پورے ایک بجے بیچ کے معمولی نام سے ایک نہایت پر تکلف کھانا دسترخوان پر لایا گیا۔ جس سے فارغ ہونے کے بعد خود والئے بیچ متھگلن اور اس کے قبیلہ کے چالیس یا پچاس آدمی صدر ڈیوڑھی کی طرف روانہ ہوئے۔ گھر کے نوکروں میں سے سوائے اُس ایک بین نواز کے اور کسی کو اس موقعہ پر حاضر رہنے کی اجازت نہ تھی۔ اور اس کی موجودگی بھی اس لئے ضروری تھی۔ کہ اس کے بغیر والئے بیچ متھگلن کی شان ریاست میں فرق آتا تھا۔ اس کی شمولیت ایک اس طرح کے رسمی دربار میں بہرحال ضروری تھی۔

اجلاس قریباً پانچ گھنٹے رہا۔ اور جب آفکار چھ بجے کے قریب وہ ختم ہوا۔ تو یہ افواہ بستی سے قلعہ کے ہر حصہ میں پھیل گئی۔ کہ خاندان بیچ متھگلن اور کیرنڈیل میں جو عداوت قدیم سے چلی آتی تھی۔ اس کا عملی طور پر ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوگیا۔ علاوہ بریں یہ بھی سننے میں آیا۔ کہ سر الیگزینڈر کی یہ درخواست منظور کر لی گئی ہے۔ کہ وہ بذات خود قلعہ میں حاضر ہو۔ چنانچہ والئے بیچ متھگلن نے اس موقعہ کے لئے مہمان نوازی کا خاص اہتمام کیا ہے۔ یہ خبریں ایک دوسرے کی زبانی جلدی ہی ہر شخص کو معلوم ہوگئیں۔ تاہم اس خیال سے کہ بیچ متھگلن کے رشتہ داروں اور قبیلہ کے ڈورافتادہ شخصوں میں سے کوئی ان سے لاعلم نہ رہ جائے۔ ایک دستور العمل تیار ہوا۔ جسے چند روز کے عرصہ میں ایک مکمل پروگرام کی صورت میں شائع کر کے اس کی نقول محل کے مختلف حصوں میں چسپاں کرا دی گئیں۔ میں اس پروگرام کی عبارت کو بجنسہٖ درج کرتا ہوں۔

"سر الیگزینڈر کیرنڈیل نے ایچ تھگلن آنے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ اور والئے ایچ تھگلن نے سر الیگزینڈر کیرن ڈیل کو بطور جواب تحریر کر دیا ہے کہ آپ ۲۶ نومبر کو قلعہ میں تشریف لائیں۔ جہاں آپ کا مناسب استقبال ہوگا۔

"والئے ایچ تھگلن نے اس موقعہ کے حسب حال بعض خاص آداب مقرر کئے ہیں اور اُن حالات کی جن میں یہ ملاقات ہوگی مفصل اطلاع سر الیگزینڈر کیرنڈیل کو بھیجدی گئی ہے۔

"۲۶ نومبر کو ٹھیک دوپہر کے وقت شاہی بجرہ بارہ دردی پوش ملاحوں کے زیر اہتمام ساحل کے گھاٹ پر موجود ہوگا۔ اسی وقت امید ہے۔ سر الیگزینڈر کیرنڈیل جھیل کے ساحل پر پہنچیں گے۔

"اس اثنا میں خود والئے ایچ تھگلن اور ان کے قبیلے کے سربرآوردہ لوگ اندرونی گھاٹ کے پاس جو محل کے بالمقابل واقع ہے موجود رہیں گے۔ اور گھر کے وہ نوکر جنہیں اس وقت محل کے اندر کوئی کام نہ ہو اس جمعیت کی پشت پر تھوڑی دُور قطار باندھ کر کھڑے ہوں گے۔

"جس وقت شاہی بجرہ سر الیگزینڈر کیرنڈیل اور اُن کی جمعیت کرنے ہوئے ساحلی گھاٹ سے چل کر ایچ کے گھاٹ پر پہنچے گا۔ تو سر الیگزینڈر گہری خاموشی کے درمیان خود ہی بجرہ سے اتر کر گھاٹ کی سیڑھیوں پر چڑھنا شروع کریں گے۔ یعنی اس موقعہ پر کسی طرح کا مظاہرہ قطعاً نہ ہوگا۔ بعد ازاں وہ جس وقت سیڑھیوں پر چڑھ کر خشکی پر پہنچیں گے تو والئے ایچ تھگلن ان کو دیکھ کر چند قدم آگے بڑھیں گے۔ اور اسطرح اپنی جمعیت سے کسی قدر آگے نکل کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اسی حالت میں سر الیگزینڈر ان کی طرف آئیں گے۔ اور وہی سب سے پہلے اپنا ہاتھ مصافحہ کے لئے پیش کریں گے۔ یہ اس دوستی کی علامت ہوگی۔ جس کے ذریعہ سے صدیوں کی دیرینہ عداوتوں کا خاتمہ ہو گیا ہے

بعدازاں جس وقت والئے اینچ متھگلن سر ایلگزینڈر کیرنڈیل کا آگے کو نکلا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیں گے۔ تو بینڈ بجنا شروع ہو گا۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ حاضرین سر ایلگزینڈر کی خوش آمدید کا نعرہ بلند کریں گے۔ بعدازاں اینچ متھگلن کی جمیت انہیں اپنے ساتھ قلعہ کی سمت میں لے جائے گی۔

"شام کے سات بجے وسیع دعوتی ہال میں اینچ متھگلن کی طرف سے سامان دعوت مہیا کیا جائے گا۔ جو اس موقعہ کے حسب حال ہو گا۔ اور اس کے ایک گھنٹہ بعد شاگرد پیشہ میں کھانے کا اہتمام ہو گا۔ جس میں اینچ متھگلن اور کیرنڈیل کے ہر ایک نوکر کو شرکت کی اجازت ہو گی"۔

بس۔ یہ اس پروگرام کا مضمون تھا۔ جو ایوان اینچ متھگلن کے مختلف نمایاں حصوں میں اس تقریب پر چسپاں کیا گیا۔ میں نے اس کو اس خیال سے بجنسہٖ درج کر دیا ہے۔ کہ ناظرین اُن آداب و ضوابط کو دیکھ کر جو اس موقعہ کے لئے ضروری سمجھے گئے تھے۔ غالباً میری اپنی تحریر سے زیادہ سہولت کے ساتھ والئے اینچ متھگلن کی سیرت کا صحیح اندازہ کر سکیں گے۔ ذاتی طور پر میرا خیال ہے۔ کہ روئے زمین کے دو نامی تاجدار دل کی ملاقات کا پروگرام بھی اتنا پُر اہتمام اور اس قدر پابندیوں سے محدود نہ ہوا ہو گا جتنا اینچ متھگلن اور کیرنڈیل کے دو معمولی جاگیرداروں کی ہونے والی ملاقات کا یہ دستور العمل تھا۔ درحقیقت خاندانی اور روایتی مناسبت کا جذبہ قبیلہ اینچ متھگلن کے لوگوں کی سیرت کا اس حد تک جزو غالب بن چکا تھا۔ کہ صلح و آشتی پر آمادہ ہوتے ہوئے بھی والئے اینچ متھگلن نے اپنے طور پر ذرا بھی جھکنا منظور نہ کیا۔ کیونکہ جیسا اوپر کے بیان سے واضح ہوا ہو گا۔ اس ملاقات پر وہ سر ایلگزینڈر کیرنڈیل سے ایک مساوی حیثیت کے ہمسایہ جاگیردار سے مساوی حالات میں ملنے کی بجائے اس بات کی نمائش کرنا چاہتا تھا۔ کہ وہ ایک عالی قدر رئیس ہے جو کسی باجگذار محکوم سے ملنا منظور کرتا ہے۔

اسی کی طرف سے سب سے پہلے دوستی کا ہاتھ پیش ہونا لازم تھا۔ اسی کے لئے سب سے پہلے انچ مقصد کی طرف بڑھنا ضروری تھا۔ اور خیر مقدم یا تپاک کا کوئی لفظ میرے ہونٹوں کی طرف سے اُس وقت تک ادا ہونے کی ممانعت کر دی گئی تھی۔ حتیٰ کہ سر ایگزینڈر کیرنڈیل کی طرف سے عجز و انکسار کی یہ نمائش ہر لحاظ سے مکمل ہو جائے۔ اپنے دل میں میں اس دستور العمل کو پڑھ کر نفرت محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا۔ گو مقابلہ میں اس خیال سے جی کو خوشی تھی کہ عنقریب ان دو خاندانوں میں جو مدت مدید سے برسر پیکار چلے آتے تھے ہمیشہ کے لئے صلح اور امن قائم ہونے والا ہے۔ سب سے زیادہ خوشی مجھے اس بات کی تھی کہ میں عنقریب سر ایگزینڈر کیرن ڈیل کو جس کے بارہ میں غائبانہ تعریفیں بہت سننے میں آئی تھیں اور جس سے مجھ کو نادیدہ محبت ہو چکی تھی۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا۔

ہم لوگ یعنی اس گھر کے چند نوکر ایک جگہ کھڑے ہوئے اس اشتہار کو پڑھ رہے تھے۔ کہ دفعتاً ایک شخص بولا "مسٹر سٹوارٹ کے بارہ میں گو عام طور پر یقین کیا جاتا ہے کہ وہ سر ایگزینڈر کیرن ڈیل کا معتمد خاص ہے۔ تاہم میرا خیال ہے۔ وہ ان کے ساتھ نہ آئے گا۔"

"مگر اس میں خیال کرنے کی کیا بات ہے۔ وہ یقینی طور پر نہ آئے گا۔" کیمرن نے اس طرح پر غضب ہو کر جواب دیا۔ گو اس کے نزدیک اس بارہ میں کسی شبہ کو دل میں جگہ دینا ہی جرم شدید تھا۔

"لیکن مسٹر کیمرن" میں نے اُسے دوسرے نوکروں سے علیحدہ ایک طرف لیجاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اس بات کا کیونکر یقین ہوا کہ وہ سر ایگزینڈر کے ہمراہ نہ آئے گا؟" ذاتی طور پر میں خود بھی سمجھ سکتا ہوں کہ اس دانہ ناخوشگوار کے بعد جو مسٹر سٹوارٹ کی رخصت کا موجب ہوا تھا۔ وہ دوبارہ انچ مقصد آنا پسند نہیں کر سکتا۔ کیونکہ

نہ صرف حالات کی نزاکت بلکہ اس کا اپنا تکبر بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا۔

"تکبر! پھر کہنا؟" کیمرن نے انداز حقارت سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ نالائق سٹوارٹ اور تکبر! کیا کسی ننگے فقیر میں بھی تکبر ہو سکتا ہے؟ وہ اس جگہ پاؤں رکھنے کی جرأت تو کرے! مگر تم نے پوچھا تھا۔ کہ میرے کہ مجھے اس بات کا اتنا یقین ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میں نے مالک کو مسٹر لینا کس سے یہ کہتے سنا تھا کہ انہوں نے جو چٹھی سر الیگزینڈر کیرنڈیل کے نام لکھی ہے۔ اس میں صاف تحریر کر دیا گیا تھا۔ کہ آپ اپنے ہمراہ خواہ کتنے آدمی لائیں ہمیں ان کی تقدیم و مہمان نوازی سے دریغ نہ ہوگا لیکن مہربانی سے ایک شخص مسٹر سٹوارٹ کو ہرگز ہرگز اپنے ساتھ نہ لائیے گا۔"

"اب میں سارا حال سمجھا۔" میں نے جواب دیا۔ "گویا یہ سارا پروگرام سر الیگزینڈر کیرنڈیل کا خط آنے پر ہی تیار کیا گیا ہے؟"

"یقیناً۔" کیمرن نے تسلیم کیا۔ "سر الیگزینڈر کی چٹھی آج صبح موصول ہوئی تھی۔ اور اس میں صاف طور پر لکھا تھا۔ کہ سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی ہرگز اینچ متھگلن میں نہ آئے گا۔"

اس چند دن کے عرصہ میں جو اس قابل یاد ملاقات سے پہلے گذرا عظیم الشان تیاریاں ایوان کے ہر حصہ میں اس تقریب کے سلسلہ میں کی گئیں۔ نہ صرف پرتھ بلکہ ایڈنبرگ تک آدمی بھیجکر علاوہ اور نہایت نفیس کھانے جو اس دعوت کے موقعہ پر چنے جانے تھے۔ حاصل کئے گئے۔ میر سامان اور اس کا نائب گھنٹوں تہ خانہ میں بیٹھے ہوئے اس بات کی جانچ کیا کرتے تھے۔ کہ کونسی شراب کس موقعہ کے لئے موزوں ہوگی۔ شاہی بجرہ میں نئے گدے لگوائے گئے۔ اور دعوتی ہال میں مہمانداروں کے علاوہ نیا سامان آرائش مہیا کیا گیا۔ جا بجا خاندان اینچ متھگلن کے نام کی ڈھالیں اور جھنڈے نصب ہوئے اور اخراجات کی کثرت کا ذرا خیال نہ کر کے لاتعداد روپیہ محض اس لئے ضائع کیا گیا۔ کہ سر الیگزینڈر کیرن ڈیل اور اس کی جمعیت کے دلوں پر اینچ متھگلن کی شوکت اور تمول

کی دھاک بیٹھ جائے۔ شاید وہ اس ذریعہ سے اپنے خاندانی تکبر کے موجودہ ایثار کی تلافی کرنا چاہتا تھا درحقیقت میرا اپنا خیال یہ ہے۔ کہ اگر اُسے ڈونالڈ سٹوارٹ کی منہ مانگی مراد پورا کرنے سے وعدہ کا پاس نہ ہوتا۔ تو پھر شاید وہ اس عداوت کو ترک کرنے سے ہی انکار کر دیتا۔ کیونکہ وہ عداوت، اسی طرح نسلاً بعد نسلاً خاندان ایچ متھگلن میں بطور ورثہ قائم چلی آتی تھی جس طرح محل کی عالیشان عمارت یا جھیل یا اس کے سوا حل پر پھیلی ہوئی زرخیز اراضی۔ اس کے علاوہ اب ایک بار صلح پر آمادہ ہونے کے بعد وہ اپنے شکست یاب دشمن کو اپنی مہمان نوازی کی عظمت اور سامان کی شوکت سے خوب ہی متحیر و مبہوت کرنا چاہتا تھا۔

مس دنیا چو کو ڈونالڈ سٹوارٹ کا خط دینے اور اس کا جواب وصول کرکے مسٹر سٹوارٹ کے نام بھیجنے کے بعد گذشتہ چند یوم میں مجھے پھر اُس سے ملنے کا اتفاق نہ ہوا تھا۔ اس لئے مجھے بالکل معلوم نہ تھا کہ ان سب تیاریوں کا اس کے دل پر کیا اثر ہوا ہے۔ اور عاشق جانباز کی آمد کی پاہندیوں کا علم اس کے کانوں تک بھی پہنچا ہے یا نہیں؟ بات دراصل یہ ہے کہ ان ایام میں لاتعداد مہمان آئے دن وارد ہو رہے تھے۔ اور چونکہ گھر بھر میں ایملین ہی واحد خاتون تھی۔ اس لئے خاطر و مدارات کا سارا فرض اس کو ادا کرنا پڑتا تھا۔

آخر کار وہ یادگار دن جس کا انتظار تھا آ پہنچا۔ نومبر کے مہینہ میں برطانیہ کے باقی حصوں کی طرح ہائی لینڈس کا موسم بھی بہت کم خوشگوار ہوتا ہے۔ یعنی کبھی دیر تک بارش کبھی کہر اور کبھی جھکڑ۔ یہ اس موسم کی عام علامات ہیں۔ فی الحقیقت پچھلے چند یوم میں موسم کی حالت واقعی خراب تھی۔ لیکن اس روز شاید قدرت بھی اس ہونے والی صلح و آشتی پر متبسم تھی۔ کیونکہ دفعتاً موسم میں خلاف معمول تبدیلی واقع ہوئی۔ صبح کو چاروں طرف دھند پھیلی ہوئی تھی۔ لیکن تیز ہوا چلنے ہی اس کو اڑا کر لے گئی۔ سطح آسمان

پر جو چند ککہائے ابر موجود تھے وہ بھی منتشر ہو گئے۔ اور اس کی رنگت خالص نیلیں دکھائی دینے لگی۔ آفتاب حیرت انگیز آب و تاب سے چمکنا شروع ہوا اور قصیل کا لہراتا ہوا پانی کسی نازنین کے آب رواں کی چادر میں منہ چھپانے کی کوشش سے مشابہ تھا۔

اس خیال سے کہ محل کے مختلف حصوں میں چسپاں کئے ہوئے اشتہارات کی موجودگی معزز دہان کی دلآزاری کا موجب نہ ہو۔ ان ساری نقول کو یوم مذکور کی صبح سے بہت پہلے ہٹا دیا گیا۔ تاہم ان کا مضمون ہر شخص کو پوری طرح یاد تھا۔ اور سب آدمی اس کی قائم کردہ شرطوں پر عمل کرنے کے لئے آمادہ و تیار تھے۔ گیارہ بجے کے تھوڑی دیر بعد بارہ وردی پوش ملاح اس شاہی بجرہ میں سوار ہوئے۔ جس پر اینچ متھگلن کا شاندار علم لہرا رہا تھا۔ اور بجرہ کو کھیتے ہوئے سمت مقابل کے گھاٹ پر پہنچ گئے۔ اس اثنا میں والئے اینچ متھگلن لیناکس ایبلین اور قبیلہ کے وہ عام معززین جو اس تقریب پر جمع ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ آیرلینڈ کے وکیل بھی بہترین لباس پہن کر تیار ہو گئے۔ بڈھے ڈاننی کلیک میسن نے اس تقریب پر اپنا بڑھیا سوٹ نکال کر زیب بر کیا اور اسی پر کفایت نہ کر کے خصوصیت سے اس موقعہ کے لئے اپنی ہلاس ایک سونے کی بنی ہوئی ڈبیہ میں رکھ کے ساتھ لی۔ اور اس کے متعلق لمحانوں سے فخریہ بیان کیا۔ کہ یہ میرے دوست لیرڈ آف ٹن ٹوس کو لیش ڈیل کی دی ہوئی یادگار ہے۔ اس نے وہ حالات بھی بیان کرنے شروع کئے تھے۔ جن میں یہ ڈبیا لیرڈ موصوف نے اس کو پیش کی تھی لیکن جیسا کہ عموماً ہوا کرتا تھا۔ وہ اس حکایت کو پورا نہ کر سکا۔ اور اُسے ناتمام ہی چھوڑ کر اپنی یاد تازہ کرنے کے لئے دیر تک ہلاس کی بڑی بڑی چٹکیاں ناک میں چڑھاتا رہا۔ نوکروں کا بیشتر حصہ ان پچاس یا ساٹھ مزدوروں کے ساتھ جو ریاست کے مختلف حصوں میں کام کیا کرتے تھے۔ ایک علیحدہ قطار کی صورت میں کھڑا کر دیا گیا۔ اور وردی پوش بین نواز نے اپنے اہتمام سے اس موقعہ کے لئے پر قصہ سے ایک اعلیٰ درجہ کا

بلند سنگایا۔ بہ حیثیت مجموعی وہ ایک بڑا ہی دلکش اور پرجوش انگیز نظارہ تھا۔ لاتعداد خاتونیں بڑھیا اور نفیس لباس پہنے اس تقریب پر جمع ہوئی تھیں۔ لیکن جہاں تک حسن و دلفریبی کا تعلق ہے۔ ایلین ان پر سب پر فائق و افضل تھی۔ میں نے حال میں کئی دن سے اس کو نہ دیکھا تھا۔ چنانچہ آج جب اُسے دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ تو صورت ہی بدلی ہوئی نظر آئی۔ یعنی رخساروں پر خلاف معمول سرخی اور خوشنما آنکھوں میں مسرت کی چمک پائی جاتی تھی۔ کسی عام آدمی کی حالت میں گو یہ ساری علامات اس ہنگامہ پرجوش کا اثر سمجھی جا سکتی تھیں۔ جو اس یادگار دن سے مخصوص تھا۔ تاہم میرے نزدیک جسے اس کے راز کی واقفیت تھی۔ اس کا سبب خاص جذبات امید و بیم کا اشتراک تھا۔ گو یہ بات میری سمجھ میں بھی نہ آسکی۔ کہ اس امید و بیم کا تعلق کس واقعہ سے ہو سکتا ہے سوائے اگر اس کا خیال تھا۔ کہ ڈونالڈ سٹوارٹ شائد سر ایگزینڈر کیرن ڈیل کے ساتھ ہوگا۔ تو یہ ایک فرضی اور بے بنیاد امید تھی۔ کیونکہ ایچ متھگلن سے اٹل حکم کے سامنے ایسا ہونا خارج از بحث امکان تھا۔ پس میں یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ وہ کس چیز کی امید ہے جو اس کے دل کو آج یہ خلاف معمول مسرت دے رہی ہے؟

جیسے سے دوسرے ساحل کا نظارہ بھی کچھ کم دلکش نہ تھا۔ گاؤں کے لوگ عمدہ اور رنگین لباس پہنے سر ایگزینڈر کیرن ڈیل کی آمد اور اسے بجرے پر سوار ہو کر قصر ایچ متھگلن کو روانہ ہوتے دیکھنے کے انتظار میں تھے۔ ایچ متھگلن کا جھنڈا اگر چہ آدھی چوٹی پر لہراتا تھا۔ اور اگر ظاہری حالات کو باطنی کیفیات کا مظہر سمجھا جا سکتا ہے۔ تو کہنا پڑیگا کہ سب لوگ۔ والئے کیرن ڈیل اور والئے ایچ متھگلن سے ملاپ کی امید سے بہت ہی مطمئن و مسرور تھے۔

ٹھیک بارہ بجے ایک چوکور گاڑی اس گھاٹ کی طرف آتی دکھائی دی جہاں شاہی بحیثیت معزز مہمان کی آمد کا منتظر کھڑا تھا۔ وہ گھاٹ کے پاس آکے ٹھیر گئی۔

جس مقام پر ہم لوگ جمع تھے۔ وہاں سے یہ معلوم کرنا سخت مشکل تھا کہ کتنے آدمی کشتی پر سوار ہونے کے لئے گاڑی سے اُترے۔ تاہم اہل دیہات نے معزز مہمان کی آمد پر جو پُرجوش نعرے بلند کئے اُن کی آواز قبیل کی سطح کو چیرتی ہوئی دوش صبا پر ہمارے کانوں میں بھی پہنچی۔ آخر کار بجرہ گھاٹ سے رخصت ہوا۔ بارہ دروی پرش ملاح اُسے بڑی سرگرمی سے کھینے لگے۔ اور وہ کسی تیرنے والے پرندہ کی مانند سطح آب پر چلتا اندرونی گھاٹ کی طرف چلا۔ رفتہ رفتہ وہ جب قریب آیا۔ تو ہم نے پہلی بار دیکھا کہ ملاحوں کے علاوہ صرف چار آدمی اس بجرہ پر سوار تھے۔ دو خملی گدے کی نشستوں پر اور دو اُن کے پیچھے اُن کھڑی تپائیوں پر جو نوکروں کے استعمال کے لئے مخصوص تھیں۔ اس کا مطلب صریحاً یہ تھا۔ کہ سر الگزینڈر کیرن ڈیل نے اپنے ہمراہ کسی بڑی جمعیت کو لانا پسند نہیں کیا۔ بلکہ صرف ایک دوست کو لانا ہی کافی سمجھا ہے۔ اور اس وقت پہلی مرتبہ اس حقیقت سے واقف ہونے کے بعد میں اپنے آپ سے یہ سوال پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔ کہ وہ دوست کون ہے؟ کیا ڈونالڈ سٹوارٹ ہے؟ بظاہر اس کی امید نہ تھی۔ تو بھی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ کہ وہ دوسرا آدمی کون ہے؟ اتنے میں کشتی اور زیادہ قریب آگئی تھی اور اس وقت معلوم ہوا کہ ان دو شخصوں میں سے ایک نے جو اگلی نشست پر بیٹھا تھا۔ اپنا چہرہ کچھ اس طرح اپنا وہ میں چھپا رکھا تھا۔ اور اس کی طرز نشست بھی ایسی تھی۔ کہ گھاٹ کے پاس کھڑے ہوئے آدمیوں میں سے کوئی اس کی صورت نہ دیکھ سکتا تھا۔ دوسرے آدمی کا رُخ البتہ سیدھا ہماری طرف تھا۔ اور جب میں نے اس کا قد بہ اور گدازبدن اور گول نہیں بلکہ چہرہ دیکھا تو فوراً معلوم ہوگیا کہ وہ سر ونکنسی وکیل کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس وقت میں بے اختیار اس نتیجہ پر پہنچنے کے لئے مجبور ہوگیا۔ کہ ڈونالڈ سٹوارٹ سر الگزینڈر کیرنڈیل کے ہمراہ نہیں آیا۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوا۔ کہ اگر واقعی ایسا ہے تو ایسلین کی چچی

ہوئی نگاہ اور مسرور و متبسم چہرہ کا کیا مطلب تھا؟

خیر عالیشان کشتی گھاٹ کی سیڑھیوں کے پاس پہنچ گئی۔ ملاحوں نے اپنے چپو تھام کھڑے کر لئے۔ اور اس سے ایک چھوٹے سے ڈیکے کے کھیت کا نظارہ پیدا ہو گیا۔ سحر کے منتظر لوگوں میں بھی گہری خاموشی چھا گئی۔ جب تک وہ چاروں آدمی سیڑھیوں پر چڑھتے رہے۔ ہم اُن کی صورتیں نہ دیکھ سکے۔ لیکن چند منٹ کے عرصہ میں وہ شخص جو اپنے ہمراہیوں سے آگے تھا۔ آخری سیڑھی سے گذر کر سطح زمین پر پہنچ گیا۔ اور اُس وقت پہلی بار ہم کو اس کا برہنہ چہرہ اپنی اصلی حالت میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ لیکن وہ چہرہ!۔۔۔ اے راحم خدا! کیا وہ ڈونالڈ سٹوارٹ کا نہیں تھا؟ میرا دل زور سے دھک دھک کرنے لگا۔ کیا وہ ایرخ تھگگن کی عائد کردہ پابندیوں کے باوجود یہاں آ گیا؟ اور اگر ایسا تھا۔ تو سر الگزینڈر کیرن ڈیل کیوں نہ آیا؟ کیونکہ سٹوارٹ کے ہمراہ صرف ایک ہی آدمی اور یعنی مسٹر ڈنکنسبی وکیل تھا۔ باقی وہ دو نوکر تھے۔ جو ان کے پیچھے موزوں فاصلہ پر چل رہے تھے۔ سنسنی کا تیز احساس اُس گہرے سکوت میں ہر شخص کے جسم میں پیدا ہو گیا۔ اور نوکروں کی اس جماعت میں جو میرے برابر کھڑی تھی پھسر پھسر کی آوازیں پیدا ہوئیں۔

اتنے میں والئے ایرخ تھگگن قائم کردہ دستور العمل کے مطابق سر الگزینڈر کے اس بارہ قدموں کے مقابلہ میں ایک یا دو قدم آگے بڑھنے کی بجائے نخوت اور جوش سے گردن اُٹھائے لیناکس کو ساتھ لئے تیز چلتا ڈونالڈ سٹوارٹ کے پاس جا پہنچا۔

"کیوں جی اس گستاخی کا کیا مطلب ہے؟" اس نے اس کو کڑی آواز سے مخاطب کر کے گرجتے ہوئے لہجہ میں پوچھا۔

"مجھے پورا یقین ہے"۔ اس کے ساتھ ہی لیناکس نے جس کے لئے اپنے غصہ اور جوش پر ضبط کرنا محال تھا۔ غضبناک نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا: "یہ ساری شرارت

جس مقام
پر سوار، سر الگزینڈر کیرن ڈیل ہی کی ہوگی۔ جو اس طریقہ پر ہماری توہین کرنا چاہتا ہے۔ لیکن کیا ہوا
جو پرچہ میں اُسے ایڈنبرگ میں یا اُس کے اپنے مکان میں یا اگر ضرورت پیش آئی تو دنیا کے دوسرے
سرے پر تلاش کر کے اس شرمناک بدسلوکی کی جواب دہی پر مجبور کر کے چھوڑوں گا۔"

"مسٹر بینا کس دنیا چہ آپ کو اس قدر زحمت گوارا کرنے کی حاجت نہیں ہے۔"
ڈونالڈ سٹوارٹ نے بہ وقار میں جواب دیا۔ "کیونکہ سر الگزینڈر کیرن ڈیل ہر طرح
کی جوابدہی کرنے کو اس جگہ موجود ہے۔"

"کیا! کس جگہ؟" بینا کس نے پریشان نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر
مضطربانہ پوچھا۔ "لیکن وہ کہیں ہو۔ اُس نے ہم سے نہایت بُرا سلوک کیا ہے۔ اُس نے
اپنے اس وعدہ کا بھی پاس نہیں کیا۔ جو بطور شرط ہم سے اس بارہ میں کیا تھا۔ کہ
سٹوارٹ نام کا کوئی آدمی آج ایچ متھگلن کی سرزمین میں ہرگز پاؤں نہ رکھے گا۔"

"معاف کیجئے وہ وعدہ ٹوٹا نہیں ہے۔" ڈونالڈ سٹوارٹ نے جواب دیا۔ "سٹوارٹ
نام کا کوئی آدمی واقعی اس جگہ موجود نہیں۔" اور پھر اپنے الفاظ کو اہمیت دینے کے
خیال سے ایک لحظہ تامل کر کے اس نے اُسی پُر وقار لہجہ میں کہا۔ "میں ہی سر الگزینڈر
کیرن ڈیل ہوں۔"

آٹھویں جلد ختم ہوئی

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائیگا۔

جامعہ کی کتابیں

۱۔ ہر رکن کو مجلس کی مجلس تعلیمی کی کتابیں ایک ایک کتاب مفت ملے گی۔

۲۔ اساتذہ جامعہ کو ہر کتاب کی ایک کاپی مفت ملے گی۔

۳۔ ہر رکن دارالمطالعہ کی کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۔ طلبا کو ہر کتاب کی ایک کاپی مفت ملے گی۔

۵۔ ہر رکن کتابیں خرید سکے گا۔

۶۔ ہر رکن کتابیں عاریتاً لے جا سکے گا۔

۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۲۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۳۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۴۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۵۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۶۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۷۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۸۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۱۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۲۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۳۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۴۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۵۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۶۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۷۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۸۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۹۹۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔

۱۰۰۔ ہر رکن کتابیں ایک ماہ تک اپنے پاس رکھ سکے گا۔